books per day shall be charged from those

replace it, if the same is detected at the

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۷۰

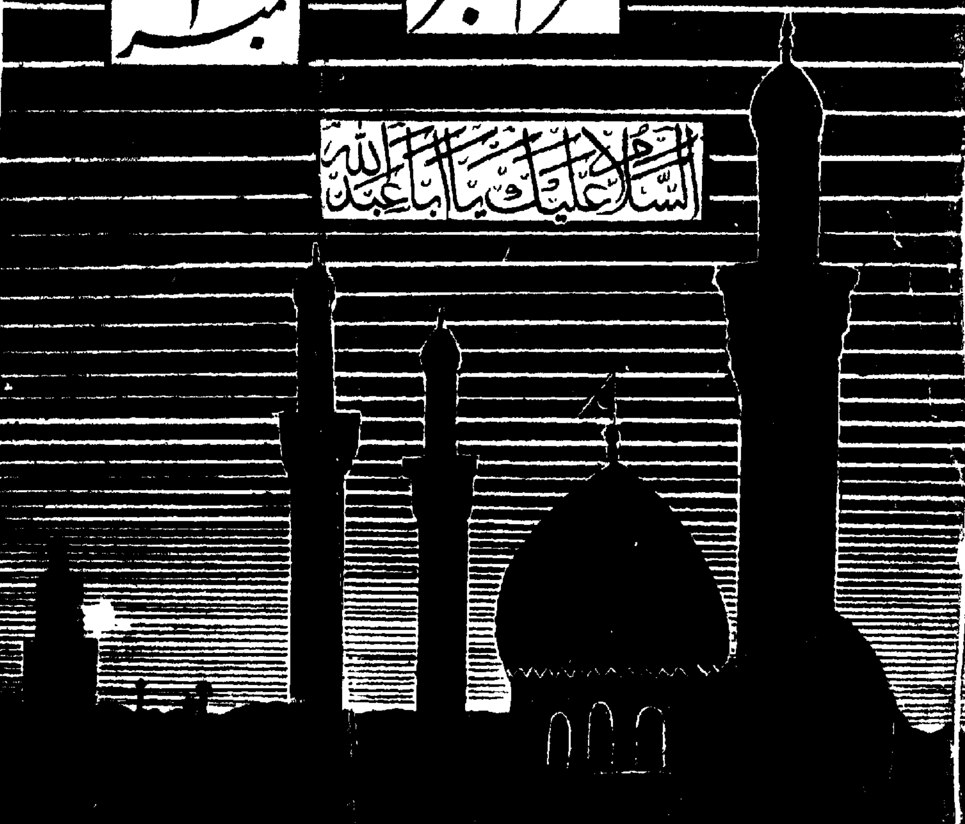
۱۲ھ
۱۹۵۴ء

سرفراز لکھنؤ

جلد ۳۲

محرم نمبر

نمبر ۱



السلام علیک یا ابا عبداللہ

ایڈیٹر سید مصطفیٰ حسن رضوی

قیمت ۸ آنہ

88299

فہرست مضامین

صفحہ	نظم یا نثر	مضمون نگار	نمبر شمار
۱۹۶	مضمون	سید علی حسین صاحب رضوی	۱۰۰
۱۹۸	نظم	مولانا صفی مرحوم	۱۰۱
۱۹۹	〃	عشرت صفی پوری	۱۰۲
۲۰۲	مضمون	سید آفتاب اختر صاحب تلہری	۱۰۳
۲۰۷	〃	سید سعید اختر صاحب رضوی	۱۰۴
۲۱۶	نظم	قیس ماہری کھنڈوی	۱۰۵
		سید محمد احسن صاحب کاظمی	۱۰۶
۲۱۷	〃	سشن ناگ - بارہ بنکی	
۲۱۸	مضمون	حسن نقی صاحب جذب رکیل	۱۰۷
۲۲۵	نظم	جگدیش سہائے صاحب سکسینہ	۱۰۸
۲۲۷	مضمون	مولانا مرتضیٰ حسین صاحب لاہور	۱۰۹
۲۳۰	نظم	سید محمد وصی صاحب لکھنؤ	۱۱۰
۲۳۰		موحد سرسوی	۱۱۱
۲۳۱	مضمون	سید اطہر حسین صاحب جعفری	۱۱۲
۲۳۲	〃	محترمہ ایس۔ بی۔ وارثیہ صاحبہ	۱۱۳
۲۳۳	نظم	سید لائق علی صاحب ہنر	۱۱۴
۲۳۴	مضمون	سید قمر رضا صاحب الہ آباد	۱۱۵
۲۳۷	نظم	مولانا صفی مرحوم	۱۱۶
۲۳۸	مضمون	مولانا حامد حسین صاحب عشروی	۱۱۷
۲۴۱	نظم	کرامت لکھنوی	۱۱۸
۲۴۲	مضمون	شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری	۱۱۹
۲۴۶		اشتہار	۱۲۰
۲۵۲	مضمون	ابو نعیم سید اکبر حسین صاحب	۱۲۱
۲۵۳		اداریہ	۱۲۲

سلام

(نتیجۂ فکرِ بلند جناب سرن لال صاحب [illegible])

جن کی رگ رگ میں رواں تھا خونِ [illegible]
آ گئے میداں میں ہم شکلِ پیمبر [illegible]
موت کو لبیک کہہ کر تھام کر دل شاہِ دیں [illegible]
الوداعِ آخری خیموں میں کہہ کر آ [illegible]
قلبِ اعدا کانپ اٹھا جس وقت شاہِ مشرقین [illegible]
ذوالفقارِ حیدرِ کرار لے کر آ [illegible]
کربلا کی جنگ دیکھا مگر کچھ سہم [illegible]
یاد جبریل ان کو اپنے شہ پر آ [illegible]
راہِ حق میں ہو چکے قربان جب چھوٹے بڑے
تشنہ لب خود وارثِ ساقیِ کوثر آ گئے
وہ ہجومِ بے کسی اور تشنہ لب اہلِ حرم
رو دیے آنکھوں کو جب آنسو میسر آ گئے
اشکِ غم کو روکنے کا اب نہیں یارا [illegible]
چشم و دل کے سامنے کچھ ایسے منظر [illegible]

جلوس کی اجازت مل گئی آخری کاپی پریس جا رہی تھی کہ گزشتہ [illegible]

عظمت اسلام کا راز

نتیجۂ فکر بلند جناب
بیشو پرشاد صاحب
منور لکھنوی

ہوتا نہ کہیں ذکر رسول عربی کا — لیتا نہ کوئی نام بھی اس پاک نبی کا
قرآں کے احکام کی توقیر نہ ہوتی — دنیا کبھی اسلام سے تسخیر نہ ہوتی
اللہ کوئی اس دین سے آگاہ نہ ہوتا — امید جہاں خانۂ اللہ نہ ہوتا
ایماں جسے کہتے ہیں وہ ایمان نہ ہوتا — اسلام کی توسیع کا امکان نہ ہوتا
تہذیب حجازی فلک آثار نہ ہوتی — دنیائے عرب خواب سے بیدار نہ ہوتی
رخ نمل کے قبلہ کی طرف کوئی نہ کرتا — حاصل یہ تفوق یہ شرف کوئی نہ کرتا
مردان خدا کی کہیں تعریف نہ ہوتی — اصحاب بدر ہی کی کہیں توصیف نہ ہوتی
دنیا اٹھاتی کبھی اس سمت نظر بھی — اسلام کے پرچم پہ نہ جھکتا کوئی سر بھی
بھرتا نہیں کوئی بھی دم پنجتنی کا — یہ ہاتھ اٹھاتے نہ علم پنجتنی کا
شمشیر نازش اسلام نہ بنتی! — صمصام حقیقت میں یہ صمصام نہ بنتی
توحید آئین جہانگیر نہ ہوتے، — ممتاز شہادت سے جو شبیر نہ ہوتے

اسلام نہ رہتا کسی تدبیر سے زندہ
اسلام ہے قربانی شبیر سے زندہ



مجالسِ حسینؑ میں گریہ کی حیثیت

اصولی بحث

(مفکر یگانہ علامہ سید اختر علی صاحب تلہری مدظلہ)

مجالسِ حسینؑ اور گریہ کی حیثیت اگرچہ پُرانا مضمون ہوچکا ہو اور اِس خصوص میں خود میرے قلم سے بہت کچھ نکل چکا ہو تاہم یہ موضوع مختلف پہلوؤں سے برابر اُبھرتا رہتا ہو چنانچہ حال میں اپنے ایک مخلص دوست سے اس سلسلے میں دیر تک بحث ہوتی رہی۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے ایسا محسوس ہوا کہ وہ "گریہ" کے بارے میں میرے خیالات کے بارے ٹھیک واقفیت نہیں رکھتے۔ ممکن ہو بہت سے دوسرے احباب بھی انھیں غلط فہمیوں میں مبتلا ہوں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مجالس حسینؑ میں گریہ کی نوعیت کے متعلق اپنے خیالات مزید وضاحت سے پیش کر دوں۔

اس میں شک نہیں کہ حسینؑ شہید کی مجلسوں میں "گریہ" کو مخصوص مقام حاصل ہو۔ واقعاتِ کربلا کا تذکرہ سُن کر اگر کسی کی آنکھوں سے خلوص کے آنسو جاری ہوجائیں تو ان کی انسانی قدر و قیمت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اِن آنسوؤں پر ثواب کا ترتب ہونے کے بارے میں کثرت سے حدیثیں بھی موجود ہیں لیکن محل بحث یہ بات نہیں ہے۔ دراصل قابل نظر یہ امر ہے کہ آیا اس گریہ وزاری کو مجالس کا اصلی منشاء قرار دے لینا چاہیئے دوسرے لفظوں میں کیا مجالسِ حسینؑ کو صرف اس مقصد کی تکمیل کے لئے منعقد کرنا چاہیئے کہ مجلس میں شریک ہونے والے مومنین کرام کو چند آنسو بہا لینے کا موقع مل جائے اور قصہ ختم۔

میں اس نظریہ سے کبھی متفق نہ ہو سکا اور نہ آج اس سے متفق ہوں۔ میرے ناقص خیال میں گریہ وزاری کو مجالسِ حسینؑ میں کلی مقام دے دینا نہ مذہبی دانائی ہے نہ سماجی ہوش مندی۔ مجالسِ حسینؑ میں گریہ کتنا ہی فطری اور اہم سہی لیکن حسینؑ کی مجلسوں کا اُسے بنیادی مقصد قرار دے لیا جائے یہ بات کسی طرح جچتی نہیں۔ ذہن میں اُترتی نہیں۔

میں جہاں تک سمجھتا ہوں "گریہ" کے بارے میں [illegible] سے پہلے اس امر کا فیصلہ ضروری ہو کہ آخر خود حسینؑ کے [illegible] اقدام کا مدعا کیا تھا؟ انھوں نے اپنے عزیز رفقا و اعزا سمیت [illegible] کے دریائے خون میں شناوری کی زحمتیں کیوں برداشت کی [illegible] شہادت کا صرف اتنا منشا تھا کہ گریہ وزاری کرنے والوں کی [illegible] جماعت تیار ہوجائے اور بس۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے اہم [illegible] مقصد اور اتنا اوچھا۔ دنیا کا مشہور "ذبح عظیم" اور اُس کا [illegible] میں تو یہ عرض کروں گا کہ ایسے جلیل القدر واقعہ کا یہ مقصد [illegible] خود اس واقعہ کی توہین ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حسینؑ [illegible] کا جہاں تک تعلق ہے اُس سے ہم نے اپنے کو محروم بنا لیا۔ سوال [illegible] آخر اس شہادت کا منشا کیا تھا۔ جواب صاف ہے۔ انھیں [illegible] دین کو باطل کی تلبیس و تدلیس سے بچا کر حقیقی انسانیت کے چہرے [illegible] تابناک رکھنا۔ دوسرے لفظوں میں دنیا کے سامنے ایک مرتبہ پھر [illegible] اصول کو عملی طریقہ سے رکھ دینا کہ جب کبھی باطل کی قوتیں حق کے مقابلہ میں صف آرا ہوجائیں تو حالات کا لحاظ کرتے ہوئے مخلصانہ "[illegible] الی الحق" کے جذبے کے ساتھ اس قسم کی قربانیاں پیش کی [illegible] دین ربانی کی روحانی پاکیزگی محفوظ رہے۔

اسی سلسلے [illegible] یہ عرض کر دینا بھی ضرور ہے کہ [illegible] عصمت و امامت کا [illegible] دیکھ کر اس خیال کا تفرد اشاعت [illegible] کا یہ اقدام اُن کے منصب امامت کے تقاضوں [illegible] ہمیں اس کی تاسی ضروری نہیں ہے کیونکہ ہم [illegible] ائمہ بھی تو ہیں جنھوں نے سکوت اختیار [illegible]

[illegible] شریعت کی روح کے ساتھ غداری کی حیثیت [illegible] عصمت میں رسول اور ائمہ کرام کا اسوۂ حسنہ ہمارے [illegible] جاتا ہے۔ [illegible] کے عرض کرنے کی جسارت [illegible] کہ یہ نفوس کی عصمت و امامت کا یہ منشا قطعی نہیں [illegible] نے مختلف مقامات پر جو عمل کے راستے اختیار کئے [illegible] اپنے لئے بالکل بند کرلیں اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا [illegible] تک دل میں نہ لائیں۔ عصمت و امامت کا ایسا کوئی [illegible] لیا جا سکتا جو "ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کی [illegible] کرا جائے۔ عصمت و امامت کے اسی تصور سے پیچھے [illegible] مغالطہ خیز فیلسوفانہ عجمی خیالات بھی ہیں جو ان معصومین [illegible] سے الگ ہی ایک نوع فرض کرتے ہیں اس سے بے نسبر [illegible] بشری کا آخری ارتقائی نقطہ کن فضیلتوں کا مالک ہو۔ [illegible] کی ان تمام لا حاصل فلسفہ طرازیوں کا بھی یہی نتیجہ ہو [illegible] ذوات قدسیہ کے اعمال و اقدامات کی تاسی کا کوئی خیال [illegible] لا سکیں۔ اس سے زیادہ ہماری محرومی کی مثال اور کیا ہو سکتی [illegible] عقل سلیم کے نزدیک بالکل ہی ناقابل پذیرائی ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہو کہ یہ لازمی [illegible] ہم اس شہادت کے اسوے ہی کو پیش نظر رکھیں۔ بعض مواقع ایسے بھی [illegible] ہیں جہاں امام حسن کی تاسی کی ضرورت ہوگی اور بعض ایسے محل [illegible] گے جہاں سید سجاد کی سنت پر عمل ناگزیر ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ اگر [illegible] ہوتا تو اس بارگاہ عصمت کی ہدایتیں کافی و وافی تھیں [illegible] مصالح کی بنا پر امام پردۂ خفا میں ہیں اس لئے ہم مجبور [illegible] غیر معصوم عقلوں ہی سے اپنے اقدامات کے رخ معین کریں۔ ہم [illegible] زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مختلف قسم کے سماجوں سے [illegible] باطل کی قوتیں حق سے اب بھی اکثر متصادم ہوتی رہتی [illegible] میں کیا ہمیں سر پہ ہاتھ رکھ کر دھرے بیٹھے رہنا [illegible] اپنے دل و دماغ اور دست و بازو سے کوئی کام نہیں لینا [illegible] لیکن یہ تو کوئی زندہ قوم اور زندگی کی سانسیں لینے والا [illegible] جائز نہیں رکھ سکتا۔ ہمیں موقع و محل کی مناسبت سے [illegible] سماج میں مختلف طرز عمل اختیار کرنا ہوں گے۔ [illegible] اسوۂ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگی کے [illegible] عملی تکنیک کرنا ہوں گے۔

میں پھر نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ اس قسم کے نظریوں کی تبلیغ جن کا سرچشمہ بعض عجمی فیلسوفوں کی فکری کج خرامیاں ہیں قوم کی عملی قوتوں کو مضمحل بنا دینے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہمیں مذہبی مجلس میں رونما ہونے والے ان سوفسطائی تصورات کی طرف دھیان دینے کی ذرا بھی ضرورت نہیں ہے۔

بہرحال یہ ایک درمیانی دخل تھا۔ میں اصل میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ شہادت حسینؑ کا منشا دین اسلام کی حفاظت کرنا اور ہمیں نازک ترین مقامات پر اس کے محفوظ رکھنے کے طریقوں کی عملی عنوان سے تعلیم دینا تھا۔ مجالس اسی واقعہ کی یادگار قائم رکھنے کے لئے تو منعقد کی جاتی ہیں۔ اس لئے واضح ہے کہ ان واقعات شہادت کے تذکروں کا اعلیٰ نصب العین یہی ہو سکتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے ہم میں سچا انسان اور حق کا پرستار بننے کے جذبات کی نشو و نما کی جائے اور ہماری نگاہوں کے سامنے سے منشائے شہادت کو کسی وقت اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ وہ یادگار یادگار ہی نہیں ہے جو واقعہ کے رموز و اسرار کی طرف عام نگاہوں کو متوجہ نہ کر دے۔ اگر بدنصیبی سے ان تذکروں کا مرکز اس اشرف و اعلیٰ مقصد کو نہیں بنایا گیا اور ہم واقعہ شہادت کی سطح ہی میں الجھے رہے تو پھر ہماری دینی و دنیوی ناکامیوں کا پوچھنا ہی کیا؟

مجالس حسینؑ میں "گریہ" کے مقصود اصلی ثابت کرنے کے لئے بہت سی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔ مگر ان احادیث کے مفہوم پر نظر کرنے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مجالس حسینؑ میں گریہ "بشرطہا وشروطہا" اجر جزیل کا سبب ہوتا ہے لیکن اس سے انکار کسے ہو؟ مجھے تو اعتراض اس امر پر ہے کہ گریہ کو ان تذکروں کا اولین منشا سمجھ لیا جائے اور مجلس کا مآل اسی پر منحصر کر دیا جائے۔ بعض احادیث سے تو اس نظریہ کی بہت ہی واضح عنوان سے تائید ہوتی ہے۔ کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فضیل بن یسار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آیا تم یکجا ہو کر ہمارا ذکر کرتے ہو۔ فضیل نے عرض کیا "کیوں نہیں میں آپ پر نثار ہوں"۔ امام نے فرمایا۔

ان تلک المجالس احبھا فاحیوا امرنا یا فضیل الخ۔ میں ان

لس کو محبوب رکھتا ہوں۔ پس اے فضیل ہمارے امر کا احیا کرو اور جو ہمارے امر کو زندہ کرے خدا اُس پر رحمت نازل کرے۔ اے فضیل جو ہمارا ذکر کرے گا یا جب ہمارا تذکرہ اس کے سامنے ہو اور اس کے آنکھوں برابر پر پشہ کے آنسو نکل آئیں تو خدا اس کے گناہوں کو بخش دے گا خواہ وہ دریا کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔

حدیث مذکورۂ بالا سے "احیائے امر اہلبیت" کی عظمت جس واضح عنوان سے ظاہر ہوتی ہے اُس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ "احیائے امر اہلبیت" کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کے تحت میں کون کون سی باتیں آجاتی ہیں۔ اس کے سمجھنے کے لئے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ "احیائے امر" کا مقصد انسانوں کو انسانی ذمہ داریوں کی تعلیم دینا ہے۔ یہی اسلامی تعلیمات کا لب لباب ہے اور یہی "احیائے امر اہلبیت" ہے۔

مرآۃ العقول میں جناب امام رضاؑ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

روی الصدوق فی کتاب معانی الاخبار باسنادہ عن عبد السلام قال سمعت ابا الحسن الرضا یقول یرحم اللہ عبداً احیی امرنا فقلت لہ کیف یحیی امرکم قال یتعلم علومنا۔ الخ

جناب رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا اُس بندے پر رحمت نازل فرمائے جو ہمارے امر کا احیا کرے۔ عبد السلام کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا۔ آپ کے امر کا احیاء کیونکر کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے علوم کی درس و تدریس کے ذریعہ سے اشاعت کیونکہ جب لوگوں کو ہمارے محاسن کلام پر اطلاع ہو گی تو وہ ہماری پیروی کریں گے۔

حدیث مندرجہ بالا نے "احیائے امر" کی پوری تفسیر کر دی اور ہماری آنکھوں کے سامنے "احیائے امر اہلبیت" کے مقصد کا نقشہ آ گیا۔

ایسی صورت میں اگر ہم مجالس کا مقصد اولین "احیائے امر اہلبیت" قرار دیں اور "گریہ" اس کے بعد کی ضمنی چیز تو شرعی حیثیت سے یہ بالکل صحیح ہو گا۔ ہم "گریہ" کو "احیائے امر اہلبیت" سے عقلاً مرجوح سمجھتے ہیں مگر اس سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ گریہ موجودہ صورت میں باعث اجر جزیل نہ رہے۔

البتہ اس مقام پر یہ امر ضرور قابل غور ہے کہ جن حدیثوں میں حسینؑ کے مصائب پر گریۂ و زاری اجر جزیل کا سبب قرار دی گئی ہے تو وہاں گریہ و زاری سے آیا مطلق گریہ و زاری مراد ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان حدیثوں کا مفہوم میری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود حسینؑ پر شمشیر و خنجر اٹھانے والے بھی منہ پھیر پھیر کر رو دئے ہیں اور آج

بھی بہت سے غیر متعلق افراد مجلسوں [illegible] میں بے اختیار آنسو بھر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں [illegible] باعث اجر قرار دے لی گئی تو پھر ان کے آنسوؤں کو بھی [illegible] بشارتوں کا مستحق سمجھ لینا ہو گا۔ ظاہر ہے یہ صورت حال [illegible] ہے۔ "گریہ" درحقیقت ایک جذباتی [illegible] ہے جو ایک خاص قسم کے نفسی و معنوی ماحول میں منظر [illegible] یہ ماحول ایک حساس قلب کے لئے غم انگیز مناظر [illegible] اور ذاکروں سے وجود میں آ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں [illegible] کہ ہو سکتا ہے کہ اگر ذاکر یا مرثیہ گو اپنے پُر تاثیر طرز بیان [illegible] ماحول پیدا کر دے جس سے سامعین میں واقعی یا مصنوعی [illegible] ہو جائے تو اس پر احادیث کے موعودہ ثواب کا ترتب ہو [illegible] ثواب کا ترتب اُس گریہ پیدا کرنے والے ماحول پر ہو سکتا [illegible] عناصر میں آن واقعہ شہادت سے حقیقی تاثر، حسینؑ کی سچی [illegible] اور اُن کی پیروی کا پُرخلوص ولولہ بھی داخل ہو۔

اسی ماحول کے آفریدہ آنسو وہ آنسو ہوں گے جن میں [illegible] کے جلال کی چمک ہو گی جن میں ایثار و قربانی کے درد کی دمک ہو گی [illegible] دنیا کو الٹ پلٹ دینے کے جوہر ہوں گے۔ ان نورانی آنسوؤں [illegible] ہماری آنکھوں سے اُس وقت تک گر ہی نہیں سکتے جب تک [illegible] حسینؑ کی اعلیٰ خصوصیتوں کی ہمیں معرفت حاصل نہ ہو چکی ہو اور جب [illegible] تک کہ حسینؑ کی محبت اور اُن کے مسلک پر چلنے کی آرزو ہمارے قلب [illegible] جڑیں نہ پکڑ چکی ہوں۔ جن صاحبان کو وہ حلقۂ ایمان ہی میں [illegible] کی سیرت سے کوئی تعلق نہیں جنہیں وقت کے مطالبۂ ایثار و قربانی پر [illegible] نہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا منشا غریبوں کو روند کر [illegible] کھسوٹ کر اپنے تعیش کے ایوانوں کا بلند کرنا قرار دے [illegible] بزدلی اعلائے کلمۂ حق کو ضرورت پر بھی ممنوع سمجھتی ہے [illegible] کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اُن کی حیثیت ایسی رطوبت کی ہے جو [illegible] بہہ جاتی ہے۔ ایسے جھوٹے آنسو دُنیا اور جنت کی بشارتوں [illegible]

مجالس کا منشا حقیقتاً "احیائے امر اہلبیت" کا [illegible] کرنا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس طرح سے یہ [illegible] محترم ذاکرین کی جماعت اپنے بیانات کا مرکز [illegible]

[illegible] اور امتیازی حیثیت رکھنے والے مجلسوں کو [illegible] "اہلبیت" کے اصول کی آرزش کی صورت [illegible] معصومین کی اخلاقی و روحانی تعلیمات کی تہوں میں [illegible] معرفت و بصیرت کے اسباق اور فداکاری وایثار و قربانی [illegible] جانے والے نکتے بیان کئے جاویں۔ اسی عنوان سے جہاں [illegible] اہلبیت ہوگا اور موقع و محل سے گریہ بھی ضمناً وجود میں آسکے گا [illegible] یہ ہے کہ ہم نے آل مجلس مطلق گریہ کو قرار دے لیا ہے [illegible] سے رطوبت کے بہنے اور مخصوص با کیا نہ انداز کی آوازوں [illegible] سے نکلنے یا زبردستی نکالنے ہی کو ہم مجالس کا ماحصل سمجھے [illegible]۔ "من بکیٰ وابکیٰ و تباکیٰ" کا منشا وہ قطعاً نہیں ہے جسے [illegible] میں ذاکرین کرام نے اُتار دیا ہے۔ جو بزرگوار [illegible] کا مفہوم تصنع سے رونا سمجھ رہے ہیں وہ امام کے مفہوم کو [illegible] کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ بکا "اگر عبادت ہے تو اس میں [illegible] و تصنع کیونکر جائز ہوگا۔ "ریا فی العبادت" کسی طرح بھی [illegible] فعل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ "تباکیٰ" کا مقصد صرف اتنا [illegible] کہ مجالس عزا میں سوگواروں کی طرح خاموش بیٹھا جائے۔

[illegible] مومنین کے اس رجحان کو بہت کچھ عام حضرات ذاکرین درست [illegible] ہیں لیکن انھیں کیا کیا جائے۔ اُن پر تو یہ شعر صادق آتا ہے

تُمنائے جارہے ہیں آج بھی پارینہ افسانے
مذاقِ داغ ملبر جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے

حیرت و افسوس تو اس پر ہے کہ بعض وہ محترم ذاکر جنھیں قوم کے اس رجحان کی زہرناکی کا پورا احساس ہے وہ بھی شائد [illegible] حاصل کرنے کے لئے اپنے بیانات سے اسی رجحان [illegible] میں مصروف ہوگئے ہیں مصلحین کے راستے میں تو بڑے [illegible] سنگ گراں حائل ہوتے ہی ہیں۔ راستے کے کانٹوں کو [illegible] کئے بغیر کہ اس کوشش میں ہاتھ اور پاؤں لہولہان [illegible] ہٹانا ہی پڑتا ہے۔ یوں ہمت نہیں ہاری جاتی۔ آگے [illegible] ہوا قدم پیچھے اس طرح نہیں ہٹایا جاتا۔

حسینؑ اور عظمت سے متعلق

علامہ اختر علی کے چند شعر

خونِ شہیدِ ناز کا اعجاز کچھ نہ پوچھ
تصویرِ کائنات کو رنگین بنا دیا

تو نے بھرا ہے رنگ نیا باغ دہر میں
زہرا کے پھول اے چمن آرائے زندگی

جب کہ تو نے کی ہو چمن بندی وفا
کیا کیا مہک رہا ہو گلستانِ زندگی

غرورِ ملتِ بیضا مرے شہید امام
نہا کے خون میں کی ہے پیمبری تو نے

شہید کرب و بلا تجھ پہ کائنات نثار
بلند کر دیا معیارِ بندگی تو نے

تو نے اسے شباب نیا دے دیا حسینؑ
نکھرا ہوا ہو رنگ زلیخائے زندگی

توحید الٰہی اور حضرت حسینؑ بن علی علیہ السلام

از نتیجۂ فکر یگانہ نیزون زمانہ سرکار سید العلماء
مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ

شاہ معین الدین چشتی اجمیری نے کچھ سمجھ کر کہا تھا
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

وہ توحید کا پیغام لا الٰہ الا اللہ جو پیغمبر اسلام نے بلند کیا تھا اور جس کی خاطر پتھر کھائے، زخم زبان برداشت کئے، گوناگوں سختیاں اور مصیبتیں اُٹھائیں — اُسی پیغام کا عملی طور پر نباہنا تھا جس کے لئے کربلا میں ان کے فرزند حسینؑ نے اپنا پورا گھر تاراج کرا دیا۔ اپنے آل کے ٹکڑے تلواروں کی نذر کر دیئے اور کلیجہ پر بہتر۷۲ داغ اور جسم پر بے شمار زخم اٹھا کر اپنا گلا خنجر قاتل کے سامنے پیش کر دیا۔

پیغمبر اسلام اگر اسی کلمہ کی دعوت دیتے کہ اللہ اللہ۔ یعنی اللہ معبود برحق ہے تو غالباً عرب میں کسی کو اس کلمہ کے پڑھنے میں عذر نہ ہوتا — کیونکہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ اُسے آسمان و زمین اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا بھی جانتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ اس مضمون کی آیتیں درج ہیں کہ

لئن سألتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولن الله۔ "اگر ان سے پوچھو کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا تو یہ کہیں گے اللہ نے [illegible]"
لئن سألتهم من خلق السمٰوٰت والارض و[illegible] الشمس والقمر ليقولن الله۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام اور ان کے درمیان نقطۂ اختلاف ایک خالق کا وجود یا اللہ کی الوہیت نہ تھی لہٰذا اگر ان سے یہ کلمہ پڑھنے کو کہا جاتا کہ اللہ خدا ہے تو ان کو اس کے قبول کرنے میں عذر ہی کیا ہوتا؟

مگر اسلام نے تو اس کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس نے تو جس کلمہ کے پڑھنے کی دعوت دی وہ یہ تھا کہ لا الٰہ الا اللہ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے — یعنی اللہ کے [illegible] باقی سب کی نفی وہ تھی جو بنائے مخاصمت بن گئی۔ انہوں نے اس پر توحش کا اظہار کیا وہ یہی کہ
اجعل الآلهة الها واحدا
ان هذا لشئ عجاب۔
"انہوں نے سب خداؤں کو ختم کر کے ایک خدا کر دیا — یہ بالکل عجیب چیز ہے۔" پھر اگر اس لا الٰہ کی نفی میں صرف لات و ہبل یا مناۃ و عزیٰ وغیرہ یعنی پتھر کے بتوں کی خدائی ختم کی جا رہی ہوتی تو شاید وہ اس کو برداشت کر لیتے کیونکہ انہیں اپنے ان خداؤں سے کوئی ایسی محبت تو نہ تھی کہ وہ [illegible] راہ میں مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ مگر حقیقت امر یہ تھی اور عرب اس کو خوب سمجھتے تھے کہ اس لا الٰہ کی نفی کی وسعت میں صرف یہ سونے [illegible] وہ ہے، لکڑی اور پتھر کے بت نہیں ہیں بلکہ وہ

قطعہ

(چودھری پربھان شنکر صاحب سروش اناؤ)

پے بہ پے رنج اُٹھانے سے نہ گھبرائے حسینؑ
صبر ایوبؑ نے بھی چوم لئے پائے حسینؑ
آج تک ہر رگِ افسانہ لہو دیتی ہے
سارے ماحول سے آتی ہے صدا ہائے حسینؑ

...سان ... احکام خدا کے مقابلہ میں اپنی غیر مشروط ... کرا رہے ہیں وہ بھی اسی کی زد میں آتے ہیں۔ ... مطلب یہ ہے کہ لات و ہبل ہی وہ نہ تھے جو اپنی خدائی کے تخت سے اُتارے جا رہے ہوں بلکہ ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان خود بھی اپنے مطلق العنان اقتدار کی کرسی سے ہٹائے جا رہے تھے اب وہ بھی احکام الٰہیہ کے خلاف کسی سے اطاعت کرانے کا حق نہ رکھتے تھے۔ وہی اصنام توڑے جانے کے سزاوار نہ تھے جو طاق کعبہ پر نصب تھے۔ بلکہ وہ اصنام بھی شکستہ ہو رہے تھے جو گوشت و پوست سے بنے ہوئے چاروں طرف چل پھر کر کمزوروں سے اپنے سامنے سجدے کراتے تھے۔ تو یہ اُن پتھروں کی محبت نہ تھی۔ بلکہ خود اپنے جاتے ہوئے اقتدار کی محبت تھی جس نے ان کو رسول اللہ کے سامنے صف بستہ کر دیا اور آخر دم تک انہیں مقابلہ پر کھڑا رکھا۔

جس وقت فتح مکہ میں ان کی طاقت کی آخری رگ حیات بھی شکستہ ہو گئی تو وہ منافقت کے ساتھ اظہار اسلام کر کے کمینگاہ میں روپوش ہو گئے اور وقت کے منتظر ہو گئے کہ کب اسلام کی طاقت میں ضعف پیدا ہو اور ہمیں خدائی اقتدار کے مقابلہ میں پھر اپنے اقتدار کے قائم کرنے کا موقع ملے۔

اُن کے اس منصوبہ کا سنگ بنیاد وفاتِ رسولؐ کے بعد ہی اُس وقت قائم ہو گیا جب خدائے تعالےٰ کے اقتدار کو انتخاب حاکم کے بارے میں تسلیم نہ کرتے ہوئے حاکم کا اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا گیا۔

— یہ توحید ربانی کے خلاف پہلی ضرب تھی تاہم ... حاکم میں "عدالت" کی شرط قرار دے کر گویا ظاہری احکام شریعت میں اُس پر احکام الٰہی کی پابندی ضروری قرار دیتے ہوئے اس کے اقتدار اعلیٰ کی ماتحتی کا تصور قائم رکھا گیا تھا مگر یزید کے وقت میں یہ چیز بھی ختم ہو گئی اور اب احکام خداوندی سے علانیہ مخالفت کے باوجود حکومت تسلیم کرائی ... اور خود نمائندہ الٰہی سے بیعت کا مطالبہ

تھا اس کے ... کہ خداوندی حکومت کو اپنا ماتحت بنا کر اُس لا الٰہ الا اللہ کے پیغام کو ختم کیا کیا جا رہا تھا جسے پیغمبر اسلام نے کتنی زحمتیں اٹھا کر لوگوں کے ذہن نشین کیا تھا۔

حضرت امام حسینؑ نے توحید اسلامی کی عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا اور لا الٰہ الا اللہ کی اُس بنیاد کو از سر نو قائم کر دیا جو یزید کے ہاتھوں نیست و نابود ہو رہی تھی

رباعی

پابند شریعت نہ سہی ...

... حسینؑ

انداز والہانہ

شاعرِ اہلبیت جناب نجم آفندی مدظلہ

خدا کے ڈھونڈنے والے تجھے خدا نہ ملا
مگر حسینؑ سا انسان دوسرا نہ ملا

لٹے ہوئے ہو جو سینے میں کربلا کی زمیں
کہیں جہاں میں یہ گنجینۂ وفا نہ ملا

گلے سے تیغ ملی طاعتِ الٰہی میں
حسینؑ سا کوئی پھر تیغ آزما نہ ملا

لبِ فرات سے عباسؑ تشنہ لب پلٹے
تڑپ کے موجۂ دریا لبوں سے جا نہ ملا

صلوٰۃ ظہر میں بھی آئی تھی امام پہ تیر
سعیدؑ سینہ سپر تھے تو راستا نہ ملا

کبھی آلِ نبیؐ سے رہِ رضا چھوٹی
قدم بڑھائے جو مقتل سے قید خانہ ملا

علیؑ نے فیض کے دریا جہاں بہائے تھے
دیا حسینؑ کو اک جام آب [illegible]

غمِ حسینؑ سے جب تک نہ رسم و راہ بڑھی
دلوں کو رفعتِ احساس کا مزا نہ ملا

نصیبِ خلق نہ ہوگا شعورِ آزادی
حسینؑ سے جو ارادت کا سلسلہ نہ ملا

اسے بھی صبر نے شبیرؑ کی تسلی دی
غمِ جہاں میں کہیں جس کو آسرا نہ ملا

خود اپنے غم کے سوا درد دل کو کیا سمجھو
وہ کم نصیب جسے درد [illegible] نہ ملا

ہر اک دیار میں ہے ذکرِ شاہ کرب و بلا
وہ کون [illegible] ہے زباں جس میں مرثیہ نہ ملا

عجب نہیں جو غمِ کربلا سے کچھ مل جائے
صلۂ عبادتِ موہوم کا ملا نہ ملا

میں نجم ڈوبا ہوا مدحِ اہلبیت میں ہوں
مجھے ولا میں وہ اندازِ والہانہ ملا

عقیدت کے پھول

(نوشتہ)
پنڈت … پرشاد صاحب شرما
زمیندار
بلند شہر

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ میں نے اپنے عقیدہ میں جنابِ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام سے زیادہ مظلوم، انسانیت کا محسن جبر و استبداد کا تختہ اُلٹنے والا، شہنشاہ مملکت روحانیت اور غریب و امیر کی مصیبتوں اور بُرے وقتوں میں کام آنے والا دوسرا نہیں پایا۔ جس نے انسانیت کے گلوں سے فسق و فجور کا طوق غلامی نکالنے کے لئے یزید جیسے فاسق و فاجر زانی و شراب خوار کے چیلنج کو جس کے نتائج انتہائی اندوہناک ہوش رُبا اور روح فرسا تھے۔ نہایت سنجیدگی کے ساتھ قبول و منظور فرما کر قیامت تک کی آنے والی نسلوں کو ششدر و مبہوت ہی نہیں کر دیا بلکہ مذہبی و سیاسی عصبیت، مجنونانہ اغراض و مقاصد اور جابرانہ حکمرانی کے مستحکم قلعے جو ۱۱ھ سے ۶۱ھ تک پچاس سالہ کوششوں سے تعمیر کئے گئے تھے۔ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو صبح سے سہ پہر تک کے مختصر سے وقت میں اپنے چند جاں نثار ساتھیوں کے ساتھ ڈھا دیئے۔ ان قلعوں کے مسمار کرنے میں عباسؑ جیسے چند بھائی علی اکبرؑ جیسا بیٹا قاسمؑ جیسے بھتیجے۔ عونؑ و محمدؑ جیسے بھانجے، حبیبؑ و زہیرؑ جیسے رفیق لگا دیئے گئے۔ ہاں حسینؑ نے جب دیکھا کہ کام [illegible] ہے تو چھ مہینے کے علی اصغرؑ کو بھی [illegible] قلعہ پر [illegible] کیا جس نے اپنی مظلومی اور روحانی طاقت سے ایک [illegible] دیا ابھی زبان لبوں تک ہی آئی کہ قلعہ [illegible] کو مسمار کرنے کے لئے [illegible] ہاتھوں پر ایک ایسی انگڑائی لی کہ قلعہ کی دیواریں بیٹھ گئیں۔ میدان ہو گیا جس کو جنابِ سید الشہدا نے صاف کر دیا۔ اس فاتحِ اعظم (حسینؑ) کی فتح اور یزید کی شکست فاش کی تاریخ صفحۂ ارضِ کربلا پر شہدائے کربلا کے خون سے ۱۰ محرم ۶۱ھ کو لکھ کر اپنے خون سے مہر ثبت کر دی۔

مجھے یہ عقیدت اب سے نہیں ہے اور نہ یہ عقیدت کسی کورانہ ترغیب، تحریص یا کسی حرص و طمع یا کسی کے ورغلانے یا بہکانے سے ہوئی ہے بلکہ میں حسینؑ کا پرانا پجاری اور سمجھ بوجھ کر عقیدتمندانہ شیدائی و سودائی ہوں۔ زمینداری کا آبائی پیشہ ہے اب تو زمینداری ختم ہو گئی مگر جب زمینداری تھی مقدمات کا ہجوم رہتا تھا میں جناب سید الشہدا کو جو زندۂ جاوید ہیں۔ پکار پکار کر پرارتھنا کرتا تھا کہ اے دنیائے صداقت کے بادشاہ حق و انصاف کے شہنشاہ میرے مقدمہ میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کی خدا کی درگاہ میں سفارش فرمایئے۔ یہ دعا مانگی اور داہنے بازو پر "یا علیؑ" بائیں بازو پر "یا حسینؑ" کے جوشن باندھے۔ عدالت میں یا علیؑ یا حسینؑ پڑھ کر پیش ہوا مقدمہ کامیاب۔

سب سے پہلے ایک مرتبہ میں دفعہ ۳۰۴ میں ماخوذ کر دیا گیا بہت پریشان تھا ایک مہاتما نے کہا تو حسینؑ کے نام کا پوجن کر میں نے ایسا ہی کیا مقدمہ کامیاب اس کے بعد سے تو میں نے ہر مقدمہ میں امام حسینؑ کو ہی اپنا وکیل کیا اور محنتانہ بھی کچھ نہ دینا پڑا بس۔ وہی عقیدت کے چند پھول اُس کا [illegible] میں جو بعد کامیابی مقدمہ وکیل کو اپنی خوشی سے دیا جاتا ہے وہ بھی کچھ نہیں بس مجلس میں منبر پر گیا اور شہید اعظم کی مجلس پڑھی خود عقیدت کے آنسو جناب سیدۂ خاتون (مادرِ امام حسینؑ) کی گود میں ڈالے اور سامعین سے بھی خراج عقیدت (اشک عزا) پیش کرا دیئے۔

چند روز ہوئے چھولس ضلع بلند شہر میں بطلب [illegible] سید محمد علی ہادی صاحب مجلس پڑھنے کے لئے گیا

تھا بعض حضرات نے خصوصاً کرم گستر
سید محمد علی ہادی صاحب نے جو مجھ سے نہ جانے کیوں محبت
فرماتے ہیں ارشاد فرمایا کہ آپ سے ہم کو مجلسی تعارف تو ہے
لیکن شیدایان حسینؑ کو تو آپ سے اس وقت روشناسی
ہوگی جب آپ اخباری تعارف کرائیں۔ سرفراز اخبار کے
لئے محرم نمبر میں آپ کا مضمون جانا چاہیئے۔ مگر میں کہتا ہوں
کہ میں کم مایۂ علم حسینؑ جیسی عظیم المرتبت ہستی کے لئے اردو میں
کیا الفاظ لاؤں میرے نزدیک اردو زبان میں مدحتِ حسینؑ
کے لئے گنجائش نہیں ہے ہاں سنسکرت اور عربی زبان میں
کافی گنجائش ہے بدقسمتی سے سنسکرت اور عربی نہیں جانتا
ورنہ دل چاہتا ہے کہ اپنے دامی کی سنسکرت میں اور ا...
حسینؑ کی عربی میں دل کھول کر اتنی مدح کردں کہ میں تو خوش
ہو جاؤں اگرچہ وہ مدح پھر بھی میرے حسینؑ کی شایانِ شان
نہیں ہو سکتی

نذرانہ

نتیجۂ فکر: بند حجاب حیدر
محمد آباد دکن بگرامی

پردیس کو جانا آساں ہے جنگل کو بسانا مشکل ہے
آوارہ وطن اور تشنہ لبی گھر بار لٹانا مشکل ہے

سینوں سے ابلتے خوں دیکھے اک قلب بہتر داغ ہے
شبیرؑ پہ جو گذری رن میں دنیا کو بتانا مشکل ہے

کیوں در پہ کھڑی ہو اے زینبؑ میدان سے نہ اصغرؑ پھر کے
جولاں اجل نے لوٹ لیا آغوش میں آنا مشکل ہے

ہیں زخم کلیجے کے تازہ ٹوٹے ہوئے دل بے مقنع ہوم
غیرت کا تقاضا کہتا ہے دربار میں جانا مشکل ہے

رفتارِ نفس میں یہ غم ہو، دل خون، نظر بھی پُر نم ہے
یہ سبطِ نبی کا ماتم ہے یہ داغ مٹانا مشکل ہے

شبیرؑ کی چوکھٹ چومے حجاب دو دیدہ پڑھے ہو چشم پُر آب
جو شوقِ زیارت ہو دل میں یا شاہ بتانا مشکل ہے

سلام

ڈاکٹر ... مرحوم ... (... منشور)

وفا پہ کربلا میں ہو گئے صدقے وفا والے
تھے بندے سب خدا کے پر بہتر تھے خدا والے

جو اہلِ حق ہیں مٹ جاتے ہیں پر حق و صداقت پر
سبق یہ دے گئے سارے جہاں کو کربلا والے

علیؑ جن کے نبیؑ اُن کے نبیؑ جن کے خدا اُن کا
علیؑ والے نبیؑ والے نبیؑ والے خدا والے

عبارت انما وَہل اتیٰ ہے یا علیؑ تم سے
تمہیں لا سیف والے ہو تمہیں ہو لافتیٰ والے

تجھی کو ہو مبارک ساقیا تیری سے رنگیں
لبِ کوثر پئیں گے ساقیِ روزِ جزا والے

سحر کو شمر کے لشکر میں حُر تھا نے رفیق اُسکے
نکل آئے خودی والوں کے مجمع سے خدا والے

نہ ہوتا گلشنِ اسلام ہرگز پُر بہار ایسا
نہ اپنے خون سے گر سینچ جاتے کربلا والے

ملائک حشر میں سمجھے گروہِ انبیاء
کچھ ایسی شان سے آئے محمد مصطفیٰ والے

کسی سے بھی نہ دیکھا جائیگا یوں آئیگی زہراؑ
کریں گے بند آنکھیں عرصۂ روزِ جزا والے

یہ نعرہ حُر کا تھا جس وقت فوجِ شام سے
کہ دیکھو یوں جہنم سے نکلتے ہیں خدا والے

سرِ اکبرؑ سے راہِ شام میں زینبؑ یہ کہتی تھی
ردا مجھ کو اڑھا دے اے مرے شرم و حیا والے

نہ ہو برباد گر تھا ہند میں مٹی مری لیکن
زمیں تھوڑی سی دیدیں گر ... کربلا والے

... مرحوم ...

ایک جدید مرثیہ کے چند بند

نتیجۂ فکرِ بلند جناب للتا پرشاد صاحب شادؔ میرٹھی۔ کوٹہ راجستھان

میدانِ کربلا میں بڑی دھوم دھام ہے
یہ آمدِ آمدِ شہِ عالی مقام ہے
بن آئی۔ جان دینے کا سب اہتمام ہے
شوقِ عروسِ مرگ کا دل میں قیام ہے
دریا رواں ہے زور سے ہرچند پاس میں
پھر بھی حسینؑ تڑپیں گے ہیہات پیاس میں

یہ اہلِ بیت ہیں۔ یہی اہلِ کتاب ہیں
سبطِ رسولؐ ہیں۔ پسرِ بوترابؑ ہیں
یہ باعثِ نجات ہیں۔ عالی جناب ہیں
ہیں شاہِ کائنات۔ امامت مآب ہیں
وحدانیت کا ساتھ میں پیغام لائے ہیں
دُنیا کو راہِ راست دکھانے یہ آئے ہیں

اسلام کے چمن کی شگفتہ ہیں یہ کلی
مقبولِ حق تعالےٰ ہیں۔ پیدائشی ولی
وہ بات ہے پسند جو دُنیا کو ہو بھلی
دِل میں خدا خدا ہے۔ زباں پر علیؑ علیؑ
بغض و ریا و کینہ سے ہر وقت صاف ہیں
بیعت ہیں جتنے۔ اُن کے گنہ بھی معاف ہیں

مثلِ حسینؑ کون ہے شیدائے کبریا
یہ ہیں فدا خدا پہ۔ خدا ان پہ ہے فدا
واللہ دوسرا میں نہیں کوئی دُوسرا
دِل بند مصطفےٰ ہیں۔ جگر بندِ مرتضےٰؑ
صبر و رضا کی جان امامت کی شان ہیں
دُنیا کی سرزمین کے یہ آسمان ہیں

واقف ہیں سب کہ باغِ رسالت کے پھول ہیں
محبوبِ حق ہیں سبطِ جنابِ رسولؐ ہیں
ذی فہم و باکمال ہیں یہ۔ بااُصول ہیں
ہیں روشنی علیؑ کی۔ چراغِ بتولؑ ہیں
بوئے نبیؐ ہے۔ خوشبوئے علیؑ ہے۔ حسینؑ میں
اک شان ہے خدا کی شہِ مشرقین میں

معصوم ابنِ ساقیٔ کوثر یہی تو ہیں
زہراؑ کا نور۔ سبطِ پیمبرؐ یہی تو ہیں
[illegible] وارثِ حیدرؑ یہی تو ہیں
ہاں راہِ مستقیم کے رہبر یہی تو ہیں

جو فکر میں ہیں یومِ قیامت کے واسطے
وہ دست بستہ آتے ہیں بیعت کے واسطے

قرآن اور حسینؑ میں یکساں ہی برتری   حقانیت سے دونوں ہیں ہستی بھری پڑی
دونوں ہیں شان قدرتِ دو ورِ پیمبری   کیا خوب لکھ گیا ہے سخن سنج کوثری
قرآن اور حسینؑ کی یوں ایک شان ہے
دو آنکھیں اِک نگاہ۔ دو لب۔ اک بیان ہے

دونوں خدائے پاک کے نقش و نگار ہیں   اسلام کا عروج ہیں۔ عزّ و وقار ہیں
قدرت سے حرف دونوں میں کل چار چار ہیں   دو ان میں بے نقط ہیں تو دو نقطہ دار ہیں
اِس میں اگر "الف" ہے تو اِس میں ہے "یا" مزید
آغاز و اختتام کا دونوں میں ہے ظہور

دونوں میں پہلے پیش زبردست بات ہے   ہوں گے کسی سے زیر نہ ہرگز۔ یہ گھات ہے
آخر میں "نون" دونوں کی راہِ نجات ہے   نادر نبیؐ کے ساتھ دلی التفات ہے
قرآن و اہلِ بیت کا ہے ساتھ حشر تک
اہلِ نظر کو آئی نظر نور کی جھلک

قرآن تھا زباں پہ تو شبیرؑ دوش پر   دونوں کو فخر و ناز رسولؐ خموش پر
ہاں جن دلوں میں کفر تھا جوش و خروش پر   تالے لگے ہوئے تھے وہاں عقل و ہوش پر
وہ سمجھے۔ جن پہ رحمتِ پروردگار تھی
سچ تو یہ ہے کہ قدرتِ حق خود نثار تھی

بیمار کو دواؤں میں تاثیر چاہیئے   سب کو رہِ نجات میں اک پیر چاہیئے
بہرِ کلامِ حق کوئی تفسیر چاہیئے   قرآن کے بیان کو شبیرؑ چاہیئے
یہ دونوں ساتھ ساتھ ہی کوثر پہ جائیں گے
مقبول راہِ گلشنِ رضواں بنائیں گے

غمگین و بے قرار ہیں سبطِ رسولؐ آج   شل ہلال ہو گئے۔ بدرِ بتول آج
ہیں آسمان پہ بھی فرشتے ملول آج   مرجھا نہ جائے گلشنِ احمدؐ کا پھول آج
کشتی نہ ڈوب جائے یہ آلِ رسولؐ کی
بجھ جائے روشنی نہ چراغِ بتول کی

کیوں کر نہ مضطرب ہوں ارم میں رسولؐ آج   جنت میں کیوں نہ روئیں تڑپ کر بتولؑ آج
پژمردہ ہوں گے باغِ رسالت کے پھول آج   مرجھائیں۔ پھر بھی پانی نہ ہوگا حصول آج
ظلم و ستم کی ہائے یہ کیسی مثال ہے
دل سوزِ انقلاب عروج و زوال ہے

تاریخ کا ایک گمشدہ ورق

حضرتِ سلمان ابوزرین غلام

امام حسینؑ

شہید بصرہ

(نوشتہ علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کامون پوری پی۔ ایچ۔ ڈی ناظم شیعہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

اسلامی انقلاب نے بشریت کا اعزاز بڑھایا۔ تمدن و تہذیب کو عظیم الشان رفعت دی، قومی و ملکی و نسلی سطح سے انسان کو دیکھا گیا۔ فکر و عمل اور عقیدہ و کردار پر انسانی بلندی کی بنیاد رکھی۔ جناب رسولِ خدا کا یہ ارشادِ گرامی اگرچہ چند لفظوں پر مشتمل ہے۔ مگر اس کے اثرات و نتائج لامحدود ہیں۔ "کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر کردار کی نسبت سے۔" یہ سیدھا سا اصول ہمہ گیر انقلاب کا باعث ہوا۔ اور اس نے انسانی ترقی کا وہ دروازہ کھول دیا جس کا پہلے تصور بھی نہ تھا۔

بلال حبشی۔ صہیب رومی۔ سلمان فارسی پہلے غلام تھے لیکن اسلام نے بہت سے عربی سرداروں پر ان کو فوقیت دے دی۔

اسلام کے پہلے غلام آقا کی ملکیت تھا۔ آقا غلام کو بیچ سکتا تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر آزاد انسان غلام بنا لیا جاتا۔ اسلام نے غلام سازی کے تمام ذرائع کا سدِ باب کیا۔ غلاموں کے لیے آزادی کا دروازہ کھلا رکھا جو ... ایک جزو ... پہنچا دیا۔ غلاموں کو بھی ... دیئے۔ اہم مسائل میں آپ پر انقلاب ...

مقتل عقبہ بن سمعان میں ہم نے حضرتِ عقبہ غلام جناب رباب کی سماجی عظمت پر تبصرے کئے تھے۔

حضرتِ سلمان ابوزرین بھی اسی سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہیں۔

کربلا کا صورِ انقلاب

اموی حکومت نے اسلامی نقوش مٹا ڈالے۔ زندگی کا رشتہ اخلاق سے جدا کر لیا۔ ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اموی گورنر نے مرکز کے حکم کے مطابق امام حسینؑ کے سامنے بیعت یزید کا سوال رکھا۔

اموی حکومت کے طرز جہانبانی خصوصاً یزید کے افعال و کردار سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا۔ صحابہ و تابعین میں کچھ لوگوں نے یزید کے طرز زندگی پر تنقید بھی کی۔ لیکن امام حسینؑ کی طرح کسی نے ہمت و عزیمت سے کام نہیں لیا۔ حضرت نے صاف صاف انکار کر دیا کہ یزید کی بیعت مجھ سے ممکن نہیں ہے۔ اسلامی قیادت کی کوئی صفت یزید میں نہیں ہے۔ یزید کی خواہش یہ تھی کہ اگر حضرت بیعت نہ کریں تو بجائے میدانِ جنگ کے مدینہ یا مکہ یا کسی دوسری جگہ اچانک حضرت کو قتل کر دیا جائے۔ امام حسینؑ نے انقلاب

پھونکا اور اپنی قربانی سے مردہ دلوں کو زندہ کیا۔ آپ نے آزادیٔ ضمیر کا پیام ہر شخص کو پہونچایا۔ اگر حضرت مدینہ میں قتل ہو جاتے تو آپ کا پیام محدود ہو کر رہ جاتا۔ آپ نے مدینہ چھوڑا مکہ میں فرد کش ہوئے۔

مکہ میں بھی حکومت نے جاسوس مقرر کر دئیے تاکہ اچانک آپ قتل کر دئیے جائیں اور حکومت آپ کے قتل کی ذمہ داری کے الزام سے بچ جائے۔

دور دور یہ خبر پھیلنے لگی کہ یزید کو اپنی بیعت پر امام حسینؑ سے اصرار ہے اور حضرت اُسکی بیعت کو خلافِ شرع سمجھتے ہیں۔ یزید حضرت کے قتل کا در پے ہے۔

اہل کوفہ نے حضرت کے سامنے ایک پناہ گاہ کی پیش کش کی۔ اور اپنی اصلاح کے لئے آپ کو دعوت دی۔ امام حسینؑ نے اپنے متعلقین کو چند مقامات پر اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے سلسلہ میں خط لکھے۔ کوفہ میں حضرت نے جناب مسلمؑ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ افسوس ہے کہ وہ کل خطوط جو حضرت کے پاس آئے اور حضرت نے جو جوابات دئیے آج محفوظ نہیں ہیں ورنہ تاریخ و شریعت کے بہت سے مسائل ان سے حل ہو جاتے۔

اہل بصرہ کو بھی حضرت نے ایک خط لکھا تھا۔ کربلا کے سلسلہ میں بصرہ کے رجحانات پر اہل قلم نے ابھی تک کوئی توجہ نہیں کی۔ مراثی میں بھی ادھر خیال نہیں گیا۔

امام کا قاصد بصرہ میں

بصرہ کے شمال میں فرات۔ جنوب میں خلیج بصرہ اور مشرق میں متعدد ایلات اور مغرب میں نجد سے ملا ہوا صحرا ہے ۱۴ھ (۶۳۵ء) میں اسے خلیفۂ دوم نے آباد کیا تھا۔ یہاں سفید و نرم پتھر ہوتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس مقام کا نام بصرہ رکھا گیا عرب و ایران سے جنگ کا سلسلہ جاری تھا اس لئے اسے فوجی چھاؤنی کی حیثیت دی گئی۔ اس کی آبادی نہایت تیزی سے بڑھنے لگی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خلیفۂ دوم نے ستر ہزار خاندان یہاں آباد کئے (مختصر تاریخ العرب علی ظریف الاعظمی ۱۳ مطبوعہ بغداد ۱۹۲۷ء)

نیکی و بدی کی کشمکش اور تاریخی حوادث میں بصرہ کا خاص حصہ رہا ہے۔ جنگ جمل۔ بصرہ کی سرزمین پر ہوئی۔ بصرہ سے متعلق امیرالمومنینؑ کے بہت سے خطوط اور ارشادات نہج البلاغہ وغیرہ میں ہیں۔ جب اموی حکومت قائم ہو گئی تو بصرہ پر متعدد گورنر مقرر ہوئے ۴۵ھ میں زیاد بصرہ کا گورنر مقرر ہوا۔ ۵۳ھ میں اس کا انتقال ہو گیا ۵۵ھ میں ابن زیاد یہاں گورنر مقرر ہوا۔ ۵۶ھ میں جب امیر معاویہ نے یزید کی بیعت کی تحریک چلائی تو ابن زیاد نے اس میں کافی حصہ لیا۔ اسی سال رجب میں معاویہ کا انتقال ہو گیا تو یزید نے بھی اسے اسی جگہ رکھا۔ حضرت مسلمؑ کے کوفہ میں پہونچنے کے بعد امام حسینؑ کے نقطۂ نظر کی ہمنوائی میں عام طور پر دلچسپی لی جانے لگی۔ کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر نے اس رجحان کو سختی سے دبانا پسند نہیں کیا۔ یزید کو ضرورت محسوس ہوئی کہ نعمان کو معزول کر کے کوئی دوسرا گورنر مقرر کرے۔ سرجون غلام سے جب یزید نے مشورہ کیا تو اس نے

قطعہ

(جوش ملیح آبادی)

دُنیا کی محبت میں تو غم ملتا ہے
آرام کا گوشہ یہاں کم ملتا ہے
لیکن یہاں ایسے بھی ہیں کچھ در کہ جہاں
انسان کو قدسی کا حشم ملتا ہے

...یزید کی تحریر موجود ہے جس میں ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ یزید نے ابن زیاد کو کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر مقرر کردیا۔ ابن زیاد صبح کوفہ روانہ ہونے والا تھا کہ امام حسینؑ کے نامہ بر حضرت سلمان ابو زرین امام علیہ السلام کا خط لیکر بصرہ میں پہونچے۔

خط کا مضمون

امام حسینؑ نے احنف بن قیس عمر بن عبداللہ بن معمر، قیس بن ہیثم، مالک بن مسمع، مسعود بن عمر۔ منذر بن جارود کے نام ایک ہی مضمون کا خط تحریر فرمایا تھا۔

ابو حنیفہ دینوری م ۲۸۱ھ (اخبار طوال ۲۴۴) نے خط کی عبارت یہ لکھی ہے

فانی ادعوکم الی احیاء معالم الحق واماتة البدع فان تجیبوا تهتدوا سبیل الرشاد۔

"میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ حق کے آثار کو زندہ کرو۔ اور بدعت کو فنا کرو۔ اگر تم میری دعوت پر لبیک کہو گے تو تم راہ راست پاجاؤ گے"

ابن اثیر جزری (م ۶۳۰ھ) نے تاریخ کامل (۴/۹) میں لکھا ہے۔

یدعوهم الی کتاب الله وسنة نبیه وان السنة قد ماتت والبدعة قد احییت۔

"حضرت نے انھیں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی طرف بلایا اور فرمایا کہ سنت کو مُردہ کردیا گیا ہے اور بدعت زندہ کی جا رہی ہے۔"

خط اگرچہ بے حد مختصر ہے۔ لیکن ان کے لئے مختصر نہ تھا جو دور سے گذر رہے تھے اور جن کی آنکھوں کے سامنے کتاب اللہ پس پشت ڈال دی گئی تھی۔ سنتِ پیغمبر دفن کی جا رہی تھی۔ اور بدعت و لادینی کا استقبال کیا جا رہا تھا۔

امام کے اِن چند الفاظ نے اہلِ بصرہ کے پیش نظر عہد کی مجسّم تصویر کر دی۔ زیادہ مفصل خط کی اس وقت ضرورت ہوتی جبکہ اموی ماحول کی اس نجاست سے حضرت واقف ہوتے اور اہلِ بصرہ بے خبر ہوتے۔ لیکن جب اموی کردار کے چرچے عام طور پر ہر زبان پر ہیں۔ تو خط میں مجمل اشارہ ہی کافی تھا۔

قطعہ

نانک چند صاحب سرواستو عشوکت ایم۔ اے، ایل۔ ٹی
منشی فاضل، ساہتیہ رتن، اگرہ

میں نے روزِ ازل، رب سے نبیؐ کو مانگا
اور غزووں نے نبوت کے وصی کو مانگا
بعد ہر ایک کے معراجِ شہادت نے مگر
جوڑ کر ہاتھ حسینؑ ابنِ علیؑ کو مانگا

حضرت ابو زرین کی شہادت

امام کا خط جس نے پڑھا حکومت کے خوف سے راز میں رکھا۔" منذر بن جارود کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید یہ ابن زیاد کا جاسوس ہے۔

ابو حنیفہ دینوری نے ... ہے۔" فانه اخشا لا لکن ... ابنته هذا۔"

منذر کی لڑکی ابن زیاد سے منسوب تھی۔ منذر کو خیال ہوا کہ کہیں میری آزمائش کے لئے امام حسین علیہ السلام کے ... ابن زیاد نے یہ خط تصنیف نہ کرلیا ہو۔ منذر قاصد کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہونچے ... خط کے مضمون کی ابن زیاد کو اطلاع دی۔ ابن زیاد نے شہید وفا حضرت سلمان ابو زرین ... کردیا۔ رضوان اللہ علیہ ورحمتہ وبرکاتہ۔

قتل کے تفصیلات سے تاریخی صحائف خالی ہیں۔ آپ کی وفاداری واخلاص ومحبت ودلیری کی قسم کھائی ...

ہے۔ آپ کی قربانی کی یاد بہت سے دلوں میں جوش پیدا کرے گی۔ اور حق و صداقت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ لوگوں کو ابھارتی رہے گی اور خطروں کے مقابلہ کے لئے آمادہ کرتی رہے گی۔ بصرہ میں بہت سے مشاہیر کے مزارات ہیں۔

ابوالاسود دئلی ادیب م ۶۹ھ۔ مالک بن انس فقیہ - حسن بصری م ۱۱۰ھ محمد بن سیرین (معبّر م ۱۱۰ھ) فرزدق شاعر م ۱۱۰ھ خلیل بن احمد نحوی م ۱۶۰ھ۔ بشار بن برد شاعر م ۱۶۸ھ عبداللہ بن مقفع ادیب مقتول ۱۴۲ھ ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ م ۱۹۳ھ سیبویہ نحوی م ۱۸۰ھ۔ اخفش نحوی م ۲۱۱ھ۔ اصمعی ادیب م ۲۱۶ھ۔ ابراہیم بن سیار م ۲۲۱ھ۔ ابو عثمان جاحظ م ۲۲۵ھ۔ ابوالہذیل م ۲۲۶ھ۔ ابو داؤد محدّث م ۲۷۵ھ۔ ابوالحسن اشعری متکلم م ۲۳۴ھ۔

یہ اپنے اپنے عہد میں شہرت کے مالک تھے۔ اور آج بھی علم و ادب کی دنیا میں ان کی یاد تازہ ہے۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی حضرت سلمان ابوزریں کے اوج کو نہیں پہونچ سکتا۔ شہید اپنے مقدس خون سے نئی زندگی کے چہرہ کو گلنار بناتا ہے۔ شہید کی قربانی آہنی عزم پیدا کرتی ہے۔ شہید کی خون کی دھار سے ہمیشہ مصنف و ادیب و شاعر و فقیہہ و معلم پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت سلمان ابوزریں کہنے کو غلام تھے۔ لیکن آج شہادت کے شرف سے ممتاز ہیں۔ وہ اس بلند مقام پر ہیں جہاں شاہوں کی رسائی نہیں۔ ان کی بلندی پر علماء حسرت کی نظر ڈالتے ہیں حکما و ربانیین رشک کرتے ہیں۔

واقعۂ کربلا کا جب بھی مطالعہ ہوگا اس کی تمہید میں حضرت سلمان ابوزریں کا ذکر خیر ضرور ہوگا۔

علی ظریف الاعظمی مصنف مختصر تاریخ البصرہ (ص ۲۴) واقعۂ کربلا کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

سوّدت ھٰذہ الحادثۃ الموئلۃ۔ صفحات

تاریخ بنی امیہ۔

"اس المناک حادثہ نے بنی امیہ کی تاریخ کو سیاہ کر دیا۔"

حضرت سلمان ابوزریں کی شہادت واقعۂ کربلا سے جدا نہیں کی جا سکتی۔ جس طرح بنی ہاشم کے قتل نے مقدس فاطمی جوانوں کی خون ریزی نے، جس طرح انصار امام کی شہادت نے اموی تاریخ کو سیاہ بنا دیا ہے۔ اسی ذیل میں حضرت سلمان ابوزریں کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت سلمان ابوزریں کی دردناک شہادت ہمیشہ اہل معرفت کو متاثر کرتی رہے گی۔ اور جب بھی ان کی شہادت کا ذکر ہوگا اموی حکومت سے دلوں میں نفرت پرورش پاتی رہے گی۔

قطعہ

نانک چند صاحب سرور انصوی
عشرت (ایم۔اے، ایل، ٹی)

عبادت کی حدیں دکھلا گئے ہیں جب وہ دن
قیامت تک کی یادیں ہیں حسینؑ و مرتضیٰؑ دونوں
[illegible]
نماز سجدہ کوفہ، نماز کربلا

[illegible]

دستِ ماتم

(نتیجۂ فکرِ بلند)

جناب تجاور نوری صاحب
حیدرآباد دکن

ظلم یہ عاشور کو ایسے کربلا کیا ہو گیا
رات آنے بھی نہ پائی اور اندھیرا ہو گیا

بارِ غم سینہ زنی سے کچھ تو ہلکا ہو گیا
دستِ ماتم جانے کس منھ پر طمانچا ہو گیا

بے تکلف بانیٔ اسلام کا گھر لوٹ کر
کربلا میں عالمِ اسلام رسوا ہو گیا

آگ کے شعلوں میں تھا اک اک ورقِ قرآں کے ورق
بولتا قرآں بھی اک دن پارا پارا ہو گیا

پھر غمِ دنیا نے پھیلایا اندھیرا ہر طرف
پھر غمِ شبیر کا آنسو ستارا ہو گیا

زورِ حق دابِ شجاعت فکرِ نو حسنِ عمل
لیجئے شبیر کا پورا سراپا ہو گیا

ہے خدا شاہد حالِ حسینیت کی یکساں روشنی
انقلابِ دہر سے ہر نقش دھندلا ہو گیا

ہم علی سے متصل تھی کچھ نصیری دور تھا
کیا کہیں پہچاننے میں کس کو دھوکا ہو گیا

مذہبِ بیمار میں کیا روحِ صحت پھونک دی
اک مریضِ کربلا تھا جو مسیحا ہو گیا

دیکھنے میں تھی بہتّر سرفروشانِ حسین
جانِ وحدت بن گئی جب اک ارادا ہو گیا

جان دی شبیر نے اس بیکسی کی شان سے
از سرِ نو جذبۂ اسلام زندا ہو گیا

تیر سے جانِ زہرا کے سوالِ آب پر
کیا مسلماں خونِ پیغمبر کا پیاسا ہو گیا

چھا گیا دربار پر عابد کا اندازِ نظر
ہر تماشا دیکھنے والا تماشا ہو گیا

یا علی کہہ کر اٹھایا جب قلم بیساختہ
نظمِ تجاور میں غضب کا زور پیدا ہو گیا

شب عاشور شہید کربلا کا
ایک یادگار خطبہ

(نوشتہ جناب مولانا سید حامد حسین صاحب رضوی غفرودی مدظلہ۔ گونڈہ)

عاشور کی رات ہے۔ سرور کائنات کے نواسے حسینؑ قسی القلب فوجوں کے آہنی حصار میں گھرے ہوئے ہیں۔ آنے والی صبح کے ساتھ حشر انگیز مصیبتوں کا آغاز ہونے والا ہے۔ اُن کے عزیز رفیق اور یار ہائے جگر اُن کے اردگرد جمع ہیں۔ آپ زبان معجز ترجمان سے کچھ ارشاد فرما رہے ہیں۔ سید الساجدینؑ جناب امام زین العابدینؑ کا بیان ہے کہ میں بستر رنجوری پر لیٹا ہوا تھا۔ کسی نہ کسی طرح کوشش کر کے اس نورانی مجمع کے پاس پہنچا تاکہ امام وقت کے ارشادات اچھی طرح سن سکوں۔ آپ کے بہائے اعجاز یوں گہر بار ہونے شروع ہوئے۔ اُثنی علی اللہ احسن الثناء و احمد علی السرآء و الضرآء اللّٰھم انی احمدك علی ان اکرمتنا بالنبوۃ و علمتنا القرآن و فھمتنا فی الدین وجعلت لنا ابصارا و اسماعًا و افئدۃ فاجعلنا من الشاکرین۔ اما بعد فانی لا اعلم اصحابًا اوفی ولا خیرا من اصحابی ولا اھل بیت ابر ولا افضل من اھل بیتی فجزاکم اللہ علی خیرا الجزآء و انی لا ظن یومًا لنا من ھولاء۔ الا وانی قد اذنت لکم فانطلقوا جمیعا فی حل۔ لیس علیکم حرجٌ ولا ذمام۔ ھذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملاً۔

ترجمہ۔ میں خدا کی بہترین ثنا کرتا ہوں۔ اور ہر مسرتؔ نفرت کے موقعے پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ بارالہا، میں حمد کرتا ہوں اس امر پر کہ تو نے ہمیں نبوت کے ساتھ مکرم بنایا اور تو نے ہمیں قرآن حمید کی تعلیم دی اور ہمیں دین فہمی کی نعمت عطا کی۔ تو نے ہمیں آنکھیں، کان اور دل بخشے۔ پس تو ہمیں اپنے شکرگذار بندوں میں سے قرار دے۔

اما بعد۔ میں نے اپنے اصحاب اور اہل بیت سے زیادہ نیکوکار اور زیادہ باوفا اصحاب اور اہل بیت نہیں دیکھے۔ خدا میری طرف سے تمہیں جزائے خیر دے۔ میرا خیال ہے کہ اس جماعت سے ایک ہی دن کی اور مہلت ہے۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ میں نے اپنا عہد تم سے اُٹھا لیا۔ اب تم بالکل آزاد ہو۔ اس رات کی تاریکی میں تم لوگ خوشی سے جہاں چاہو چلے جاؤ۔"

غور سے دیکھو حسینؑ مصائب کے آتشیں حصار میں گھرے ہوئے ہیں۔ زہر میں بجھی ہوئی تلواروں اور برچھیوں کی بہار ہے۔ لیکن آپ کے اطمینان کے پُرسکون دریا میں اضطراب کی کوئی لہر نہیں اُٹھ رہی ہے۔ آپ نہایت وقار و طمانیت کے ساتھ اپنے اصحاب و اعزا سے خطاب فرما رہے ہیں۔ خدا کی حمد کا لہجہ وہ ہے جس سے تسلیم و رضا کا انتہائی اور آخری مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس جنگ کی مذہبی حیثیت غیر مشتبہ رکھنے کے لئے آپ اس موقع کی حمد و ثنا متعلق اپنے جدامجد کے رسول ہونے اور اپنے کو قرآن کے رموز و نکات کا حامل اور اس کے اسرار سے واقف ہونے کو قرار دے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں آپ کا یہ ارشاد کہ تو نے ہمیں آنکھ کان اور دل عطا کئے ہیں اس لئے تو حمد کا مستحق ہے اعلےٰ درجہ کی حکیمانہ بلاغت پر مشتمل ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس طرح آپ نے صاف صاف یہ بتادیا کہ میرا یہ اقدام دانشمندانہ سیاست کا نتیجہ نہیں ہے۔ میں ان قیامت مصیبتوں کو بغیر سوچے سمجھے ہوئے دعوت نہیں دے رہا۔ میری آنکھیں اس گمراہ جماعت کی بداعمالیوں کی گواہ ہیں۔ اپنے کانوں سے ان کی کافرانہ باتیں سن چکا ہوں

...ہی حساس دل تھا۔ انسانیت کے درد سے معمور تھا۔ میں اس راستہ پر نہ چلتا تو کیا کرتا۔ حقیقتاً میرا اقدام دل و دماغ دونوں کے مجموعی اثرات کا نتیجہ ہے۔
اس اقدام کی حکیمانہ نوعیت اس بلیغ پیرایہ میں ایجاز کے ساتھ واضح کرنے کے بعد موقع کی تمام نزاکتوں کے موجود ہوتے ہوئے امام حسینؑ کا اپنے احباب اور اہل بیت کی مکمل وفاداری کے اعتراف کو دیکھو۔ اور پھر اس پر نظر کرو کہ وہ محض شریفانہ اور انسانی تیوروں کے ساتھ انھیں اس کی اجازت دے رہے ہیں کہ تم اس شب کی تاریکی میں جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ میں نے اپنی بیعت تم سے ہٹالی ہے۔ دشمنوں کو مجھ سے مطلب ہے۔ تم سے نہیں۔
ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسے نازک مقامات میں انسانی نفسیات کا فتویٰ کچھ اور ہوتا ہے۔ انسان اپنے بچنے کی گھاتیں سوچتا ہے۔ اپنے بچوں اور عورتوں کی فکر ہوتی ہے۔ اپنے ہوا خواہوں اور دوستوں کو وہ اپنے سے علٰحدہ کر دینا پسند نہیں کر سکتا۔ بلکہ مختلف طریقوں سے ان کے تیروں، تلواروں اور نیزوں کو اپنی حمایت کے لئے تیار رکھنا چاہتا ہے لیکن ان نازک خطرات سے لبریز لمحات میں حسینؑ کا انداز ہی دوسرا ہے۔ ان کے تیور ہی دوسرے ہیں۔ ان کی نفسیات پر روحانیت کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ ان کے مقدس گلے سے انسانیت کے مکمل ارتقاء کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ وہ اپنے ہر ساتھی کو اپنے سے جدا ہو جانے کی ترغیب دے رہے ہیں۔
روحانیت میں ڈوبی ہوئی انسانی نفسیات کی رفتار کا اندازہ نہیں ہے وہ کچھ کہیں کچھ لکھیں لیکن اے حسینؑ میں کہتا ہوں تجھ پر نثار ہوں تو شہید اور صرف شہید ہی نہیں بلکہ سید الشہداء ہے۔ تو نے کربلا میں ... شالیمثی کر دیا۔ ایثار و قربانی کے قالب میں اپنے نونہال اقدام سے حیات تازہ ڈال دی ... کو نیا رنگ دیا۔ اس کو فروغ جدید

تو نے اسے شباب نیا دے دیا حسینؑ
نکھرا ہوا ہے رنگ زلیخائے زندگی

اختر تلہری

نافہم افراد امام حسینؑ کی شہادت کے روحانی وزن کو خواہ کتنا ہی سبک کر کے پیش کریں لیکن میں تو یہی کہوں گا کہ اس نے دنیا کو نہایت کامیاب طریقے سے اس حکیمانہ شجاعت کے عملی سبق دیئے ہیں جو ہمیشہ نخوت و استبداد کا علم سرنگوں رکھ سکتے اور باطل کی افواج قاہرہ اور طاغوتی عساکر کو سرِ میدان للکار کر شکست دے سکتے ہیں۔

خوش نصیب ہیں وہ قومیں جو تیری حکمت آمیز جانبازی اور معرفت خیز سرفروشی کو ہر وقت اپنی حقیقت بین نگاہوں کے سامنے رکھیں اور اپنے اعمال و افعال کو تیرے بنائے ہوئے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اس طرح ان کی زندگی کے آسمان پر ترقی کے نئے نئے چاند سورج ضیا گستر ہو سکتے ہیں۔

قطعہ

جوان سندیلوی [illegible]

حسرت سے کہہ رہا ہے یہ عالم [illegible] کے
درکار ہیں جو اشک بہتر کے واسطے
روشن ہیں جو ستارے [illegible] کیوں اہل جہاں
یہ ہدیہ ناچیز ہے سرور کے واسطے

آؤ انصارِ حسینؑ ابن علیؑ بن جائیں

مدیرِ سرفراز کے مکتوب کے جواب میں

(نتیجۂ فکرِ بلند جناب اشرف نوگانوی کراچی)

دِل کو سوزِ غمِ فرزند نبیؐ سے بھر کے
اس مسِ قلب کو اکسیر بنالیں اے دوست
آستانِ درِ شبیرؑ پہ سجدے کر کے
آج بگڑی ہوئی تقدیر بنالیں اے دوست

عزمِ شبیرؑ سے ہمت کو سہارا دے کر
ظلم و طاغوت کی دنیا تہ و بالا کر دیں
ہاتھ میں مقصدِ شبیرؑ کی شمعیں لے کر
اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اُجالا کر دیں

بڑھ گئی حد سے سوا دہر میں مردم خواری
جان پر کھیل کے تبلیغ مواسات کریں
پھر اخوت کا سبق دہر میں کر دیں جاری
پھر زمانے کو پرستارِ مساوات کریں

دہر میں قیصر و کسریٰ کی ہے سنت جاری
آدمیت کے لئے کوئی پناہ گاہ بنے

دِل میں اصنامِ جہالت کی ہے تکیہ داری
اس شوالے کے عوض قلب حق آگاہ بنے

سسکیاں قہقہوں میں ڈوب رہی ہیں دیکھو
آدمیت ہوئی مظلوم کچھ امداد کریں
خونِ مظلوم نہ چھپ جائے ہنسی میں آؤ
آؤ ہر گھر میں گلی کوچے میں فریاد کریں

دہر میں سینکڑوں نمرود بنے ہیں مسجود
آؤ مصنوعی خداؤں کا پھر انکار کریں
پستیٔ فکر زمانے سے ہو بالکل مفقود
عزمِ شبیرؑ کا پھر دہر میں پرچار کریں

معرفت ہو اگر اپنی تو خدا کا عرفان
آؤ کچھ عظمتِ انساں کیلئے کام کریں
کچھ تو ہو اپنے مقامات سے واقف
آؤ پیغامِ حسینؑ ابنِ علیؑ [illegible]

دہر کو جنت فردوس بنائیں مل کر　　کیوں رہے ایک بھی غمگین اگر غم کھائیں
ظلم اور جور کو دنیا سے مٹائیں مل کر　　آؤ انصارِ حسینؑ ابنِ علیؑ بن جائیں

عزم شبیرؑ میں پھر قوم کو اپنی ڈھالیں　　آؤ دراج کو ہم پایۂ شہباز کریں
علم و عرفاں کی یزداں پہ کمندیں ڈالیں　　پھر سرِ عرش بریں جراتِ پرواز کریں

پھر اُپلے نیزوں میں تانے ہوئے تیرے نکلیں　　قوم کو اکبرِ مہ رُو کی جوانی دیدیں
قوم کی مُردہ رگوں میں لہو تازہ بھردیں　　آؤ پھر سوکھے ہوئے دھانوں کو پانی دیدیں

اس طرح حق کے لئے اپنی لٹادیں جانیں　　موت بھی آئے تو ایسی کہ بقا ناز کرے
فخرِ "ہم جنسوں" پہ کرنا تو کوئی بات نہیں　　وہ نہیں مرد کہ خود جن پہ خدا ناز کرے

دل کو سوزِ غمِ فرزندِ نبیؐ سے بھر کے
اس میں قلب کو اکسیر بنالیں اے دوست
آستانِ درِ شبیرؑ پہ سجدے کر کے
آج بگڑی ہوئی تقدیر بنالیں اے دوست

کیوں ندی کے دھارے؟

خنداں لکھنوی

تیرے جل میں چمکیں جھمکیں روپ گگن کے تارے
پاپی اور ادھرمی سینا ٹھہرے تیرے کنارے
اور ترے ریتیل پر تڑپیں سرور کے مہ پارے
کیوں ندی کے دھارے؟

تیرے تٹ پر بھوکے پیاسے دھرم کے ہوں متوالے
پاپی سینا کو دیتی ہے بھر بھر میٹھے پیالے
تیری چھاگل دن دن چھلکے سکیں پیاسے مارے
کیوں ندی کے دھارے؟

کالی رین آکاش پھینکے گھرے گھرے بادل
سہمے سہمے گود میں نیچے اور ڈرونا جنگل
سنولائے کمھلائے سب کے مکھڑے پیارے پیارے
کیوں ندی کے دھارے؟

جوجھ گئے قاسم بھی رن میں اجڑی مانگ دلہن کی
رانڈ ہوئی اک رات کی بیاہی مٹی ہر آشا من کی
ماتم کی لے میں کھوئے ہیں جیون کے جھنکارے
کیوں ندی کے دھارے؟

موت کی گہری تاریکی میں ڈوب گئی اجیالی
اصغرؑ جیون وار چکے اب گود ہے ماں کی خالی
آگ لگی ہے سب خیموں میں جلتے ہیں گہوارے
کیوں ندی کے دھارے؟

اکبرؑ، اصغرؑ، عون، محمد قتل ہوئے سب بن میں
اجڑی سرور کی پھلواری آگ لگی ہے بن میں
چاند گگن میں چھپ کر ناہی ٹوٹ رہے ہیں تارے
کیوں ندی کے دھارے؟

دیکھ چکے پیاسے نینوں سے تجھ کو بوڑھے بچے
حق کو بچایا جیون وارا ایسے بات کے سچے
خون سے اپنے دیپ جلائے سب نے تیرے دوارے

کیوں ندی کے دھارے

درس گاہ کربلا کے چند سبق

آقائے شریعت جناب مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ مجتہد (لکھنؤ)

یوں تو زمانہ میں ہزاروں انقلاب آئے۔ دنیا نے سیکڑوں کروٹیں بدلیں نہیں معلوم کتنی آزاد قومیں غلام بنیں اور کتنے غلاموں نے طوق غلامی اتار پھینکا۔ بڑی بڑی خونریز جنگیں ہوئیں، کتنی بستی آبادیاں ویرانوں اور ویرانے بستیوں میں تبدیل ہو گئے۔ ایسے مصلح بھی اس صفحہ پرداز دنیا میں آئے جنھوں نے بغیر تیر چلائے، بغیر تلوار کو بے نیام کئے ظلم و ستم کا استقبال کر کے تاریخ کے دھارے موڑ دیے۔ انسانی طرز فکر کو بدل دیا۔

لیکن واقعۂ کربلا اپنے انوکھے انداز، اچھوتے طرز، بے مثال قربانیوں اور مقصد قربانی کی اہمیت اپنے بعد چھوڑے ہوئے اثرات کے لحاظ سے اب تک لاجواب رہا ہے اور آئندہ بھی بے مثال رہے گا۔ کربلا کے دل ہلا دینے والے حادثۂ عظمیٰ سے قبل مسلمان چند ہی سال میں اپنے رسول کی بتائی ہوئی تعلیم کو فراموش کر چکے تھے۔ مسلسل ظلم و جبر نے ان کے احساسات مردہ کر دیے تھے رسول کو آنکھیں دیکھے ہوئے علیؑ کی سیرت پرکھے ہوئے جن کے حسن اخلاق کو آزمائے ہوئے مسلمان اب اتنے گر چکے تھے، ان کی ہمتیں اتنی پست ہو چکی تھیں کہ بداخلاقیوں اور بدزندگیوں کے انتہائی مظاہرے اور خلافت رسول کے نام پر ہونے والے شرمناک تماشے ان کو اور حمایت کے مدعی افراد تک کی رگ حمیت کو جنبش نہ دے سکتے تھے۔

لیکن کربلا کے چٹیل میدان میں ظلم و ستم کا آخر تک مقابلہ کر کے رگ گردن کٹانے والوں نے رعب ظلم کی چھائی ہوئی بدلیوں کو چھانٹ دیا اور عکم کے پھیلائے ہوئے غبار کو اس طرح منتشر کر دیا کہ اسلام کا آفتاب پھر اپنی اگلی چمک دمک کے ساتھ عالم کو روشن و منور کرنے لگا۔ مرنے والے مر گئے لیکن مسلمانوں کے احساسات مردہ کو زندہ کر گئے۔ انھوں نے اپنی جانیں دے دیں مگر جرأت مومن میں جان ڈال دی۔ پھر ظالم کے مظاہر شوکت و حشمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سر دربار اسے للکارا جانے لگا۔ پھر شوق رسن و دار ابھر آیا۔ پھر نیزوں کو دل میں جگہ دینے، تلواروں کو گلے لگانے، خنجروں کو چومنے کا جذبہ بیدار ہو گیا۔ گو کربلا کی جنگ صرف چند گھنٹے میں ختم ہو گئی لیکن نہیں معلوم یہ لڑائی کس انداز سے لڑی گئی تھی کہ آج تیرہ صدی کے بعد بھی ہر مفکر کو اپنے انداز فکر کے لحاظ سے اور ہر طالب علم کو اپنے ذوق طلب کے معیار پہ بہت کچھ مل جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ حسینؑ کا مقصد اس عظیم قربانی سے ایک تھا اور صرف ایک یعنی اسلامی تعلیمات کو اس کے صحیح خدوخال میں باقی رکھنا۔ مقصد رسالتمآب کی حفاظت کرنا اور اس طرح رضائے الٰہی حاصل کرنا مگر اس مقصد کے لیے (باشارۂ قدرت و الہام ربانی) انداز جنگ کچھ ایسا اختیار کیا گیا کہ تنہا یہی واقعہ ہر جادۂ فکر و نظر کے لیے فانوس ہدایت بن گیا۔ کون بڑے سے بڑا فلسفی اور علامۂ دہر ہے جو کسی مختصر مضمون بنیر بڑی سے بڑی کتاب میں بھی تمام تعلیمات حسینی کو یکجا مجموعہ کر سکے لیکن بقول

المیسور لا یترک بالمعسور ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ

قطعہ

از جناب ولی ملیح آبادی
برادر حقیقی شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی

کسی کا باپ کہاں بوتراب کے مانند
ہے کس میں خون رسالتمآب کے مانند
کسے نصیب ہوئی فاطمہ سی ماں واللہ
ہے کون مثل حسینؑ، آفتاب کے مانند

آئیے آج حسینی درس گاہ سے کچھ درس لینے کی کوشش کریں۔

ولید کے مطالبۂ بیعت پر امام مدینہ چھوڑ کر مکہ کا سفر کرتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ پہاڑوں سے گھرا ہونے کی وجہ سے مکہ مدافعتی جنگ کے لئے زیادہ موزوں تھا یا اس لئے کہ حرم خدا ہونے کی وجہ سے مسلمان دور دراز مقامات سے آتے رہتے تھے لہذا مختلف بلاد اسلامی سے روابط پیدا کرنے کے زیادہ مواقع تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب اطراف عالم سے مسلمان حج کی غرض سے جمع ہو رہے تھے امام حسین نے مکہ کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ امام نے اپنے اس طرز عمل سے یہ سبق دیا کہ شعائر اللہ کی کیا عظمت ہے گویا آپ نے فرمایا کہ میں تمام مصائب برداشت کروں گا — سفینۂ اہل حرم کو ظلم و ستم کے تھپیڑوں کے سپرد کر دوں گا۔ لیکن حرم رسول اور حرم خدا کی عظمت برباد نہ ہونے دونگا۔ روانگی مکہ کے وقت امام علیہ السلام کے ساتھ ساتھیوں کی اچھی خاصی تعداد تھی ایک چھوٹا سا لشکر ہمراہ تھا۔ بظاہر چاہئے تھا کہ راہ میں جن بستیوں سے گزرتے کامیابی کی امیدیں دلا کر لوگوں کو ساتھ لیتے جاتے عہدوں کی لالچ دے کر دور دور سے با اثر افراد کو مدد کے لئے بلاتے۔ اس بادشاہ کا مقابلہ تھا جس کی حدود سلطنت عرب و عجم کو پھاند کر افریقہ اور ہندستان تک پہنچ چکی تھیں مگر امام نے عام دنیا طلب سیاست دانوں کے جادے سے الگ ہٹ کر جو ساتھ تھے ان میں سے بھی بہت سوں کو ظاہری فتح و ظفر سے مایوس کرکے اپنے سے جدا کر دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو دنیا طلبی میں ساتھ ہوگا وہ درہم و دینار سے مایوس ہو کر ساتھ چھوڑ بھی دے گا اور جو مقصد کی اہمیت کو محسوس کرکے ہمراہ ہوگا وہ ہر طوفان بلا کے مقابلے میں کوہ استقلال بن جائے گا۔

ابھی کچھ ہی مسافت طے کی تھی کہ خبر شہادت جناب مسلم ملی۔ اہلبیت [illegible] میں صف ماتم بچھ گئی۔ امام نے یتیمۂ مسلم کو بلا کر کچھ ایسا مظاہرۂ شفقت فرمایا [illegible]

[illegible] بچی نے گھبرا کر پوچھا۔ کیوں چچا، کیا میرے بابا [illegible] آپ یتیموں سے [illegible] فرماتے ہیں۔ یہ بظاہر ایک چھوٹا سا [illegible] ہے مگر اس سے پتہ ملتا ہے کہ امام کا یتیموں اور بے والی و وارث افراد سے کیا طرز [illegible] بچوں کے مقابلے میں بھی یتیموں سے ایسا ممتاز انداز شفقت تھا کہ [illegible] کو بھی فوراً اشتباہ ہو گیا۔ مسلمانوں کو امام کے اس طرز عمل سے سیکھنا چاہئے کہ وہ ایتام اور بے وارث افراد سے کیا برتاؤ کریں۔ ابھی کوفہ پہنچنے میں چند منزلیں باقی ہیں کہ حر کا رسالہ سد راہ ہوتا ہے۔ فوج دشمن امام کے مقابلے میں [illegible] جاتی ہے۔ امام دیکھتے ہیں کہ دشمن کے تھکے ماندے سپاہی [illegible] سب پیاس سے بے حال ہیں۔ گھوڑوں کی [illegible] منہ سے باہر ہیں۔ کسی حوصلہ پست سردار [illegible] کے لئے اس سے بڑھ کر کونسا موقع تھا [illegible] ہی حملے میں چھکے مارے اور پیاس سے جاں بلب لشکر کے قدم اکھڑ جاتے [illegible] مگر امام نے حکم دے دیا کہ [illegible] پیاسے ہیں ان سب کو سیراب کر دیا جائے [illegible] خود بنفس نفیس سپاہیوں کو پانی پلا کر اپنی فوج کا ذخیرۂ آب ختم کر دیا۔ دنیا پرست جو چاہیں کہیں لیکن اپنے اس عمل سے معلم اخلاق نے خلق و مروت اور ہمدردی انسانی کا وہ لاجواب سبق دیا ہے جو قیام قیامت تک یادگار رہے گا اور تاریخ عالم جس کا جواب پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔

حسینی سپاہ دشمن کے لشکر کو کہنیوں اور ہاتھوں سے دھکیلتی ہوئی زمین کربلا تک پہنچ گئی۔ لشکر کا پڑاؤ پڑ گیا خیام حسینی نہر کے کنارے لگا دیئے گئے۔ دشمن کا پیغام آیا [illegible] خیمے نہر کے کنارے سے اکھاڑ دیئے جائیں۔ [illegible] صرف فوج یزیدی کا قیام ہوگا۔ بہادر [illegible] تیور [illegible] شیر [illegible]

کربلا کی تعمیر

جناب [illegible] ملیح آبادی حقیقی برادر جوش ملیح آبادی

صفحۂ دہر پہ قرآن کی تفسیر ہوئی
ثبت پیشانیٔ ایماں پہ [illegible] ہوئی
زینب کے گھر سے بنا خانۂ کعبہ واللہ
کربلا خونِ محمد سے جو تعمیر ہوئی

ماہِ عزا

جناب شفیع الحسن صاحب آذر پوری

آگیا ماہ عزا شاہ کا ماتم کرنا
ہر مسلماں کو لازم ہے محرم کرنا
ہے یہ وہ روز کہ آوارہ وطن ہیں شبیرؑ
یاد مظلومیٔ سلطان دو عالم کرنا
راہ میں دیکھ چکے چاند محرم کا حسینؑ
کہتے ہیں فضل و کرم خالق اکرم کرنا
ہوں میں خوشنود گلے پر پھرے شمشیر ستم
بخشش امت سردار دو عالم کرنا
کر کے یہ حق سے دعا خیمے میں آئے شبیرؑ
بولے زینبؑ سے کہ اس ماہ میں ماتم کرنا
قتل میں ہوں گا اسی ماہ کی دسویں کو بہن
غم میں میرے نہ بہت چشم کو پر نم کرنا
ہوگی تم بعد مرے فوج ستمگر میں اسیر
گھر میں بلوہ جو نظر آئے تو سر خم کرنا
ظلم جو کچھ بھی ہو سے لیجیو بہر امت
اے بہن گریہ نہ تم صورت شبنم کرنا
بھیجیو موسم گرما میں جو ٹھنڈا پانی
یاد اس تشنہ دہن بھائی کو اس دم کرنا
ہوگی معراج اسی روز کہ جس روز شفیع
آستاں ستروالا پہ جبیں خم کرنا

سپاہیوں کے ہاتھ قبضوں پر گئے۔ لیکن امام نے سر جھکا کر کہا۔ اچھا اگر یہی اصرار ہے تو ہم اپنے بچوں کو لے کر تپتے ریگستان میں قیام کرینگے مگر اپنی طرف سے جنگ میں پہل نہ کریں گے۔ دیکھنے والے دیکھیں کہ امام حسینؑ نے کس سلامت روی اور صلح جوئی کا مظاہرہ فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان کو امکان کی آخری حدود تک کشت و خون سے دامن بچانا چاہیئے۔

سعد کا نحس بیٹا وارد دشت کربلا ہوتا ہے۔ گفتگو صلح کا آغاز ہوتا ہے امام اپنی طرف سے نرم سے نرم شرائط صلح پیش فرماتے ہیں۔ خود عمر سعد کے سے دشمن کو بھی امام کے صلح پسندانہ رویہ کا ابن زیاد کو اپنے فرستادہ خط میں اقرار کرنا پڑا۔ صلح کی گفتگو ابن زیاد کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ناکام ہوئی دشمن کی فوج نے ۹ محرم کو وقت عصر خیام امام کی طرف حملہ کر دیا۔ امام کی خواہش پر بمشکل ایک شب کی مہلت لی۔

... میں ... نے لیا تھا۔ اس حالت میں نتیجہ معلوم تھا اب تو جتنی بھی جلد معرکۂ کارزار ختم ہو جاتا اتنے ہی ستم کم سے کم رہتے۔ کم از کم مجاہد شب اور روز عاشورہ کی شدید گرمی کی ناقابل قیاس تشنگی سے محفوظ رہ جاتے لیکن امام ایک شب کی مہلت عبادت خدا کے لئے لیتے ہیں تاکہ ہر مسلمان خصوصاً مومنین کو سبق دیتے ہیں کہ نماز اور تلاوت کلام مجید کا کیسا ذوق و شوق ہونا چاہیئے۔

پوری شب عبادت میں بسر کرنے والے مجاہد امام وقت کی اقتدا میں تیمم سے فریضۂ سحری ادا کرتے ہیں۔ دشمن کے تیر سطلوں پر گر کر پیغام جنگ لاتے ہیں۔ بوڑھے جوش شجاعت میں جوان اور بچے ولولہ جہاد میں بڑوں کے ہمسر ہوتے ہیں جھکی ہوئی کمریں پٹکوں سے کس کر باندھی جاتی ہیں صفوف جماعت صف جنگ میں بدلتی ہیں مگر جو مساوات

علم امامت سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی نواسہ رسالت کے لحاظ سے اب بچنے کی کوئی صورت نہ تھی دشمن کی لاتعداد فوج نے امام کے گنتی کے ہمراہیوں کو ہر طرف سے نرغہ

کا سبق نماز نے دیا تھا اب بھی باقی ہے۔ حبشی و آقا اور غلام پہلو بہ پہلو ہو کر شانے سے شانہ ملا کر دنیا کو مساوات کا درس دیتے ہیں مجاہد زخموں پر زخم کھا کر گرنے لگے

امام علیہ السلام نے جس طرح ذوداف ا... آغوش عصمت کے پرودہ اکبر و قاسم عون و محمد کے سر زانو پر رکھے۔ اسی طرح غلاموں کو بھی یہ سرفرازی حاصل ہوئی رومی اور حبشی غلاموں نے سرور جوانان جنت کے زانو پر سر رکھ کر جان دی۔

ایک حبشی غلام جوش شجاعت میں جھومتا ہوا آگے بڑھا، دست بستہ عرض کی۔ مولا مرنے کی اجازت ہو۔ امام نے نگاہ محبت ڈال کر فرمایا۔ اے جون جب تک آرام و راحت تھی ہمارے ساتھ رہے اب کیا ضرورت کہ ہماری وجہ سے اپنے کو مصیبت میں ڈالو۔ میں بخوشی اجازت دیتا ہوں۔ جہاں چاہے چلے جاؤ غلام کے تیور بدلے۔ واہ مولا واہ آپکی بدولت ہمیشہ تو نعمتوں سے متمتع ہوا۔ آپکے دسترخوان کے ٹکڑے توڑتا رہا اور مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دوں۔ غلام کو دنیا والوں کی نگاہ میں اپنی پستی، حقارت کا احساس تھا لہٰذا دست بستہ عرض کی مولا ... نہیں جانتا ... ہوں میرا خون سیاہ ہے۔ جسم سے بدبو آتی ہے ... نسب لیت ہے مگر خدا کی قسم اپنے بدبودار جسم کا یہ سیاہ خون بنی ہاشم کے پاک و پاکیزہ خون میں ملا کر رہوں گا جون گھوڑے سے گرے۔ امام سرہانے گئے دست دعا بلند کئے۔ مالک جون کو اپنے رنگ کی سیاہی کا اور جسم کی بدبو کا بہت احساس تھا۔ پالنے والے اس کے جسم کی سیاہی کو نور سے اور بدبو کو خوشبو سے بدل دے۔ دعا امام کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ شہدائے کربلا میں کسی جسم میں

ورنہ تھا۔ بدن میں خوشبو نہ تھی۔ مگر اس بانکے شہادت میں بھی ممتاز طریقہ پر جون کا جسم مہک رہا تھا اور نور کا بقعہ ہر نگاہ کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔

اصحاب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے۔ اقربا بھی شہید ہو چکے علی اکبر میدان جنگ سے باپ کو آواز دیتے ہیں نوجوان فرزند شبیہ پیغمبر ہو رخصت باپ کے سامنے دم توڑ دے ... برچھی کی انی ... میدان بلا دی ... ہے شیر فاطمہ خون ... بن کر حسین کے چشم نگاہ سینہ سے جاری ہو ایسے وقت میں کس انسان کے ہوش و حواس بجا رہ سکتے ہیں لیکن جب بہن گھبرا کر خیمے سے نکلی تو حسین نے جوان کی میت رکھ دی۔ آنسو پونچھ ڈالے دھڑکتے دل کو سنبھالا اور زینب کو عبا کا سایہ کر کے خیمہ میں پہنچا کر مسلمان عورتوں کو پردہ کی اہمیت بتائی۔

آفتاب ڈھلتے ڈھلتے نقطہ عصر پر پہنچا۔ امام میدان جنگ میں یکہ و تنہا کھڑے ہیں۔

نہ لشکر ہے نہ میلہ ہے نہ کثرت اہل سے
نہ اکبر ہے نہ علی اصغر ہے نہ عباس سے

دائیں اور بائیں دیکھ کر آواز دیتے ہیں

اَمَا مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنَا اَمَا مِنْ ذَابٍّ یَذُبُّ عَنَّا
اَمَا مِنْ مُغِیْثٍ یُغِیْثُنَا

مولا! کیا اب بھی امید تھی کہ لشکر شقاوت میں کوئی آواز حق سن سکے گا۔ کیا کسی ظالم کے سیاہ دل میں نور ہدایت کے نفوذ کرنے کا ...

فکر عمل

حسین صدف زینب ہے حسین صدف زینب ہے

حسین کے بعد زندہ اماموں کی جگہ بیعت کسی نے چاہی

سب تھا بیان سداد نجیب حسین کی ستیز نہیں

قاسم جیسے ... کمال کر دکھایا حسین کی بیعت نہیں

جناب زینب نے کہہ دی

سلام

جناب سید الضامن رضا صاحب رضاؔ
(کندرکی) مراد آباد

نگاہ لطف جو اس پہ امام ہو جائے
تو خوش نصیب تمہارا غلام ہو جائے

جو آئے باغ رسالت کی کچھ شمیم یہاں
مشام جان معطر تمام ہو جائے

نہیں ہے کچھ مجھے پروا ملے نہ خلد بریں
مگر رسول کے در پر مقام ہو جائے

ملا تھا شاہ نے اصغر کا خون جو چہرے پر
یہی تھا خوف نہ دنیا تمام ہو جائے

یزید کی یہ غرض تھی، یہی تھا اس کا خیال
فنا جہاں سے ہو تو وقت قیام ہو جائے

کبھی اطاعت خالق سے ہو نہ رو گرداں
اگرچہ کعبہ کا گھر تمام ہو جائے

قبول ہوں جو یہ ابیات نزد شاہ ہدا
یقین ہے مرا دنیا میں نام ہو جائے

زہے رسائی بخت رسا رضاؔ میری
قبول شاہ جو میرا سلام ہو جائے

غم شبیرؑ

از جناب سید منظور حسین صاحب نظرؔ

اے شاہ شہیداں آپ کا غم عالم میں منایا جاتا ہے
پھر صف ماتم بچھا... تابوت اٹھایا جاتا ہے

دریا کے کنارے گھر اجڑا تھا کرب و بلا میں جس کا نشاں
اب آج اسی کا عالم میں پرچم لہرایا جاتا ہے

شبیر وہ تیرا صبر و سکوں دنیا کو ہے اک پیغام عمل
اتنا ہی ابھرتا ہے وہ بشر جتنا کہ دبایا جاتا ہے

جو پردہ پوش عالم ہوں عاشور کے دن مجبور ہیں وہ
کس طرح انہیں بازاروں میں بے پردہ پھرایا جاتا ہے

اللہ سے بہتر جانے کب اس کی بدلتی ہے قسمت
روضے پہ نظرؔ کو آقا کے کس وقت بلایا جاتا ہے

درسگاہ کربلا سے سبق صفحہ ۲۹ کا سلسلہ

درسگاہ کربلا سے سبق صفحہ ۲۹ کا سلسلہ

مگر امام نے بتا دیا کہ تا حد امکان بے پرواہ ہو کر انسان کو آوازۂ حق آخری وقت تک بلند کرنا چاہئے۔

پھر وہ آخری وقت بحالت سجدہ زین سے سطح زمین پر آیا۔ وہ سینہ بے کینہ جو مرکز علوم ربانی اور منبع انوار الہٰی تھا وہ صدر طاہر و مطہر جو قرآن سے زائد پاک تھا شمر لعین کے نجس و ناپاک قدموں کے نیچے ہے۔ قاتل امام کے لب و دہن کی حرکت دیکھ کر کان قریب لے جاتا ہے شاید عالم کا مظلوم ترین انسان۔ کائنات کے ظالم ترین افراد کے لئے اس وقت تو بد دعا کر رہا ہوگا۔ لیکن اس وقت بھی امام نے بجائے بد دعا کے مغفرت امت کے لئے دعا کر کے بتا یا کہ ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ ہر حال میں برادران دین کا خیر خواہ ہے اور اگر کچھ نہ ہو سکے تو دعائے خیر ہی کرتا ہے۔ انہیں اسلام کے کامل نمونوں کو دیکھ کر ہر حق پسند کو کہنا پڑتا ہے۔

حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

سلام

جناب گرچرن داس صاحب شیدا سیتاپوری لیکچرار (اردو ڈیپارٹمنٹ)
(آر، ایم، پی انٹرمیڈیٹ کالج سیتاپور)

تجھ پر سلام مشہد میدان کربلا
تجھ پر سلام شاہ شہیدان کربلا

شام سیاہ زلف پریشان کربلا
صبح سپید چاک گریبان کربلا

صد حیف یہ نہ سمجھے لعینان کربلا
جنت مقام ہو یہ غریبان کربلا

معنی نہ کھلتے آیۂ ذبح عظیم کے
سبط نبی نہ ہوتے جو قربان کربلا

سینچا تھا شیر زہرا نے جس حلق پاک کو
تشنہ بنا وہ منزل پیکان کربلا

کیا شرط میزبانیٔ اسلام کی وفا
تیروں سے کی ہے دعوت مہمان کربلا

پونچھے نہ اشک اہل حرم کے دم بکا
اب تک ہے خشک اس لئے دامان کربلا

لب خشک تشنہ حلق شہادت قبول کی
کوثر کے آسرے پہ شہیدان کربلا

معصومیت کا جس پہ بہایا گیا لہو
کہتے ہیں اس زمین کو میدان کربلا

گرتا کوئی جو وقت شہادت زمین پر
بنتا وہ اشک موجۂ طوفان کربلا

دل گنج کفر ورد زبان کلمۂ رسول
تف بر لعین صاحب ایمان کربلا

شرط وفا شعاری تکمیل سے ہوئی
کوثر نصیب شہ کے رفیقان کربلا

شیدا عطائے ساقیٔ کوثر سے رکھ امید
گر تو ہوا ہے آج ثنا خوان کربلا

فلسفۂ مجلس

(نوشتہ جناب مرتضیٰ صاحب لوہری ایم اے عشرت منزل الہ آباد)

مجلس کے لفظ سے تقریباً ہر گوش مسلم آشنا ہے۔ عزائے سید الشہدا کے قائم کرنے کا ابتدائی اور سب سے اہم طریقہ ہے۔ یوں تو کچھ آدمیوں کا من حیث الجماعت کسی خاص مقصد کے تحت ایک مقررہ جگہ پر جمع ہونے کو مجلس کہتے ہیں مگر دور حاضر میں اسلامی کلچر کی فضا میں پلنے والا انسان لفظ مجلس سے اس مجلس کا تصور کرے گا جس میں ذکر مصائب حسینؑ مظلوم ہو نیز خاندان رسالت کے تذکرے ہوں۔ اس مجلس میں ایک ذکر کرنے والا ہوتا ہے جسے ذاکر کہتے ہیں۔ دوسرا گروہ مومنین ہوتا ہے جو اس مجلس کو سماعت کرتا ہے اور اسے سامعین کہتے ہیں۔ مجھے مجالس کے مختلف طریقوں اور فن ذاکری کی نہ تو تاریخ بیان کرنا ہے اور نہ کوئی تبصرہ ہاں اتنا ضروری ہے کہ مجلس کی مختصر تاریخ جو ہمارے موضوع کے لئے مفید سمجھی ہے اس کا ذکر بیان کر دیا جائے۔

اسلامی عقائد سے قطع نظر کر کے اگر تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۶۰ھ میں مملکت اسلامیہ کی باگ ڈور ایک ایسے ننگ انسانیت پیکر شر و فساد کے ہاتھ میں تھی جس کا نام یزید تھا اس نے حکومت تو اسلام کے نام پر کرنا چاہی اور شریعت محمدی سے اختلاف کرنا بھی ضروری سمجھا۔ اس زمانے میں رسول اسلام کے خاندان میں مسند رسول پر حضرت امام حسین علیہ السلام بحیثیت حاکم شریعت اور وصی رسول جو خدا حکمن تھے۔ اسلامی قوانین اور منشاء الہی کو ملیامیٹ کرنے میں یزید کو یہ سیاسی خطرہ محسوس ہوا کہ اگر کھلم کھلا آئین محمدی کی کوششیں جاری رکھیں تو اس کا نتیجہ ایک خوفناک خونی انقلاب ہوگا جس کے سیل رواں میں اس کا تخت و تاج اور طاغوتی سطوت مثل خس و خاشاک کے بہہ جائے گی لہٰذا اس نے چاہا کہ وارث کتاب الٰہی اور مالک میراث نبی سے بیعت لے کر اپنے ہر عمل پر قائم رہتے ہوئے جماعت مسلمین کی گردنوں کو خم کئے رہوں اور اس طرح بنی ہاشم سے عداوت دیرینہ کا نتیجہ یہ ہو کہ اموی تاجدار کے ہاتھوں بنی ہاشم کے لائے ہوئے دین کو ملیامیٹ کر کے بنی امیہ کا وقار ظاہری اور بغض کی تشنگی کی سیری یہ دونوں باتیں ممکن ہو جائیں حسینؑ حق پرست تھے اور اللہ کی طرف سے امامت پر فائز تھے۔ تحفظ اساس مذہب ان کا مقصد حیات تھا لہٰذا انھوں نے بیعت فاسد نہ کی جس کے نتیجے میں انھیں کربلا کا جہاد کرنا پڑا اور مقصد کی تکمیل کے لئے احباب، اعوان و انصار، عزیز و اقارب، بھائی بھتیجے، گودیوں کے پالے اور آخر میں خود کو بھی غرض کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دیا۔ یزید نے حسینؑ کو قتل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے مقصد کو معدوم بنا دیا۔ حسینیت کے انقلاب پرور اثر سے چند دنوں میں یزید کا وقار خاک میں مل گیا۔ اور سلطنت اموی زوال پذیر ہو گئی۔ حسینؑ کے خون ناحق نے اسلام کے نوخیز پودے کو جو خزاں رسیدہ ہو چلا تھا نئے سرے سے ابدی بہار کا پیغام سنایا۔ حسینؑ کے اہل حرم قید کر کے شہر شہر دیار بہ دیار پھرائے گئے۔

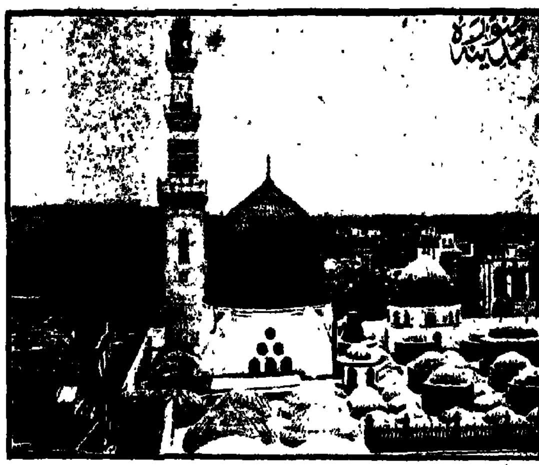
صبح بیداری

وفا پہ جان و بیاشان خود داری سمجھتا ہیں
حیات بیخودی کو روح ہشیاری سمجھتا ہیں
حسینؑ انسانیت کا تجھ سے مستقبل ہوا روشن
تجھے ہم آفتاب صبح بیداری سمجھتا ہیں

خنداںؔ لکھنوی



کربلائے نواب معتمدالدولہ



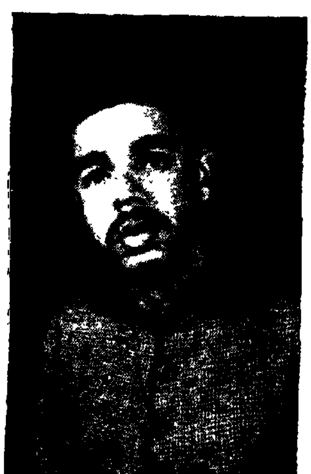








جناب خان بہادر سید عبدالحسن صاحب



سید مظفر حسین صاحب جرولی بی-اے
۶ صفر کو کشمیری محلہ میں جناب رہبر لکھنوی
کے یہاں مجلس میں بیان فرماتے ہیں



سرکار حسین نقوی نیر بانی انجمن نقویہ الہ آباد

اکثر بازاروں کو اس لئے سجایا گیا تھا تاکہ عوام ایک غیر معمولی تقریب کے تصور میں بازاروں میں جمع ہو کر ناموس رسولؐ کی اسیری کا تماشہ دیکھیں۔ باطل کے زعم باطل میں حق کو رسوا کرنے کا یہ انداز نرالا اور مفید معتقد تھا لیکن جن کو رباطن لوگوں کو آفتاب شریعت کی روشن کرنیں نہ دکھائی پڑتی ہوں، وہ بھلا مستقبل کے پردوں کے پیچھے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ آل رسولؐ اور حرم حسینؑ کی یہ تشہیر حسینیت کی تبلیغ کے حق میں بہترین علاج ثابت ہوئی۔ یہ تشہیر خاندان رسالت، ایک ایسا تیز حربہ ثابت ہوا جس نے باطل کی گردن کو قیام دہر کے آخری دن تک کے لئے جھکا دیا۔ امام حسینؑ کے اہل حرم ایک بیمار قیدی کے سہارے سفر کوفہ و شام طے کر رہے تھے اور جہاں جہاں مجمع ان کا تماشائی بن کر آتا وہاں یہ رسولؐ کے دین کی ترویج کرتے اور پیغام حق سناتے نیز دن پر کٹے ہوئے سروں کو اور اس اجڑے گھرانے کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں پر ایک دیرپا اثر ہوتا تھا اور اسلام کے دھندلے نقوش جو ان لوگوں کے ذہنوں پر تھے ان کا روشن عکس آئینہ دل پر ظاہر ہو کر انھیں حقیقی اسلام سے نزدیک تر کرتا جاتا تھا۔ الحرم کی یہ تقاریر ان مجمعوں کے سامنے مجلس کہلانے کی مستحق ہیں۔ لیکن ایسی مجلس کی تاریخ آگے بڑھتی ہے۔ یہ اسیران راہ خدا شام کے ٹوٹے ہوئے قید خانے میں رکھے گئے اور بالآخر سلطنت میں بغاوتوں کے رونما ہونے کے اندیشے نے یزید کو مجبور کیا کہ وہ انھیں رہا کردے چنانچہ یزید نے رہائی کا حکم دیدیا اور لٹا ہوا سامان واپس کر دیا۔ زینب بنت علیؑ نے جو خواہش رہائی کے بعد ظاہر کی وہ بھائی پر جی بھر کے رونے کی تھی۔ یزید نے نتائج سے بے خبری کی بنا پر ایک مکان خالی کرا دیا۔ وہاں مدینے کے یہ لٹے ہوئے مسافر رہنے لگے اور

پانی پانی

جناب معجز لکھنوی

روز و شب بند رہا شام کا لشکر پانی
پینے پائی نہ مگر آل پیمبرؐ پانی

بولے شہ مجھ کو پلاتے نہ ستمگر پانی
کاش دے دیتے برائے علی اصغرؑ پانی

کہہ کے یہ حضرت عباسؑ نے دم توڑ دیا
ہائے پہنچا پا نہ تا خیمۂ سرور پانی

پیش کر دیتا حبابوں کے کٹورے دریا
نہر پر آتے جو پینے علی اصغرؑ پانی

موج پر موج یہ کہہ کہہ کے بڑھی آتی ہے
لینے آئے ہیں ساقیؑ کوثر پانی

خون اعدا سے بہا دیتے بہتر دریا
جنگ کرتے جو کہیں پی کے بہتّر پانی

جزر و مد اٹھتے تھے طوفان اٹھانے کے لئے
دیکھ لیتا تھا جو عباسؑ کے تیور پانی

غیرت نفس کی سیراب نگاہی کی قسم
دیکھا پیاسوں نے کہاں آنکھ اٹھا کر پانی

موڑ کے نہر سے رخ کہتے تھے انصار امام
اب پئیں گے تو حسینؑ کو پلا کر پانی

کربلا والوں کی یاد آتی ہے تشنہ کامی
جب پلاتا ہے کسی کو کوئی لا کر پانی

اے معجزؔ نہ دیا تم نے اک قطرۂ آب
بعد شہ مانگا سکینہ نے برابر پانی

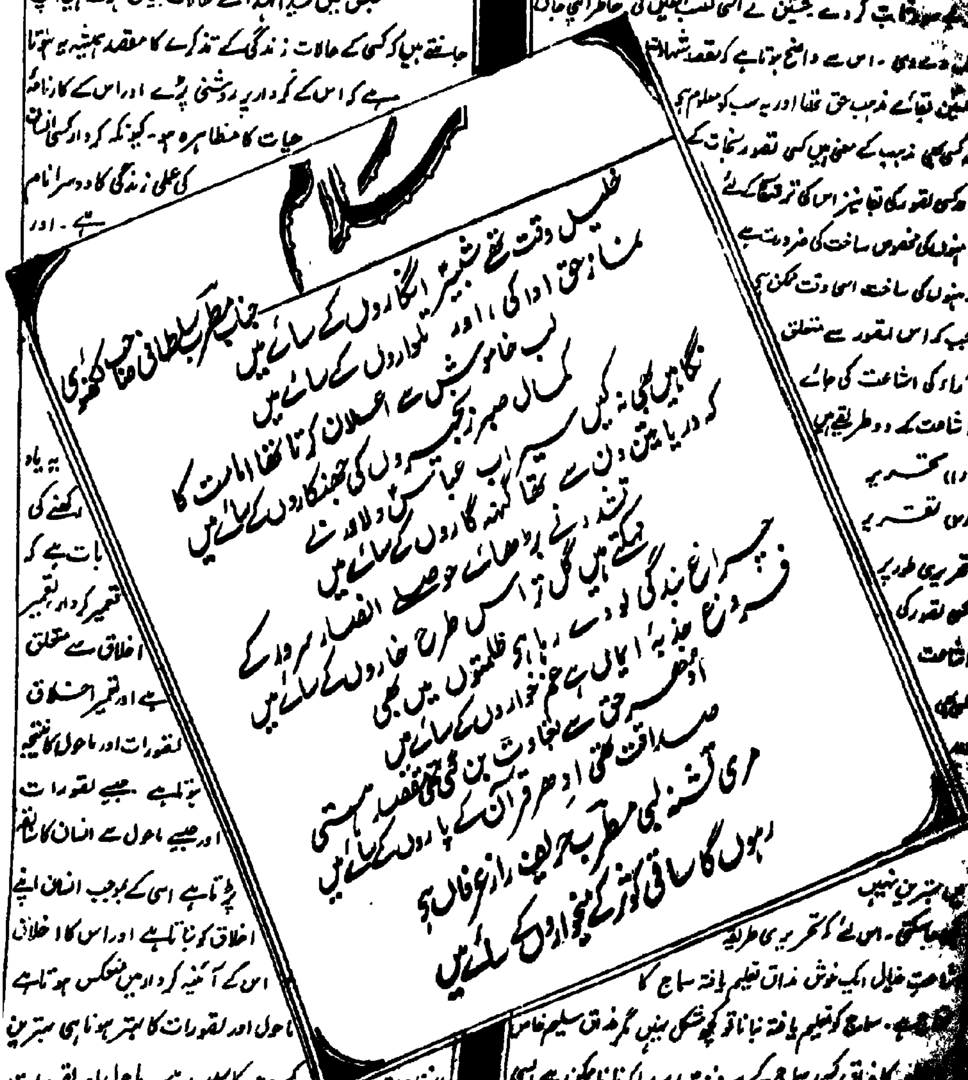
اب باقاعدہ طور پر صف ماتم بچھا کر حسینؑ کا ماتم شروع کیا گیا ... کے شہر میں مظلوم کا ماتم ہونا یزیدیت کو مٹانے کے لئے کافی تھا۔

اس طرح مجلس حسینؑ کی ابتدا عالم غربت میں چاہنے والی بہن کی اور پھر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ یہاں تک کہ بنو ہاشم اور عرب کے دوسرے قبائل میں مجلس کا رواج ہوا۔ رفتہ رفتہ عرب کے علاوہ مجلس کی بیمرگی نے ایران والوں کو بھی اپنا دلدادہ بنا لیا اور پھر ہندوستان اور تمام ممالک میں جہاں مسلمانوں کی آبادیاں ہیں مجلس حسینؑ کسی نہ کسی شکل میں برپا ہوتی رہی۔

مجلس کے فلسفہ پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ حسینؑ کی شہادت کا راز کیا تھا۔ حسینؑ نے اس لئے جان دی تاکہ احکام الٰہی اور شریعت رسولؐ اسلام مسخ ہونے سے بچ

...میں ... شریعت کی گتھیاں میں نہ چھپنے پائے اور اس کی
... تیاں کا شاندار طلب مومن کو ہمیشہ منور رکھیں۔
یاد رکھیئے باطل ہمیشہ حق کو نیست و نابود کرنے کی سعی کرتا ہے
... صورت میں حق کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے سامنے
... عظیم الشان قربانی پیش کر کے باطل کے اسلحوں اور اس کی مادی طاقت
... ثابت کر دے۔ حسینؑ نے اسی نصب العین کی خاطر اپنی جان
... دے دی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقصد شہادت
حسینؑ بقائے مذہب حق تھا اور یہ سب کو معلوم ہو
کہ کسی بھی مذہب کے معنی ہیں کسی تصور حیات کے
اور کسی تصور کی تبلیغ اس کا ترقی کرنا ...
ذہنوں کی مخصوص ساخت کی ضرورت ہے
ذہنوں کی ساخت اسی وقت ممکن ہے
جب کہ اس تصور سے متعلق
آراء کی اشاعت کی جائے
اشاعت کے دو طریقے ہیں
(۱) تحریر
(۲) تقریر
تحریری طور پر
کسی تصور کی
اشاعت
...
... بہترین نہیں
... جا سکتی۔ اس لئے کہ تحریری طریقہ
اشاعت خیال ایک خوش مذاق تعلیم یافتہ سماج کا
... ہے۔ سماج کو تعلیم یافتہ بنانا تو کچھ مشکل نہیں مگر مذاق سلیم خاص
... کا مذاق کسی سماج کے ہر فرد میں پیدا کرنا ناممکن ہے ایسی
... بہترین طریقہ کسی مکتب خیال کے لئے اپنے تصورات

اور تخیلات کے پھیلانے کا تقریر ہی ہے۔ واقعات کربلا اور اسلامی
شریعت دونوں ہی تحریری طور پر موجود ہیں مگر یہ سب کتابوں میں
محفوظ ہیں۔ عوام سے ان کا کوئی خاص علاقہ نہیں ہے۔ لیکن اسلام
اور شہدائے اسلام کا ذکر بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جب یہی باتیں تقریر
کا جامہ پہن لیتی ہیں تو وہی مجلس کہلاتی ہے۔
مجلس میں سید الشہداء کے حالات بیان ہوتے ہیں آپ
جانتے ہیں کہ کسی کے حالات زندگی کے تذکرے کا مقصد ہمیشہ یہ ہوتا
ہے کہ اس کے کردار پر روشنی پڑے اور اس کے کارنامۂ
حیات کا مظاہرہ ہو۔ کیونکہ کردار کسی انسان
کی عملی زندگی کا دوسرا نام
ہے۔ اور
... یہ یاد
رکھنے کی
بات ہے کہ
تعمیر کردار تعمیر
اخلاق سے متعلق
ہے اور تعمیر اخلاق
تصورات اور ماحول کا نتیجہ
ہوتا ہے۔ جیسے تصورات
اور جیسے ماحول سے انسان کا سابقہ
پڑتا ہے اسی کے بموجب انسان اپنے
اخلاق کو بناتا ہے اور اس کا اخلاق
اس کے آئینہ کردار میں منعکس ہوتا ہے
ماحول اور تصورات کا بہتر ہونا ہی بہترین
انفرادیت کے وجود کا سبب ہے۔ ماحول اور تصورات
عموماً کسی مخصوص مکتب خیال کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور ہر مکتب خیال



کے پیش نظر ایک نصب العین ہوتا ہے تو نتیجہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی بڑے آدمی کے حالات کا تذکرہ درحقیقت صرف اس کے حالات ہی کا تذکرہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے کردار اس کے ماحول اور اس کے نصب العین کا تذکرہ ہوتا ہے۔

دراصل امام حسینؑ علیہ السلام کا تذکرہ جس کی ضرورت نے مجلس کی ایجاد کی وہ حسینؑ کے کردار، ان کے صفات حمیدہ ان کے ماحول اور ان کے نصب العین کا تذکرہ ہے۔ مجلس میں جب ذکر حسین ہوتا ہے تو حسینی مشن کی تبلیغ اس کا پہلا مقصد ہوتا ہے حسینیت کی یہ تبلیغ درحقیقت اسلام کی تبلیغ ہے حسینؑ کا ماحول آغوش پیغمبر اسلام کہا جا سکتا ہے۔ رسول کی گود میں پلنے والے انسان کے دل میں رسول کی محبت، رسول کا مہر اور رسول کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کا جذبہ ہونا ضروری ہے۔ حسینؑ کے تذکرے کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کا بھی ذکر ہوتا ہے اور اس طرح اہل مجلس حسینؑ کی سیرت میں فاطمی سیرت سیرت علوی کے حسینی امتزاج کا نمونہ پاتے ہیں حسینؑ کی سیرت میں بھائی کے اخلاق کا نمونہ بھی ہے۔ اس طرح دنیا خلق حسن سے روشناس ہوتی ہے۔ حسینؑ نصب العین کے لئے شہید ہوئے اور جس نصب العین

کا سرفرازی کے لئے سرتن سے جدا کرا دیا وہ ...
لہٰذا حسین کی رگ و پے میں اسلام کی ...
حسین اور اسلام دونوں کے آغوش ...
رسالت آب میں پرورش
پائی تھی ...
... حسین ... کو اسلام سے ... فطری محبت تھی حسین کی زندگی کا تذکرہ کرنا گویا اسلام کا ذکر کرنا ہے۔ اسلام کے قوانین قرآن میں موجود ہیں۔ لہٰذا حسین کا ذکر گویا قرآن کی عملی تعلیم دینے کے مترادف ہے حسینؑ کی عملی زندگی صحیح اسلامی زندگی اور قرآنی حیات کا جیتا جاگتا مرقع ہے لہٰذا جب کبھی حسین کی زندگی کا کوئی پہلو پیش کیا جائے گا تو انسانیت کے کمال کا نمونہ ہوگا اور یہی ہے اسلامی زندگی کا مطمح نظر۔

جیسا کہ میں سطور بالا میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی بڑے آدمی کے تذکرے سے مراد اس کی کردار نگاری ہے اور اس کے اخلاق و صفات و خصائل کی تصویر کشی ہے اسی معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے مجلس ... حسینؑ کی انفرادیت کے ساتھ ساتھ ان تمام لوگوں کی انفرادیت کو عام کرتی ہے جن سے حسینؑ کا رشتہ ہے اور ... سے اس نسبت سے رشتہ ہے کہ انھوں نے حسینؑ کی تحریک ... نے میں حصہ لیا ہے۔ حسینؑ کا ہر عمل ان لوگوں کا عمل ...

سلام

محترمہ تسنیم صاحبہ بیگم احسن کاظمی صاحب جج بالا ...

ذکر شہ قلب و زباں کا مدعا ہو جائے گا
اور بھی مضبوط پیمان وفا ہو جائے گا

اشک غم میں آ گئی جس دم صداقت کی جھلک
تیرا اک آنسو زینت عرش علا ہو جائے گا

سرفروشان حسینی جب ہوئے خنجر بکف
عرصہ گاہ رزم میں محشر بپا ہو جائے گا

کہتے تھے عباس اب بی بی نہ رو کر راستہ
پانی لائیں گے اگر فضل خدا ہو جائے گا

ماتم شہ کی گئی جب بام گردوں تک صدا
طائر سدرہ تمھارا ہم نوا ہو جائے گا

اس طرح لٹ جائے گا گلزار جان فاطمہ
بے زباں معصوم تک نذر جفا ہو جائے گا

ایسا دل، ایسا جگر دیکھا ہے تو نے اے فلک
حسرت آخر شاہ کا حرف دعا ہو جائے گا

روضۂ شہ کے قریں تسنیم گر آئے اجل
ذرہ ذرہ خاک کا خاک شفا ہو جائے گا

...کے نمونہ تھے اور یہ افراد محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و ... ہیں۔ امام حسینؑ کا کوئی ذکر ایسا نہیں ہو سکتا جو ان ذوات مقدسہ کے ذکر سے خالی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ سب ایک ہی مسلک کے رہبر اور ایک ہی راستے کے راہبر تھے۔ عالم انسانیت کو یہ سب ذوات تعلیمات، اخلاق و انسانیت دینے کی غرض سے دنیا میں تشریف لائی تھیں۔

حسینیت نام ہے اس عمل کا جس نے باطل کو ختم کر دیا جس نے استبداد کا استیصال کر دیا، جس نے ظلم کی طاغوتیت کو اس طرح نیست و نابود کر دیا کہ پھر وہ سر نہ اٹھا سکے۔ جس نے مادی قوتوں کے مظاہرے کی بے بضاعتی کو عالم پر آشکارا کر دیا۔ جس نے حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھا دی۔ جس نے انسانیت کی فتح بربریت کے مقابلے میں چند گھنٹوں میں حاصل کر لی۔ جس نے معیار انسانیت کو اونچا کر دیا۔ جس نے ہر انقلاب کے لئے نقوش دائمی چھوڑ دیے جس نے عام انسانوں کے لئے جینے اور مرنے کے فلسفہ کو عام فہم بنا دیا لیکن حسینیت ان تمام مذکورہ بالا افراد کے معہ حسینؑ کے مشترک عمل کا پاکیزہ نام ہے لہذا مجھے کہنے دیجیے کہ حسینیت امن و انسانیت کا ابدی پیغام ہے۔ نصب العین حیات انسانی ہے کیوں کہ محمد اور آل محمد کو اللہ نے حجت قرار دیا ان کو قرآن جیسی کتاب عطا کی۔ ان کے سینے تعلیمات قرآنی کے خزانے تھے یہ دنیا میں اسی لئے بھیجے گئے تھے کہ انسان کو اس کے نفس سے روشناس کرا دیں اور اس کی پھر مطمئن زندگی کو اطمینان کا مژدہ جانفزا دیں۔

اس طرح مجلس سید الشہداء کربلا کے مسافر حسینؑ کے کردار ... کا مرکز بن کر درحقیقت اللہ اور اس کے رسول نیز نائبین رسول کی تعلیمات کا مدرسہ بن جاتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا ذکر قرآن ہی کی روشنی میں ممکن ہے۔ لہذا مجلس میں تبعاً قرآن اور احادیث ہی کی تعلیمات دی جا سکتی ہیں۔ قرآن اور احادیث سے واقف کار ہونا دراصل ... کو کچی تعلیم کا حاصل کر لینا ہو۔ اور ان کو سمجھ کر ان پر عمل کرنا ہی ... اسلام کی پیروی ہے اس طریقہ تعلیم اسلام کا عنوان فطرتاً ... اور زود اثر ہے آئے دن یہی تذکرے ایک معاشرے کو ایک ... ذہن عطا کرتے ہیں اس کامل اور یقین اور یکجائی کی منزل پر پہنچ جاتا ... وہ اس نصب العین پر سختی کے ساتھ کاربند ہوتا ہے جبکہ

سلام

از جناب حسن لکھنوی

تڑپے ہیں کیسے کیسے سرور کے ماہ پارے
اس دشت کربلا میں اور تشنگی کے مارے

اطفال تشنہ کی جانب اے کاش کربلا میں
رخ اپنا پھیر دیتے دریا کے تیز دھارے

اس خاک کربلا کو روشن کئے ہوئے ہیں
چھٹکے ہوئے زمین پر سرور کے ماہ پارے

مشکیزۂ سکینہ عباس بھر رہے ہیں
بن جائے گی لحد بھی دریا ترے کنارے

شبیر ہیں نہ اکبر، عباس ہیں نہ قاسم
چھنتی ہے سر سے چادر زینب کسے پکارے

پردا بنا ہوا ہے گو لشکر ستم گر
دریا سے ہو رہے ہیں عباس کے اشارے

سرور کی تشنگی کا اب تک اثر ہے باقی
آنکھوں سے آنسوؤں کے بہتے ہیں تیز دھارے

سر رکھ کے زیر خنجر میدان کربلا میں
سجدوں کے نقش روشن شبیر نے ابھارے

کیوں فکر ہو حسن اب تاریکی جہاں سے
روشن ہیں برج شہ میں تقدیر کے ستارے

حصول کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ پس مجلس کے قیام سے درحقیقت اسلام کی خاموش نشر و اشاعت ہوتی ہے۔ حسینؑ کے کارناموں کو بار بار دہرانے سے خون اسلامی میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور دل ایمان میں حرارت آتی ہے۔ ہمارا سماج سنورتا ہے اس میں جذبۂ ایثار و قربانی پیدا ہوتا ہے وہ حقوق اللہ اور حقوق الناس دونوں سے باخبر ہوتا ہے اور یہ جان لینا چاہئے کہ انسان کو چند روزہ زندگی میں اطمینان قلب اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے جب کہ وہ اپنے حقوق و فرائض سے فائدہ اٹھا سکے۔ ہر انسان کا تعلق خدا اور اسی طرح کے دوسرے انسانوں کے ساتھ بہت گہرا ہو۔ یہی تعلق حقوق اللہ اور حقوق الناس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انھیں حقوق کی ذمہ داری کے احساس کا دوسرا نام انسانیت ہے مجلس اسی انسانیت کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے۔

مجلس کا منعقد کرنا اسلام کی تبلیغ کے حق میں انتہائی مفید ہے جا معنی نفسیات کا علم رکھنے والے اصحاب پر یہ بات روشن ہے کہ کسی جماعت میں مشترک ذہنیت کا پیدا کرنا کسی بھی نقطۂ خیال کے پھیلانے میں تقریر کتنا پر اثر طریقہ ثابت ہوا ہو یہی وجہ ہے کہ معلمین اپنے اپنے مضامین کو جماعت میں پڑھانے سے پہلے اس کا ایک اسطرح کا خاکہ تیار کر لیتے ہیں کہ اس کی ہر کڑی ایک دوسرے سے ملتی جائے اور طلاب اس پورے مواد کو ذہن نشین کر لیں جسے استاد بتانا چاہتا ہے بجنسہٖ، تو اگر مجلس میں قرآن کی آیت کو سرنامۂ بیان قرار دے کر یا کسی ایسے جملے کو عنوان تقریر قرار دے کر جس کا تعلق اسلامیات سے ہو خصوصاً مجلس کے انعقاد کا اسلامی مدرسہ خیال کی طرف رجوع کر لیتا ہے اس کے بعد مشکلات کو سلجھاتے اور نکات سمجھا کر اسلام کی تعلیمات کو ان کی عقلوں کے میزان پر کھینچا سے تولتا ہے اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ حق اس لئے حق ہے کہ وہ بادلیل طریقہ پر حق ہے۔ اب جو کچھ وہ کہہ لیتے ہیں اس پر عمل پیرا ہونا تو ان کی عقل کا تقاضہ ہونا چاہئے اس طرح مجلس کے ذریعے ہم اپنے اسلامی معاشرہ کے افراد کی عقلوں کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کا مجاز قرار دیتے ہیں۔

اسلام کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فطری مذہب ہے اور انسانیت کا مکمل آئین ہے لیکن کوئی آئین جسے ذہن انسانی سنجیدگی کے ساتھ درست نہ سمجھ سکے کبھی بھی انسانیت کا آئین نہیں بن سکتا۔ مجلسوں میں اسلامی عقائد کے عقلی دلائل ہی عموماً دور حاضر میں پیش کئے جاتے ہیں مجلسوں کے ذریعے دی ہوئی تعلیمات علم و فضل کے خزانے کی مترادف ہوتی ہیں۔ ان مجلسوں کے ذریعے نہ جانے کتنے حقائق کا اظہار ہوتا ہوا اور انسانی ذہن اسلام کی حقانیت کا معترف ہوتا ہے۔

یاد رکھئے حسینؑ نے عاشورہ محرم کے چند گھنٹوں میں انسانیت کے جن جن پہلوؤں کو مکمل طور پر عالم کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ ان کا بار بار تذکرہ ایک مخصوص طریقے کے جذبہ کی تعمیر کا سبب بنتا ہے وہ جذبہ ہے ...

سلام

جناب سید سجاد علی خاں رہبر لکھنؤی

آنکھیں کھلیں تو واقعۂ کربلا کے بعد
نادم ہوا یزید جفا پر جفا کے بعد
رو کر کہا سکینہ نے پیاسی رہوں گی میں
ممکن نہ ہوگا پانی مجھے اب چچا کے بعد
قید ستم سے چھوٹ کے زینب نے یہ کہا
واپس مدینے جائیں گے ہم کربلا کے بعد
کوئی مثال ملتی نہیں ڈھونڈھنے سے بھی
عباس کائنات میں تیری وفا کے بعد
عباس کی وفا کا تو پہلے سے علم تھا
جو ہر وفا کے اور کھلے ہیں وفا کے بعد
اللہ ری احتیاط رفیقوں کو شاہ نے
دی ہے رخصت جنگ بڑی التجا کے بعد
رہبر حیات شاہ میں کس کی مجال تھی
خیمے جلے ہیں سبط رسول خدا کے بعد

...نیت کے تلاش انسان کو عظمت انسان اور نفس انسانی
... معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے حسینی کردار ہمارے
... مختلف حالات میں مختلف مناسب اور برمحل طرزِ عمل کا نمونہ پیش
کرتا ہے اور اسی طرزِ عمل کے ذریعہ ہم اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں
اخلاق اور حقانیت کے رموز کا سرچشمہ ذکر فضائل و مصائب اہلبیتِ نبوی
ہے۔

کربلا کے سنسان بن میں شہید ہونے والے حسینؑ کے مقصد
شہادت کی تکمیل ممکن نہ تھی اگر اہلِ حرم اسیر ہو کر کوفہ و شام نہ لائے
جاتے کیونکہ جس مشن کی خاطر حسین نے جان دی تھی اس کی نشر و اشاعت
کا ممکن ذریعہ یہی تھا کہ اہلِ حرم باوجود اسیر رہنے کے بازاروں
اعلانِ حقانیت کرتے پھریں۔ باطل کی کم نگاہی اس راز سے
ناواقف تھی ورنہ وہ اگر اسیریٔ اہلِ بیت کے انجام
کو سمجھ لیتے تو یزید پرست کبھی بھی اہلبیتِ رسول
کو اسیر نہ بناتے۔

مجالسِ مظلومیتِ حسین کربلا کا اعلان
عالمِ انسانیت تک ایک پیغام کی صورت
میں پہنچاتی ہیں۔ اگر انسانی ذہن
کا گہرا مطالعہ کیا جائے
تو پتہ چلتا ہو کہ ہر انسان
فطری طور پر اپنے
اندر ہمدردی
کے جذبے
کو
گرانمایہ جوہر
رکھتا ہو۔ یہی جذبہ

ہمدردی رفتہ رفتہ آشنائی ہوجاتا ہو کہ محبت کی شکل اختیار کرلیتا ہو اور محبت
تقلیدِ محبوب کا نام ہے لہٰذا جس سے انسان کو محبت ہوگی وہ اس کی سیرت
کے سانچے میں اپنی سیرت کو ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ اور یہاں تک کہ
کسی نہ کسی حد تک وہ اپنے کو اس کا عکس بنائے گا خواہ وہ عکس کتنا ہی
دھندلا کیوں نہو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ تذکرۂ مظلومیت میں ایک کشش
اور اثر ہوتا ہے جو خواہ مخواہ انسان کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ کسی کے
واقعات مظلومیت کو دلچسپی و توجہ سے سنے حسینؑ کے واقعاتِ مظلومیت
کے سننے سے اگر اول الذکر جذبہ پیدا ہوا تو حسین کی محبت ہی تو اجرِ
رسالت ہے اور انھیں کی تقلید تو ان کے جد نیز اسلام کے قوانین
کی پیروی ہے۔ اور اگر آخر الذکر اثر مترتب ہوا تو بھی انسان بغور پورے
واقعہ کو سن کر اس بنیادی مقصدِ شہادت کی کھوج کرے گا جس کی تلاش
اس کو خدا سے نزدیک تر کرتی جائے گی دونوں صورتوں
میں خلقتِ بشر کے راز سربستہ اس پر کھل جائیں
گے وہ حقوق اللہ و حقوق الناس
دونوں سے بہرہ مند ہو ... انھوں نے
کی کوشش کرے گا۔
مظلومیت
حسینؑ

نوحہ

(از جناب ... کاظم صاحب)

[illegible]

اکبر ابھی جوان سے تھے پیری کے

[illegible]

قطعہ

[illegible]

کی داستان سننے کے بعد انسانی دل جذبۂ ہمدردی رکھنے کی وجہ سے بھر آتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں سے سیلاب اشک بہ نکلتا ہے۔ یہ رونا صرف مظلومیت حسین پر ہی رونا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس مظلوم کے معیار بلندی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے مصائب کی زیادتی پر اس کے مظاہرۂ صبر و سکون کی ناقدری پر بھی رونا ہوتا ہے اور اس طرح ہم اس بلند مرتبت انسان کے مظاہرۂ کمال کو دیکھکر اس کے مدارج کی معرفت حاصل کرکے اس کی قدر کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اس کے مرتبہ کی ناقدری کرنے کے جرم میں صف ظالمین میں آجائیں اور عام انسانوں کی نگاہوں میں ذلیل ہونے کے ساتھ ساتھ خالق انسان کی نگاہ میں بھی قابل مذمت ثابت ہو جائیں۔ اس داستان غم میں وہ اثر ہے کہ انسان کو انسان بنا کر اس کی زندگی کو لائحہ عمل عطا کر دے اس میں شدائد و مصائب کے برداشت کی قوت پیدا کر دے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کو اس کی عظمت سے بہرہ ور کر دے۔ اس کو بتا دے کہ اس میں کتنے جوہر قابل موجود ہیں بشرطیکہ وہ ان کا قدر شناس ہو۔

انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار امام حسینؑ نے مقصد حیات کو عوام پر واضح کر دیا۔ انھوں نے شبستان حیات میں شمع شہادت روشن کی۔ انھوں نے انسانیت کو رنگ و نور عطا کیا اور یہ سب باتیں عظمت انسان کی معرفت کے لئے تھیں حقیقی معنوں میں دنیا کے تمام نامناسب اور غلط تصورات جو باطل پرستی کے مترادف ہیں ان کا سرچشمہ عدم معرفت ذات انسانی ہے۔ اگر انسان کو اپنی ذات کے سمجھنے اور اپنے بلند مدارج کے جان لینے کی صورت بہم پہنچ جائے تو یقین جانیئے کہ وہ کبھی بھی حق سے بغاوت نہیں کر سکتا اس کا لائحہ عمل زندگی اور نصب العین حیات اس کو کمال انسانیت کی منزل کی طرف لے جائیگا۔ حسینی کردار کا تذکرہ اور اس تذکرے سے فائدہ اٹھانا دونوں انسانیت کے اہم تقاضے ہیں۔ مجلس ان تقاضوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔

مجلسوں کا قیام تنظیم ملی، اتحاد خیال، اجتماع و اخوت، آداب مجلس، عظمت انسان کی معرفت، نوع انسانی کی ہمدردی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جوش اسلامی حمیت قومی اور مسلم بحیثیت مسلم رہنے کے جذبہ کو بھی ابھارتا رہتا ہے اور زندہ رکھتا ہے۔

تیرا وجود نازش آدم و نوح التیمیں
بے مثل و بے نظیر ہے تو نوع انسان میں

خیرات لکھنوی

نوحہ

از جناب خورشید مرزا صاحب خورشید مرحوم (لکھنؤ)

جہاں میں شمع ہدایت جلا گئے شبیرؑ
کہ مٹ رہی تھی شریعت بچا گئے شبیرؑ
بھتیجے بھانجے بھائی فدا کئے رن میں
مگر طریقۂ ایماں سکھا گئے شبیرؑ
اٹھا کے ظاہر کا ذلت لٹا کے گھر اپنا
نبی کے دین کی حرمت بچا گئے شبیرؑ
چمن جو پھولا پھلا لائے تھے مدینے سے
وہ کربلا کی زمیں پر لٹا گئے شبیرؑ
شرف یہ گرکے تھا نماز کعبہ و مکہ
یہ کربلا کی زمیں کو بڑھا گئے شبیرؑ
غرض تھی نصرت اسلام تو بہا اپنے
اسیر ہوں یہ بہن کو بتا گئے شبیرؑ
زمین کرب و بلا پر لٹا کے [illegible]
[illegible] کا [illegible] گئے
[illegible]
[illegible]

فاطمہ کا بالک

جناب صلاح الدین صاحب ناسک حنفی (پاکستان)

نرمل کونپل پھوٹ گئی رے ـــ دھرتی اور آکاش سجائے
رام کے پیاروں کا اک پریمی ۔ آدت ہے تو دیپ جلائے
حیدر کی جیسے چاندنی بن میں ۔ جاگی جوت پریم کی من میں
اندھیارو کی سانس رکی اور بکھر پاک پوتر اجیالے
تو بھی سمجھے میں بھی جانوں ، جانے کل جگ سارا
فاطمہ کے بالک کی شوبھا ۔ پنج تن کے متوا لے
گیان کی مالا ہاتھ میں جس کے ، دھیان کا دھندہ جس کو ہردم
وہ من موہن پروہت جس کی ، بات گرو نہ ٹالے
چور اچکوں کی نگری میں سب گھر بے در سُونے ۔۔۔ والا
جس نے تن من بھینٹ چڑھایا اپنے رام دوارے
دُکھ کا جیون غم کی نگری ـــــ گھور اندھیرا لٹنی آستا
کون گھنیا ایسے سمے میں جاتی لاج بچا لے
خاک میں لوٹا ، دھوپ میں تڑپا ، پانی کی اک بوند کو ترسا
جیون دان کیا تو لیکن پھر بھی لبوں پر تالے
من کا موتی ، جگ کا جوتی ، کھیون ہارا ، لاج کا راکھی
اس کی محبت پر اے ناسکؔ جاسہے جتنے نیر بہالے

غرض شہادت

نوشتہ
سرکار عمدۃ العلماء
مولانا سید کلب حسین
صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ

جب ہجری سنہ ... ہوتا ہے، جب ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخ ... میں خنجر غم بن کر ہلال ذی شب اول محرم میں فلک پر ضوفگن ہوتا ہے - جب ہر سچے شیعہ کے گھر میں ماتم کی صف بچھتی ہے - لباس غم زیب جسم ہوتا ہے - ہر زن و مرد ہمہ تن مرقع غم بن کر اہلبیت رسول کی محبت کا مظاہرہ کرتا ہے - جنت کے فدائی اصحاب حسین کی طرح مظلوم پر جان فدا کرنے کی تمنا میں بے چین ہونے والے کہیں علمدار لشکر حسین کی یادگار میں علم نصب کرتے ہیں کہیں زیارت ... حسین کے ... شناق - بانس، کاغذ، لکڑی یا چاندی یا سونے سے شبیہ روضہ شہید کربلا بناکے اصل سے دور رہ کر بھی شبیہ دیکھ کر ثواب زیارت حاصل کرتے ہیں - ذکر حسین کو ہر اس انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو دل نشین اور جاذب نظر ہو - عالم کے ہر اس انسان کے جذبات انگیز ہو جس کے قلب کے کسی گوشہ میں بھی مظلوم سے ہمدردی کی لہریں پوشیدہ ہوں - انہیں ... کا اظہار کہیں روضہ خوانی کہیں کتابخوانی کہیں واقعہ خوانی اور کہیں نثر خوانی و مرثیہ ... اور سوز کی صورت ... ہوتا ہے اور اب آخر ... کے نام سے ... تک پہنچا - ... وہ بھی جو اب متروک ہیں ... آدمیوں کو معلوم بھی نہ ہوگا ...

...طریقہ کیا تھا اپنی معلومات کی حد تک میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ طرز موعظہ عام ہونے سے پہلے ہر انداز ذکر صرف فضائل و مصائب ہی میں تک مختصر تھا جس میں منافع نیکی ذوقِ سماعت بڑھانے کے واسطے لازمی سمجھی جاتی تھی۔

مگر تقریباً ایک صدی کے اندر اندر جب سے موعظہ رفتہ رفتہ ذاکری کا مختلف طرز نظر انداز کرنے لگا۔ اس وقت سے مختلف موضوع حاضرین بزم کی سماعت تک پہنچنے لگے دیگر صفت کے ساتھ کثرت ایسے ہی مضامین، روایات نقلی خطابات نکات شاعرانہ کی بھی ادب ہے۔ جو صلوات کے فلک شگن نعروں سے واعظ کے کلام کو عام پسند ہونے کی سند دیتے ہیں۔ واہ واہ کے لالچ میں سننے والوں کو یہ بھی سمجھا دیا جاتا ہے کہ صرف محبت آل محمد نجات کے واسطے کافی ہے۔ یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ایک اشک غم تمام جہنم کی آگ گل کر دے گا۔

ایک مجلس ماتم میں بیٹھ جانا جنت کا مستحق بنا دے گا مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ ھُبشّرَطھا وشرُوطھا

یہ چیزیں صرف اسی وقت پروانۂ جنت بنتی ہیں جب ان کے ساتھ ایمان ہو، وحدت ہو، رسالت، امامت، معاد، خدا کی عدالت اور تمام اصول دین کے صدق دل سے اقرار کے ساتھ فروع دین، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ، خمس اور احکام جو اعمال پر عمل بھی ہو۔ نماز کے واسطے سنی و شیعہ کا اتفاق ہے کہ یہ عبادت قبول نہ ہوگی تو ہر عمل خیر رد ہو جائے گا۔ روزہ کے واسطے یہ اہمیت ہے کہ مومن ہو، چاہے بڑا عزادار حسینؑ ہو لیکن ماہ رمضان میں تین دن بلا عذر شرعی حاکم شرع کی تنبیہ کے بعد بھی روزہ نہ رکھے تو اگر حکومت شرعی برسرکار ہو تو اس مومن کو قتل کر دو۔ حج جب واجب ہو اور وہ امکان کے باوجود بھی حج نہ کرے تو وہ آخر وقت یہودی یعنی کافر ہو کر مرے گا۔ زکوٰۃ مومن کا حق ہے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کو خدا ہرگز معاف نہ کرے گا جب تک وہ مومن معاف نہ کریں جن کا حق اس نے ادا نہیں کیا۔

خمس حق سادات و امام ہے اور یقیناً واجب ہونے کے بعد اپنے ہی مال میں تصرف کرنے والے بھی غاصب حق سادات اور غاصب حق امام ہیں جس کے معاف کرنے سے ائمہ نے انکار فرما دیا ہے۔ جو چیزیں شرع نے حرام کی ہیں ان میں بعض ایسی بھی ہیں جن کے واسطے قرآن نے نص صریح کر دی ہے کہ اگر ان کا کوئی ارتکاب کرے تو چاہے وہ مومن ہو، چاہے مسلم ہو، دوستدار اہلبیت ہو، یا عزادار حسینؑ مگر اس کی جزا جہنم کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی جیسے قتل مومن، زنا محصنہ کی سزا یہ ہے کہ سنگسار کر کے مار ڈالا جائے

اور انہی سب چیزوں کی تعلیم غرض شہادت حسینؑ تھی۔"

کربلا کا نام باقی ہے

جناب حسرت صاحب قادری حنفی غالبی (مرادآبادی)

نہ وہ منظر نہ اب حسرت فزا وہ شام باقی ہے
ستم کا اہل شر پر آج بھی الزام باقی ہے
ابھی تک علم سلامت ہے امام دین و ملت کا
ابھی معصوم اصغرؑ کا زباں پر نام باقی ہے
ابھی تک چرخ پر ہیں سرخیاں خون شہیدوں کی
ابھی تک کربلا کی روح فرسا شام باقی ہے
ابھی تک دشت کے دامن پہ تازہ خوں کے دھبے ہیں
ابھی تک سربرہنہ فطرت اسلام باقی ہے
ابھی تک کربلا کا ذرہ ذرہ مرثیہ خواں ہے
ابھی تک ظلم تیرا شمر بدانجام باقی ہے
تمہارے خون کے قطروں نے عزت بخشدی اس کو
انھیں سے سرزمین کربلا کا نام باقی ہے
مسرت کیوں ہراساں ہو خدا رب ہے اپنی
جہاں میں آج بھی مولا کا فیض عام باقی ہے

اگر ہمارے سید و سردار کی شہادت صرف اس غرض سے ہوتی کہ رونے والا کوئی بھی ہو سیدھا جنت میں جائے ۔۔ مجلس حسین میں بیٹھنے والا کسی مذہب کا پابند ہو مگر وہ نجات کا مستحق ہے ۔ وہ ملتد اراہلبیت بیشک بدکار اور تارک عبادات ہو مگر وہ ناجی ہے ۔ تو یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ امام حسین نے اپنے نانا کا دین بچانے کے واسطے کربلا کی محیر العقول فدا کاری دنیا میں پیش کی ۔ نانا نے وحدت ، رسالت معاد ۔ صفات الٰہی ، نماز ، روزہ ، حج وغیرہ ہر شے کی تعلیم دی اور بغیر اس علم و عمل کے جنت میں جانا مشکل بتا دیا ۔ مگر امام حسین نے معاذ اللہ مثل عقیدہ نصاریٰ تمام امت کے گناہوں کا فدیہ بن کر امت کو عام اجازت دیدی کہ کوئی عمل خیر نہ کرنا ۔ کسی بدکاری سے پرہیز نہ کرنا ۔ بس صرف میری عزاداری کرنا اور جنت تمہارا ہے

لا واللہ ہرگز امام حسین کی یہ تعلیم نہ تھی ان کی شہادت کی غرض صرف حفاظت اسلام تھی ، تعلیمات رسول کی بقا تھی لوگوں کو گمراہی سے بچا کر اصول و فروع کے صحیح راستوں پہ لگانا غرض حقیقی تھی ۔

ایک زمانہ میں اس ہندستان میں جو کبھی جنت نشان کہا جاتا تھا اور اب جہنم کی تصویر ہے ۔ جہاں اقتصادی تکلیفوں لوٹ مار عوام رعایا کی بداخلاقیوں ، قانون شکنیوں ۔ حکام کی ناانصافیوں ۔ حکومت کی غفلتوں اور بد انتظامیوں کی کثرت ۔ گرانی کی شدت ۔ ڈاکہ زنی ، قتل و غارت ، انسانی خون کی ارزانی ، اور پھر فرقہ پرست جماعتوں کی تبلیغی کوششوں نے ہر انسان کی زندگی موت سے بدتر بنا رکھی ہے ۔ اگر ہم اپنے مذہب کو بچا سکتے ہیں تو صرف عزاداری کی بدولت مگر نہ اس صورت سے کہ نوحہ کو نوحہ کی حد سے نکال کر مدح کی نظم بنا دیں اور اس پہ ماتم کریں مصرع یہ ہو کہ علی نے خیبر فتح کر لیا ۔ اور ہم اس پہ ماتم کر رہے ہیں نہ اس صورت سے کہ ہم صرف شق القمر اور رجعت شمس میں باریک بینیاں کریں نہ اس صورت سے کہ سوز خوانی میں بڑے بڑے گویوں کو مات کر دیں ۔ نہ اس صورت سے کہ

منبر کو تبرا بازی سے بھر کر خود اپنے بھائیوں کو مجلس سے جانے پر مجبور کر دیں ۔ بلکہ اگر اس دور میں اسلام کو بچا سکتے تو صرف یہ بتا کر کہ حسین وحدت کے سکے نہ بہ دست معتقد منازل شہادت کی وہ عظیم الشان سختیاں جن کو دنیا کا کوئی بشر برداشت نہ کر سکا صرف اس جذبے میں طے کر گئے کہ میرے خالق کا حکم یہی ہے ۔ ہر وہ مصیبت جو انسان کے

سلام

جناب طیب علی صاحب فدوی (لکھنؤ)

عاشور کی تپتی گھڑیاں ہیں اور سرور تشنہ کام بھی ہے
مظلوم کے سوکھے ہونٹوں پر دنیا کے لئے پیغام بھی ہے
وہ حسن و جوانی اکبر کی مہتاب ہو جس سے شرمندہ
صورت میں نبی ، سیرت میں علی شبیر کا یہ گلفام بھی ہے
عباس نانا کے پیکر میں انجام شہادت کیا کہیئے
ہونٹوں پہ تبسم نورانی ، آقا کا زباں پر نام بھی ہے
انصاف ذرا دیکھے تو کوئی انصاف اسی کو کہتے ہیں
پیاسے ہوں نواسے کے خوں کے نانا کا زباں پر نام بھی ہے
اے ظلم کے بانی ٹھہر ذرا اس دم تو نہ کر سر تن سے جدا
پیشانی شہ ہے سجدے میں اور لب پہ خدا کا نام بھی ہے
کیوں ٹوٹ نہیں پڑتا ہے فلک سر طشت میں کس کا ہو شہ کا
مسرور کمینہ فطرت ہے اور دست ستم میں جام بھی ہے
کر مدحت سرور آٹھ پہر صلوات بھی پڑھ اے پیاسوں پہ
اس مدح سرائی میں فدوی [illegible]

بیں صوبہبئی وغیرہ کے قریات میں بہت سے مسلمان اپنا دین بدل چکے ہیں۔ اور اس لئے کہ نام کے مسلمان اور بعض خاندانی شیعہ یوں تعلیم نسواں کے فدائی بن گئے ہیں کہ ان کو نہ زناکاری عام ہو جانے کی شرم ہے، نہ بے پردگی کی غیرت ہے۔ نہ اغوا کے عام واقعات دیکھ کر آنکھیں کھلتی ہیں نہ عورتوں کے غیر مذاہب کے ساتھ سول میرج کر لینے سے کان پر جوں رینگتی ہو بالکل سچ ہے ـــــــ

الحیاء مع الایمان

(اگر ایمان ہو تو ... شرم وحیا بھی ہوتی ہے)

اگر ایمان نہیں ... تو شرم وحیا کا خدا حافظ اس

کلیہ کے ... مطابق یہ کہنا ناگزیر ہے کہ جو بے

... حیائی برداشت کرنے پر

... خوشی آمادہ ہیں ان کا

... ایمان یقیناً کمزور

... ہے۔ آپ

... اور کبھی

... کہ

... بچوں کو

... ابتدائی اور

... گھر پلو تربیت و تعلیم

... بہت زائد ہماری عورتوں

... کی ممنون احسان ہے۔ اور

... ہے یہ قول مشہور ہے کہ ایمان

... کی زائد بقا عورتوں کے دم سے ہے

لہٰذا جب عورتیں جو دنیوی تعلیم حاصل

... غیر مذاہب سے سول میرج کرکے ایمان

... اسلام سے باہر ہو جائیں گی تو بڑی حد تک ایمان

اور اس کے ساتھ عزاداری بھی ختم ہو جائے گی اس

اس زمانہ میں عزاداری امام حسین میں وہ انداز اختیار

کئے جانا لازم ہیں جن سے غیر مذاہب متاثر ہوں یا نہ ہوں

لیکن کم از کم ہمارے ہم مذہبوں میں تعلیمات حسینی پر عمل کرنے اور

ان کے نقش پا پر چلنے کا شوق پیدا ہو۔ ہماری عورتوں میں الحمیت

...ست سے بہت بڑی خوشی سے صرف اس لئے انگیز کرلی کہ میرا اللہ راضی رہے ... ہے۔ رسول کی صداقت کا ثبوت امام حسین نے ہر اس عبادات کو کربلا میں ادا کر کے دیا جس کی تعلیم خاتم النبیین نے دی تھی۔ اور جس کو اس مظلوم اور دیگر معصومین کے علاوہ کوئی کربلا کے سے حالات میں ادا نہ کرسکا یعنی واجبات تو واجبات مستحبات بھی ترک نہ کئے جن کا تذکرہ اخبار دن کتابوں میں کر دینے سے بعض حضرات خالی شیعوں کی نظر میں قابل لعن وطعن ہو گئے۔ مذہبی امور میں یکجہتی، اتحاد، خلوص، نیت، صبر، خیت و نار، حساب کتاب ثواب وعقاب، ہر چیز میں یقین و ایمان کی وہ منزل امام حسین واصحاب حسین نے پیش کی جس سے زائد مستحکم ایمان کسی عام انسان میں ہونا ناممکن ہے۔

آج ہندستان میں یقیناً ہماری جان ومال اتنے خطرہ میں نہیں ہے جتنا ایمان خطرہ میں ہو۔ اس وجہ سے کہ حکومت لادینی ہو تو رعایا میں لا مذہبیت کا اثر آنا ضروری ہے اور اس وجہ سے کہ حکومت کا مسلک لادینی سہی مگر اکثر وبیشتر ارکان حکومت کسی نہ کسی مذہب کے معتقدات سے یقیناً متاثر ہیں جن کا اظہار کبھی نہ کبھی اور کسی نہ کسی پیرایے میں ہو جانا ناگزیر ہے اور اس لئے کہ ایک طرف عیسائی مشن دوسری طرف شدھی کے فدائی مذہب لا ... دینے پر تیار ہیں ساور اس میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں کہ ... گرد گاؤں کے علاقہ ... میں بنگال کے ... دور افتادہ ... جات



کی طرح ایمان اور عبادت اور اطاعت خالق کا جذبہ پیدا ہو۔

ہماری عورتوں اور مردوں کو سمجھنا چاہیئے کہ اگر ہم پر فاقہ گزر جائے اگر ہم فقر کی حالت میں ہوں، اگر ہم کو کہیں ملازمت نہ ملے۔ اگر دنیا ہم کو ذلیل نگاہوں سے دیکھے۔ جو کچھ بھی ہم پر مصیبت آئے تو ہر مصیبت کے بعد بھی ہماری تکلیفیں اسیرانِ اہلبیت کی تکلیفوں سے زائد کسی برابر بھی نہیں آسکتیں۔ تو کیا ان مصائب میں معاذاللہ عورات بنی ہاشم نے اپنا دین چھوڑ دیا۔ کیا عبادات الہٰی سے غافل ہو گئیں۔ کیا اپنی بے پردگی کی بدولت خاطر منظور کر لیا۔

جناب سکینہ جن کا سن تین یا سات برس کا تھا۔ جو ان عورتوں کی حد میں نہ تھیں مگر دربار یزید میں گریاں تھیں۔ یزید کے سوال پر آپ نے جواب دیا کہ وہ عورت کیوں کر نہ روئے جس کے منھ ڈھانکنے کو ذرا سا کپڑا بھی میسر نہ ہو کہ نامحرموں سے منھ چھپا سکے۔ سبق لیں شاہزادی کے ان الفاظ سے وہ جو کہتے ہیں کہ شریعت میں منھ کا پردہ لازم ہی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہماری شاہزادی منھ کھلا ہونے کا شکوہ نہ کرتیں اور یزید بھی جواب دے سکتا تھا کہ منھ کھلا ہے تو غم کیوں ہو شریعت میں تو منھ کا پردہ لازم ہی نہیں ہے۔

تو کیا جناب سکینہ کے ان بہتے ہوئے آنسوؤں کے بعد وہ عورتیں اہلبیت رسول کی سچی چاہنے والی کہی جاسکتی ہیں جو بے پردہ گھروں سے نکل جائیں۔ ہوٹلوں میں اغیار کے ساتھ گل چھرّے اڑائیں اور آخر اعزا اور رسول میرے کے عذاب میں پھنسیں اور کیا وہ مرد سچے حسین کے شیعہ ہو سکتے ہیں جو ان تمام بے حیائیوں کو خوشی برداشت کریں نہ خدا کو پہچانیں نہ رسول کو مانیں، نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں نہ عذاب و ثواب کی فکر کریں اور کیا وہ وقت مند سچے مومن کہے جاسکتے ہیں جو فروع دین کے ہر جزو سے آزاد ہوں نہ حج کریں، نہ خمس دیں، نہ زکوٰۃ ادا کریں اور پھر دوست دار اہلبیت ہونے کے مدعی ہوں

این خیال است و محال است و جنوں

تجھ سے ہو بشریت کی نہ کیوں زین حسینؑ — تو ہی تو ہے دل انسانیت کا چین حسینؑ
نہیں ہو تیری ولا جن کا فرض عین حسینؑ — لبوں پہ ان کے محرم میں ہے حسین حسینؑ

(بلجوت سرن اگروال ممتاز)

سلام

جناب شاد حسین — رضا جونپوری

دم جدال انوکھا ہے ذوالفقار کا رنگ
رواں لہو سے ٹپکتا ہے آبشار کا رنگ

اتر اتر گیا دشمن کے ہر سوار کا رنگ
ذرا بگڑ جو گیا حشر انتشار کا رنگ

نہ کیوں ہو آل محمد میں انتشار کا رنگ
خزاں سے پہلے بدلنے لگا بہار کا رنگ

وہ آ رہا ہے علم لے کے اب ترائی پر
کہ جس کے نام سے اڑتا ہو کارزار کا رنگ

مزاج غیر ہے اصغر کی بند ہیں آنکھیں
عجیب رنگ میں ڈوبا ہے گلعذار کا رنگ

بہ راہ شام میں ماتم کیا اسیروں کا
سیاہ ہو گیا اٹھتے ہوئے غبار کا رنگ

تمھیں بتاؤ جو ارشاد زندگی ہو تو
نوک کے رو میں یگر ہے نفس کے ... کا رنگ

دردِ حسینی

نتیجۂ فکر منشی خان صاحب جناب امانت حسین صاحب
درکا [illegible]
مہتمم منیرالدولہ (استیالیہ)

صحرا میں بیاباں میں پہاڑوں میں غاروں میں
[illegible] نقش نگاروں میں
[illegible] کی گرد ہے میں
حسینی [illegible] عظمت کا
اک درد [illegible] اسلام [illegible] کی دولت تھی
[illegible] ایمان کی دولت تھی
[illegible] دل میں [illegible]
عالم تھا [illegible] فضا و دنیا میں
[illegible] کی ادا و روں میں
رحمت [illegible] سجدوں کی بہاروں میں
[illegible] کی [illegible]
[illegible] بہار [illegible]
[illegible] یہ [illegible]
قانون الٰہی کے دلدادہ و متوالے

دروں میں پہاڑوں میں [illegible] میں
جنگل میں سمندر میں [illegible] ستاروں میں
اک شور کا [illegible] بلند [illegible] وفات کا
نقشہ تھا [illegible] اسلام [illegible] حرمت کا
[illegible] طاقت تھی
[illegible] فضاؤں میں
[illegible] دنیاؤں میں
[illegible] انسانی
[illegible] نگہبانی
اسلام [illegible]
اسلام کی [illegible]
[illegible] خدا نے [illegible] رضا و [illegible]
[illegible] و بلا و [illegible]

بے مثل ہے دنیا میں ثانی نہیں تیرا ہے ہاں تیری شہادت سے دنیا میں اندھیرا ہے
قدرت نے نگاہوں کو اس طرح سے پھیرا ہے اسلام کی کشتی کو آفات نے گھیرا ہے
اک خون کے دریا میں بہتے ہوئے جاتے ہیں
اور اپنے گناہوں سے ساحل نہیں پاتے ہیں

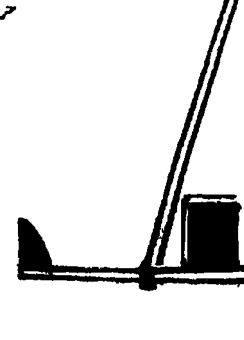
تاریخ میں عالم کی ہے ایک یہ افسانہ اسلام میں اور ایسے افعال بہیمانہ
دنیا کے لئے توڑا افسوس دین کا پیمانہ دارین کی لعنت ہوا سے سطوت شاہانہ
بکھرا ہے اسی دن سے اسلام کا شیرازہ
تا حشر بھگتنا ہے اس ظلم کا خمیازہ

شبیر کی مظلومی کا حشر بپا ہوگا ہر اشک کے قطرے میں طوفان وفا ہوگا
دنیا بھی نئی ہوگی یاد و دنیا ہوگا وقت آنے دو دیکھو تو کیا جانئے کیا ہوگا
اے ربط محرم میں یہ گریہ پیہم ہے
کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں جو رنج کا عالم ہے

سلام

(جناب سید محمد شفیع صاحب انور اجبیسی)

تدبیر سے سرور نے تقدیر بدل ڈالی آئین حکومت کی تصویر بدل ڈالی
حشر خلق قمر نکلا کب شام کے بادل سے لکھی ہوئی ماتھے کی تحریر بدل ڈالی
کٹوا دیا سر اپنا، لٹوا دیا گھر سارا یہ دورِ یزیدی کی تصویر بدل ڈالی
آفت جو پڑی سر پہ ہنس ہنس کے سہے شاہ اسطرح اٹھایا غم تاثیر بدل ڈالی
بے تیغ سپاہی نے لشکر کو رلا ڈالا اصغر نے لڑائی کی تصویر بدل ڈالی
حر خوج شقی میں تھا جب شاہ کے پاس آیا شبیر نے غیرت سے تحریر بدل ڈالی

جب ظلم تھا اے انور اب صبر ہوا الفت سے
شبیر نے عالم کی تصویر بدل ڈالی

سلام

جناب شفیع احمد خاں ولی ملیح آبادی برادر حقیقی جوش ملیح آبادی

جان دے کر گھر کی امت کے نگہباں ہیں حسینؑ
راہ میں اللہ کی شمع فروزاں ہیں حسینؑ

حامل صبر و رضا ہیں نفس قرآں میں حسینؑ
اللہ اللہ اک بہار روح ایماں ہیں حسینؑ

بلبل باغ نبی رنگ گلستاں ہیں حسینؑ
آسمان دین کے مہر درخشاں ہیں حسینؑ

دیدۂ بیدار میں اک حسن جاناں ہیں حسینؑ
دیکھنے میں یوں تو اک مظلوم انساں ہیں حسینؑ

زندگی کا آسرا بخشش کا ساماں ہیں حسینؑ
روح کی تسکین درد دل کا درماں ہیں حسینؑ

صبر میں ایوب سے بڑھ کر دکھائی جس نے بات
جس کو روتا ہے زمانہ وہ مسلماں ہیں حسینؑ

خانہ کعبہ سے بڑھ کر کربلا کو ہے شرف
نام سے اللہ کے گھر بھر سے مہماں ہیں حسینؑ

پیاس، صدمے، جاں کا خطرہ، نظر ناموس پر
پھر بھی مالک کی رضا پر دل میں خنداں ہیں حسینؑ

اس کو کہتے ہیں محبت اس کو کہتے ہیں نماز
ہے گلوئے خشک پر خنجر ثنا خواں ہیں حسینؑ

اللہ اللہ کیا طلوع صبح کا منظر کھلا
لاشۂ اکبر پہ یوں چاک گریباں ہیں حسینؑ

جس نے چاہا دل سے بیشک اس کا بیڑا پار ہے
رحمت عالم کے اک رحمت کا داماں ہیں حسینؑ

آتش دوزخ کبھی بھی ہم کو چھو سکتی نہیں
آنسوؤں میں ہیں محمد دل میں پنہاں ہیں حسینؑ

آپ کا تو غم ہے اپنے مرنے والوں سے سوا
روح میں ماتم بپا ہے دل بھی گریاں ہیں حسینؑ

سال بھر کے بعد آتے ہیں رلانے کے لئے
ہم عزاداروں میں بس کچھ دن کے مہماں ہیں حسینؑ

سب کو سمجھاتے ہیں کہتے ہیں خدا حافظ ولیؔ
روتے ہیں سارے حرم کیسے پریشاں ہیں حسینؑ

کربلا اور اُس کے ہمہ گیر تعلیمات



نوشتۂ ترجمانِ حقیقت جناب شہید صفی پوری

موضوع کی وسعت اور اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر ایک مبسوط کتاب تصنیف کی جائے۔ اس مضمون میں ہم صرف اُن اُصولوں پر روشنی ڈالیں گے جن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور جن کی مدد سے واقعۂ کربلا کے ہمہ گیر تعلیمات کا ایک خاکہ ذہن میں آجائے گا۔

کربلا کے ہمہ گیر تعلیمات کو موضوع قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ کچھ ایسے اُصولوں سے بحث کرنا ہے جو بلا استثنائے مذہب و ملت تمام قوموں کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا خطاب منکرانِ اسلام سے بھی ہے، لا مذہبوں سے بھی، اشتراکیوں سے بھی اور لاادریوں سے بھی! اس لیے اس موضوع پر مذہبی نقطۂ نظر سے کچھ لکھنے سے ممکن ہے کہ اپنے ہم مذہب افراد کی تائید و خوشنودی حاصل ہو جائے لیکن ہم اُن کو مطمئن نہیں کر سکتے جو اسلامی عقائد سے یا مذہب ہی سے منحرف ہیں۔ لہٰذا اس مضمون کو خالص علمی نقطۂ نظر کے ماتحت پیش کیا جا رہا ہے۔

امام حسینؑ کی ہمہ گیر شخصیت

واقعۂ کربلا سے تمام اقوامِ عالم کا متاثر ہونا اور امام حسینؑ کی حقانیت کا اعتراف کرنا سیرتِ حسینی کا معجزہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ افراد بھی جو مذہب کے بانی اور وجودِ الٰہی کے منکر ہیں بارگاہِ حسینی میں سرِ عقیدت خم کیے نظر آتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر امام حسینؑ کی حقانیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ساری دنیا اُنھیں متفقہ طور پر حق کا امین اور انسانیت کا [illegible]

[illegible] عقیدت حسین شناسی کے لیے ناکافی ہے

مگر دیکھنا یہ ہے کہ اقوامِ عالم کے اس متفقہ اعتراف کے بعد کہ امام حسینؑ رہبرِ انسانیت ہیں وہ کون سے موانع ہیں جن کی بنا پر "حسینیت" روحِ عمل بن کر نوعِ انسانی کی دشواریوں میں مشکل کشائی نہیں کر سکی۔ اگر وہ حسینؑ جو لا تفسدوا فی الارض کے اصول کے امانت دار ہیں، رہبرِ انسانیت ہیں تو دنیا [illegible] کی شعلہ فشانیوں سے کیوں معمور ہے؟ اگر وہ حسینؑ جو توحید و نشرِ وحدت کے بانی ہیں، رہبرِ انسانیت ہیں تو نوعِ انسانی وطنیت، قومیت اور رنگ و نسل کی تنگ نظریوں میں کیوں اسیر ہے، اور اگر وہ حسینؑ جو کردارِ انسانی کا کامل ترین مرقع ہیں رہبرِ انسانیت ہیں تو انسانیت کا دامن بد اخلاقیوں سے کس لیے آلودہ نظر آ رہا ہے۔

ماننا پڑے گا کہ اقوامِ عالم کا حسینؑ کی عظمت کا معترف ہونا کافی نہیں ہے، اُن کی حسین شناسی ایک تنگ دائرہ میں محدود ہے اور ضرورت ہے کہ ہم واقعۂ کربلا سے ایسے ہمہ گیر نتائج اخذ کریں جو شاہراہِ عمل میں ہماری ہدایت کر سکیں۔ بغیر امام حسینؑ کے تعلیمات کو سمجھے ہوئے امام حسینؑ کی ذات کا تصور ممکن نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اُن سے عملی سبق نہیں حاصل کرتے تو ہمارا اعتراف نامکمل ہے۔ امام حسینؑ کے بلند تعلیمات کی پیروی ہی اُن کی عظمت کا صحیح معنوں میں اعتراف ہے اور وہی اُن کی شہادت کا مقصد بھی ہے۔ لوگوں کا مذہب سے باغی ہونا اور امام حسینؑ کے سامنے سرِ عقیدت خم کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ عام افرادِ انسانی نے واقعۂ کربلا کو جذباتی نقطۂ نظر سے دیکھا ہے لیکن اُس روحِ عمل کا ادراک نہیں کر سکے جو کربلا والوں کے حیرت انگیز عملی کارنامہ کے پیچھے روپوش ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ حسینؑ کا پُر طاقت اعلائے حق تھا جس کی گونج آج بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں سنائی دے رہی ہے [illegible] وہ سیرتِ حسینیؑ کی بلندی تھی جسے پورے طور پر نہ سمجھنے [illegible] حسنِ سیرت کا بہترین نمونہ تسلیم کرنا پڑا ورنہ حسینؑ [illegible] عظیم المرتبت انسان کی حقیقی معرفت آسان نہیں ہے

ہمیں اقوامِ عالم کے امام حسینؑ کے ساتھ خلوصِ عقیدت کو جھٹلانا یا سبک بنانا نہیں بلکہ امام حسینؑ کی بلندی پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ جب تک ہمارے سامنے حسین شناسی کی دشواریاں نہ پیش کی جائیں گی ہماری توجہ اُن حقائق کی طرف مبذول نہ ہو گی جو ہماری نگاہوں سے روپوش ہیں اور جن سے ناواقفیت کی بنا پر ہم امام حسینؑ سے پوری پوری عقیدت رکھنے کے باوجود حسینیت کی پیروی سے قاصر ہیں۔

کردارِ حسینی کی نوعیت پر غور کرنے کی ضرورت

اقوامِ عالم امام حسینؑ کو رہبرِ انسانیت تسلیم کرتی ہیں، بایں معنی کہ متفقہ طور پر امام حسینؑ نے حق کا ساتھ دیا اور باطل کے خلاف جنگ کی۔ امام حسینؑ کو خراجِ عقیدت اس لیے پیش کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے صبر و ضبط، حزم و استقلال، پامردی و جوانمردی اور رحم و ملاطفت کی بہترین مثال پیش کی لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ محض یہ اقرار پیروی کے لیے ناکافی ہے۔ ضرورت ہے کہ کردارِ حسینی کی نوعیت پر غور کیا جائے تاکہ ہم اُن اُصولوں کو اخذ کر سکیں جو سیرتِ امام حسینؑ کی تشکیل میں کارفرما تھے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے حق کی حمایت کی اور باطل کے خلاف جنگ کی تو اس کے ساتھ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ حق و باطل کے حدود کیا ہیں۔ وہ کون سی کسوٹی ہے جس پر حق و باطل کو پرکھا جا سکے، اور حق و باطل کا ہمہ گیر معیار کیا ہے؟ اس مسئلہ کو سمجھے بغیر ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ امام حسینؑ حق پر تھے لیکن یہ نہ سمجھیں گے کہ ہم حق کی پیروی کس طرح کریں۔ اسی طرح کردارِ حسینی کی تعریف کرتے وقت جب ہم صبر و استقلال، پامردی و جوانمردی، ایثار و قربانی اور صبر و ضبط کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس سے امام حسینؑ کے ایک عالی انسان ہونے کا تصور تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا کریں کہ انھی صفات کی پیروی ہمارے لیے بھی ممکن ہو جائے۔ اس لیے کہ تمام اخلاقی قدریں اضافی ہیں بایں معنی کہ اُنھیں مخصوص حالات و اسباب ہی میں "خوشِ اخلاقی" سمجھا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ بے محل شجاعت بزدلی یا تہوّر یا بے محل ایثار ہلاکت یا بے محل سچ مفسدہ پردازی کے مذموم صفات میں تبدیل ہو جائے

صحیح ہے کہ جن حالات و اسباب میں واقعۂ کربلا رونما ہوا اُن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امام حسینؑ کا کردار حق کا معیار ہے اور اُس کے سہارے سے ہم اُن کلیات تک پہنچ سکتے ہیں جو کردارِ انسانی پر محیط ہوں لیکن محض اُن اخلاقی خوبیوں کا حوالہ دینا کافی نہیں ہے جو "حق" کی مکمل تصویر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ جو کچھ امام حسینؑ نے کیا بالکل وہی کرنا اُسی وقت حق سمجھا جاسکتا ہے جب حالات بالکل وہی ہوں جو واقعۂ کربلا کے ظہور کے وقت جمع ہو گئے تھے۔ لیکن حالات و اسباب میں تغیر واقع ہوتا رہتا ہے، ماحول بدلتا رہتا ہے۔ جن حالات میں ہم ہیں وہ مختلف ہیں، جس ماحول میں ہم ہیں وہ اور طرح کا ہے، جو خیالات ہم تک پہنچ رہے ہیں وہ بدلے ہوئے ہیں، ہر انسان اپنے ذوق، اپنے تصورات اپنے عقائد اور اپنے خیالات و رجحانات میں دوسرے سے مختلف ہے، ہر قوم اپنے خصوصیاتِ قومی کے اعتبار سے دوسری قوموں سے مختلف ہے، ہر زمانہ اپنے رجحانات کے لحاظ سے دوسرے زمانوں سے مختلف ہے، ہر ملک کے باشندے اپنے ملکی خصوصیات، اپنے رسم و رواج، اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنے توہمات و تصورات میں دوسروں سے الگ ہیں۔ پھر یہ کہ ہر شخص کا ہر فعل اپنے اسباب، نتائج حالات و ماحول کے لحاظ سے ایک مخصوص نوعیت کا حامل ہوتا ہے جسے حق کا تابع رکھنے میں بڑی زبردست قوتِ اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ان تمام اختلافات و تغیرات کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد جب غور کیا جاتا ہے کہ ایسے وہ کون سے قوانین ہو سکتے ہیں جو ان تمام گوناگوں اختلافات و تغیرات سے بالاتر ہوں تب ہمیں اُس دشواری کا احساس ہوتا ہے جو "ہمہ گیر تعلیمات" کی تلاش میں پیش آتی ہے۔

"ہمہ گیر تعلیمات" کے معنی! [illegible]

[illegible] بعد ضرورت ہے کہ تعلیمات کی ہمہ گیری کی تھوڑی سی تفصیل [illegible] بیان کر دی جائے تا کہ اُس کے حدود کا تعین ہو سکے۔

۱۔ تعلیمات کی ہمہ گیری کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ تعلیمات ایسی ہوں جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہوں اور فطرتِ انسانی سے وہ خصوصیات مراد ہیں جو تمام انسانوں میں پائے جاتے ہیں اور جن میں ملک و رنگ و نسل و رسم و رواج و تصورات و عقائد سے تبدیلی نہیں پیدا ہوتی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ وہ تعلیمات زمان و مکان سے بالاتر ہوں یعنی ہر ملک اور ہر زمانہ میں یکساں طور پر قابلِ عمل ہوں۔

جو قوانین ان دونوں خصوصیات کے حامل ہوں گے وہ غیر متغیر ہوں گے اور کردارِ انسانی کے تمام پہلوؤں پر اس طرح حاوی ہوں گے کہ پوری فطرتِ انسانیہ کی تابع ہو سکے۔

کیا ہمہ گیر کلیات کی تدوین ممکن ہے؟

کلیات کی ہمہ گیری کا مفہوم معین کرنے کے بعد ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ اس طرح کے ہمہ گیر کلیات کی تدوین ممکن بھی ہے یا نہیں۔ جن دشواریوں کی طرف ابھی مندرجۂ بالا سطور میں اشارہ کیا گیا اُن کی بنا پر اور کچھ علماء و فلاسفۂ [illegible] و روحانیین کے نظریات میں اختلافات کے باعث تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کی نظر میں محض تشکیک و تذبذب و بے یقینی ہے اس کے علاوہ ہر اُصول، ہر نظریہ اور ہر کلیہ مشکوک ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ ہمہ گیر کلیات کی تدوین کے امکان پر استدلال پیش کیا جائے۔

نتیجۂ تقابل

اِس طرف مائلِ تخریب تھی تاریکیِ شام
جلوہ گر ایک طرف عدل و محبت کا نظام
جلوۂ حق سے ہوئی ظلمتِ باطل ظاہر
ظلمتِ کفر سے روشن ہوا دینِ اسلام

(شہید سیفی پوری)

مگر کلیات کا استخراج علمی حیثیت سے ممکن ہے

قوانینِ فطرت متفقہ طور پر تمام فلاسفہ اور سائنس دانوں کے نزدیک غیر متغیر ہیں۔ اگر آگ ایک دن لکڑی کو جلائے اور ایک دن نہ جلائے تو ہم کچھ نہیں سمجھ سکتے کہ آگ کا خاصہ کیا ہے "علم" قوانینِ فطرت سے واقفیت ہی کا نام ہے اور اگر وہ متغیر ہوں تو وہ اصول جنہیں آج ہم نے منضبط کیا ہے، کل غلط ثابت ہو جائیں اور اس طرح علمی تحقیق و تجسس کا دروازہ بند ہو جائے۔ یا تو تمام علوم سے بے نیاز ہو کر یہ کہیے کہ انسان کسی بات کا علم نہیں حاصل کر سکتا اور یا پھر یہ تسلیم کیجیے کہ قانونِ فطرت غیر متغیر ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب کائنات کا ہر ذرّہ ایک اصول، ایک نظام اور ایک کلیہ کا پابند ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ انسانی فطرت کسی قانون کی قہری طور پر پابند نہ ہو۔ ضرور کوئی اصول ایسا ہونا چاہیے جس کا تمام کردارِ انسانی تابع ہو۔ وہ قوانین یا وہ فطری طاقتیں جن کی قہری اطاعت پر ہر انسان مجبور رہے "انسانی فطرت" کی پردہ کشائی کر سکتی ہیں اور اُن کے لحاظ سے تمام انسان یکساں ہیں۔

دوسری لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے ہمہ گیر فطری قوانین کی تدوین ممکن ہے جو زمان و مکان سے بالاتر ہوں اور جو فطرتِ انسانی پر حاوی ہوں۔ اور یہی دونوں شرطیں کلیات کی ہمہ گیری کے لیے ضروری تھیں۔

وہ آنکھ نہیں، تر جو محرم میں نہیں
وہ دل نہیں، مغموم جو اس غم میں نہیں
سُن کر غمِ شبیر، نہ رونے والے
ممکن ہے کہ ہوں بشر، مگر ہم میں نہیں
(احسن مارہروی مرحوم)

حیاتِ انسانی سے متعلقہ ہمہ گیر کلیات کے تصور میں دشواریاں

سائنس کے اصولوں یا علومِ صحیحہ کے کلیات میں اختلافِ خیال نہیں پایا جاتا ہے اور اگر اختلاف ہوتا بھی ہے تو تحقیق کے بعد ہونے والے انکشافات سے دُور ہو جاتا ہے لیکن اخلاق و تمدن کے ماتحت جتنے مسائل آتے ہیں اُن میں سے ہر مسئلہ پر اختلاف ہے۔ ہر مفکر کے ذہن میں نیکی اور بدی کا ایک الگ تصور ہے۔ سیاسیات کے ہر مسئلہ کے بارے میں مختلف سیاست دانوں کے خیالات مختلف ہیں۔ کوئی اخلاق و تمدن کے اصولوں کی بنیاد فلسفۂ مابعد الطبیعیات پر رکھنا ضروری سمجھتا ہے کوئی بالکل غیر ضروری۔ کوئی معاشیات ہی کے علم کو کافی سمجھتا ہے اور ہر اصول کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے اور کوئی یہ کہتا ہے کہ اخلاق و تمدن کے اصول اضافی ہیں اور اُن میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔

سائنس اور فلسفہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ جو چیز پریشانیٔ فکر اور انتشارِ ذہنی کا سبب بنی ہوئی ہے وہ سائنس اور فلسفہ کے حدود سے ناواقفیت ہے۔ انسان نے سائنس میں ترقی کی ہے اور اس ترقی نے اُس میں فخر و غرور کا جذبہ پیدا کر دیا ہے اب وہ ہر چیز کو سائنٹیفک نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہتا ہے۔ اس سائنٹیفک نقطۂ نظر کو اختیار کرنے کی فرمائش فلسفیانہ اصولوں کی تشریح کے سلسلہ میں بھی کی جاتی ہے اور اپنے نظریات کو سائنٹیفک کہہ کر اُن کی اہمیت میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ فلسفیانہ اصول اگر سائنس کے دائرہ میں آ سکتے ہوتے تو ان میں اختلاف ہی نہ ہوتا اور اگر اختلاف کو ختم کرنا ہے تو اُنھیں فلسفہ کے غیر متغیر قوانینِ حکمت ہی کی روشنی میں ختم کیا جا سکتا ہے۔ جب سائنس اور فلسفہ کے موضوع پر کچھ کہا جاتا ہے تو بہت سے افراد کے ذہنوں میں ان دونوں کا تصور اس طرح پیدا ہوتا ہے جیسے یہ

دونوں بالکل ہم پلّہ چیزیں ہوں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان دونوں کا مقابلہ کرکے کسی ایک کا دوسرے پر تفوق ثابت کیا جائے گا اور کبھی اس طرح کہ یہ دونوں چیزیں متناقض ہیں جن کا جمع ہونا محال ہے اور نتیجۃً وہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کسی کو غیر ضروری قرار دے کر دوسری کی اہمیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

اس انتشارِ فکری کا سبب یہ ہے کہ ذہنوں میں سائینس اور فلسفہ دونوں میں سے کسی ایک کا بھی واضح تصور موجود نہیں ہے۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ سائینس کیا ہے، اُس کا مقصد کیا ہے، اُس کے حدود کیا ہیں اور اُس سے فائدے کیا ہیں اور جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ فلسفہ کیا ہے، اُس کا مقصد کیا ہے اور اُس سے فائدہ کیا ہے اُس وقت تک نہ ان دونوں کا مقابلہ صحیح ہو سکتا ہے نہ ان میں سے کسی کو کسی پر فوقیت دینے کے کوئی معنی ہیں۔

قرطاسِ دینِ پاک کا مسطر حسینؑ ہے
گلزارِ مصطفےٰ کا گلِ تر حسینؑ ہے
وجہِ بقائے کون و مکاں روحِ کائنات
شمعِ جمالِ مرضیِ داور حسینؑ ہے

ڈاکٹر سید تلمیذ حسنین صاحب رضا سیتاپوری

اس موضوع پر لکھنے کے لیے سائینس کے وسیع مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ سائینس کیسے کہتے ہیں اور یہ مسئلہ سائینس نہیں بلکہ فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے۔

سائینس کے اُصولوں کی تدوین مطالعۂ فطرت پر مبنی ہے۔ دنیا کے تمام فلاسفہ اور سائینس داں کائنات میں ایک مکمل قانون کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ قانون سب کے نزدیک پُر طاقت ہے۔ سمندر میں اُٹھنے والی ہر لہر، ہواؤں میں پیدا ہونے والی ہر موج ایک فطری توانائی کی ترجمان ہے جو قانونِ فطرت کا جزو ہے۔ سائینس کا کام یہی ہے کہ وہ اُن پُر طاقت قوانین کو دریافت کرے جن کی طاقت کی نمود کائنات کے ہر ذرہ میں ہے اور اسباب و نتائج کا مشاہدہ کرکے اصول و قوانین منضبط کرے۔ فطری توانائی کی تشریح کے آگے سائینس کے حدود ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ بتانا کہ کائنات کا مقصود وجود کیا ہے؟ انسان کا مقصدِ حیات کیا ہے، انسان کے لیے کسی نظامِ زندگی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ سائینس کا کام نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں قانونِ فطرت کی حکمت کی تشریح جس پر اخلاق و تمدن کے علوم کی اساس قائم ہے۔ سائینس کے دائرہ سے خارج ہے۔

اسی طرح جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ سائینس سے انسان کو کیا فائدے حاصل ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے تمام ضروریاتِ زندگی اور لوازمِ حیات کا پورا ہونا سائینس سے واقفیت پر مبنی ہے اور اگر ہم سائینس سے واقف نہ ہوں تو نہ ہم اپنے رزق کا سامان مہیا کر سکتے ہیں نہ اسبابِ آرائش فراہم کر سکتے ہیں لیکن اس منفعت کے حصول میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سائینس ہماری رہنمائی نہیں کرتی وہ یہ تو بتا سکتی ہے کہ ایٹم (Atom) میں اس درجہ کی قوت ہے کہ وہ پہاڑ کے سینہ میں شگاف ڈال دے لیکن یہ نہیں بتا سکتی کہ اس طاقت کو ہم انسان کی بہبود کے لیے تعمیری کاموں میں صرف کریں یا اُن انسانی بستیوں پر جن میں بے گناہ مرد، بے بس عورتیں، اور معصوم بچے آباد ہیں!

معلوم ہوا کہ سائینس سے واقفیت کافی نہیں ہے اور ہمیں کسی نہ کسی نظامِ حیات کی پابندی کرنا پڑے گی جو سائینس کے صحیح استعمال کے لیے ہماری رہنمائی کر سکے اور اس سے پیدا ہونے والی تباہکاریوں کے امکانات کو ختم کر دے۔

بس جہاں سے سائینس کے حدود ختم ہوتے ہیں وہیں سے فلسفہ کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ سائینس قانونِ فطرت کی توانائی کی ترجمانی کرتا ہے، فلسفہ قانونِ فطرت کی حکمت کی۔ سائینس ثابت کرتی ہے کہ کائنات میں پسِ پردہ کسی بڑی طاقت ہستی کی قدرت کا

[illegible] ہے کہ طاقت ہستی ایک قادرِ مطلق اللہ کی ہے
[illegible] کے ساتھ حکیم اور عادل بھی ہے۔ سائنس ان
[illegible] ایک طاقت کا غیر واضح اور مبہم تصور قائم کر سکتا ہے
[illegible] کے لیے اُس طاقت کے حکیم ہونے کی تشخیص بھی ممکن ہے
[illegible] سائنس داں کو قوانینِ فطرت کے پُرطاقت ہونے کا یقین
[illegible] ایک بلند فلسفی کو قانونِ قدرت کے پُرحکمت ہونے
کا یقین ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سائنس علم کا پہلا زینہ ہے اور فلسفہ علم کی بلند ترین منزل۔ ان دونوں کا اس طرح مقابلہ کرنا چاہیے یہ دونوں ایک ہی میدان کی چیزیں ہوں صحیح نہیں ہے۔ سائنس کا کام اور ہے فلسفہ کا اور۔ اُس کے حدود الگ ہیں اس کے الگ! ان دونوں میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دے کر ایک کو اختیار کر لینا اور دوسرے کو ترک کر دینا بھی غلط۔ اس لیے کہ نہ سائنس فلسفہ کے مسائل پر روشنی ڈال سکتی ہے نہ فلسفہ سائنس کے اصولوں پر۔ بے شک فلسفہ کا مرتبہ سائنس سے بلند ہے اس لیے بھی کہ سائنس ابتدا ہے اور وہ انتہا اور اس لیے بھی کہ بغیر فلسفہ کے سائنس نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر اور مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

رہبرِ انسانیت! — امام حسینؑ آج جبکہ سائنس کا دور دورہ ہے، متمدن قومیں سائنس سے واقفیت پر فخر کر رہی ہیں، "انسانیت" اور "اخلاق و تمدن" کے اصولوں کی طرف توجہ دینا غیر ضروری اور بہتوں کے نزدیک ترقی پسندی کے خلاف ہے، ضرورت ہے کہ امام حسینؑ کو رہبرِ انسانیت کی حیثیت سے پیش کیا جائے اور اُن کے تعلیمات کی بنیاد پر تمدن کے اصولوں کی تدوین کی جائے۔ اگر اس حیثیت

مرا مولا ہے وہ جس پر عبادت ناز کرتی ہے
ولایت ناز کرتی ہے رسالت ناز کرتی ہے
وہ ہم کو عصر کے ہنگام یہ جبریل کہتے تھے
یہ وہ فدیہ ہے خود جس پر شہادت ناز کرتی ہے

(ڈاکٹر سید تلمیذ حسین صاحب سیتاپوری)

سے امام حسینؑ کی شخصیت پر نظر ڈالی جائے تو ماننا پڑے گا کہ جس فلسفۂ حیات کے وہ امین تھے اُس کے اصول ہمہ گیر حیثیت رکھتے ہیں جن کو ماننا ناگزیر ہے اور جن پر عمل کرنا نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے۔ امام حسینؑ ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ ایک بلند فلسفی کی حیثیت سے بھی قابلِ عزت ہیں اور اُن کے تعلیمات محض اس لیے قابلِ تسلیم نہیں ہیں کہ وہ پیغمبرِ خدا کے نواسے تھے بلکہ اس لیے بھی قابلِ قبول ہیں کہ اُن پر ایک ایسے فلسفۂ تمدن کی بنیاد قائم کی جا سکتی ہے جس کی مدد سے ہم اپنی عملی اور سیاسی زندگی میں ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم مختصر طور پر ذیل میں چند ہمہ گیر تعلیمات کا تذکرہ کریں گے جنھیں واقعۂ کربلا سے اخذ کیا گیا ہے۔

تصوّرِ الٰہ امام حسینؑ کا فلسفہ جس نقطے کے محور کے گرد گردش کرتا ہے وہ نقطہ 'توحید' ہے۔ سائنس کو ماننا پڑتا ہے کہ قانونِ فطرت کے پیچھے کوئی طاقت کارفرما ہے۔ لیکن امام حسینؑ نے ثابت کر دیا کہ وہ اُس قادرِ مطلق ہستی کے حکیم ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

لا ادریت اور تشکیک کی رد امام حسینؑ کو اللہ کے وجود پر جس درجہ کا یقین تھا، یقیناً اُس کے بغیر وہ اتنا بڑا کارنامہ عمل انجام نہیں دے سکتے تھے اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ لا ادریت اور تشکیک انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے اور بغیر اس سے چھٹکارا حاصل کیے ہوئے ہم اُن مسائل کا حل نہیں تلاش کر سکتے جو ہمارے سامنے درپیش ہیں۔

قانونِ فطرت پُرحکمت ہے جس طرح سائنس کی تدوین کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس اصول کو بغیر کسی ثبوت کے تسلیم کر لیں کہ کائنات میں ایک مکمل قانون موجود ہے اور ہر ذرہ

اس کا تابع ہے اُسی طرح فلسفہ کی تدوین کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سے یہ مان لیا جائے کہ قانونِ فطرت پُر حکمت ہے۔ امام حسینؑ اللہ کو حکیم مانتے تھے اور اللہ کو حکیم ماننے کے بعد قانونِ فطرت کو پُر حکمت ماننے میں کوئی دشواری نہیں واقع ہوتی۔

قانونِ فطرت کی حکمت غیر متغیر ہے جس طرح قوانینِ قدرت کو غیر متغیر مانے بغیر علم کی تدوین ممکن نہیں اسی طرح قانونِ فطرت کی حکمت کو غیر متغیر مانے بغیر فلسفہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی اسی لیے "اسلام" کو ایک ایسا قانون کہہ کر پیش کیا گیا ہے جو ہر زمانہ اور ہر ملک کے لوگوں کے لیے قابلِ عمل ہے۔

رجائیت پسندی کی تعلیم امام حسینؑ اللہ کو حکیم سمجھتے تھے انھیں قانونِ فطرت کے پُر حکمت ہونے کا یقین تھا وہ انسانی صلاحیتوں سے واقف تھے، اُنھیں علم تھا کہ نظامِ اجتماعی کی خرابیاں انسان کے جہل کا نتیجہ ہیں۔ وہ انسان کے مستقبل سے مایوس نہ تھے۔ اگر اُن کی نظر میں نوعِ انسانی کے روشن مستقبل کا تصور نہ ہوتا تو وہ کبھی اتنی بڑی قربانی اُن کی اصلاح کی خاطر نہیں کر سکتے تھے۔ نوعِ انسانی کی اصلاح کے لیے اتنا حیرت انگیز اقدام وہی شخص کر سکتا ہے جو انسان کی اعلیٰ صلاحیتوں کی طرف سے پُر امید ہو اور اُنھوں نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ نوعِ انسانی کی پستی سے کبھی یہ نتیجہ نہ نکالنا کہ اُس کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ حق کی تبلیغ کیے جاؤ ایک دن ایسا ضرور آجائے گا جب انسان حقیقی معنوں میں انسان بن جائے گا۔

امام حسینؑ کا فلسفۂ مسرت ہر انسان قوتِ جاذبہ اور قوتِ دافعہ کا تابع ہے۔ قوتِ جاذبہ کے تقاضے سے وہ زیادہ سے زیادہ کسبِ مسرت و کسبِ منفعت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور قوتِ دافعہ کے تقاضے سے تمام طرح کے نقصانات اور مضرتوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ نفع کی خواہش ہی وہ تھی جس نے عمر ابنِ سعد کو قتلِ حسینؑ پر آمادہ کر دیا اور اُس سے یہ کہلوا دیا کہ "میں جانتا ہوں کہ حسینؑ حق پر ہیں اور اُن کا ساتھ دینے میں آخرت کا فائدہ ہے لیکن وہ ادھار ہے اور حکومت ہے نقد!" انسان کے تمام اعمال کی محرک [illegible] اور جلبِ منفعت ہی کی خواہش ہوتی ہے۔ انسانی [illegible] جذبات و خواہشات کو فنا کر دینے پر نہیں بلکہ اُن کو [illegible] و پاکیزہ و عالی تر بنا دینے پر منحصر ہے۔ امام حسینؑ نے بتایا کہ مسرت حکومت و جاہ و اقتدار اور خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل میں نہیں بلکہ اُس دائمی سکون میں ہے جو حق کی پیروی کا [illegible] ممکن ہے۔ نفع اور نقصان کا جو تصور ہمارے ذہنوں میں ہے اُس کے لحاظ سے جب امام حسینؑ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مصائب و آلام میں مبتلا تھے لیکن امام حسینؑ نے چاہا کہ ہماری فطرت اتنی بلند ہو جائے کہ ہم حق کی پیروی ہی کو معیارِ مسرت بنا لیں اور محض باطل پرستی ہی کو مصیبت سمجھیں۔ امام حسینؑ نے ہمیں بتایا کہ دوستوں کی مفارقت، کڑیل جوان بیٹے کا داغ اُٹھانا، وفادار بھائی کی جدائی، اور شش ماہہ بچہ کا نشانۂ تیرِ جفا ہو جانا مصیبت نہیں ہے بلکہ حق سے منحرف ہو جانا، فاسق کی بیعت کر لینا، بے گناہوں سے ظلم و شقاوت کے ساتھ پیش آنا اور بے زبان بچہ کو محض حصولِ زر کے لیے نشانۂ ناوکِ ظلم بنا دینا مصیبت ہے۔ امام حسینؑ کی نظر میں مسرت کسی وقتی جذبہ کا نام نہیں ہے بلکہ اُس مستقل سکون کا نام ہے جو تمام آفات و مصائب سے بالاتر ہو یہاں تک کہ اگر شش ماہہ تیر کھا کر [illegible] اُگل دے؛ ماں درِ خیمہ پر منتظر ہو ۔۔۔ باپ درِ خیمہ کی طرف بڑھتے ہوں کہ ماں کو خبر کر دیں اور [illegible] پاؤں واپس آجائیں کہ کس دل سے ماں کو خبرِ مرگ [illegible] ایسے نازک وقت میں بھی نہ اللہ کا شکوہ ہو نہ دشمن کے [illegible] جذبۂ غیظ و غضب اور نہ اُس درجہ کا اضطراب [illegible] کہ مقصدِ حیات فراموش ہو جائے اور اگر زبان سے عالمِ کرب میں کچھ الفاظ نکل بھی جائیں تو وہ معیارِ تسلیم و رضا بن جائیں ۔۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون رضینا بقضائہ و تسلیماً لامرہ!

امام حسینؑ کا فلسفۂ اخلاق امام حسینؑ [illegible] بیعت اسی لیے نہیں کی کہ اسلام کے [illegible]

[illegible] پر نوعِ انسانی کی فلاح ممکن ہے اور اس [illegible] کے حصول کے لیے اُنھوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ [illegible] اس عمل سے ہم ایک ایسا ہمہ گیر اُصول اخذ کر سکتے ہیں جسے [illegible] کے تمام اعمال و افعال میں حق و باطل کا معیار قرار دیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن اُصولوں کا تحفظ ہر انسان کے لیے ضروری ہے جن پر نوعِ انسانی کی بہبودی کا دار و مدار ہے۔ انسان کی ساری بُرائیوں کا سرچشمہ جذبۂ خود کامی و خود غرضی ہے! جب اپنے نفس کی محبت کے ماتحت کوئی فعل انسان سے سرزد ہوگا تو وہ ضرور باطل ہوگا اس لیے کہ اس سے دوسروں کی حق تلفی ہوگی اور اپنے ابنائے نوع کی حق تلفی دینِ انسانیت میں سب سے بڑا جرم ہے اور جب ہم اپنے تمام افعال میں اُن اُصولوں کی پیروی کریں گے جو تمام انسانوں کے مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر منضبط کیے گئے ہیں تو اس سے نہ صرف یہ کہ ہم زیادہ سے زیادہ کسبِ مسرت کر سکیں گے بلکہ اُس مسرت سے بھی روشناس ہو سکیں گے جو اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب نظامِ اجتماعی کی بنیاد امن، آزادی، اخوت اور مساوات پر قائم ہو۔

امام حسینؑ اور اُن کا نظریۂ اجتماعیت

امام حسینؑ نے صرف تکمیلِ نفس اور علوئے فطرت کا سبق دے کر "انفرادیت" ہی پر زور نہیں دیا بلکہ "اجتماعیت" کی اہمیت واضح کر دی۔ یہ صحیح ہے کہ ہر انسان پر اپنی درستی کے فرائض عائد ہوتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ ماحول اور تمدن کی اصلاح اور ذہنی انقلاب لانے کی کوشش بھی ضروری ہے اس لیے کہ افراد جماعت کا جزو ہیں اور اُن کا کردار بہت حد تک ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ امام حسینؑ اگر محض تکمیلِ نفس ہی کو ضروری [illegible] تو کبھی یزید کے خلاف صدائے احتجاج نہ بلند کرتے [illegible] یزید کی بیعت سے انکار کر کے ایک ایسا ذہنی انقلاب [illegible] کی کوشش کی جس سے سارا معاشرہ متاثر ہوا اور جس [illegible] سماج میں بیداری کی لہر پیدا ہو گئی۔

[illegible] نے ہمیں ایک ایسا سبق دیا ہے جس پر نظامِ تمدن کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح فرد کو ذاتی مفاد کے مقابلہ میں قومی مفاد کو مقدم رکھنا چاہیے یہاں تک کہ اگر ضرورت ہو تو اپنی ذات کو اُن اُصولوں کے تحفظ کے لیے قربان کر دے جو نوعِ انسانی کے لیے مفید ہیں اُسی طرح وہ حکومت جس سے صرف ایک شخص یا محض ایک جماعت فائدہ حاصل کرے غاصب ہے۔ اُس کے اقتدار کو تسلیم کرنا باطل ہے اور اُس کے ساتھ غیر مشروط وفاداری (بیعت) حرام! البتہ وہ حکومت قابلِ احترام ہے جس کے قانون کی بنیاد اُن اعلیٰ اُصولوں پر ہو جو تمام انسانوں کے لیے مفید ہیں۔ بین الاقوامیت کے حامیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ امام حسینؑ نے "خلقِ خدا" کی اصطلاح کو تیرہ سو برس پہلے زندہ رکھا جس سے نوعِ انسانی کے ایک قوم ہونے کا واضح تصوّر پیدا ہوتا ہے اور آج بھی جبکہ دنیا متمدن اور مہذب ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے "بین الاقوامی حکومت" قائم کرنے کا محض رجحان پیدا ہو سکا ہے جو اپنے مفہوم میں "اقوام" کا تصوّر لیے ہوئے ہے۔ اگر ساری دنیا کی حکومتوں کا قانون ساری دنیا کے انسانوں کے مشترکہ مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کیا جاتا تو جنگ و فساد کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا اور اُس وقت نہ صرف یہ کہ امام حسینؑ کی ذات فرقہ بندیوں سے بالاتر ہو جاتی بلکہ نوعِ انسانی بھی رنگ و نسل و قوم و ملک کی تمام تفریقوں سے بالاتر ہو کر "حسینیت" کے جادۂ عمل پر گامزن ہو جاتی اور یہی ہے "کربلا کے ہمہ گیر تعلیمات" کا مقصد جسے نہ سمجھنے کے ہولناک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

صبر و رضا کی جنگ

(شہید صفی پوری)

تعبیرِ خوابِ صلحِ حسنؑ کربلا کی جنگ
تفسیرِ صلح بن گئی شاہِ ہدا کی جنگ
یہ صلح و جنگ طاقتِ باطل کے ساتھ تھی
امن و اماں کے واسطے صبر و رضا کی جنگ

حضرت زید شہیدؑ

(نوشتہ جناب آغا اشہر صاحب لکھنوی)

قربانی کربلا

شہید کربلا کی قربانی مذہب اسلام ہی میں نہیں بلکہ عام تاریخی حیثیت سے تمام مذاہب عالم میں بے نظیر ہے۔ دوسرے مذاہب میں بھی قربانیاں ملتی ہیں لیکن اُن کی حقانیت میں اتنے متنازع پہلو نہیں پائے جاتے جیسے بحث و مباحثہ معدوم کر ڈالے۔ اور نہ اتنے مہتم بالشان ہی ہیں کہ عالمگیر ذہنیت اُن سے متاثر ہو جائے۔ نقطۂ تاریخی نقطۂ نظر سے یہ خصوصیت واقعۂ کربلا ہی میں پائی جاتی ہے کہ جب دنیا کی کسی دوسری مذہبی قربانی کے مقابلے میں پیش کی جاتی ہے تو اُسے دھندلا کر کے رکھ دیتی ہے۔ دوسرے اس قربانی کے سوا جتنی قربانیاں ہیں وہ اپنے ماحول کی اہمیت کے اعتبار سے محدود ہو کے رہ گئی ہیں۔ برخلاف اس کے حسینی قربانی کے اثرات مابعد اور خونیں افسانے اُسے تاریخ عالم میں اور زیادہ روشناس کر دیتے ہیں۔ مثلاً سلطنت بنی اُمیہ کے خلاف مختار و ابراہیم کی جنگ جس نے زوال بنی اُمیہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا تھا اور دوسرے من چلے مجاہدین کے لئے ایک شاہراہ بنا دی تھی۔ کم اہمیت کی مالک نہیں۔ سلطنت بنی عباس کا قیام بھی اسی واقعۂ عظیمہ کا مرہون احسان ہے۔

قوم عرب جو مہمان نوازی اور جنگی عہد میں مشہور ہے اُسی طرح کینہ پروری اور قصاص گیری میں بھی رسوائے عالم ہے۔ اور یہی کریہہ جذبہ آلِ کے عام زوال کا باعث ہوا۔ بقول مسٹر امیر علی "اسلام اپنے ہی خون میں نہایا"۔

قصاص

قتل حسینؑ کے بعد مدینے میں اگر جائز قصاص قتل حضرت امام حسینؑ لینے کے سلسلے میں کسی فرد بنی ہاشم پر نظر پڑتی تھی تو وہ محمد حنفیہ کی ذات تھی جو حضرت عباسؑ کی طرح حسینؑ مظلوم کے بھائی تھے اور اپنی شجاعت و فضائل علیہ کے سبب سے مجاہدین و انصار مدینہ کی اولاد پر کافی اثر رکھتے تھے۔ لیکن مصالح نے اُنہیں مجبور کر دیا تھا۔ مشہور ہے کہ خبر قتل حسینؑ پا کے محمد ابن حنفیہ حالت حزن و اضطرار میں یہ کہہ کر مدینے سے کسی غیر معلوم مقام پر چلے گئے تھے کہ بنی اُمیہ سے جب تک قصاص خون حسینؑ نہ لے لوں گا صورت نہیں دکھاؤں گا۔ لیکن وجہ [illegible]

کوشش اپنے آپ کو اتنا قوی نہ پا سکے کہ حکومت دمشق [illegible] لہذا اُن کا عزم خفر شدہ تکمیل نہ ہو سکا۔ غور کرنے کے بعد [illegible] نظر پہنچتی ہے کہ اپنے عزم کو عملی جامہ پہنانے کی راہ میں [illegible] ایک زبردست مانع یہ امر بھی تھا کہ بنی اُمیہ کے علاوہ عبداللہ [illegible] (والی مکہ) کی طرف سے یہ خدشہ تھا کہ خود خلافت کی بنا پر [illegible] نہ ہو جائے اور دو دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑے۔ اُن کی نظر [illegible] پہنچ گئی تھی جس کا ثبوت مختار و ابراہیم کا زمانہ پیش کر [illegible]

اہمیت قتل حسینؑ

بہر حال قتل حسینؑ نے عرب کی [illegible] مذہبی تاریخ میں بے شمار ابواب [illegible] کر دیا اور اس عنوان سے کہ تاریخ عرب بغیر اس خونیں افسانہ کے [illegible] نامکمل سی معلوم ہوتی ہے۔ دور بنی اُمیہ و بنی عباس کے واقعات [illegible] ہیں کہ کسی نہ کسی صورت سے بنی ہاشم کا معاملہ سیاسیات وقت میں شامل [illegible] اُس کے بعد دیالمہ کا عہد تو خاص طور سے ممنون واقعۂ حسینؑ ہے [illegible] قیام سلطنت صفویۂ ایران وغیرہ۔

حسینؑ جذبۂ عمل میں آنا فانا جو کام کر گئے وہ [illegible] سے جتنا بھی اہم ہو کم ہے کیونکہ اُس میدان کے ہر اینٹ روڑے [illegible] لیکن اس سلسلے کے بعد کے واقعات و حادثات میں جو [illegible] اُن کے لئے گہری اور دور رس نظر کی سخت ضرورت تھی۔ [illegible] کی طرف سے صحیح مشورے بھی دیئے گئے لیکن اُس پر عمل درآمد [illegible] وجہ سے تمام مجاہدانہ جذبات کا شیرازہ [illegible] ہو گیا۔ یہی [illegible] زید ابن علی نے اپنے باپ کے بعد وارث امامت ہونے کا [illegible] مزید براں امام محمد باقرؑ اپنے بھائی سے جنگ کے خلاف [illegible] مشورہ بھی کیا۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ [illegible] علی ابن ابیطالبؑ کا قتل و [illegible] اخیر تو ہم نے حسینؑ کو [illegible]

...کر زید بن علی کسی طرح مانتے ہی نہیں تو فرمایا "جاؤ ... تم ... پر کھینچوا کر بدر رو پر لٹکائے جاؤ گے" اور یہ کہہ ... قطع تعلق کر لیا۔

نکلے تو فرمایا "میں کسی غیور انسان کے لئے ایسی ذلیل زندگی گوارا نہیں کر سکتا"۔ ہشام کے غلام سالم نے جب یہ فقرہ سُنا تو کہا اے امام زادے آج اس غیرت ریز فقرے کا سننے والا مجھ تو عرب میں کوئی نہیں دکھائی دیتا۔

...زید کی مساوات | زید بن علی اپنے

...امامت کی تقویت کے لئے ... دربار ہشام میں پہنچے ... سے سرداران بنی امیہ ... کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا دیکھ کے ... آخر میں بیٹھ گئے لوگ زید کے خلافت پہلے ہی ورانداز ہاں کر چکے تھے۔ ہشام نے ان کو ... بھی ... سخت بکر جھڑک کے جواب دیا "خاموش فرزند کرم! کیا تجھے خلیفہ بننے کا خبط سوار ہوا ہے؟"

زید نے جواب دیا "ماں ... طرف سے اگر کوئی فرزند ... پست ہو تو یہ کمی اس ... اور عظیم منزلت ... سے روک سکتی نہیں۔ ... اسمٰعیل آمّ ولد تھے ... ابراہیم کے ... رسول الله ...

خونی کفن شہید کا اکرام دیکھنا

(از جناب سید محمد احسن خاور کربلائی)

صبحِ ازل پہ چھائی ہوئی شام دیکھنا — اے مجرئی یہ گردشِ ایام دیکھنا
نامِ یزید داخلِ دشنام دیکھنا — کتنا ستم شعار ہے بدنام دیکھنا
کوثر سے اپنے پہلو میں پُر جام دیکھنا — پھر کس کی فکر کا ہے کا انجام دیکھنا
کیا کیا سہے مصائب و آلام دیکھنا — ہاں صبرِ آلِ بانیٔ اسلام دیکھنا
جو دشمنانِ آلِ نبیؐ کے محب نہیں — کیسا ہے ایسے لوگوں کا اسلام دیکھنا
باغی تھے شاہِ وقت کے یعنی یزید کے — ذاتِ حسینؑ اور یہ الزام دیکھنا
یہ تو حسینؑ جیسے ہی سرور کا کام تھا — سر دیکے سرفرازیٔ اسلام دیکھنا
پلٹا سکے جو اُس کو گوارا ہو کسطرح — ایماں کا آفتاب لبِ بام دیکھنا
زانو پہ ہے امام کے سر اک غلام کا — خونی کفن شہید کا اکرام دیکھنا
روکا تھا جس نے رستہ وہ پہلا شہید ہے — آغاز کیا تھا کیا ہوا انجام دیکھنا
فرقت میں شاہِ دیں کے یہ صغرا کا حال تھا — ہر وقت سوئے در سحر و شام دیکھنا
دیندار اُن کو کہیے گا جن کو ہوا پسند — زہراؑ کی بیٹیوں کو سرِ عام دیکھنا؟
سر کاٹ کر امام کا ہو جائے گی نماز؟ — یہ فعلِ نیک عصر کے ہنگام دیکھنا
کتنا تھا دل کا سخت خدا جانے حرملہ — تیرِ سہ پہلو حلقِ گل اندام دیکھنا
عالم یہ اہلِ بیت کا تھا راہِ شام میں — اُفتاد اک نئی سحر و شام دیکھنا
کی ظالموں نے کوششِ اطفائے نورِ حق — کیسی بُری طرح ہوئے ناکام دیکھنا
کٹ جائے سر مگر نہ غلط بات پر جھکے — نیزہ پہ حریّت کا یہ پیغام دیکھنا
خورشیدِ دیں سے پہنچی ہے ... کو روشنی — قبلہ کی سمت اُس کا تو ہے کام دیکھنا

زید نے کوفہ میں آ کے خروج کی خفیہ تیاریاں شروع کر دیں۔ ابن عساکر اپنی تاریخ میں زید بن علی کا مختصر بیان یوں دیتا ہے جس سے اُن کی قدر و منزلت صفحۂ تاریخ پر نمایاں ہو جاتی ہے۔

السیّد زید ابن | زید کے لئے علمائے وقت کی رائیں

امام زین العابدین۔ امام محمد باقرؑ کے بعد تمام اولاد ذکور میں جن کی تعداد گیارہ تک بتائی جاتی ہے سب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ بچپن ہی سے ان کے بشرے سے آثار حسن و جلالت عظمت و جلادت ظاہر ہونے لگے تھے۔ تقریباً دو ہی سال کے ہوں گے کہ حضرت محمد حنفیہ نے ایک روز ان کے چہرے پر غور کی نظر ڈالی تو بیساختہ اُن کی شہادت کی پیشین گوئی ان الفاظ میں کر دی اعیذک بالله ان تکون زید بن علی المصلوب بالعراق (المخطط)۔

... باہر سے نکل جا۔ زید نے جواب دیا۔ ... نکلوں گا۔ اے ابو عبدالملک۔ اس وقت کہ ... حقیقت سے دیکھ ... ظاہر

جوان ہوئے تو فقہ و تفسیر و حدیث و ادب عرب میں اسقدر امتیاز عظیم حاصل کیا کہ امام جعفر صادق کی مہر شہادت اُس پر ثبت ہے۔ یعنی بعض

اصحاب نے جب یہ سوال کیا کہ آپ زید بن علی بن الحسین کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جبکہ ایک گروہ اُن کو برے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ تو آنجناب نے فرمایا برئی اللہ ممن تبرّأ عمی۔ کان واللہ اقرأنا لکتاب اللہ و افقہنا فی دین اللہ۔

اُس سے خدا ہی سمجھے جو میرے عم محترم کو بُرا کہتا ہے۔ وہ کلام الٰہی کے سب سے بڑے عالم اور دین خدا کے سب سے بہتر فقیہ تھے۔

دوسری شہادت یہ ہے کہ علامہ ابو اسحٰق السبیعی اُن کے ہمعصر لکھتے ہیں "میں جب السید زید سے ملا تو اُنھیں۔ اعلم و افضل۔ فصیح اللسان عابد و زاہد اور کثیر الخیر پایا۔ مجھے تو اُن سے بہتر کوئی دوسرا خاندان علی بن ابی طالب میں نہیں ملا۔ تیسری شہادت یہ ہے کہ علامہ شعبی مورخ عرب رقم طراز ہیں۔

ما ولد النساء افضل من زید بن علی ولا افقہ ولا اشجع ولا ازھد۔ اُن کا لقب منقطع القرین (بے نظیر) اور زید الازیاد (کثیر الخیر) ہو گیا تھا۔ اور آخری شہادت اُن کے عالی مرتبت ہونے کی یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔

ارشاد حضرت امام ابو حنیفہ

"شاہدت زید بن علی کما شاہدت اہلہ۔ فما رأیت فی زمانہ افقہ منہ ولا اعلم ولا اسرع جواباً ولا ابین قولاً"

ان شواہد کی بنا پر یہ امر قابل غور ہو کہ حضرت امام محمد باقرؑ ایسے عالم علوم الٰہیہ کی موجودگی میں اس فرزند زین العابدینؑ (زیدؒ) نے عرب کے اعلیٰ علمی حلقوں میں اپنا سکہ بٹھا دیا تھا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بہرحال یہ ماننا پڑے گا کہ زید بن علی کی ذات بھی۔ افضلیت علمیہ، صداقت اسانیہ اور شجاعت ہاشمیہ کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ مرجعیت عامہ کا یہ حال تھا کہ تابعین زید بن علی کی تعداد ہزاروں تک پہونچ گئی تھی جو (ملت جعفریہ کی طرح (ملت زیدیہ) کے نام سے موسوم تھی۔ جس وقت مجمع میں خطاب فرماتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ بلبل ریاض علی بن ابی طالب چہک رہا ہو۔ اُن کا شمار کتب رجال میں شامل ثقات ہے اور ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ان سے اخذ احادیث کیا ہو۔

ملوک بنی اُمیہ اور حضرت زید

ملوک بنی اُمیہ جو ہمیشہ بنی ہاشم کے اثرات کو زائل کرنے کی فکر میں [illegible] غلطان و پیچاں رہا کرتے تھے بعد اُن کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا کہ [illegible] و عرب کی ذہنیتوں پر اپنا تسلط جمالے۔ لہٰذا تقاضہ یہ ہوا کہ زید کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روک دیا جائے۔ دربار [illegible] سے عامل مدینہ و عراق کے نام خفیہ احکام نافذ ہونے لگے کہ زید [illegible] و سکنات پر سختی سے نظر رکھی جائے اور اہل کوفہ کو سختی سے تنبیہ [illegible] زید بن علی کی صحبت میں شرکت سے باز رہیں۔ فانہ لہ لسان [illegible] من ظبة السیف و احد من شبا الاسنة۔ زید کی زبان تلوار کی دھار سے زیادہ قاطع اور نیزوں کی انی [illegible] تیز ہے۔

خروج اور انجام

آخر کو اس منچلے جوان بنی ہاشم کی امنگ [illegible] طرح دب نہ سکی اور ماہ صفر ۱۲۲ھ میں [illegible] بلند کر دیا۔ پندرہ ہزار کوفی انہیں اپنا امام تسلیم کر کے اور ان کے فرزند یحییٰ کو ان کا وارث تسلیم کر کے ہشام بن عبد الملک کے مقرر کردہ عامل عراق یوسف بن عمر الثقفی پر حملہ آور ہوئے۔ جنگ شروع ہو گئی لیکن [illegible] دنوں بعد کوفیوں نے زید بن علی سے پوچھا کہ شیخین کے بارے میں آپ [illegible] خیالات کی وضاحت کر دیجیے جنھوں نے علی بن ابیطالب کے حق خلافت [illegible] غصب کیا تھا (غالباً یہ ویسی ہی چال تھی جو جنگ صفین میں تابعین [illegible] کرنے کے لئے عمرو عاص کے مشورے سے معاویہ بن ابی سفیان نے چلی تھی [illegible] کامیاب ہوئی اور یہ بھی) معاملے کی نزاکت دیکھتے ہوئے زید نے [illegible] دینے سے انکار کیا بلکہ یوں کہا "میں بنی اُمیہ کا مقابلہ صرف [illegible] چاہتا ہوں کہ اُنھوں نے میرے دادا حسینؑ سے جنگ کر کے اُنھیں [illegible] تھا۔" اس جواب سے لوگوں کی دلجمعی نہ ہوئی دو تہائی سے کے [illegible] کھلائے اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور باقی کو آنے [illegible] اُس پر بھی یہ بہادر لڑتا رہا۔ دوران جنگ میں ایک تیر [illegible] جانب دماغ میں پیوست ہو گیا۔ جسے [illegible] سخت کرب میں [illegible] انتقال [illegible] لاش قبر سے کھدوا کر [illegible] اور جسد کو سولی پر چڑھا [illegible] ہی کہ بار بار رُخ بدلتے پر بھی [illegible] دو سال تک مصلوب رہا۔

اس درمیان میں ہشام فوت ہوگیا اور اس کا قائم مقام ولید ہوا۔ اس نے یوسف بن عمر کو لکھا کہ جسدِ زید صلیب سے اتار کر جلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لکھا ہے کہ عبد اللہ جو [illegible] کے پوتے تھے اُن سے سُنا گیا کہ حسین بن سجادؑ نے جب زید کی نعش کے مصلوب ہونے کی خبر سُنی تو سر و سینہ پیٹ لیا اور بددعا کے لئے قاضی الحاجات میں یوں دست دعا بلند کر دیئے۔ "میرے مالک! ہشام کا ملک سلب کر لے اور اُس کو زندگی میں جلا دے اور نہیں تو مرنے کے بعد۔ بارالہا! یوسف ابن عمر کو بھی جلنا نصیب ہو۔ اور ایسا شخص اُس پر مسلط ہو جو اُس پر رحم نہ کرے۔"

دعا مستجاب ہوئی۔ جب سفاح نے دمشق پر تسلط کیا تو ہشام بن عبد الملک کی لاش کو قبر سے نکلوایا۔ جو صندوق عنبر بیز میں محفوظ تھی۔ کھال کھنچوائی۔ مصلوب کیا اور جلا دیا۔ وفعل به كما فعل بزيد. جزاءً وفاقاً (الخطط المقریزی)

اور یوسف بن عمر کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے۔ جو دمشق کے دروازوں پر ٹھوکریں کھا رہے تھے۔

دلائلِ حمیری۔ میں زید بن حازم سے مروی ہے کہ میں ایک روز حضرت باقرؑ کے ہمراہ راستے سے گزرا کہ اتنے میں اُن کے بھائی زید بن علیؑ نظر پڑے۔ مجھ سے مخاطب ہو کے امامؑ نے فرمایا۔ دیکھنا یہ شخص کوفے میں خروج کرے گا اور قتل ہو گا۔ اس کا سر کوچہ و بازار میں گھمایا جائے گا۔ خدا اس کے قاتل کو [illegible] کرے!۔ اسی طرح جب امام جعفر صادقؑ کے سامنے قتل زید بن علیؑ پر شاعرانہ انداز سے حکم بن عباس الکلبی کا یہ شعر پڑھا گیا ؎

صلبنا لكم زيداً على جذع نخلة ÷ ولم أر مهدياً على الجذع يصلب

تو آپؑ نے اُس شاعر ملعون کے لئے یوں بددعا فرمائی۔ اللهم سلّط عليه كلباً من كلابك۔ کچھ عرصے کے بعد حکم بن عباس حکومت دمشق سے کوفے بھیجا گیا تھا کہ راستے میں اُسے شیر نے پھاڑ ڈالا۔ جب امامؑ کو یہ خبر پہونچی تو جبین سجدہ ریز ہوگئی۔ فرمایا الحمد لله [illegible] وعدنا۔

[illegible] علی کا

کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے زید بن علی کے سر کو کچھ عرصے تک تو باب دمشق پر آویزاں رکھا اور اُس کے بعد والیِ مصر کے پاس روانہ کیا تاکہ جامع مصر کے منبر پر نصب کر دیا جائے۔ لیکن بعض زیدیوں نے خفیہ طور سے سر کو غائب کر دیا اور دفن کر دیا۔ اُسی زمین پر مسجد محرس الخصی بنائی گئی۔ عبد الظاہر (مورخ مصری) نے لکھا ہے کہ مصر کے کمانڈر الجیوش کا لڑکا کرنل افضل حضرت زید سے حسن عقیدت رکھتا تھا غائبانہ۔ اُس کو جب معلوم ہوا کہ زیرِ مسجد سر زید بن علی مدفون ہے تو اُس مسجد کو کھلوا دیا جو زدہ حالت میں ہوگئی تھی۔ زمین کھودی گئی تو یہ عضو شریف ملا۔ محمد بن صیرفی۔ خطیب مصر فخر الدین ابو الفتوح کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ راس شریف نکالے جانے کے وقت موجود تھے۔ کاسۂ سر بہت چوڑا تھا اور وسطِ پیشانی میں ایک درہم کے برابر گہرا نشان تھا جو ان کی کثرت سجدہ پر دال تھا۔ آخر زین العابدینؑ ہی کے تو فرزند تھے اور یہ انکشاف ۵۲۵ھ میں ہوا تھا۔

افضل اُسے اپنے مسکن پر لائے۔ مشک و عنبر میں مخلوط کیا اور ایک مقبرہ عالیشان بنوا کے اُس میں سر کو سپرد خاک کیا۔ جو مصر میں مشہد راس زید کے نام سے موسوم ہے۔ اور مرجع انام خصوصاً یوم عاشورا۔ اس قبے کے گرد بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے اور (دادا اور پوتے) دونو شہیدوں کا غم منایا جاتا ہے۔ کیونکہ مرقدِ راس حسینؑ بھی مصر میں موجود ہے۔

اختتام

فرقۂ زیدیہ چونکہ امام محمد باقرؑ کو صحیح جانشین سید سجادؑ نہیں سمجھتا تھا بلکہ حضرت زید کی موافقت میں تھا۔ اس وجہ سے وہ استدلال کرتا ہے کہ امامت موروثی نہیں بلکہ عوام کو امام کے انتخاب کا حق حاصل ہے اور اُسے حضرت علیؑ کی طرح مرد میدان بھی ہونا لازمی ہو۔ یحییٰ بن زید باپ کی شکست کے بعد خراسان پہنچے اور حاکم وقت کے خلاف بغاوت کی گرفتار ہوئے اور مقتول ہوئے۔ زید بن علی کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوگئی تھی۔ ان میں سے کئی مشہور و معروف مصنف گزرے ہیں ۲۶۰ھ کے بعد سے یمن میں زیدیہ خاندان برسرِ اقتدار بھی آگیا تھا۔ اس فرقے کے ذریعے سے زیدیہ امامت ادریس کے ہاتھ آگئی جو بھاگ کر مراقش پہونچا اور نئے خاندان کا وہاں آغاز ہوا۔ اس فرقے کے لوگ ہندستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مغربی ہندوستان میں بوہروں کے درمیان بھی اس فرقے کے لوگ موجود ہیں۔ غرضکہ یہ فرقہ اب تک موجود ہے۔ حالانکہ ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔

عزمِ حسینی

(نتیجۂ فکر بلند جناب راسخ لکھنوی از پٹنہ)

لاش فرزند کی میدان سے لانے والے — تربت اصغر بے شیر بنانے والے
قوت صبر زمانے کو دکھانے والے — ڈوبتی کشتی اسلام بچانے والے
تا بہ محشر تجھے روئیں گے زمانے والے

اللہ اللہ وہ ترا عزم وہ تیری ہمت — دب گئی بادشۂ ظلم و جفا کی طاقت
ایسی طاری ہوئی کفار کے دل پر ہیبت — اٹھ گیا بزم یزیدی سے سوال بیعت
خون میں ڈوب کے اسلام بچانے والے

میت اکبر دلگیر اٹھائی تو نے — تربت اصغر بے شیر بنائی تو نے
پیاس لی چھوڑ دی دریا کی ترائی تو نے — ہاں مگر عظمت اسلام بچائی تو نے
قلعۂ کفر کی بنیاد ہلانے والے

سالک راہ رضا راہرو جادۂ دیں — ایک اک فرد ہے انگشت شہادت کا نگیں
ماسوا حق کے کسی در پہ جھکائی نہ جبیں — تیرے اصحاب سے اصحاب محمدؐ بھی نہیں
نیزۂ ظلم پہ قرآن سنانے والے

خامشی تھی علی اصغر کی تکلم کی طرح — کھلبلی تھی صف اعدا میں تلاطم کی طرح
اشک گرنے لگے ٹوٹے ہوئے انجم کی طرح — مسکرائے کوئی اصغر کے تبسم کی طرح
رُو دیئے ظلم کے طوفان اٹھانے والے

ڈوب کر خون میں پیغام وفا دیتے ہیں — تیر آتے ہیں تو سینوں کو بڑھا دیتے ہیں
تیغ اٹھتی ہے تو گردن کو جھکا دیتے ہیں — حلق کٹتا ہے تو امت کو دعا دیتے ہیں
ایسے ہوتے ہیں محمدؐ کے گھرانے والے

پست ہونے لگی جب دین خدا کی رفعت — اک جگہ جمع ہوئی کفر کی بکھری طاقت
ہو گیا سبط نبیؐ سے بھی سوال بیعت — آئی جب جادۂ پیغمبرؐ حق پہ آفت
سر ہتھیلی پہ لئے آ گئے آنے والے

تین دن شہ مع اطفال رہے تشنہ کام — عصر عاشور کو قصہ ہوا ہستی کا تمام
ہو گیا ذبح زمانے میں زمانے کا امام — جل گئے عترت اطہار پیمبرؐ کے خیام
پھر گئے آل محمدؐ سے زمانے والے

[illegible] ایک بلندی پہ شہ کون و مکاں — کہا اصغر سے کہ تم مانگ لو پانی مری جاں
[illegible]ب آب پہ کرتا کی بن کاہل کی کماں — تونے مارا بشریت کے جگر پر پیکاں
تشنگی تیرے اصغر کی بجھانے والے

قطرۂ آب میسر نہ تھا غربت ایسی — ایک لڑتا رہا لاکھوں سے شجاعت ایسی
سجدہ تلواروں کی چھاؤں میں عبادت ایسی — نہ شہید ایسا ہے کوئی نہ شہادت ایسی
روز عاشور بھرے گھر کو لٹانے والے

وہ گنہگار ہوں راقم کہ کہوں یہ کیسے — پھر بھی معبود کی رحمت پہ بھروسہ کر کے
میں بھی عرض کیا کرتا ہوں ڈرتے ڈرتے — مجھکو بھی زائر سرور کی صفوں میں لکھدے
قسمت عالم امکاں بنانے والے

غم شہ کا اثر دیکھا کئے

(جناب زاہد رضوی، حیدرآباد دکن)

مسلک شبیرؑ کو ہم جلوہ گر دیکھا کئے — دوسری قوموں کی بھی فکر و نظر دیکھا کئے
ہر زمانہ میں تڑپ کر رہ گئے احساس دل — دیکھئے اے غم شہ کا اثر دیکھا کئے
آنکھ میں آنسو بھر آئے غم سے دل پانی ہوا — چہرۂ عاشور کو اہل نظر دیکھا کئے
ہائے وہ عاشور کے سہمے ہوئے سے صبح و شام — یاس میں ڈوبے ہوئے شمس و قمر دیکھا کئے
موت وہ بھی اک جواں فرزند کی بے وقت موت — شاہ سے دیکھی نہ جاتی تھی مگر دیکھا کئے
کیا علمدار جری بھی تشنہ لب مارا گیا — شاہ سوئے نہر کیوں باچشم تر دیکھا کئے
اہل دل اصغر کی میت دیکھ کر باچشم تر — بار بار انسان کے احساس پر دیکھا کئے
[illegible] سر سجدے میں شہ نے سربلندی پائی ہے — نیزۂ خولی پہ جو سرور کا سر دیکھا کئے
[illegible] والے سپاہ شام میں شبیرؑ کو — شام کی آغوش میں گویا سحر دیکھا کئے
[illegible] سجدے رہا جو مرتے دم بھی باخبر — دو جہاں امت کو اس سے بے خبر دیکھا کئے
[illegible] سے کیا وہ لوگ واقف ہی نہ تھے — جو علیؑ کی بیٹیوں کو در بدر دیکھا کئے
[illegible] کوئی حد بھی نہ تھی شبیرؑ کے — اپنی آنکھوں اپنا ہی برباد گھر دیکھا کئے

حسینی نماز

اسلام کا اجتماعی نظام

سید اظہار عابدی صاحب۔ بھیڑہ سادات ضلع فتح پور

غالباً اسلام کا اجتماعی نظام نماز جماعت کے اصولوں پر قائم کیا گیا ہے۔ مگر ہماری قوم اس سے غافل ہو۔ ہماری مساجد ویران۔ ہماری ہزاروں بستیاں نماز جمعہ و جماعت سے محروم۔ حلال و حرام سے ناواقف معمولی معمولی مسائل ضروریہ سے نابلد۔ میرے خیال سے یقیناً یہی ہمارے تنزل، فلاکت و پریشانی کا باعث ہے۔

ایسے پرہول، و نازک دور میں جب کہ لامذہبیت کا دور دورہ ہو قہر خداوندی سے سیلاب و زلزلے آ رہے ہیں باد سموم کے تند و تیز جھونکے شجر اسلام کو فنا کر دینے کے لیے تیار ہیں۔ زبان اردو پر مسلسل ضرب کاری لگائی جا رہی ہے جس میں بدقسمتی سے ہمارا کافی مذہبی ذخیرہ ہے۔ ہماری آنے والی نسلیں اگر مذہبی عقائد اور دینی مسائل سے آگاہ نہ کی گئیں تو علاوہ دنیاوی خسارہ کے اُخروی خسارہ بھی رہے گا۔ اور پیش خدا آپ ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے۔ ایسے نازک و پرخطر زمانے میں نماز جمعہ و جماعت و موعظہ حسنہ ہمارے لیے آب حیات سے زیادہ کارآمد ہیں۔ اس کے لیے کم از کم ہر ضلع میں ایک عالم دین چیتا ز کا قیام ضروری ہو تاکہ وہ ضلع کی تمام شیعی بستیوں میں باری باری مسلسل دورہ کر کے اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید کرتا رہے اور احکام خداوندی سے آگاہی بخشتا رہے۔ تبلیغ کرنا اور دوسروں کو اپنے حلقۂ اثر میں لانا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا کہ موجودہ مومنین کے اعمال و افعال کی اصلاح ضروری ہے۔

یہ مبارک اور مفید و کارآمد تحریک ایسی نہیں ہو کہ جس کو سرسری طور پر پڑھ کر نظر انداز کر دیا جائے یا دو ایک اضلاع میں جاری کر کے ختم کر دیا جائے بلکہ ضرورت ہے کہ اس کو آل انڈیا تحریک قرار دیتے ہوئے اس بات کی کوشش کی جائے کہ اس کی ہمہ گیری اپنے پاکیزہ دامن میں ہر شیعہ بستی کو لے لے۔ علمائے کرام کے فصیح و بلیغ خطبوں، ذاکرین کی منطق و فلسفۂ قدیم و جدید میں شدہ پاپوں کی روح افزا روداد کو، لیڈران قوم کی فلک شگاف تقریروں، امید افزا اسکیموں، اہل قلم کے بلند پایہ مضامین اور شعرا کی بلند خیال نظموں سے آخر کیوں حقیقی فائدہ نہیں پہنچا۔ علمائے کرام، ذاکرین عظام، قائدین ملت، ماہرین قلم، ارباب فہم خدارا اپنے مناقشات ذاتی و صفاتی و سیاسی کو نظر انداز کر کے اپنی توجہ خاص اس طرف مبذول کریں اور غور فرمائیں کہ جس قوم میں کربلا کا ایسا سبق آموز مکمل کارنامہ ہو حسنؑ و حسینؑ جیسے رہبر کامل ہوں اس قوم میں یہ زبوں حالی و فلاکت و تنزل اور نفاق کیوں ہے۔ یہ تعلیم کامل تباہ کیوں ہو رہی ہے۔ یکم محرم سے لے کر چہلم تک بلکہ یوں کہوں کہ ہر سال تک حسینی کارناموں کے تذکرے ہم پر کیوں اثر نہیں کرتے۔

لے دے کے صدف دیدہ پُر آب رہ گیا
اندھی فغاں کے اشکوں کا سیلاب رہ گیا
تعلیم کربلا کو فراموش کر دیا!
جراٗت کو بزدلی کا ہم آغوش کر دیا
تعلیم کربلا کا کہیں تذکرہ نہیں
اُس مقصد عظیم سے کچھ واسطہ نہیں
وہ کربلا میں نعرۂ حق جو ہوا بلند
ملت نے کان اس کے لیے کر لیے ہیں بند

عشرۂ محرم رہا۔ محرم نمبر ہمارے سامنے ہے۔ سیکڑوں دل ہلا دینے والی نظمیں اور ہزاروں سبق آموز مضامین ہم پڑھتے ہیں لیکن افسوس صد افسوس ہماری قوم کی اصلاح نہ ہوئی۔ ارباب حل و عقد نے اس کا سبب دریافت کرنے کی زحمت گوارا کی؟ کبھی یہ غور کیا کہ شہادت حسینی کا اصلی مقصد کیا ہے؟ نظام عبادت خدا ہی کے لیے ایک شب کی مہلت [illegible] کہتا امام حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے [illegible]

[illegible] کا ایک فرد بھی عبادت خدا سے اس شب [illegible] یا کبھی تیر کمان خدا نے روئے زمین پر ایسی عبادت کی ہو۔ — [illegible] جب عاشور ہم کو جہاد [illegible] کے ساتھ ساتھ زندگی کا ہر شعبہ [illegible] ان بیا سبق دے گئی۔ مگر ہماری غفلت کا یہ عالم ہے وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

نماز جماعت سے غفلت کرنے والے روز عاشورہ میدان جنگ میں نماز جماعت ہوتے دیکھیں ظہر کا وقت ہے جنگ ہو رہی ہے کہ زہیر ابن قین صحابی امام [illegible] اول وقت نماز ظہر ہے دل چاہتا ہے کہ آخر وقت آپ کے پیچھے [illegible] پڑھ لوں۔ مولا نے نماز گزار ہونے کی دعا دی۔ قابل غور ہے امام کا کلام [illegible] بھوک و پیاس میں جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے صحابی کو امام جنت کی بشارت نہیں دیتے بلکہ دعا دی تو نماز گزار ہونے کی معلوم ہوتا ہے کہ نماز گزار ہونا بڑی چیز ہے نماز جماعت ایک بڑی نعمت ہے۔ کیا کہنا حسین آپکا کیسی کیسی جامع تعلیم کربلا کے میدان میں آپ دے گئے کہ دنیا جس کی مثال نہیں پیش کر سکتی۔ امام مظلوم نے نماز جماعت پڑھائی اور عجیب شان سے جس کی نظیر صفحہ ہستی پر نہیں ملتی۔ خدا رحمت نازل کرے جناب زہیر و سعید پر جنھوں نے اپنے سینوں پر تیر ظلم و ستم بڑھ بڑھ کر روکے امام کو نماز جماعت پڑھانے کا موقع دیا اور ہم کو سبق دے گئے کہ ایسے پرہول و نازک ماحول میں بھی نماز جماعت سے غفلت نہ کرنا۔ لیکن ہماری غفلت وہ پرواہی نماز جماعت سے اکثر [illegible] ہم کو دعوے ہے کہ ہم حسین کے عزادار و ماتم دار [illegible] دیکھئے نماز جماعت کو فرادیٰ نماز کا منظر بھی امام نے [illegible] دیا اور سبق دے گئے کہ دیکھو کیسی حالت میں بھی نماز سے [illegible] عصر کا وقت ہے شش ماہے مجاہد کی ننھی سی قبر بنا چکے ہیں [illegible] پر سجدہ خالق میں سر جھکا ہوا ہے اس طرح امام [illegible] ادا کی کہ آخری سجدہ میں قاتل نے سر قلم کر لیا۔

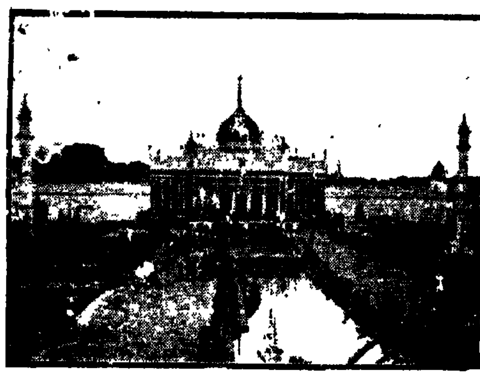
[illegible] تم نے بھی کچھ قدر عبادت پہچانی
[illegible] کو سجدوں کی [illegible]
[illegible] کی تو جب ہوتی جب خود سے [illegible] پیشانی
[illegible] کا سر تا حشر ہے سجدے [illegible]
[illegible]

اب قابل غور ہے حسین مظلوم کے ماننے والے مومنین کا طریقہ کہ ہم سے تو وہ زیادہ اوقات نماز کے پابند نظر آتے ہیں جو کہ ہم حسینؑ و عزادار حسینؑ کا مخالف کہتے ہیں آپ کو تو ناجی ہونے کا دعوے ہے تمسک اہلبیتؑ کا دم بھرنے والے ذرا غور کریں کہ نماز و روزہ و احکام خداوندی سے ان کی یہ بے اعتنائی کہاں تک درست ہے۔

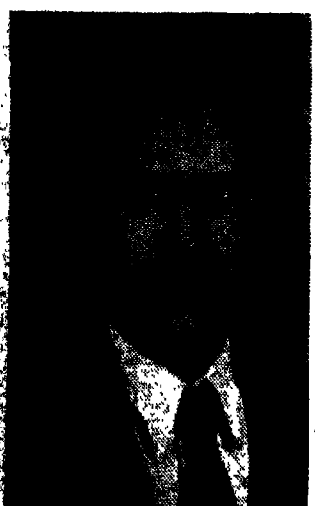
اے حسین آپ کے سجدوں کی قسم دنیا میں
ایسے سجدے نہ ہوئے ایسی عبادت نہ ہوئی

محرم کا زمانہ ہے کتنا اچھا موقع ہے ہمارے ذاکرین کرام کے لئے کہ وہ قوم کو احکام خداوندی و مسائل دینی کی طرف متوجہ کریں اس لئے کہ ان پر بڑی ذمہ داری ہے۔ شہادت حسینی کا مقصد فوت ہوتا جا رہا ہے۔ جب قوم عبادت الٰہی و احکام خداوندی روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ خمس و جہاد وغیرہ ہی سے بے بہرہ رہے گی تو آپ کی فلسفہ و منطق سے بھری ہوئی ذاکری سے کیا فائدہ۔ دوسروں کو اپنے حلقہ اثر میں لانے کی کوشش کرنا زیادہ مفید نہیں ہے۔ بلکہ موجودہ مومنین کے افعال و اعمال کی اصلاح اگر ہو جائے اور احکام خداوندی کے پابند ہو جائیں تو یہ آپکا سب سے بڑا مفید کارنامہ ہے۔ خدارا تمام مناقشات مذہبیہ و ذاتی و سیاسیہ کو نظر انداز کر کے چند لمحے اس پر صرف کر کے غور و فکر کیجیے کہ جس قوم میں کربلا کا ایسا سبق آموز کارنامہ ہو حسینؑ ایسا رہبر کامل ہو اس کی یہ زبوں حالی و تنزلی کیوں۔ توجہ کیجیے اب بھی کچھ نہیں گیا۔ سامعین آپ کے سامنے ہیں ممبر آپ کے قبضہ میں ہے۔ ہر ضلع میں ایک عالم دین کے قیام کی تجویز پیش کیجیے قوم کو خواب غفلت سے چونکائیے۔ یہی عالم دین ہر شیعی بستی کا بار بار دورہ کر کے نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ خمس و جہاد وغیرہ کے مسائل سے مومنین کو آگاہ کر کے شہادت حسینی کا اصلی مقصد پورا کرے گا تب آپ کا ہر قومی ادارہ حقیقی معنوں میں کامیاب ہوگا اور ان اصولوں کے تحت ہم دین و دنیا دونوں حاصل کر سکتے ہیں اور ہماری قوم بام ترقی پر پہونچ سکتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ عالم دین کو تنخواہ کون دے گا۔ بندہ پرور کون سی بستی ایسی ہے جو حیثیت دو عالم دین کو اچھے سے اچھا کھانا نہیں پیش کرتی رہ گیا تنخواہ وہ بھی ہر حلقہ یا ضلع کے [illegible] عالم دین [illegible] قیام [illegible] بیت المال تنخواہ [illegible] خمس و زکوٰۃ [illegible] جائے [illegible]





امام باڑہ حسین آباد مبارک

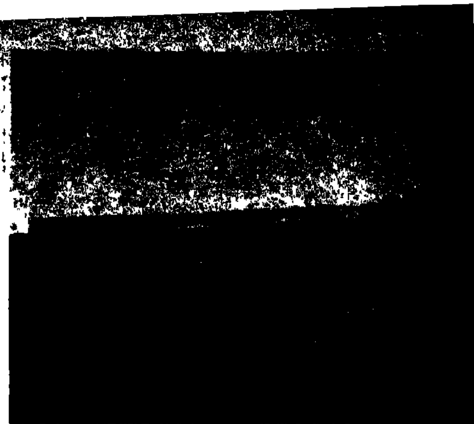


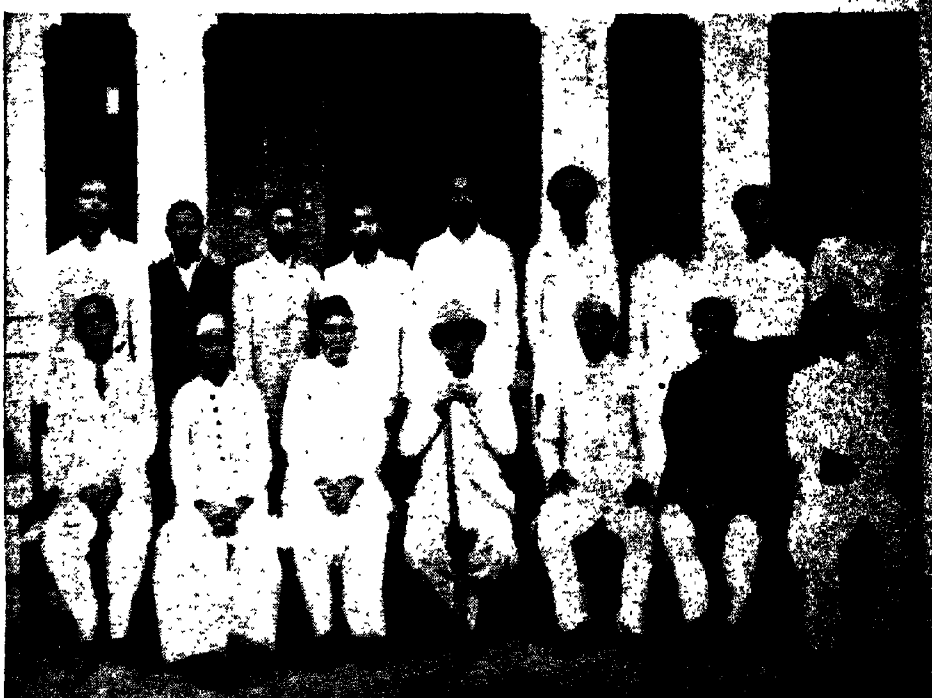
سید عسکری حسنی ایم ایس سی
ذاکر سید الشہدا [illegible]
[illegible] کلیم کی کل نسل





شاہ نجف لکھنؤ





[illegible] یادگار ہسپتال کی طرف سے ہزہائینس نوابصاحب رام پور کو عصرانہ جس میں ممدوح نے
[illegible] کے عطیہ کا اعلان فرمایا—
[illegible] رضوی ایم-ڈی پرنسپل (۲) رضی الدین حیدر ایم-اے سلیجر
[illegible] (۳) اعلیٰ حضرت نواب صاحب رامپور (۵) سید صابر حسین
[illegible] (۶) سید ظہور المصطفیٰ علیگ نائب صدر (۷) سید ضمیر حسن کاظمی صاحب—
[illegible] (۱) سید [illegible] (۲) سید [illegible] (۳) سید [illegible]
[illegible]

معجزات اور حسینؑ

نوشتہ:- جناب سید اکبر علی صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر

معجزہ اس عمل کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے انسان عاجز ہو زمانہ اور ضرورت کے لحاظ سے ہر نبی کو خداوند تعالیٰ نے مخصوص معجزے عطا فرمائے۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں سحر کا بہت زور تھا اس لئے حضرت موسیٰ نے ان کے سامنے اپنے عصا کو اژدہا بنانے کا معجزہ پیش کیا۔ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں طب کا زور تھا اس لئے حضرت عیسیٰ نے ایسے مریضوں کو اچھا کیا جن کو اس زمانے کے طبیب لاعلاج سمجھتے تھے معجزے کی غرض جو بھی ہو اسے خدا خوب جانتا ہے لیکن میری سمجھ میں ایک غرض یہ آتی ہے کہ ہر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو اپنے علم، تجربہ، قابلیت یا دانشمندی پر ناز ہوتا ہے اور اس غرور کی وجہ سے وہ کبھی دوسرے کی بات نہیں سنتے۔ وہ اپنے آگے کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے ایسے مغرور لوگوں کو نادم کرنے کے لئے خدا نے نبیوں کو معجزے اور کرامتیں مرحمت فرمائی ہیں تاکہ وہ خدا کے فرستادہ رسولوں کی تکذیب نہ کر سکیں۔ اگر حضرت موسیٰ کے زمانے کے ساحروں نے رسی کو سانپ بنا دیا تو خدا کے پیغمبر نے اپنے عصا کو ایسا اژدہا بنا دیا جو ان کے سانپوں کو نگل گیا اور ساحر خدا کے نبی پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ نے مردوں کو خلعت حیات عطا فرما کر طبیبوں کو ان پر ایمان لانے پر مجبور کر دیا۔

لیکن ہر نبی صرف ہدایت اور تبلیغ مذہب کے لئے بھیجا گیا گمراہ امت خدا کی راہ پر لگ... لیکن انسانی فطرت بھی کچھ عجیب سی واقع ہوئی ہے۔ جب تک نبی ان کے درمیان زندہ رہے وہ تعلیم ہدایت کو سنتی رہی اور جن کو خدا نے توفیق دی انھوں نے رسول کی تعلیم پر عمل بھی کیا لیکن رسول جب ان کے بیچ سے اٹھ گیا تو تعلیم کو طاق نسیان پر رکھ دیا اور معجزات و کرامات کو یاد رکھا اور بجائے تعلیم کے انہیں معجزات کو بیان کرنا دین و مذہب کی خدمت کہا۔

گوتم بدھ کی مثال سے میں اپنا مطلب واضح کرنا چاہتا ہوں۔ وہ صاحب اعجاز تھے یا نہیں تھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ اس قدر تو ماننا تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ وہ معلم اخلاق تھے۔ بس اسی کام میں انھوں نے اپنی ساری زندگی صرف کی لیکن ان کے مرنے کے بعد بدھ مذہب کے پیرو ان کی تعلیمات کو بھول گئے لیکن ان کی طرف ایسی کرامتیں منسوب کیں جو ان سے کبھی عمل میں نہیں آئیں انھیں کو بیان کر کے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں ان میں اس قدر غلو کیا گیا کہ اب کثیر تعداد بدھ مذہب والوں کی ... ہے اور یہاں کی یہ حالت ہے۔

غلام احمد قادیانی کی کرامتیں ...

رہنمائے حیات

جناب آغا حسن صاحب نجفی

(۱)

مظہر حسن ذات ہیں شبیرؑ
رہنمائے حیات ہیں شبیرؑ
ختم ہوتی ہے جو نہیں آتی
ایسی رنگین بات ہیں شبیرؑ

(۲)

خالق صد صفات ہیں شبیرؑ
حاصل کائنات ہیں شبیرؑ
جس کا جنت بدوش ہر لمحہ
ایسا راز حیات ہیں شبیرؑ

قطعہ

(از جناب صہبائی رمزی)

انسان اس ترقی ذہنی کے بعد بھی
سمجھا نہیں ہے فاطمہ کے نور عین کو
آگاہ تو ضرور ہے نام حسینؑ سے
پہچانتا نہیں ہے ابھی تک حسینؑ کو

... کی کتابوں سے کتابیں بھری پڑی ہیں تمام ...
... ایک کرامت یہاں بیان کرتا ہوں۔
... ہے کہ ایک ضعیفہ کا ایک ہی لڑکا تھا وہ کسی بیماری میں مبتلا ہوا
... ضعیفہ روتی پیٹتی خواجہ غریب نواز کے پاس آئی اور کہا کہ میرا
... بچا لیجئے۔ آپ نے فوراً ملک الموت کو پکڑ کر ان کے ہاتھ سے وہ زنبیل
... لی جس میں روحوں کو قبض کر کے وہ لئے جا رہے تھے آپ نے ان
... روحوں کو آزاد کر دیا اس طرح بڑھیا کا لڑکا
زندہ ہو گیا۔ اب خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خواجہ
صاحب اس وقت زندہ ہوتے تو ان کی ...
... اس امر سے کہتے کہ ہماری روح
ملک الموت کے چنگل سے نکل جاتی۔

مختصر یہ کہ یہ انسانی فطرت
ہے کہ وہ جب کسی معلم اخلاق
... عقیدہ رکھتی ہے تو بجائے
اس کی اخلاقی تعلیم پر
عمل کرنے اور ان کو
... ہدایت کے لئے
... سمجھنے کے
... کرامتیں
اس کی طرف منسوب کرتی ہے
اور انہیں بیان کرنے ہی کو مذہب اور دین
سمجھتی ہے۔

انسانی فطرت کی اس کمزوری سے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں
... کو پیش نظر رکھ کر رسول خدا نے خاص طور سے اس بات کی احتیاط
... اور قوموں کی طرح اصل مقصد کو نظر انداز نہ کر بیٹھیں ...
... ناجائز قرار دیا کہ میرے بعد میری تصویریں بنا کر میری پوجا
... واضح الفاظ میں فرمایا کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں فرق
... صرف اتنا ہے کہ میرے اوپر وحی آتی ہے اور تمہارے اوپر نہیں۔
... آپ خدا کی جانب سے دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے اس کا
... بلکہ اسکو اسلام کہا تاکہ دنیا شخصیت پرستی

میں پڑ کر اصل تعلیم اسلام کو بھول نہ جائے۔ مرتے وقت بھی یہی کہنا کہ قلم کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسی ہدایت چھوڑ جاؤں جس سے تم گمراہ نہ ہو۔

بعد وفات رسول ایسا ہی ہوا جس کا آپ کو اندیشہ ہوا تھا رسول خدا نے اپنی شخصیت کو اس قدر دبا دیا تھا کہ لوگ آسانی سے اسے بھول گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے کفن دفن میں بھی شریک نہ ہوئے۔ اپنی شخصیت کو دبانے کی اعلیٰ مثال حضرت علیؑ کے کردار سے ملتی ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ نے ایک دشمن خدا کو زیر کیا اور اسلام نہ لانے پر اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے لعاب دہن سے بے ادبی کی۔ اس وقت غصہ کا آنا بشری تقاضا تھا۔ لیکن آپ غصہ کو ضبط کرنے کے لئے اس کے سینے پر سے ہٹ گئے۔

خدا کے حضور میں اپنی ذات اور شخصیت کو ملحوظ رکھنا یہ حضرت علیؑ کا معجزہ تھا۔ اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے جسے ماہرین نفسیات سمجھنے سے عاجز ہیں۔

دنیا ازل سے لڑائی اور جھگڑوں کا اکھاڑہ بنی ہوئی ہے۔ اور دنیا میں اب تک جس قدر لڑائیاں ہوئی ہیں ان میں سے بہت سی محض مذہب کے نام پر ہوئیں اس لئے کہ مذہب کا بہانہ ڈھونڈ کر جنگ کرنے میں نہ صرف آسانیاں بلکہ کامیابی بھی یقینی ہوتی ہے۔ اور چونکہ اسلام کا مقصد دنیا سے فسادات کو مٹانا تھا اس لئے غیبت امام میں جہاد ایسے فریضہ کو ممنوع قرار دیا۔ جہاد کے لئے امام کی اجازت کی ضرورت ہے۔ اور امام چونکہ معصوم ہوتا ہے اس لئے وہ جہاد کی اجازت صرف اسی حالت میں دے گا جس حالت میں ایک تجربہ کار جراح پھوڑے میں نشتر اس لئے لگا کر مواد فاسد کو جسم سے خارج کر دیتا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو صرف عقیدے کی بات ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے

اس لئے وہ صرف اسی وقت جہاد کی اجازت دے گا کہ جب فساد کا اور شرارت فتنہ وں کا استیصال حیات اجتماعی اور امن کے لئے ضروری ہوگا۔ اس اعتراض کے جواب میں یہ عرض کرنا تو پڑے گا ہی کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے لیکن یہ عقیدہ حقائق پر مبنی ہے اور ان کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

صلح حدیبیہ کے وقت کفار قریش کے اعتراض پر تاریخ رسول نے صلح نامہ سے رسول کا لفظ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ مقصد رسول صرف امن قائم کرنا تھا اگر ذاتی تفوق مقصود ہوتا تو مکہ کے کفار میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔ صلح نامہ کے تحریر کی ضرورت بھی نہ پڑتی کیونکہ مسلمانوں نے خیبر اور فتح پائی تھی۔

قابو پاکر، سینے پر سوار ہوکر۔ دشمن خدا کو زیر کرکے حضرت علیؑ محض اپنے نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے چھوڑ کر الگ نہ کھڑے ہو جاتے بلکہ اسی وقت اس کا خاتمہ کر دیتے۔

لبِ فرات حضرت علیؑ تشنگی کی حالت میں بھی یہ سمجھے کہ مجھ سے زیادہ میرا قاتل پیاسا ہے اس لئے پہلے اسے شربت پلایا جائے۔

یہ عصمت کی بیّن دلیلیں ہیں۔ ایسی بے نفس ہستیاں کسی ذاتی تفوق کے لئے خوں ریزی کو پسند نہیں کرتیں۔ بے نفس ہی معصوم ہو سکتا ہے۔

غصہ کو ایسی حالت میں ضبط کرنا حضرت علیؑ کا ایک محیر العقول نفسیاتی اور اخلاقی معجزہ ہے۔ اگر مسلمان ایسے معجزات اور کرامتوں کو یاد رکھیں تو ان کو ہر قدم پر ہدایت کے سبق ملیں گے۔ کیونکہ دنیا میں کامیابی کا راز غصہ کو ضبط کرنا ہے۔ غصہ کو ضبط کرنے سے ہی کامیابی کا یقین بڑھتا ہے۔

عیسائیت کی یہ تعلیم مشہور ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک رخسار پر طمانچہ مارے تو تم اپنا دوسرا رخسار بھی دوسرے طمانچے کے لئے بڑھا دو لیکن اس مذہبی اصول کی کوئی نظیر حضرت عیسیٰ کے کردار سے نہیں ملتی جو حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا اسے حضرت علیؑ نے کر دکھایا۔

دینِ خدا حضرت محمدؐ کے بعد اور دینوں کی طرح معجزات اور کرامات کے نقشوں میں مسخ صرف اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے جس حد تک ... [illegible] اخلاق میں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ ... [illegible] اس لئے تو رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ قرآن اور میری عترت ... [illegible] سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور پھر یہ بھی مسلمانوں کو یقین دلایا کہ جو ... [illegible] تمسک حاصل کرے گا اس کو نجات ملے گی۔ چاہیے قرآن کی ... [illegible] کی تلاوت کیجئے جس میں غصہ کو ضبط کرنے کی تلقین کی گئی ہے ... [illegible] علیؑ کا مذکورالصدر واقعہ بیان کیجئے دونوں سے غصہ کو ضبط کرنے ... [illegible] فوائد حاصل ہوں گے، تعلیم قرآن اور عمل ... [illegible] گویا ایک دوسرے کے متمم ہیں۔

نام و نمود اور شہرت طلبی ایک فطری ... [illegible] کی آخری کمزوری ہوتی ہے۔ انسان کی شانِ ... [illegible] عہدہ و تفوق طلبی کے لئے ہوتی ہے اور تفوق ... [illegible] حاصل کرنے کی غرض سے انجمنیں، جماعتیں ... [illegible] وغیرہ قائم کئے جاتے ہیں۔ نئے فرقے نئی ... [illegible] اور نئے مذہب بھی اسی لئے ایجاد کئے جاتے ہیں ... [illegible] لیکن پیغمبر اسلام کے متعلق یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت محمدؐ نے اسلام کو ... [illegible] نام و نمود کے لئے ایجاد کیا تھا کیونکہ اس کا کوئی ثبوت ... [illegible] آپ کی پوری زندگی اول سے آخر تک ... [illegible]

حدیبیہ کی صلح پر جب آپ نے کفار قریش سے نرم شرائط پر صلح کرلی تو بعض اصحاب کے دل میں آپ کی رسالت پر شک پیدا ہوگیا ... [illegible] ہے شک اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ رسول منجانب اللہ ... [illegible] اسلام کی تبلیغ آپ نے خدا کے حکم سے کی تھی اپنے نام و نمود کے لئے نہیں کی تھی۔ اصحاب تو یہ سوچ رہے تھے کہ کفار قریش پر اب فتح حاصل ہوئی اس لئے ان سے جی بھر کر انتقام لینا چاہیئے ... [illegible] قتل عام ہونا چاہیئے۔ ان کے گھر بار کو مسمار کر دینا چاہیئے ... [illegible] سیاست کا مقتضا بھی تھا لیکن بجائے ایسے انتقامی اقدامات کے آپ نے کفار قریش سے دب کر صلح کرلی۔ اور صلح نامہ ... [illegible] پر رسول کا لفظ بھی کاٹ دیا۔ یہ رسول کا ... [illegible] بہترین جواب ہے کہ اسلام ... [illegible]

لمحۂ فکریہ

[illegible]

(ساحر نجمی)

…امن قائم کرتا تھا۔ اسی لئے صلح حدیبیہ میں دب کر صلح کی
…عمل آپ کے نواسے امام حسنؑ کا تھا۔ حضرت امام حسنؑ
…بلا بھی ایسے ہی تھے۔ جن سے فسادات پیدا نہ ہوں مسلمان
…نہ ہوں، علی کے دشمنان
…نکلے جائیں۔ رسول
…شن پورا ہو یعنی دنیا میں
امن اور شانتی قائم ہو جائے
یزید، جس کے متعلق
انگریز مورخ گبن یہ لکھتا ہے
کہ رسول خدا کے جانی دشمن
ابوسفیان اور ہی جگر خوارہ
ہندہ جس نے امیر حمزہ کا
…چبایا تھا اور ان کی انگلیوں
کو کاٹ کر اپنے گلے کا گلوبند
بنایا تھا ان کا پوتا مسند رسول
کا وارث اور امیر المومنین
بن بیٹھا۔ یہ شہادت حسینؑ
…دربار میں سر حسینؑ زیر
تخت رکھ کر نہایت فاتحانہ
لہجے میں کہنے لگا کہ محمدؐ نے
بنی ہاشم کی عظمت بڑھانے کے لئے اسلام کا ایک ڈھونگ
رچایا تھا جسے آج میں نے ختم کر دیا۔

یزید سے قبل کسی منافق کی یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ پیغمبر
اسلام پر اس قسم کا الزام لگاتا۔ امویوں کے دلوں کی گہرائی
میں یہ شبہہ رہا ہو مگر اس کا اظہار صرف یزید نے کیا اور اس کے
…کی جسارت صرف اس وجہ سے ہوئی کہ وہ اپنے زعم
میں یہ سمجھا تھا کہ خاندان رسالت کا ہمیشہ کے لئے دنیا سے خاتمہ
…اپنے ان خیالات کا دربار عام میں اظہار کر کے اس نے
…کو باور کرا دیا کہ گو وہ مسند رسول کا وارث، خلیفہ رسول
… بنا بیٹھا ہو لیکن درحقیقت میں اسلام کو ڈھونگ
سمجھتا ہے۔

یزید یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا اگر حسینؑ یزید
کی بیعت کر لیتے۔ یا اگر یزید دربار عام میں بعد تاراجی باغ نبی
اسلام کو ڈھونگ نہ کہتا
تو ممکن تھا کہ آج کچھ لوگ اس
سے عقیدت رکھتے۔ امام حسنؑ
کو حفاظت اسلام کے لئے
معاویہ سے صلح کرنا ہی مناسب
تھی لیکن مظلوم کربلا کیسے اس
دشمن اسلام سے صلح کر سکتے
تھے جو اسلام کو مسلمانوں کے
بھرے ہوئے دربار میں ڈھونگ
کہے۔

دنیا کا کوئی مذہب ایسا
نہیں ہے جو اپنے بانی کے بعد
معجزات و کرامات سے اندر
مسخ نہ ہو گیا ہو۔ یعنی تعلیمات
جو اصل مذہب تھیں وہ غائب
ہو گئیں اور کرامات کا تذکرہ رہ
گیا۔ حضرت امام حسینؑ نے
اپنی عدیم المثال قربانی سے اسلام کو اس مصیبت سے بچا لیا
انسانی فطرت کرامات اور معجزات بیان کرنے کے لئے ہمیشہ بے چین
رہتی ہے۔ اس لئے امام حسینؑ نے قرآن کی اخلاقی تعلیم کو عملی جامہ
پہنا کر میدان کربلا میں اخلاقی معجزہ اور کرامت کی شکل میں پیش
کیا۔ معجزہ پسند دنیا تو واقعات کربلا کو کرامات کی صورت میں
دہراتی ہے لیکن وہ ہیں عملی اخلاقی تعلیم کے اعلیٰ نمونے۔

حسینؑ مظلوم کا میدان کربلا میں ہر عمل ایک محیر العقول
معجزہ یا کرامت ہے۔ ادھر فوج کی کثرت، ادھر اصحاب
کی قلت۔ یعنی کل بہترؑ اور بہتر کی تعداد بھی اس وقت پوری
ہوتی ہے جب حضرت علی اصغر سا شیر خوار بچہ بھی شامل کر لیا جائے۔

چند مجبور، بے نوا قیدی

(شاعر دربار حسینی) جناب فخر رضوی جونپوری

عرش کے تارے جھلملاتے ہیں — اپنی نیرنگیاں دکھاتے ہیں
نعش اکبر کی شاہ لاتے ہیں — ٹھوکریں ہر قدم پہ کھاتے ہیں
سب بضاعت کو شاہ دیں کھو کر — بگڑی اسلام کی بناتے ہیں
حرملہ دیکھ! ہاشمی بچے، — تیر کھا کر بھی مسکراتے ہیں
بوسہ گاہ نبی ہو جس کا گلو — اس پہ خنجر لعیں پھراتے ہیں
آہنی بیڑیاں معاذاللہ — پاؤں عابد کے تھرتھراتے ہیں
جس کی ماں کا جنازہ شب کو اٹھے — سر برہنہ اسے پھراتے ہیں
چند مجبور، بے نوا قیدی — قصر بدعت ہلائے جاتے ہیں

فخر، شاہ زمن خدا شاہد
سارے عالم پہ چھائے جاتے ہیں

گرمی کی شدت، بچوں کا ساتھ، ان کے العطش کے نعرے، پانی کا
بند ہونا، ٹڈی دل فوج کا ہجوم اپنی موت کا یقین اس حد تک کہ
شب عاشور شمع گل کر کے اصحاب کو ساتھ چھوڑ دینے کا
موقع اس حد تک فراہم کرنا کہ میں بیعت مانگتا
ہوں اور میرا ساتھ چھوڑنے میں جان کا
خطرہ بھی نہیں ہوا ایسے پرہول [illegible]
میں کس کا قدم ٹھہر سکتا ہو
[illegible]ن کے امرا سے
اگرچہ الفاظ کو
[illegible]
تو [illegible]
ان کو
خلعت شہادت
سے سرفراز کرنے
کے لئے۔



مختصر یہ کہ واقعات کربلا کا کوئی واقعہ بھی بیان کیجئے تو بیان کرنے وقت دل و دماغ میں یہ کیفیت پیدا ہو گی کہ میں ایک معجزہ بیان کر رہا ہوں اور سننے والے بھی اسے معجزے ہی کی طرح سنیں گے لیکن اس میں تعلیمات قرآن کی عملی مثالیں ہوتی ہیں۔

رسول خدا کا اصل مقصد دنیا سے فسادات کا استیصال کر کے امن قائم کرنا تھا۔ جہاد کیا تو صرف اسی غرض سے کہ امن قائم ہو اور اس کی نوعیت بھی ہمیشہ دفاعی ہوا کی نرم شرائط پر حدیبیہ میں صلح بھی حقیقت میں امن ہی کے لئے کی۔ امام حسنؑ نے امیر معاویہ سے صلح بھی اسی غرض سے کی کہ امن قائم رہے۔

رسول خدا نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ یا زبان سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ امن عالم کا یہ بہترین نسخہ ہے۔ اگر دنیا اس پر عامل ہو جائے تو پولیس، مجسٹریٹ، ڈپٹی کمشنر، کمشنر اور عدالتوں کی ضرورت نہ ہو اور [illegible] رہے۔ ملک کا وہ روپیہ جو ان مدات میں صرف ہوتا ہے [illegible] تعمیری کاموں میں صرف کیا جائے۔ اسلام کے امن اصول [illegible] کرنے کے بعد جنگ ناممکن ہو سکتی ہے۔

قیام امن کے اس اسلامی نسخہ کو [illegible] کے نواسے نے زیر خنجر بھی پورا کیا۔

ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ زوال عصر کے وقت امام حسینؑ کی حالت بالکل اس آخری شجر کی مانند تھی جس کے سارے ساتھی چاروں طرف کٹے پڑے [illegible] چھوڑے ہوں۔ آخر وہ [illegible] بھی آیا کہ آپ گھوڑے [illegible] سے زمین پر [illegible] تشریف [illegible]

[illegible] انعام کے لالچ میں آپ کا [illegible] کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے چالیس لعین آئے لیکن دہشت کھا کر واپس گئے۔ آخر میں جب شمر آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ میرا وقت تو [illegible] ہے میں خود ہی مر جاؤں گا لہٰذا میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کر کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ دنیا میں مشہور ہو کہ میرا قاتل مسلمان تھا۔

یہ ہے حفاظت اسلام کا معجزہ، اسلام کی [illegible] کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کے اصولوں پر عمل کیا جائے [illegible]

چاہئے عمل کریں۔ پورے قرآن کی تعلیم کا مقصد صرف یہ ہو کہ دنیا میں [illegible] قائم ہو اور وہ احکام [illegible] سے کہ کسی مسلمان کے [illegible] ہاتھ سے کسی کو نقصان نہ پہنچے اس لئے مرتے وقت بھی اپنے دشمن کو عذاب در حقیقت سے بچانے کی فکر کی اور اس بات کی کوشش کی کہ کوئی ایسی مثال قائم نہ ہو جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ مسلمان نے کس کو نقصان پہنچایا۔ دم توڑتے وقت اسلامی تعلیم کی نزاکتوں کا خیال بس وہی کر سکتا ہو جسے معصوم کہتے ہیں۔

اگر اصحاب حسینؑ کو موت کا ڈر ذرا بھی ہوتا بلکہ یوں کہنا چاہئے اگر اصحاب حسین موت کے متمنی نہ ہوتے تو یزیدی کے آنے سے پہلے سب فرار کر جاتے یا شب عاشور نکل جاتے۔ شمع گل کر دینے اور بیعت اٹھا لینے کے بعد تو کوئی بھی نہ ٹھہرتا۔ صبح عاشور تیروں کی بارش کے بعد حسین کا ساتھ چھوڑ دیتے۔ سینہ سپر ہو کر حسینؑ کو نماز ظہر ادا کرنے کا موقع نہ دیتے۔ ان حقائق کی موجودگی میں یہ کہنا کہ وہ جنگلی کبوتروں کی طرح پناہ تلاش کر رہے تھے کس قدر توہین و تذلیل ہے اصحاب حسینؑ کی۔ یہ تذلیل صرف اس نظریہ کے ماتحت ہوئی کہ حسینؑ کو عام بشریت کے معیار سے سمجھنا چاہئے تاکہ عقل عام ان کے حالات کو قبول کر سکے۔

جیسا کہ حضرت علیؑ کی شخصیت کو سمجھنے میں نصیری اور خارجی دونوں دھوکا کھا گئے اسی طرح حسین کی قربانی کو صحیح طور سے نہ سمجھنے سے بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے کچھ کا عقیدہ تو [illegible] عیسائیوں کی طرح یہ ہو گیا ہے کہ حسین کی قربانی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ بس جس قدر چاہے بد اعمالی کرو حسین ہم کو بخشوا دیں گے۔ کچھ یہ سمجھے کہ حسینؑ کو بس ایک اوسط درجہ کا انسان سمجھنا چاہئے [illegible] حقیقت یہ ہے کہ حسین کا مقصد یہ تھا کہ تعلیم اسلام [illegible]

سلام

از جناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible] ناظم [illegible]

[illegible] شان ناصر باقی ہے
[illegible] ناصر باقی ہے
[illegible] نام باقی ہے
عمر ایسی کربلا والوں کی اب تک نام باقی ہے
حسینی کا وطن ہے آج تک اسلام باقی ہے
[illegible] سا ہونا
[illegible] پیغمبر [illegible] باقی ہے
[illegible] دل [illegible] باقی ہے
یہی سبب [illegible] حضرت عباس کو [illegible]
[illegible] ظفر [illegible]
ممکن نہیں [illegible] زینب نے کہا یہ اہل کوفہ سے
[illegible] آغاز کا انجام باقی ہے
یہ تھا آغاز [illegible] دیگر کو سرور
[illegible] آل امر باقی ہے
یونہی زندہ رہے یہ صاحب [illegible]

رسول اور احکامات قرآن کی تکمیل میں نے ایسی شدید مخالفت اور مصائب میں کی اسی طرح ان کی حفاظت قیامت تک کے لئے [illegible] پر واجب ہے۔

حسینؑ کی سیاست صرف یہ تھی کہ احکامات خدا [illegible] مذہب کے امنڈتے ہوئے طوفان میں یا درہم [illegible] ہو جائیں۔ میری قربانی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے [illegible] ہو جائیں اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے۔ کسی مومن [illegible] سامنے جب نماز ظہر ادا [illegible] کا واقعہ بیان کیا [illegible]

سمجھے اور اس امر پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم کو تربیت کرو اور درس گاہ کربلا سے سبق لینا چاہئے ان میں سے کتنے ہیں جو نماز کے پابند ہیں۔ نہ روئیے، نہ ماتم کیجئے، نہ سینہ زنی کیجئے اور نہ

(باقی صفحہ پر)

کمالِ معرفت آخر

جناب محمد ریاض اختر صاحب اختر
قریشی حنفی (دکندکی)

نہ کیوں تشویش ہو روح شہید راہ ایماں کو
بہایا جا رہا ہو جا بجا جب خون انساں کو
مشیت نے وہ جلوے دیدیے تھے طفل ناداں کو
کہ جس نے حشر تک روشن کیا فانوس ایماں کو
خریدا ہے مشیت نے بہ نص آیہ قرآں
سلامی اصغر معصوم کے خون رگ جاں کو
تمہاری سعی ہے مشکور نزد حق علی اصغر
ترو تازہ کیا خون گلو سے نخل ایماں کو
بہار جاوداں بخشی، بہار بے خزاں بخشی
جگر کے خوں سے تازہ کر دیا دیں کے گلستاں کو
بتا دوں آج راز گردش شام و سحر کیا ہے
ترے غم میں کیا ہے چاک فطرت نے گریباں کو
یہ سب فطرت کے آنسو ہیں شفق کے لالہ زاروں میں
کہ جس نے لیا آغوش میں خون شہیداں کو
سر اک شے کائنات دو جہاں کی نیم بسمل ہے
سکوں اب تک نہیں کونین کی نبض پریشاں کو
فراز آسماں پہ ابر کی صورت میں فطرت نے
نئی تشکیل دے دی ہے متاع چشم گریاں کو
شفق کیا ہے غم شبیر کے اشکوں کی سرخی ہے
خلش بن کر جو تڑپاتا ہے اکثر روح انساں کو
شہادت نے تری اے چشمۂ الطاف ربانی
حیات جاوداں بخشی تمہارے نسل انساں کو
مشیت ہو تری ممنوں، تری مرہون ملت ہے
بھلا دے کس طرح اختر ترے احسان و احساں کو

سلام

جناب انصار رضا صاحب رضا رضوی کیتھلی بہتی کشمیر

ستمگر جو نہیں رکھتا یہاں قرآن و عترت سے
رہے گا حشر میں محروم احمد کی شفاعت سے
در اشک عزا شبیر کا ہے بے بہا موتی
خدائے پاک ہی واقف ہے اس کی قدر و قیمت سے
ہوئیں روز نہم جب شمر اور عباس میں باتیں
جری نے یہ کہا بیزار ہوں میں تیری صورت سے
ستم ہو، ہیں سر بے بلوے میں ننگے سر وہ کہتے ہیں
چھپایا جن کو حق نے چادر تطہیر و عصمت سے
کٹا سر، لٹ گیا گھر، اور مقید ہو گئیں رانڈیں
نبی کا اللہ لا پھر بھی نہ باز آیا ہدایت سے
بتا کر کربلا والوں نے یہ اقوام عالم کو
خدا کا خوف جو رکھتے ہیں کب ڈرتے ہیں سطوت سے
رضا دشوار کیا شبیر کی مجھ پر عنایت ہو
تری امید بر آئے، مشرف ہو زیارت سے

معجزات حسین صفحہ ۶ کا بقیہ

خلاف تعلیم حاصل کیجئے، بلکہ یہ کہے جائیے کہ یہ لغو وہ مہمل، یہ فضول وہ بیکار، یہ جاہلیت، وہ بیہودگی — جب کسی قوم سے غفلت طاری ہو تو اس کے نوجوان اسی طرح کے ہذیان بکتے ہیں۔ مینا لڑکا اپنے مذہب و اس کے رسومات پر پھبتیاں کسنے لگا ہو حد درجہ افسوسناک بات ہے کہ حسین ایسی جلیل القدر ہستی اب معرض مباحثہ اور مناظرہ میں ہے، مرد کی آنکھوں پر غفلت کا ایسا پردہ پڑا کہ عورتوں کی بے حیائی ان کو نظر آتی ہے — یہ سب عمل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ تحریک عمل کے لئے حسین مظلوم بہترین نمونہ ہیں لیکن ہم نے ان کے عمل کو بھی بھلا دیا ہے صرف نام حسین باقی رہ گیا ہے ظلم و تشدد کے طوفان میں حسین نے مظلومیت کے معجزات دکھا کر اسلام کو بچا لیا ہے یہ کہتے حقیقی شیعہ ہم ہو سکتے ہیں

ایک خط — ایک تاریخ

(رشحۂ قلم: جناب قنبر رضوی بلوری صاحب متعلم ایم۔ ایس۔ سی۔ بی۔ ٹی۔ ایچ۔ شیعہ دینیات فاضل)
مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

خطوط کے آئینہ میں حقیقتوں کا انعکاس کوئی غیر معمولی بات نہیں ادیبوں نے اپنے مکتوبات میں واقعات کو قلمبند کرکے علم تاریخ کو بے لاگ فائدہ پہنچایا ہے۔

یہ ضرور ہو کہ خطوط صرف جزئیات کے حامل ہوتے ہیں اور لکھنے والا ان جزئی واقعات کو اپنے جذبات کی روشنی میں دیکھتا ہو، اپنے احساسات کے پردے پر محسوس کرتا ہو اور اپنے خیالات کے تحت تحریر میں لاتا ہو۔ لیکن ان ذاتی مظاہروں میں حقیقی تلخیاں ہوتی ہیں ان ادبی کارناموں میں لطیف اشاروں اور کنایوں کے درمیان سچے واقعات کی جھلکیاں بھی ہوتی ہیں بہر حال مکتوبات سے نہ صرف لکھنے والے کے ذاتی حالات و جذبات کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس ماحول کے اثرات اس زمانے کے نرم و گرم۔ حکومت وقت کے ظلم و کرم سب نمایاں ہوتے ہیں۔

یہ تو عام خطوط کی باتیں ہوئیں اگر بنظر عمیق جائزہ لیا جائے تو کچھ ایسے خطوط بھی ہوتے ہیں جو اپنے زمانے کی پوری تاریخ اپنے سینے میں محفوظ کئے رہتے ہیں۔ ہاں ان خطوط میں انسان کی ذہنی آزادی پورے طور پر کارفرما ہوتی ہے مظلوم فریاد، گھٹی گھٹی چیخیں، سسکتے نالے اور رکی رکی آہوں کے درمیان دبے دبے الفاظ میں رندھے گلے سے مظلوم اپنی ساری داستان دہرا دیتا ہو۔ لیکن تاریخ کے بیش بہا خزانوں میں مکتوبات کے قابل قدر دفینوں میں ایک ایسا خط بھی نظر آتا ہے جس میں یہ سب کچھ بیان کیا گیا مگر مکمل ذہنی آزادی کے ساتھ بلا خوف و خطر، نہایت بیباکی سے نہ حکومت وقت کے استبداد کا خوف نہ گروہ مخالف کی شدت و کثرت کا ڈر۔ نہ ظالم کی قوت سے مرعوب، نہ اپنی مظلومیت کے احساس سے لرزاں۔ لکھنے والے نے کھلے الفاظ میں وہ سب کچھ لکھ دیا جو اس کے خاندان کے ایک عظیم ترین فرد کے قتل کا سانحہ تھا اور کمال تو یہ ہو کہ یہ خط کسی اور کے نام نہیں بلکہ خود قاتل کے نام اس ظالم و جابر حاکم کے نام جس کے اشاروں پر مظلوموں کی گردنیں اڑا دی جاتی تھیں۔

ہم جس خط کا ذکر رہے ہیں وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے سنہ ۶۱ھ میں جناب ابن عباس نے یزید ابن معاویہ حاکم شام کو لکھا تھا۔ جناب ابن عباس کو بحیثیت راوی، محدث، مفسر، ادیب و مورخ دنیائے اسلام بخوبی جانتی ہے انھوں نے یہ خط یزید کے جواب میں لکھا تھا۔ اس مراسلت کا تذکرہ تاریخ کامل ابن اثیر میں اور خواص الامہ

نوحہ

نازک نسبت سید اشتیاق علی صاحب زیدی دھموآبادی

غم شبیرؑ نے یوں دل ہلائے
دل امنڈا اشک آنکھوں میں بھر آئے
ہوا تاراج رن میں باغ احمدؐ
عدو نے خون کے دریا بہائے
بلاکر شہ کو مہماں کربلا میں
ہزاروں ظلم اک بیکس پہ ڈھائے
تلاطم ہوگیا اہل حرم میں
علی اصغر جب آئے تیر کھائے
تمہاری ہی یہ ہمت تھی کہ اعظمؑ
ہوائے تیر کھا کر مسکرائے
پسر کی لاش سرور ڈھونڈھتے ہیں
وہ سوتے ہیں جگر پہ زخم کھائے
رسن بستہ، کھلے سر، ہائے نازکؔ
حرم یوں کربلا سے شام آئے

از سبط ابن جوزی میں کیا گیا ہو لیکن اس مراسلت کی پوری تفصیل تیسری صدی ہجری کے عظیم المرتبت مورخ احمد ابن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن الواضح الکاتب العباسی المعروف بہ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں دی ہے یعقوبی نے یوں لکھا ہے۔

۔ یزید نے ابن عباس کو لکھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ ملحد ابن زبیر نے آپ کو اپنی بیعت اور اطاعت کی دعوت دی تاکہ آپ باطل میں اس کے مددگار بنیں اور گناہ میں شریک ہوں لیکن آپ نے ہمارے ساتھ وفاداری کو خدا کی اطاعت سمجھتے ہوئے اسے نا پسند کیا اور ہماری بیعت پر قائم رہے۔ خدا آپ کو وہ بہترین جزا دے جو رشتہ کا لحاظ رکھنے والوں کو دیتا ہے۔ آپ کو اپنے خاندان میں جو شرف اور سرداری حاصل ہے اور آپ کی رسول سے جو رشتہ داری ہے اس کا لحاظ میں کسی طرح نہیں بھول سکتا۔ سب کچھ بھول جاؤں لیکن آپ کے ساتھ بہت اچھے سلوک کو کسی طرح نہیں بھول

سکتا۔ میری اطاعت اور بیعت کے متعلق آپ ... ان لوگوں پر ظاہر کرتے رہیئے جو دور دراز سے آپ ...

دو سلام

جناب حکیم عزیز احمد صاحب عزیز رضوی رکندلکھ

(۱)

یہ کس کے غم سے نسبت ہے مرے چاک گریباں کو
مرے دامن کی رنگینی سے شرم آئی گلستاں ... کو
ذرا دیکھو علی تشریف فرما ہیں سر بالیں
فرشتو! قبر میں کیا پوچھتے ہو میرے ایماں کو
مرے اشکوں کے آگے آبرو کیا عقد پروین کی
کہ اس ارزانی سے نسبت نہیں کچھ جنس ارزاں کو
اٹھائے جاتے ہیں لاشوں پہ لاشے روز عاشورہ
مرتب کر رہے ہیں شاہ دیں فرد شہیداں کو
عزیز اس بزم ہستی کی فضا ساری مکدر ہے
کہیں دھبہ نہ آجائے بچائے رکھنا داماں کو

(۲)

سلامی طبع موزوں ہو رقم کچھ ایسے عنواں سے
کہ استنباط ہو ہر شعر کا آیات قرآں سے
یہ دین مصطفیٰ اے کربلا غرقاب ہو جاتا
بچا کر لے گیا اک ناخدا کشتی کو طوفاں سے
کریں گے رہنمائی اشک میری حوض کوثر تک
گیا ہے راستہ سب صاف یہ غم کے میداں سے
ہوئی جب قطع منزل دل بھر آیا غم سے عابد کا
لپٹ کر روئے چھالے پاؤں کے خار بیاباں سے
بہر صورت وہ اصغر ہوں کہ اکبر ایک صورت ہیں
ملا کر دیکھ لو چاہے کسی صورت کو قرآں سے
عزیز اشک غم سرور نصیری کہہ گیا جنت میں ... سے

...ں کو تیری اطاعت کے لئے آمادہ کروں اور ابن زبیر
...کہنے سے روکوں تو اس میں میرے لئے کوئی دلچسپی اور
...نہیں ہے۔ تیرے منہ میں خاک تو ہی تو ہے جس نے
...حسین ابن علیؑ کو قتل کیا۔
...تو نے یہ آرزوئیں مجھ سے وابستہ کر رکھی ہیں تو یہ
...کا پھیرنا ہے خدا تیرا برا کرے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں
...اولاد عبدالمطلب کے جوانوں کو جو تاریکی میں چراغ
...روشنی دیتے تھے، بلندیوں پر ستارے معلوم
...تیرا قتل کرنا بھول گیا ہوں۔ تیری فوج نے
...آن کی ایک ایک کے کپڑے اتار لئے کفن تک نہ
...خاک پر چھوڑ دیا۔ صحرا کی گرد ان کے جسم
...پڑتی رہی اور تیری حیوان نما فوج ان
...کو پارہ پارہ کرتی رہی۔ یہاں تک
...نے ایک قوم کو مقرر کیا جو ان
...دنیا میں شریک تھی اس نے
...انہیں کفن دیا۔

...میری وجہ سے اور آل رسول کی وجہ سے تو نے عزت
...اور تجھے یہ جگہ حاصل ہوئی۔ کیا یہ نہ بھولوں گا کہ تو نے حسین اور ان کے
...خاندان پر ایک ابن بداصل کو مسلط کیا جو ماں باپ دونوں کی طرف سے
...کمینہ ہے۔ تیرے باپ (معاویہ) نے اس کے باپ (زیاد) کو اپنے نسب
...سے ملحق کر کے اپنے باپ (ابوسفیان) کو دنیا اور آخرت میں رسوا اور ذلیل
...ذلیل کیا۔ رسول کی حدیث ہے کہ اولاد اس کے ساتھ منسوب کی
...جائے جس کے نکاح میں ہو اور زناکار کو سنگسار کرنا چاہئے۔ عبیداللہ
...(زیاد) کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر جس طرح ہونہار
...اپنے پاکباز باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ تیرے باپ نے
...جہالت کی وجہ سے رسول کی سنت کو تباہ کیا اور بدعت اور
...کو جو گمراہ کن ہیں جان بوجھ کر زندہ کیا۔
...بھول جاؤں تو یہ نہ بھول سکوں گا کہ حسینؑ کو رسول
...حرم سے نکلوا دیا۔ اور ان کو تکلیف پہنچانے کے لئے تو نے خدا
...آدمی مقرر کئے۔ وہ مکہ سے خوف زدہ ہو کر اور خطا سے

امیہ کا فکر تھے۔ وہ مکہ کے پرانے اور نئے باشندوں میں مکہ والوں کو سب
سے زیادہ عزیز تھے۔ مکہ اور مدینہ میں ان کی اطاعت سب سے زیادہ
کی جاتی تھی۔ انہوں نے مکہ اور مدینہ چھوڑا وہاں جنگ پسند نہ کی
اس لئے کہ انہوں نے ان مقامات کی اہمیت کو محسوس کیا جس کی تو نے
پروا نہ کی حسین کو حرم (کعبہ) میں قتل کرنے کے لئے تو نے
خفیہ آدمی مقرر کر دیئے۔ ابن زبیر نے بھی حرم کی
توہین کی پروا نہ کی۔ جب حسین نے تیرا یہ
خیال دیکھا تو عراق چلے گئے کیونکہ
کعبہ سے جنگ نہیں
چاہتے تھے
مگر قضائے الٰہی میں
جو گزرنا تھا وہ ہوا
پھر تو نے ابن مرجانہ (ابن زیاد)
کو لکھا کہ حسین کو محاصرے میں
لے لو اور تو نے یہ بھی لکھا کہ جلدی
سے کام لو۔ اور ان کو اور ان کے
خاندان کو (جنہیں اللہ نے ہر عیب سے
پاک رکھا تھا) قتل کرنے کا حکم دیا۔
گدھوں کی طرح سخت دل رکھنے والے
تیرے ... ادب اسلاف کی طرح ہم نہیں ہیں پھر حسین
نے صلح چاہی اور واپسی کی خواہش کی اس وقت تم نے ان کے
ساتھیوں کی کمی کو غنیمت جانا اور ان کے خاندان کو برباد کرنے کا
موقع دیکھا تو نے انہیں یوں قتل کیا جیسے ترکوں اور کافروں کو۔
مجھے تیری اس خواہش سے زیادہ کوئی تعجب خیز بات
نہ معلوم ہوئی کہ میں تجھ سے محبت کروں اور تیری مدد کروں۔ حالانکہ تو نے
میرے دادا کی اولاد کو قتل کیا۔ تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے
تجھ پر میرا خون ہے، خدا نے چاہا تو میرا خون ضائع نہ جائے گا۔ اگر
تو نے دنیا میں ہمارا خون رائیگاں کیا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہم
سے پہلے انبیاء اور ان کی اولاد کو قتل کیا گیا خدا نے وعدہ کا ایک
دن مقرر کر رکھا ہے مظلوم کو خدا کے سوا کسی مددگار کی ضرورت

[illegible]

دیکھا کہ دینِ حق پر اب آنچ آ رہی ہے
بیٹھے ہاتھ کھینچا مرنے کی آرزو کی
اے فخر نوعِ انساں اے کربلا کے پیاسے
چھلکی گی تا قیامت سرخی ترے لہو کی

کرار دہلوی

وہ ظالموں سے بدلا لینے کے لئے کافی ہے۔ تو اترا نہیں۔ اگر آج تو ہم پر کامیاب ہو گیا۔ سنو! ہم بھی تجھ پر ایک دن فتح یاب ہوں گے۔

تو نے لوگوں کو یہ دکھانا چاہا کہ ہم پر غالب آگیا اور تو نے ہم پر حکومت کر لی لیکن اگر میں تجھے اپنے ہاتھ سے زخمی نہ کر سکا تو میں اپنی زبان سے تجھے کاری زخم لگاؤں گا۔ تیری حکومت سے انصاف اٹھ گیا۔ رسول کی عترت کے قتل کے بعد خدا تجھے بہت کم مہلت دے گا اور تجھے سخت گرفت میں لے گا اور تجھے دنیا سے گنہگار اور رسوا اٹھائے گا۔ خدا تیرا بھلا نہ کرے ایسی حالت میں زندگی گزار کہ گویا تیرے گناہوں نے خدا کے نزدیک تجھے تباہ کر دیا۔

(سجاد الترجمہ مقتل الحسین یعقوبی از علامہ ڈاکٹر کاموں پوری صاحب صفحہ ۲۳ تا ۲۷)

محسن اسلام

جناب مجتبیٰ [illegible]

ماں بیٹیوں کو بے مثال کے چھوڑا، کہاں مظاہرہ ایسا
امام کا جذبۂ عمل تھا، امام کی وسعت نظر تھی
حسین صنوبر قتل گہ میں کس طرح اپنے ساتھ لائیں
صغیر سا کے خون کی تڑپ میں حیات اسلام جلوہ گر تھی

جواں بیٹی، مزاج بدلا نظام بدلا زمانہ بدلا
وہ ذات ہے جس سے حسین تیری اثر نے سارا دور کا رخ بدلا
وہ یہ اب بھی ہے ہر افق کی دعا کا محور قبول بھی ہے
بدل گئی نیت زمانہ مزاج خاک شفا نہ بدلا

(۱) ابن زبیر ملو۔ بالکل آپ اور [illegible]
(۲) یزید ملعون تھا حق پر تھا اور [illegible]
(۳) یزید کے ساتھ وفاداری خدا کی اطاعت [illegible]
(۴) رشتہ کا لحاظ رکھنے والوں کو [illegible] خدا بہتر جزا دیتا ہے۔
(۵) ابن عباس کو [illegible] جو شرف و [illegible] رسول سے [illegible] تھی [illegible]

ترجمہ مقتل الحسین یعقوبی کے دیباچہ میں علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن کاموں پوری نے اس خط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی اہمیت کہہ کر بہت واضح کر دیا ہے کہ "صرف اسی خط پر ایک مقتل تیار ہو سکتا ہے۔ (مقتل ابن عباس)" درحقیقت اگر اس خط کا تجزیہ کیا جائے تو ان تمام نکتوں پر روشنی پڑتی ہے جن کی بنا پر صرف تاریخ اسلام نہیں بلکہ تاریخ عالم کا عظیم ترین سانحہ رونما ہوا۔ اگر یزید کے خط کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یزید کی [illegible]

[illegible] مضمون نے [illegible] تو مجبور کر دیا کہ [illegible] اسلام کا عظیم ترین [illegible] لکھیں۔ انھوں نے [illegible] کے ساتھ ان تمام حقیقتوں کو [illegible] میں نمایاں کر دیا۔ ابتدا کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اپنی بیعت سے انکار کرنے کے سلسلے میں [illegible] صحیح ہے تو میں نے تیری بیعت یا تعریف حاصل کرنے کے لئے ایسا نہیں کیا خدا میری نیت سے واقف ہے [illegible] آخر میں توہین حرم کا الزام یزید پر عائد کرتے ہوئے "ابن زبیر نے بھی حرم کی توہین کی پروا نہ کی" [illegible] حیلوں نے یزید اور ابن زبیر دونوں کو ایک [illegible] کھڑا کر دیا۔ ظاہر ہے کہ دونوں کو [illegible] آنکھوں نہیں بھاتے تھے۔ ابن زبیر [illegible]

...ی خلافت کے عہد میں سرکشی اور بغاوت پر آمادہ رہے
... جنگ کے بانی ہو اور یزید ـــــــ یزید کے حالات
... یہ اخلاقی حرکات و سکنات کا عکس ہے۔

... قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیا یزید مومن تھا یا حق پر تھا؟ گناہگار
... میں جناب ابن عباس نے یہ کہہ کر کہ تو نے حق کا بڑا حصہ دبا بیٹھا
...صب ثابت کر دیا ہے اور پھر کہتے گئے کہ "میں لوگوں کو تیری
... آمادہ کروں اور ابن زبیر کی مدد سے روکوں؟ تو اس میں
... کچھ اور خوشی نہیں ہے۔ تیرے منہ میں خاک تو وہی تو ہے جس
... قتل کیا ہے؟ اس کے بعد امام حسینؑ کے مکہ و مدینہ چھوڑنے کا بیان
... کہ انہوں نے ان مقامات کی اہمیت کو محسوس کیا۔ جس کی
... پرواہ نہ کی۔

آخر میں جناب ابن عباس نے یزید جیسے سفاک اور جابر حاکم کو
... نہایت دلیرانہ انداز میں خاندان ہاشمی کے خاص
... وقعت و خطر لکھا کہ "اگر میں تجھے اپنے ہاتھ سے
... کر سکا تو میں اپنی زبان سے تجھے کاری زخم
... کا تیری حکومت سے الفاظ اٹھ گیا۔
... عترت کے قتل کے بعد خدا تجھے بہت کم
... دے گا اور تجھے سخت گرفت میں لے گا۔
... دنیا سے گناہگار اور رسوا اٹھائے گا
... تیرا بھلا نہ کرے۔ ایسی حالت میں زندگی گزار
... تیرے گناہوں نے خدا کے نزدیک تجھے تباہ

... کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر یزید مومن دیندار
... بے گناہ ہوتا تو ابن عباس لوگوں کو
... کے لئے آمادہ کرنے میں خوشی
... سکتے تھے ان کی نظر میں یزید غاصب
... ہی ہو اس نے حرم کی بے حرمتی کی پرواہ نہ کی
... حاکم تھا۔ رسول کی عترت کا قاتل تھا۔ خاندان
... کا دشمن تھا۔ ایسے باپ کا بیٹا تھا جس نے اپنی جہالت
... سنت کو تباہ کیا اور بدعت اور نئی باتوں کو جو گمراہ کن

ہیں جان بوجھ کر زندہ کیا۔ اس کے اسلاف "بے ادب" اور گدھوں کی طرح سخت دل رکھنے والے" تھے اور وہ اس قابل تھا کہ خدا اس کو سخت گرفت میں لے اور دنیا سے گناہگار اور رسوا ہو کر اٹھائے۔

جناب ابن عباس کس قدر معتبر تھے اس کا اعتراف خود یزید نے اپنے خط میں یہ کہہ کر کیا تھا کہ "آپ کی بات لوگ زیادہ مانتے ہیں" انھیں ابن عباس نے اپنے اس اہم خط میں یزید کے ایمان کے محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس کے عقیدے کی ریت کی دیوار گر گئی۔ یزیدیت کے رخ سے نقاب اٹھ گئی اور اس کا کردار نمایاں ہو گیا۔ اس کا کردار تاریک ترین رات سے بھی زیادہ تاریک اور سیاہ دکھائی دیتا ہے کتنی آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے = یزید!!

یہیں پر اس بات کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ آیا یزید کی اطاعت و وفاداری خدا کی اطاعت تھی یا نہیں۔ یہ حقیقت تو نمایاں ہو چکی کہ یزید غاصب تھا۔ قاتل تھا، سفاک تھا۔ جابر تھا، نا انصاف تھا۔ فاسق و فاجر تھا گناہگار تھا۔ وہ نہ مومن تھا نہ دیندار نہ حق پرست پھر اب کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ یزید وفاداری اور اطاعت کا کسی صورت سے حقدار نہ تھا اور بلاشبہ جو لوگ ان سب باتوں سے واقف رہ کر بھی یزید کی وفاداری اور اطاعت پر قائم رہے وہ یا تو اپنے اندر "یزیدیت" کو کارفرما پاتے تھے یا۔ خدا ان کی نیت سے واقف ہے۔

اب ایک نہایت مضحکہ خیز پہلو کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو کہ یزید جیسے خود غرض اور سفلے کی نظر میں بھی رشتہ کا لحاظ رکھنے والوں کو اہمیت حاصل تھی۔ اور اس کا خیال تھا کہ خدا رشتہ کا لحاظ رکھنے والوں کو بہتر جزا دیتا ہے۔ جناب ابن عباس نے لکھا تھا کہ "مجھے تیری اس خواہش سے زیادہ کوئی تعجب خیز بات معلوم ہوئی کہ میں تجھ سے محبت کروں اور تیری مدد کروں۔ حالانکہ تو نے میرے دادا کی اولاد کو قتل کیا۔ تیری کاہلی...

قطعہ

سراج خانۂ سردار انبیاء حسینؑ
کمال صدق و رباب فاطمہ حسینؑ
[illegible] عداوت [illegible]
[illegible] حسینؑ

(نہال ضیری)

سے میرا خون ٹپک رہا ہو۔ تجھ پر میرا خون ہو۔ اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ
جناب ابن عباس سے یزید کا رشتہ تھا اور اسی رشتہ کا لحاظ رکھنے کیلئے
یزید نے جناب ابن عباس کو لکھا یا تھا۔ تو تعجب ہوتا ہے کہ وہ با اصول یزیدیت
جو ابن عباس سے رشتہ کا لحاظ رکھنے کی استدعا کر رہی تھی وہ اس دن کہاں
چلی گئی تھی جب ابن عباس کے دادا کی اولاد تہ تیغ کی جا رہی تھی اور وہ بھی
حکم یزید ہی سے۔ اس دن یزید نے قریش کے
رشتوں کا خیال نہ کیا۔ تمام قریش نہ سہی صرف
عترت رسول کو لے لیجئے کیا یزید نے رسول کا پاس
کیا! ہرگز نہیں! اسی بنا پر ابن عباس کو لکھنا پڑا
کہ تیری گردن پر خون حسینؑ کیا گویا "میرا خون ہے"
یزید نے رشتہ کا کتنا لحاظ رکھا اور پھر اب ابن عباس
مجھ سے داد طلب کر رہا ہے۔
رشتہ کا لحاظ صرف قتل و غارت میں
یزید نہ بھولا تھا وہ تو اسے بالکل ہی بھول گیا تھا
نشۂ حکومت میں چور۔ آل رسول کی عزت و توقیر
کو خاک میں ملا دینے کے لئے دربار شام میں سامنے سب
کرسی نشینوں کے درمیان اہلبیت رسول کو ننگے سر
با حال پریشان قیدی بنا کر جب بلوایا تھا اس وقت
یزید کی حمیت کو کیا ہو گیا تھا۔ اس وقت یزید نے
رشتہ کا باب کیوں نہ کھولا۔ کیا اس وقت خاندان
عبدالمطلب سے یزید کے رشتے ٹوٹ چکے تھے جب زینب و کلثوم بے ردا پھر رہی
تھیں جب سکینہ کے گالوں پر طمانچے کھاتے کھاتے نیل پڑ چکے تھے۔ جب عابد بیمار
تازیانے کھاتے کھاتے بیہوش ہو جاتا تھا اور جب حسین کے پاک لبوں پر یزید
کے سفاک ہاتھ بے ادبی کر رہے تھے۔ شاید یزید نے یہ تو سمجھا کہ اللہ تعالیٰ
رشتہ کا لحاظ رکھنے والوں کو جزا دیتا ہے لیکن یہ نہ سمجھا کہ رشتہ کا لحاظ
نہ رکھنے والوں کو اللہ کیا سزا دیتا ہے۔ اور اگر سمجھا بھی رہا ہو تو اس نے
خدا کے حکم کی پرواہ کب کی!

اب ہم آخری سوال پر روشنی ڈالیں گے۔ یزید نے ابن عباس
کو لکھا تھا کہ آپ کو اپنے خاندان میں جو شرف اور سرداری حاصل ہے اور آپ
کی رسول سے جو رشتہ داری ہے اس کا لحاظ میں کسی طرح سے نہیں

قطعہ

جناب مہنال لکھنوی

ملائکہ کی بھی مشکل کشائیاں کی ہیں
غلط کہ نوعِ بشر ہی کے رہنما ہیں حسینؑ
جواب جن کا نبی کی طرح نہیں ممکن
خدا گواہ کہ وہ بندۂ خدا ہیں حسینؑ

بھول سکتا:
اگر یزید میرے سامنے ہوتا تو میں [illegible]
حسین کی اتنی عزت تو کر رہا ہے ذرا پیچ پیچ تا کیا ابن عباس [illegible]
داروں میں سے تھے اور حسین کو رسول سے کوئی رشتہ نہ تھا [illegible]
کو تو نے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا وہ وہی نہ تھے جن کے لئے رسول [illegible]

حسینٌ منی وانا من [illegible]

کیا یہ وہی حسین نہیں تھے جنہیں [illegible]
لخت جگر فاطمہ زہرا نے بچپن [illegible]
تھا۔ کیا یہ وہی حسین نہ تھے جن [illegible]
رسول سجدے کو طول دیتے تھے۔
یہ حسین تو رسول کے وہی قریب [illegible]
دار تھے جن کو میدان مباہلہ میں [illegible]
آغوش مبارک میں ابناءنا و ابنا[illegible]
کا مصداق بنا کر لے گئے تھے مگر [illegible]
تیرے ظلم ناروا کو نہیں بھول سکتی
ابن عباس نے لکھا تھا کہ میں سب [illegible]
جاؤں تو یہ نہ بھول سکوں گا کہ تو [illegible]
کو رسول کے حرم سے ہٹا کر لایا [illegible]
تکلیف پہنچانے کے لئے تو نے حرم خدا [illegible]
مقرر کئے۔ وہ مکہ سے خوف [illegible]
اور خدا سے امید لگا کر نکلے ۔۔۔ انھوں نے مکہ و مدینہ چھوڑا [illegible]
جنگ پسند نہ کی اس لئے کہ انھوں نے ان مقامات کی اہمیت [illegible]
کیا جس کی تو نے پرواہ نہ کی حسین کو حرم رکھنے [illegible]
تو نے خفیہ آدمی مقرر کئے ۔۔۔۔۔۔ جب حسین نے [illegible]
دیکھا تو عراق چلے گئے کیونکہ تجھ سے جنگ نہیں چاہتے [illegible]
میں جو گزرا تھا وہ ہوا پھر تو نے ابن مرجانہ [illegible]
کو محاصرے میں لے لو اور تو نے یہ بھی لکھا [illegible]
کو اور ان کے خاندان کو دشمن اللہ نے [illegible]
قتل کرنے کا حکم دیا ۔۔۔۔۔۔ پھر [illegible]
کی خواہش کی اس وقت تیرے اور ان کے خاندان [illegible]

... کر دیں گے۔
... نے انہیں قتل کر کے ان کے کپڑے اتار لئے
... پر چھوڑ دیا۔ صحرا کی گرد ان کے جسم پر پڑتی رہی
... ان کے جسم کو پارہ پارہ کرتی رہی ۔۔۔ میں
... حسین کو تو نے اپنی خود غرضی کا شکار بنا لیا تھا تو اے یزید
... کیا تھا۔ انہیں کو رشتہ کے لحاظ سے رسوا نہ کیا
... کو خود خام میں نہ پھرایا ہوتا۔ درے نہ لگوائے ہوتے
... کیا ہوتا۔

اے یزید تو نے حسین اور اولاد حسین کو رسول کا رشتہ دار
... خیر لیکن غضب تو یہ ہے کہ تو نے انہیں انسان بھی نہ سمجھا
... ان کے ششماہے بچے کو بھی ظلم و ستم کا نشانہ
... یا۔ اس دودھ پیتے بچے کو بھی اپنی
... ادی میں ہلاک کر دیا۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اے یزید
... ابن عباس کا خاندانی شرف
... کی سرداری تو یاد رہی مگر تو حسین کے
... سے واقف نہ تھا۔ ابن عباس
... لکھا ہے کہ "وہ مکہ کے پرانے اور
... میں مکہ والوں کو سب سے
عزیز تھے۔ مکہ اور مدینہ میں ان کی اتنی
... سے زیادہ کی جاتی تھی" کاش تجھے یہ خیال
... وہ مکہ و مدینہ میں عزیز ترین اور سب سے زیادہ لائق
... سمجھے جاتے تھے۔ تجھے ابن عباس کی ہر دلعزیزی کا تو یاد آگیا
... نواسۂ رسول کی عظمت و شخصیت کو نظر انداز کر گیا۔
... تجھے حکومت کی ہوس نے اندھا کر رکھا تھا۔ عیش و عشرت
... انسانی صلاحیتوں کو سلب کر لیا تھا۔ تیرے ... شراب
... رکھی تھی۔ فسق و فجور تیری رگ رگ میں سرایت
... اس میں خود غرضی سما چکی تھی۔ تجھے دنیا کے لہو و
... بھی یاد نہ رہا تو نے اس وقت جو کچھ
... شاطرانہ چال تھی اور یہ جو کچھ تو نے

ابن عباس کو لکھا یہ بھی تیری مکاری تھی۔
مگر ابن عباس تجھ سے بخوبی واقف تھے چنانچہ انہوں
نے صاف صاف لکھ دیا تھا۔

تو نے میرے دادا کو قتل کیا۔ تیری تلوار
سے میرا خون ٹپک رہا ہے تجھ پر میرا خون
ہے۔ خدا نے چاہا تو میرا خون ضائع
نہ جائے گا

اگر تو نے دنیا میں ہمارا خون رائیگاں کیا تو یہ کوئی
نئی بات نہیں ہم سے پہلے انبیا اور ان کی اولاد
کو قتل کیا گیا خدا نے وعدے کا ایک دن مقرر
کر رکھا ہے۔
مظلوم کو خدا کے سوا کسی دوسرے مددگار
کی ضرورت نہیں۔ وہ ظالم سے بدلہ
لینے کے لئے کافی ہے۔ تو اترا
نہیں اگر آج تو ہم پر غالب
ہے۔ کل ہم بھی تجھ پر
غالب ... فتح یاب ہوں گے۔

درحقیقت جناب ابن عباس
نے اپنے اس خط کے ذریعہ دنیا کو واقعات
کربلا کی بنیادی حقیقتوں سے روشناس کرا دیا
حسینیت کے نقوش اور زیادہ اجاگر ہو گئے حسینیت اور
نمایاں ہو گئی ——— اور یزیدیت بے انتہا تاریک نظر
آنے لگی — تاریک ترین!!
حسینیت زندہ باد

ظاہر ہوا کرے گا شفق بن کے حشر تک
خون شہید ناز چھپایا نہ جائے گا

(حشمت ... بی اے)

انسان اعظم

جناب ساحر یحییٰ

شاہی کے نشیمن کو جلانے کیلئے
یہ کون لئے برق و شرار آیا ہے
شبیر وہ ہے عظیم انسان جس سے
مزدور کے چہرے پہ نکھار آیا ہے

مسدس

شانِ استقامت

جناب قمر اکبر

حق کی آواز سے دنیا کو جگانے والے | نوکِ نیزہ پہ بھی قرآن سنانے والے
اپنے قدموں پہ ہر اک سر کو جھکا نیوالے | زندگی ساز ہے تو، سر کو کٹانے والے
کیوں نہ اپنائیں تجھے سارے زمانے والے

تجھ سے قائم ہوا معیارِ خلیل و آدم | ناز کرتے ہیں تری ذات پہ ابنِ مریم
تو نے زندہ کیا پھر دینِ رسولِ اعظم | تیرے ہی خون سے ہے روشنی شمعِ حرم
شرک و بدعت کے چراغوں کو بجھا نیوالے

کتنے سیلابِ ستم آئے زمانہ بدلا | کتنی ہی بار اٹھی جبر و تشدد کی گھٹا
مختلف رنگ میں ہوتی رہی بیدادِ جفا | تو وہ ہے نقشِ دوامی جو مٹائے نہ مٹا
آپ ہی مٹتے رہے تجھ کو مٹانے والے

آگ گردوں سے برستی ہے دہکتی ہے زمیں | اس قدر پیاس کی شدت ہے کہ حد جس کی نہیں
یہ تری منزلِ عرفاں یہ ترا حسنِ یقیں | سر تہِ تیغ ہے اور سجدۂ خالق میں جبیں
سر کو سجدے میں جھکا کر نہ اٹھا نیوالے

اے حسین ابنِ علی کشتۂ شمشیرِ جفا | تو نے سر دے دیا بیعت کو گوارا نہ کیا
تیرے ہی خون نے اسلام کو زندہ رکھا | تجھ سے وحدت کی بقا تجھ سے رسالت کی بقا
کشتیٔ مذہبِ حق پار لگانے والے

کبھی عباس کا ماتم، کبھی اکبر کا ملال | دل کو تڑپا رہا تھا فرقتِ قاسم کا خیال
مل چکا خاک میں اُف عون و محمد کا جمال | تیرے ایثار کی ملتی نہیں عالم میں مثال
تیروں کی چھاؤں میں بے شیر کو لا نیوالے

وہ ترا اصغرِ ناداں دلِ بانو کا قرار | جس نے جب خشک زباں ہونٹوں پہ پھیری اک بار
پانی پانی ہوا کلبِ سیہ ظلم شعار | فاتحانہ اس ادا پر ہوئی [illegible]
ایسے ہوتے ہیں [illegible] کے گھرانیوالے

اے قمر اب وہ قیامت کا نہ پوچھو ہنگام | جوش پر قہرِ خدا تھا کہ نہ تھی تاب [illegible]
رنگ دکھلا رہا تھا حشر کے دن خونِ امام | ان کے رخ زرد تھے [illegible]
سرخرو حشر میں [illegible] اشک بہانے والے

سلام

جناب سید فیض الحسن صاحب فیض ایم اے ایل ایل بی (دہلی)

سر کٹ کے بڑھ اور درد و غم جو عشق نے دکھا دیے
رن میں علی کے لال نے سینوں کے دل ہلا دیے
لشکر حر کی تشنگی دیکھ سکے نہ حیدری
ایک نہیں ہزار جام خود نہ پیے پلا دیے
راہ ثبات و صبر میں اب ہیں کہاں وہ اہل دل
تیغ و تبر کے زخم بھی کھا کے تو مسکرا دیے
کوئی مقام دیکھیے کوئی مقام دیکھیے
ارض و سما لرز اٹھے ایسے قدم جما دیے
نیزہ پہ سر بلند تھا بنت نبی کے چاند کا
شام کے دشت و در تمام نور سے جگمگا دیے
شیر خدا کے شیر نے نہر فرات چھین لی
خون کی نہر بہہ گئی فوجوں کے دل دہلا دیے
فیض حسینیت ہے یہ معرکہ حیات میں
موت کا خوف گھٹ گیا سینوں میں دل بڑھا دیے
تخت یزید الٹ گیا نظم جہاں پلٹ گیا
کتنے ضمیر کتنے دل قید میں تھے چھڑا دیے
جادۂ مستقیم پر پھیل گئی ہے روشنی — نقش قدم نے بکھرا دیں شمس و قمر بنا دیے
دشمن خفتہ بخت کی نیند حرام ہو گئی — حسن عمل سے قوم کے دیدہ و دل جگا دیے
کیسے خدا شناس تھے کیسے وفا پرست تھے — سجدے کبھی ہیں ہر مگر سجدہ دل میں سر جھکا دیے
ہو گیا کشتہ ستم فیض غم حسین کا — فرد گناہ دھل گئی اشک جہاں بہا دیے

شہید کربلا کی عظیم الشان قربانی

جمہوریت حق اور انصاف کی راہ میں

(نوشتہ حبیب الرحمن صاحب ایم۔ اے سب ایڈیٹر قومی آواز)

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو عظیم قربانی صرف اسلام کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے اب سے تیرہ سو سال دس ماہ قبل میدان کربلا میں پیش کی اس سے دنیا کا کوئی صحیح نعقل انسان منکر نہیں ہو سکتا۔ جو مصائب و آلام اور امتحانوں اور آزمائشوں کی درمیان امام مظلوم اور ان کے رفقاء کی شہادت ہوئی اس کے لیے ہم جتنا بھی رنج و غم سوگ اور ماتم کریں وہ کم ہے۔ لیکن امام حسین نے جن اصولوں کے لیے یہ قربانی پیش کی تھی ان کو ہمیں نہ بھولنا چاہیے کیوں کہ انھوں نے یہ سب کچھ اپنی مظلومیت دکھانے یا اپنے کو صابر ثابت کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ان کی قربانی کے پیچھے ایسے زبردست اصول تھے جو انسان کے لیے بنیادی ہیں۔ یہ اصول ایسے ہیں جن کے لیے انسان اپنی پوری تاریخ میں برابر جد و جہد کرتا دکھائی دیتا ہے اور جب انسانی تاریخ کسی ایسے موڑ پر پہونچ جاتی ہے جہاں بالکل اندھیرا ہی اندھیرا ہو۔ اس وقت کوئی عظیم ہستی منظر عام پر تمام انسانوں کی مجموعی خواہشات و تمناؤں کی نمائندگی و ہدایت کرتی ہے اور پھر انسانی تاریخ کا روشن باب شروع ہو جاتا ہے انسانی ارتقاء کی تاریخ ہیں اگر امام حسین کو ہم اس نقطۂ نظر سے جانچیں تو ہمیں وہ ایک زبردست منارۂ رشد و ہدایت معلوم ہوں گے۔

امام حسین کی شہادت کو مسلمانوں نے اس قدر اپنایا اور ان کے سوگ میں اس قدر ڈوب گئے کہ اس قربانی کے تمام پہلو جو پوری انسانیت اور انسان کے بنیادی حقوق کے لیے کی گئی تھی دنیا کے سامنے پوری طرح نہ سکے آج بھی دوسرے مذاہب کے چند پڑھے لکھے لوگوں کے سوا زیادہ تر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شہادت امام حسین ایک ایسی جد و جہد کا نتیجہ تھی جس کا بیشتر تعلق مسلمانوں سے ہی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ جنگ کربلا اسلامی ماحول میں ہوئی اور تمام تاریخی مسائل بھی اسلام سے متعلق تھے لیکن ان کے پیچھے جو بنیادی اصول تھے وہ آج بھی پوری دنیا کے لوگوں کے لیے بلا تفریق نسل و رنگ اور مذہب و ملت ہیں اور کہ سے یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم آج امام حسین کے مصائب پر رنج و غم کی طرح ظاہر کریں لیکن کسی انسان کے لیے بھی ان اصولوں کا نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔

قطعہ

نتیجۂ فکر نانک چند صاحب سرِواستو عشرت
ایم۔ اے، ایل ٹی۔ منشی فاضل، ساہتیہ رتن۔ گونڈہ

دکھوں کی کہانی غموں کی زبانی
کٹی صبر و شکر میں زندگانی
حسینؑ اور زہراؑ کی توصیف کیا ہو؟
نہ ماں کا جواب اور نہ بیٹے کا ثانی

[illegible] پھر ایک نئے سوز پر طرح
[illegible] آوازیں آ رہی ہیں۔ انسانوں پر
[illegible] ظلمت و بربریت طاری ہے تاریکی میں کبھی بھی جو روشنی
[illegible] اس کی طرف وہ شب و خوف کی نظر سے دیکھ رہے
[illegible] حالات میں کیا آج ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم تاریخ انسانی
[illegible] کمالات کی تلاش اور اس کے روشن حصوں سے سبق لیں
[illegible] ہدایت کا کام کر سکیں۔ اس مقصد کی طرف جب

ہم توجہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم کربلا
کا باب روشن آفتاب کی طرح چمکتا
نظر آتا ہے۔ کیا ہمارا صرف یہی
کام ہے کہ ہم امام کا سوگ منائیں
ان کے مصائب کو مجالس میں ذکر
کر لیں یا زیادہ سے زیادہ ان کے
محاسن کو بر سر منبر بیان کر دیں اور
چند کتابوں میں اس کا ذکر ہو جائے
کیا امام حسین کا کردار ایسا نہ تھا۔
جس کو ہم اپنی روزمرہ کی انفرادی
اور اجتماعی زندگی میں عملی جامہ
پہنا کر اپنی ذاتی زندگی اور عوامی
زندگی کو سنوار سکیں۔

امام حسین کی شہادت کا
سب سے زیادہ احترام یہی ہو سکتا
ہے کہ ہم اختتام شہدائے زندگی
میں ان کے کردار کو اپنائیں اور دنیا کے سامنے نمونے کے طور پر پیش
کریں۔

امیر معاویہ کی وفات کے قبل ہی یہ بات طے ہو چکی تھی کہ ان کا
جانشین ان کا لڑکا یزید ہوگا۔ لیکن اس کا نفاذ چونکہ ان کی موت
کے بعد ہوا۔ اس لیے عملی طور پر حالات نے یزید کے بر سر اقتدار
آنے کے بعد ہی نمایاں رخ اختیار کیا۔ یزید کے "خلیفہ" بننے میں سب سے
بڑا اعتراض یہ تھا کہ اس کی خلافت [illegible] برداشت تھی۔

قطعہ

تسنیم بیگم احسن کاظمی
(نج [illegible] بنکی)

یہ احترام محبت کی حد آخر ہے
لیا جو نام تو آنکھوں میں اشک آنے لگے
بڑا ثبوت ہے شبیر کی صداقت کا
ہوا شیر تیر ستم بے شیر مسکرانے لگے

اس میں جمہور اسلام کو کوئی دخل نہ تھا۔ اسلام نے خلافت کے
لیے جو جمہوری روایات قائم کرنے کی کوشش کی تھی ان سے پیغمبر اسلام
کی موت کے چند سال بعد ہی سے [illegible] کو
خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ جمہوریت کا یہ [illegible]
دور [illegible] یزید [illegible]
اور [illegible] انسان تھا کہ وہ خلافت کا [illegible]
تھا۔ امیر معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں [illegible] قائم سے

[illegible]

راہ میں سب سے بڑا [illegible]
[illegible]
نہ تھا [illegible] امام حسین [illegible]
یزید نے ان تمام [illegible]
لیا جو اس [illegible] کرنے کے
لیے ایک [illegible] کر سکتا ہے امام حسین
کو حجاز کی [illegible] اور [illegible]
کے [illegible]

ان چیزی کشتوں کو ٹھکرا دیا۔ انھوں نے سب سے پہلے یہ بات ثابت
کر دی کہ حق کی راہ پر چلنے والے دولت دنیا [illegible]
نہیں ہوتے۔ دنیا میں وہ حق و انصاف [illegible]
اور ظلم آخری کام کرتے رہتے ہیں [illegible]
پر حجاز کی گورنری یا کوئی دوسرا عہدہ [illegible]
کے خاندان کو یہ مصائب نہ برداشت [illegible]
ان کو صرف بیمار رسول مان سکتی۔ ایمانداری اور سچائی کی اس مثال

...سے جو ابدیت ان کو حاصل ہوئی وہ نہ ہو سکتی۔

امام حسین کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس موقع پر خاموش یا گوشہ نشین ہو جاتے یا یزید کی برائے نام بیعت کر لیتے لیکن ایک حق گو کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اندھیر دیکھے اور خاموش رہے یا تاریکی کو روشنی کہے۔ امام حسین نے یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا۔

کوفیوں نے ان کو چھپ چھپ کر خط لکھے اور یزید کی حکومت سے انتہائی بیزاری کا اظہار کیا اور امام حسین کو کوفہ بلایا۔ انھوں نے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا جو کوفہ کے گورنر ابن زیاد کے مظالم اور کوفیوں کی منافقت کا شکار ہوئے لیکن امام حسین کربلا کی طرف رخ کر چکے تھے۔ راستہ میں ان کو مسلم بن عقیل کے قتل کا حال معلوم ہوتا ہے لیکن پیچھوں کے رخ گھومتے نہیں بلکہ قافلہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ ہر منزل پر رفیقوں سے ترغیب ہے کہ وہ واپس جائیں کیوں کہ امام کی نظر حالات کے نتیجہ پر ہے۔ وہ عرب کے عوام کی بے خبری اور جہالت سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یزید کے مقابلہ کا نتیجہ استبداد کتنا مضبوط ہے وہ یزید کے مقابلہ میں اپنی فوجی طاقت سے بھی آگاہ ہیں۔ لیکن امام کا مقصد صرف جنگ برائے جنگ نہیں ہے۔ وہ عرب کے سوئے ہوئے عوام کو اپنی قربانی سے بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ حق و انصاف کے لیے ایک بڑی مثال قائم کرنا چاہتے ہیں وہ جمہوریت کے نام پر سب کچھ بھینٹ چڑھانے کی تلقین کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ظلم و استبداد کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا چاہتے ہیں اس لیے نہیں کہ ان کا نام دنیا میں قائم رہے بلکہ اس لیے کہ دنیا میں حق کا نام رہے، انصاف رہے جمہوریت رہے تاکہ جب کبھی کوئی ظالم حکمراں ہو جمہور کا گلا گھونٹے اس وقت ان کی مثال لے کر انسان بے خوف و خطر یہ آواز بلند اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر سکے خواہ اس کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔

خواہ اس کو اس کے شیرخوار بچوں اور بیویوں کو بھوک پیاس سے رگڑنا پڑے جیلوں میں جانا پڑے یا سر بازار تشہیر ہونا پڑے امام نے اس بغاوت کے لیے کسی تعداد کا تعین نہیں کیا۔ کثرت یا اقلیت کا سوال نہیں اٹھایا۔ بصرت حق کے اصول کو...

امام حسین کوفہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے... میں فرزدق شاعر اور دوسرے لوگوں سے مسلم بن عقیل کے قتل اور تمام حالات کا پتہ چلتا ہے۔ فرزدق کہتا ہے یا امام کوفہ والوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں ... ساتھ ہے۔

اس حق پرست کا جواب کتنا سادہ لیکن پر عزم ہے کہتے ہیں ... نے سچ فرمایا۔ جب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ ہماری مدد کریگا ... بجا لائیں گے نہیں تو ہماری نیک نیتی کا بدلہ کہیں گیا ہی نہیں۔ کس ... اعتماد اور بھروسہ ہے ان الفاظ میں کہ ہماری نیک نیتی کا بدلہ کہیں گیا ہی نہیں۔

قافلہ آگے بڑھتا جاتا ہے کار خیر جاری ہے۔ قوم کی بیداری ... غفلت نہیں ہے۔ خیمہ میں پھر تقریر کرتے ہیں۔ "لوگو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ایسے بادشاہ یا حاکم کے لیے جو خدا کے بندوں پر ظلم کرے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرے اور اس کو غیرت نہ آئے ایسے بادشاہ حاکم کے لیے نار جہنم ہے۔ یزید اور اس کی حکومت نے خدا کی زمین پر فساد پھیلایا ہے خدا کے حکم کو بیکار کر دیا ہے ... پر مجھے زیادہ غیرت آنی چاہیئے کیوں کہ میں حسین ہوں علی اور رسول خدا کی بیٹی فاطمہ کا بیٹا میرا دم تمہارے لیے نمونہ ہے۔"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ امام حسین کی جنگ یا جہاد کس کے خلاف تھی۔ کیا وہ اپنے لیے خلافت کے خواہاں تھے اور ... کے دشمن تھے، وہ خدا کے بندوں پر ظلم کرنے والے حاکم کے خلاف ... وہ ایسے "خلیفہ" کے خلاف تھے جس سے جمہور بیزار ہوں وہ اپنا ... اور مشن کو سمجھتے تھے۔ وہ اپنی فوجی طاقت کی کمزوری کا احساس کرتے ہوئے بھی اپنے فرض کو ادا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب ... سے کہا کہ "آپ جنگ میں قتل کر دیئے جائیں گے" تو امام نے ... دیا "تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ جب نیت نیک ہو تو مردوں کی موت ذلت نہیں نیکوں کے لیے ... میں جہاد کرنے والے وفاداروں ... بچنے والے موت سے نہیں ڈرتے ...

کہ مومن خدا کی راہ میں قربان ہوں میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ جینا خود ایک بڑا گناہ ہے۔

ظالموں کے ساتھ جینا خود ایک بڑا گناہ ہے۔ کیا ظلم و استبداد کے خلاف اس سے بڑھ کر کوئی نعرہ لگایا جا سکتا ہے۔

اب میدان کربلا آ گیا۔ یزید نے لالچ و ترغیب کے ذرائع بند کر کے اب سختی کا راستہ اختیار کیا۔ فرات کا پانی بند کر دیا۔ بھلا عرب میں اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہو سکتی تھی۔ فوج تیار مقابلے کے لیے بھیجی گئی کہ شاید یہ شیر بھی دیکھ کر راہ پر آ جائیں لیکن امام تو ظلم کے خلاف جمہوریت کی بحالی کے خلاف نیکی کی ترویج کے خلاف انصاف کی مثالیں تاریخ عالم میں جاوداں کرنا تھیں۔

یہ تو تھیں چند مثالیں اس حق، انصاف اور جمہوریت کے اصولوں کی جن کے لیے امام نے جنگ کی اب ان کی شجاعت مساوات اخوت اور محبت کو دیکھئے زندہ اور ایس گھرے ہوئے ہیں چاروں طرف فوج اشقیا کا ایک جنگل ہے لیکن ۹ محرم کی رات کو رفقا کو جمع کر کے فرماتے ہیں۔

ساتھیو اور عزیزو تم سب کو خدا میری طرف سے نیک بدلہ دے کل میرا اور دشمن کا فیصلہ ہو جائے گا میری رائے ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ میں خوشی سے تمہیں اجازت دیتا ہوں دشمن تو میرے خون کے پیاسے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ذلت قبول کروں یا تلوار اٹھاؤں افسوس کہ یہ لوگ ہمیں جانتے نہیں بھلا ہم نے کبھی ذلت قبول کی ہے، جن گودوں میں ہم پلے ہیں وہ ذلت سے دور ہیں ہمارے سر جھک نہیں سکتے ہمارے دل بے آبرو نہیں ہو سکتے خدا کی قسم اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی۔

ان الفاظ سے جس خاندانی شجاعت رفیقوں کی طرف سے محبت اور فراخ دلی کا اظہار ہوتا ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔

رفیقوں کے جواب میں سے عبد اللہ ابن عبد اللہ کا جواب ہے خدا کی قسم اگر مجھے قتل کیا جائے پھر جلایا جائے اور ایک بار نہیں بلکہ ستر بار ایسا کیا جائے تب بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ مجھے ایک بار مرنا ہے۔

کیا آج بھی ایسے بہادر اور سچے رفیق ہوتے ہیں۔ بھوک پیاس کی یہ حالت ہے کہ ہر شخص کے سامنے موت کا نقشہ ہے بھوک و پیاس کی شدت سے مرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں بلکہ یقین ہے لیکن جناب زینب کو سمجھاتے ہیں ہم مسلمان ہیں رسول خدا صلعم کی ذات مونس ہے ہر مومن سے صبر و سکون کی [illegible] خدا کی قسم دلاتا ہوں [illegible] منہ نوچنا نہیں کرنا۔

۱۰ محرم کی صبح کو دشمن کا سامنا ہوا لیکن عبادت میں ذرق نہیں آیا بلکہ اور اضافہ ہو گیا اور اس کا سلسلہ دوران جنگ ہی نہیں بلکہ تا دم آخر جاری رہا۔

امام حسین کے جو واقعات اور پر دیے گئے ہیں وہ سینکڑوں مرتبہ اس سے پہلے ہو رہے ہیں منبر اور کتابوں میں دہرائے جاتے ہیں لیکن سوال اس کا ہے کہ کیا نمایاں امام کی روزمرہ کی زندگی میں ان کے کردار اپناتے ہیں۔ کیا وہ آج جمہوریت حق، انصاف مساوات شجاعت و صبر کی وہ روایات لے کر آگے بڑھ رہے ہیں جو امام نے حق کے لیے قربانی پیش کر کے قائم کی تھیں۔ کیا امام کے چاہنے والوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ ان روایات کو جو انسان کے بنیادی حقوق پر مبنی ہیں اپنے عمل سے اس طرح دنیا کے سامنے پیش کر دیں کہ دنیا امام کے کردار و مشن کو سمجھ سکے اور انسانیت کے نکھار کے لیے اس کو استعمال کیا جا سکے۔

خون میں کفن شہید ترے ہاتھ چوم لوں
تو نے بلند کر دیا ایوانِ زندگی

(اختر علی تلہری)

واقعات کربلا

از ... جناب [illegible] صاحب [illegible]

لہو میں ڈوب کر مثلِ دمِ خنجر نکلتے ہیں
شہیدانِ محبت سُرخرو ہو کر نکلتے ہیں

زمانہ نور والوں سے کبھی خالی نہیں رہتا
جو سورج ڈوبتا ہے تو مہ و اختر نکلتے ہیں

اگر ہے عشق صادق تو ہی ترکِ عشق ناممکن
کہ اِس کوچے میں جو آتے ہیں وہ مرکر نکلتے ہیں

ظہورِ نورِ حق باطل کی جلووں میں نہیں ہوتا
کبھی آبِ یمِ تصویر سے گوہر نکلتے ہیں؟

نہ پوچھو حسرتِ پرواز اُس معصوم طائر کی
قفس کی چار دیواری میں جس کے پَر نکلتے ہیں

دلِ غمگیں میں تری یادیں سج دھج کے آتی ہیں
فلک پر رات کو جیسے مہ و اختر نکلتے ہیں

بقدرِ ضربِ غم دِل میں ظہورِ ہوش ہوتا ہے
بقدرِ ہوش دِل انسان کے جوھر نکلتے ہیں

فروغِ جلوۂ وحدت ہی کثرت اسطرح رعنا
خُمِ صہبا سے جیسے سینکڑوں ساغر نکلتے ہیں

کربلا میں تعمیر و تخریب کی منزلیں

نوشتۂ جناب رضا علی صاحب عابدی
ایم۔اے (اردو) ایم۔اے (سیاسیات) ایل۔ایل۔بی۔

وہ شے جسے ہم حیات، زندگی یا لائف کہتے ہیں۔ وہ چند گنی چنی یا بنی تلی چیزوں کا مرکب نہیں بلکہ اس میں دو اشیاء کی آمیزش ہے ایک تخریب اور دوسری تعمیر۔ اور ان دونوں کے درمیان چلتی ہیں ارتقائی منزلیں۔ جن کی بدولت ہر آن نئی نئی صورتیں نظر آتی ہیں۔ ارتقائی منزلوں میں تخریب اور تعمیر کی طاقتیں دو [illegible] میں جلوہ فشاں ہوتی ہیں یا تو مقدار میں یا خصوصیت میں۔ اب یہ اپنے اپنے شعور [illegible] کہ جتنا جس سے جیسا ان نے چاہا حاصل کر لیا۔ یا تو مقدار اور خصوصیت کی آمیزش کے ساتھ، یا پھر اس کی بالکل ابتدائی شکل وحدانی اور جز [illegible] تخریب تک کا شائبہ بھی نہیں؟

تخریب و تعمیر کی منزلیں — انسان کے اپنے اعمال سے قائم ہوتی ہیں اور انہیں سے حلال اور حرام کا فرق بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہیں بہت ہی واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ انسان کے لئے کون کون سی اشیاء سود مند ہیں اور کون کون [illegible] جو حیات انسانی کے لئے مفید ہیں وہ حلال بتائی گئیں اور جن سے نظام [illegible] میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا انہیں حرام بتا کر ہمیں ان سے [illegible] کر دی گئی۔ اس سلسلے میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے نظامات انسانی کے تمام پہلو کو روشن کر کے دکھا دیا ہے۔ فطرت اور جذبات انسانی کا کوئی پہلو [illegible] نہیں جس کے متعلق یہ قیاس بھی کیا جاسکے کہ [illegible] صلاحیت ہے کہ اس بحرِ زخار سے جس نے جتنا بھی حاصل کر لیا — کسی نے [illegible] دور سے کنارہ کا نظارہ کیا مثلاً۔ سقراط اور ارسطو دونوں کے لئے مشہور ہے کہ جب ان کے انتقال کے وقت ان کے شاگردوں نے ان کی علمی اور عملی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ حضور اگر آپ مر گئے تو علم بھی مر جائے گا شاید اسی لئے دونوں کو فادرس آف پولیٹیکل سائنس کہا جاتا ہے) دونوں فلسفیوں نے جواب دیا کہ ہمارے علم کے متعلق بھی تم لوگوں نے خوب فرمایا ہماری مثال یوں ہے کہ علم کا بے پایاں سمندر ہمارے سامنے موجیں مار رہا ہے اور ہم کنارے پر کھڑے صرف نظارہ کر رہے ہیں۔ اور ارسطو نے یہ اضافہ کیا کہ میں نے کنارہ پر کھڑے ہو کر چند سیپیں بھی چن لی ہیں اور یہی میری کائنات علم ہے [illegible] تھیں کہ موت نے آ دبایا۔ مطلب یہ کہ دونوں فلسفیوں نے موجیں مارتے ہوئے سمندر میں داخل ہونے کی کوشش ہی کی تھی۔ کوئی کنارے تک پہونچا بھی مگر صرف چند سنگریزے اٹھانے پر ہی اکتفا کی، کسی نے سنگریزے چھوڑ کر سیپیں تلاش کر لیں اور انہیں دامن میں بھر لیا۔ ایسے تو بہت ہی کم ملیں گے جن کے بازوؤں میں اتنا کس بل ہو کہ وہ جرات رندانہ سے کام لیتے ہوئے اس بحرِ زخار میں داخل

ہونے کو تیار ہو جائیں۔

ایک مثال :۔ رحمتِ باری، جسے ہم اپنی زبان میں بارش یا مینہ کہتے ہیں۔ جب زمین کو سیراب کرتی ہے تو بلاتخصیص ہر شے جو اُس کی زد میں آتی ہے متاثر ہوتی ہے کیونکہ فطرتِ رحمت یہی ہے کہ متاثر ہونے والے کو متاثر کرے۔ اب دیکھئے زمین کی صلاحیت؟ زمین جب رحمتِ باری سے متاثر ہوئی تو خود بھی سرسبز و شاداب بنی پھر دوسروں کو بھی سیراب کر گئی اور جب یہ رحمتِ باری کسی سیپ کی گود میں اُتری تو دُرِ یکتا بن گئی، یہی بارش، سیپ کی صلاحیت پہ مرمٹی اور اپنا سب سے انعام عطا کر گئی۔

واقعاتِ کربلا کے مطالعہ کرنے والے کو مندرجہ بالا خیالات سے ضرور واقفیت رکھنی چاہیئے ورنہ تحقیق مکمل نہ ہوگی۔ تحقیق جو غلطی کی گھات میں لگی رہتی ہے ہمیں اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم بعض کھلے ہوئے اُمور سے منہ موڑ لیں۔ شاید فیڈیلی رٹائلڈ (F R ۲) نے ایک موقع پر کہا ہے کہ انسان کے سوچنے اور سمجھنے کی قوت کا نام عقل ہے اور محسوس کرنے اور ادراک کرنے کی طاقت کا نام دل ہے اور انسانی مملکت کے یہی دو بادشاہ ہیں جن کے اشاروں پر اعضائے بدن حرکت کرتے ہیں۔ عقل، انسان کی بہترین رہبر ہے، اُمورِ ظاہری جیسے معاشرہ سے لگاؤ، رہن سہن، اختلاط نشست و برخاست، خاندانی تعلقات وغیرہ ان میں عقل کی رہبری از حد ضروری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ انسان کے جسم میں جو

عالمِ صغرا کے مانند ہے عقل سے بڑی [illegible] جس کے اشاروں پر خود عقل ناچتی ہے اور [illegible] احکام بجا لاتے ہیں۔ اور بدن کی کوئی شے قطعی حرکت نہیں کرتی، عقل، قلب کی غلام ہے، عقل، دل انسان کا [illegible] بدنِ انسانی، کے امن وامان کے لئے، اور انسان کی دنیا و آخرت کی بہبودی کے واسطے ان دونوں سروں کا [illegible] از حد ضروری ہے۔ ورنہ عالمِ صغرا میں فتور، پریشانی بے اطمینانی، اور انتشار پیدا ہو جائے گا۔ یہ بات انسان کے لئے کبھی بھی مفید نہیں کہ عقل مشرق میں جانے کی ترغیب دے اور دل مغرب میں۔

عقل و دل کے باہم سمجھوتہ کا نام ایمان، معیار، عصمت، نیکی، شرافت، اخلاق اور جنت ہے اور معصوم کا قلب و دماغ ـــــ اس سمجھوتہ کی سب سے اعلیٰ شکل ہے۔ امیر المومنین خطیب منبر سلونی وصی رسولِ خدا مولا علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے خدا کو دیکھا ہے مگر ان ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے۔ مطلب یہ ہے کہ ظاہری آنکھوں کی پرواز، خواہ وہ عقل کی رہبری ہی میں کیوں نہ ہو محدود ہے۔ اور حد چونکہ ایک قید ہے اور قید نقص ہے اس لئے خدائے عز وجل کی معرفت سے معذور ہے نظرِ دل کی پرواز لامحدود ہے وہ سامنے کے پردوں کو چاک کرتی ہوئی بڑی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔

کربلا کی تاریخ ـــــ پر نظر ڈالنے سے پہلے ذہن میں تخریب و تعمیر کی منزلیں متعین ہو جانی چاہئیں۔ تخریبی عناصر ـــــ دل میں کیوں [illegible]

قطعہ

(جناب نانک چند صاحب سرور المتخلص بہ عشرت ایم۔ اے، ایل ٹی)

اگر ہو مصلحت تو راحتِ ہر دو جہاں لینا
پناہ مامنِ کون و مکان و لامکاں لینا
بلائیں جتنی بھی ہوں سب وہ نازل ہوں مگر یارب
نہ طرزِ کربلا سے پھر کسی کا امتحاں لینا

[illegible] کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ انسان کے [illegible] مندرجہ ذیل تین خواہشیں طرح طرح کی صورتوں [illegible] بھی رہتی ہیں۔

(۱) خواہش اقتدار۔ (Instinct of Power)

(۲) خواہش دولت۔ (Instinct of wealth)

(۳) خواہش شہرت (Instinct of Name)

اور انسان کی یہ خواہشیں اگر پوری ہو جائیں تو اسکے دماغ کا خراب ہو جانا یقینی ہے

خواہش اقتدار ——— کی خاصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو پاگل بنا دیتی ہے۔

(Power + wealth = Barbarism) انسان

اگر اس جذبہ میں دولت کا عنصر بھی شامل ہو جائے تو انسان دنیا کو تہہ و بالا کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ اپنے نازک سے نازک آبگینہ کو توڑنے پر آمادہ ہوگا جن میں عزت، عصمت، شرافت، اخلاق اور الفت سب شامل ہونگے دولت، خواہش اقتدار کے لئے سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہے۔ انسان دولت کے بل بوتے پر اپنے اقتدار کو منوانے کی کوشش کرتا ہے۔

خواہش دولت ——— یہ آبگینہ بے حد نازک ہے جس شخص کو میسر آ جائے اس کی آنکھیں اس کی فرزانگی سے چوندھیا جاتی ہیں۔ یہ روشنی اس کو اتنا بھاتی ہے کہ وہ اپنے دماغ اور دل کے تمام فطری جواہر کو بھول جاتا ہے اور پھر شعور کا روشن دیا بھی دولت کی ہوا سے گل ہو جاتا ہے پھر انسان، انسان نہیں رہتا بلکہ کچھ اور بن جاتا ہے وہ اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے ایک زینہ نیچے اتر آتا ہے اور فطرت کے ہر اصول کے سامنے اپنی دولت کی مستحکم دیواروں کو کھڑا کر دیتا ہے۔ اور اپنی دانست میں یہ سمجھتا ہے کہ یہی فلاح و بہبودی کا راستہ ہے

خواہش شہرت ——— اس صفت سے دنیا کا کوئی انسان مبرا نہیں، نام و نمود کی خواہش انسان کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ سقراط نے اسے انسان کی سب سے بڑی کمزوری بتایا ہے اسلامی اصول تو یہ ہے کہ عزت و ذلت دینے والا خداوند تعالے ہے، بعض فلسفیوں نے عزت و ذلت کا معیار عمل کو بتایا ہے جس سے زندگی جنت اور جہنم سب کچھ بنتے ہیں۔ بہرحال خواہش شہرت سے دنیا کا ہر انسان سرشار ہے لیکن اگر یہ صفت تنہا ہے تو اس قدر مضر نہیں جتنی اس وقت بن جاتی ہے جب "اقتدار" اور "دولت" بھی اس کے معین و مددگار ہو جائیں۔

کربلا میں ان تخریبی عناصر کی جلوہ ریزیاں ملاحظہ کیجئے۔

خواہش اقتدار کا جھگڑا ویسے تو رسول مقبول کے انتقال کے فوراً بعد ہی شروع ہو گیا مگر صاف صاف اظہار معاویہ نے خود کیا جبکہ صلح نامہ جناب امام حسنؑ کی خلاف ورزی کی گئی۔ جہاں تک سانحۂ کربلا کا تعلق ہے اس کے لئے وہی صورتیں اختیار کی گئیں جنکا مقصد صرف تخریبی تھا۔ سامانِ تخریب پسندی کے مظاہرے یوں ہوئے۔

قطعہ

(جناب نانک چند صاحب سریواستو عشرت،
ایم۔ اے، ایل ٹی، منشی فاضل۔ گونڈہ)

تھے قہر مگر اذن و رضا کے طالب
جرأت پہ تھی آقا کے غلامی غالب
کیا لکھے کوئی مدح و ثنائے عباسؑ
ایمان نے ڈھونڈا تھا وفا کا قالب

(۱) اس نے دولت کے بل بوتے پر یزید کی خلافت کو منوانے کی کوشش کی۔ خزانوں کے منہ کھول دیے۔ زمینیں اور جائیدادیں خیرات کی طرح بٹنے لگیں۔

(۲) ظلم کی ٹہنی پھیلنے لگی۔ معاویہ نے ان افراد سے جو اس کے زیر اثر تھے یزید کی خلافت کی گواہی دلوانا چاہی۔

(۳) امن امان کی حفاظت تو نہ کی گئی بلکہ امن عامہ اور انسانیت کے چین و قرار کو خطرہ میں ڈال دیا گیا۔

(۴) اخلاقیات پر ضرب کاری لگائی گئی۔ اور اس سیلاب میں صداقت، دیانتداری ایمان، حمیت و غیرت اور شرافت سب خس و خاشاک کی طرح بہنے لگے۔ اور نتیجہ میں جھوٹ، افترا، مکاری، عیاری، بے ایمانی حکمرانی کرنے لگی۔ شراب روحانی کے جو تھوڑے بہت گھونٹ حلق کے نیچے اُترے تھے اس کشمکش میں وہ بھی ہضم ہوگئے اور وہی پرانا چہرہ نظر آنے لگا جس پر سجدوں کے نشانوں کے بجائے [illegible]ت پرستی کے نقوش تھے جیسے مصور کی وہ حسین تصویریں

ماں کے آنسو

(نتیجۂ فکر سید سرکار حسین صاحب زائر نقوی)

لیلےٰ نے کہا پیٹ کے سر لاش پسر پہ ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
جاتے ہو کہاں چھوڑ کے مجھ کو میرے دلبر ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
دل میں تری شادی کے رچانے کی تھی حسرت ۔۔۔ کیا اسکی خبر تھی کہ بگڑ جائے گی قسمت
سہرا بھی ترا دیکھنے پائی نہ یہ مادر ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
کیوں ہاتھ کلیجے پہ دھرے ہو مرے جانی ۔۔۔ قربان ہو ماں بولو ترا اے یوسف ثانی
دیکھوں تو ذرا برچھی کا ہو زخم کہاں پر ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
کس قہر کی نیند آئی کہ کھلتی نہیں آنکھیں ۔۔۔ ڈوبی ہوئی نبضیں بھی ہیں چلتی نہیں سانسیں
رخصت ہوئے دنیا سے یہ بتلاتے ہیں تیور ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
اب کون ہے جو جائے مدد کو شہِ دیں کی ۔۔۔ قاسم ہیں نہ عباس جری رہ گئے باقی
دو لاکھ کے نرغے میں ہیں تنہا شہ بے پر ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
سرتاج مرا قتل ہوا میں ہوئی قیدی ۔۔۔ بلوے میں رسن بستہ مجھے لے چلے کوفی
عابدؑ کے سوا کون ہے اب انڈوں کے سر پر ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
اٹھارہ برس پالا تھا دکھ درد اٹھا کر ۔۔۔ پیری میں دغا دو گے یہ سمجھی نہ تھی مادر
حسرت مری پامال ہوئی وائے مقدر ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ
دنیا کی فضائیں جو بدل جائیں تو کیا غم ۔۔۔ ہر ماہ اسی شان سے ہوگا ترا ماتم
تا زیست نہ بھولے گا تجھے زائر مضطر ۔۔۔ ارمان بھرے دل کی تمنا علی اکبرؑ

اس نے بڑی چابک دستی سے رنگ [illegible] ہلکے سے چھینٹوں سے اپنا رنگ و روپ [illegible]

(۵) دین کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ [illegible] سے اُلجھنے کی سعی کی گئی۔ اور حمایت باطل پر اُن [illegible] کو مجبور کیا گیا جن کے مبارک گھر سے دین کی ابتدا ہوئی [illegible]

یہی وہ [illegible] خاص [illegible] تھے جن پر معاویہ [illegible] اس کے بعد اسی کے نااہل بیٹے یزید نے اسلام کے [illegible] اور [illegible] کی بنیادیں [illegible] کیں۔

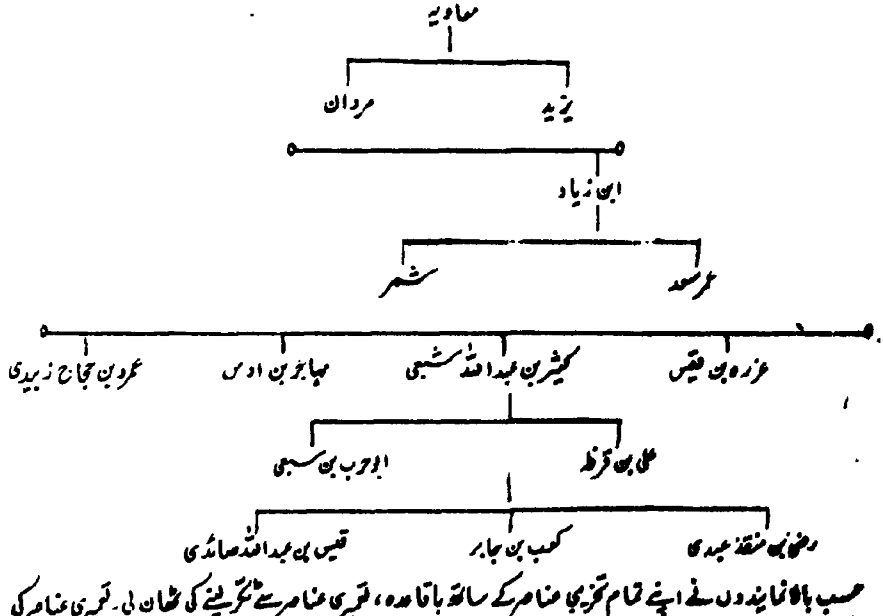
یزید نے جب گدی حاصل کی تو قریب قریب [illegible] کھچڑی پک چکی تھی [illegible] معاویہ زمین [illegible] کر چکے تھے۔ مگر جیسا کہ میں نے [illegible] کیا اس ذہن کو [illegible] کرنے میں تحریک [illegible] بڑی چالاکی سے [illegible] میں لشکر [illegible] تھے۔ [illegible] [illegible] نے [illegible]

اپنے جگر کے ٹکڑوں سے [illegible]

[illegible]

جھلک ETernal ایک ... منظر میں اس کے پس پشیدہ تھی۔ ظاہری حالات جن باتوں کو خواں بتا رہے تھے اس کے پس منظر میں ایک جھلک
... تخت سلطنت، معاویہ کے بعد کسی دوسرے غاصب کا انتظار کر رہا تھا۔ یزید نے تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی مزید
... فراوانی باپ سے زیادہ کر دی۔ خزانے کے منہ کو اور چوڑا کر دیا گیا۔ جہاں اس کا باپ چار درم خرچ کیا کرتا تھا دہاں
... درم خرچ ہونے لگے۔ یزید، باپ کی طرح زیرک ڈپلومیٹ تھا نہیں اور اس کی اسی ناتجربہ کاری نے واقعات کو توڑنے مروڑنے
... فراخی سے کام لیا۔ زمینیں، جائیدادیں اور انعام و اکرام کی باقاعدہ فہرستیں بننے لگیں۔ باپ نے تھوڑی تھوڑی زمین
... لوگوں کے ایمانوں کو جھکایا تھا۔ یزید نے ملک رَے کی سلطنتیں بانٹنی شروع کر دیں۔ اور زبانی وعدے تو اس قدر کئے گئے کہ
اگر انھیں یہاں جمع کیا جائے تو خود وہ بڑے تفصیلی موضوع بن جائیں گے (میری زیر نظر تصنیف "ہسٹری آف کربلا" میں یہ
موضوعات کافی تفصیل سے درج ہوں گے۔)

یہ تو تفصیل تھی تخریبی عناصر کی اب اس کے نمایندے کون کون تھے۔ ان کی شکل اس طرح پیش کی جاتی ہے جس میں حسب
نسب، آباؤ اجداد اور رشتوں کی چاشنیاں ہیں۔ بلکہ واقعاتِ کربلا میں جس نے تخریبی میدان میں جس حد تک جولانیاں دکھائیں
یہ ان کی قربانیاں مع تیں ان کے مدارج کے ساتھ ہیں



حسب بالا نمایندوں نے اپنے تمام تخریبی عناصر کے ساتھ باقاعدہ، تعمیری عناصر سے ٹکر لینے کی ٹھان لی۔ تعمیری عناصر کی
بنیادیں کن اشیاء پر ہیں؟

۱۔ عصمت اور

۲۔ ایمان

مختصر الفاظ میں یوں عرض کیا جائے کہ ایک مومن (جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہے) کبھی امن و امان کی حفاظت سے گریز
نہ کرے گا۔ ... امن و امان رہے اور جنگ کا ... ہونے پائے چاہے اِس راہ میں اس کا گھر بار، عزت و ناموس، حتیٰ کہ وہ خود

بھی کیوں نہ فنا ہو جائے۔ اور عصمت کا حامل انسان (معصوم) خاموشی اور گوشہ نشینی کو ترجیح دیدیں ترجیح دیا
حضرت علی رضا علیہ السلام، ولی عہد ضرور ہوگئے۔ مگر صاف الفاظ میں فرما دیا کہ مامون میں تیرے امور سلطنت میں دخل
اور معصوم گوشہ نشینی کے عالم میں بھی دین کی حفاظت کرتا ہے، اُس کے سامنے سلطنت، خواہش سلطنت، مال
دولت اور خواہش شہرت، بے کیف جذبے ہیں۔

کربلا میں معصوموں کے نمائندے حسب ذیل تھے۔ جن کے تعمیری ستونوں نے تخریبی ہوا کو قیامت تک کے لئے فنا کر دیا۔

نور خدا

رسولِ مقبول — حضرت علیؑ

امام حسنؑ — امام حسینؑ

حضرت قاسمؑ — حضرت عبداللہؑ — حضرت عباسؑ — حضرت مسلمؑ

حضرت علی اکبرؑ — حضرت عون — حضرت محمدؑ — فرزندان مسلمؑ — حضرت علی اصغرؑ

جناب حُر — جناب حبیب ابن مظاہر — زہیر ابن قین — مسلم ابن عوسجہ — بریر بن خضیر

عبداللہ بن عمر کلبی — عمر بن قرظہ

سعید بن عبداللہ — سلمان بن مضارب — نافع بن ہلال — شوذب بن عبداللہ — عبدالرحمٰن بن عروہ

ابو ثمامہ صائدی — حنظلہ بن اسعد — سیف بن حارث

جون — انس بن حارث اسدی

مالک بن عبد بن سریع — رافع بن عبداللہ — سعد بن حارث — غلام ترکی — علی بن مظاہر اسدی

معصوم، کی خاموشی اور گوشہ نشینی صرف اسیوقت تک ہوتی ہے جبتک دینی امور میں اس سے خواہ مخواہ اُلجھنے کی کوشش نہ کی جائے
بھی ایسا کہ اُس سے کہا جائے کہ حمایت باطل کرو۔ پس اب معصوم اپنی روحانی طاقتوں کو بروئے کار لا کر حمایت حق کریگا۔ اور اگر وقت پڑا
کے چھینٹوں سے حق اور باطل، تعمیر و تخریب حلال و حرام اور جنت و دوزخ کے درمیان حد فاصل قائم کر جائیگا تاکہ آنیوالی قومیں
اپنا اپنا دین و دنیا درست کر سکیں۔ حمایت باطل نہ کرنا، یہ بڑے دل گردے کا کام ہے۔ اس جذبے کو دنیا [illegible]
[illegible] بڑے بڑے مستحکم قدم اکثر [illegible]

اِنساں کو حسینؑ نے اِنساں بنادیا

(دیپتی چندر چودھری پربھان شنکر سروش ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی ایڈووکیٹ اوناؤ)

کیا غم کو تو نے شاہِ شہیداں بنادیا
افسانۂ حیات کا عنواں بنادیا (۱)

ٹکرا کے زندگی کو حوادث سے یا حسینؑ (۲)
انسان پر حیات کو آساں بنادیا (۲)

ساری رسومِ عہدِ کہن تو نے توڑ کر
انسانیت کو حاصلِ ایماں بنادیا (۳)

تیری ہر ایک بات نے اے حریت نواز
معیارِ زندگی پئے انساں بنادیا (۴)

بیداریوں نے تیری، یداللہ کے پسر
بیعت کو ایک خوابِ پریشاں بنادیا (۵)

ہنس ہنس کے اس طرح سے بچوں نے جان دی
جاں بازیوں کو بازیِ طفلاں بنادیا (۶)

غم کی سرشت رویِ طرب سے بدل گئی
ہر زخمِ دل کو اک لبِ خنداں بنادیا (۷)

جی تو یہ چاہتا ہے کہ وہ ہاتھ چوم لوں
جس نے مزارِ اصغرِ ناداں بنادیا

اے حُر نواز! تیری یہ معجز نمائیاں
تاریکیوں کو شمعِ فروزاں بنادیا (۹)

ق

تصویرِ کفر دین کے سانچے میں ڈھل گئی
کانٹے کو چھو لیا تو گلستاں بنادیا (۱۰)

ذرّاتِ کربلا کو شہادت کے فیض سے
ہمدوشِ اوجِ تختِ سلیماں بنادیا (۱۱)

بہنوں نے تیری بن کے اسیرانِ بے ردا
مقصد کو تیرے اور نمایاں بنادیا (۱۲)

ہندوستاں کو خطبۂ آخر میں کرکے یاد
ہم کو بھی اعتماد کے شایاں بنادیا (۱۳)

اسلام اگر تجھی سے محبت کا نام ہے
پھر تو مجھے بھی تو نے مسلماں بنادیا (۱۴)

ایماں کی سروش تو یہ ہے۔ خدا گواہ
انساں کو حسینؑ نے انساں بنادیا (۱۵)

عہد اموی و عباسیہ میں سزائیں

نوشتہ جناب سید الواعظین مولانا سید اولاد حسین صاحب عرف للن صاحب شاعر

اسلام جو اپنے ساتھ سزاؤں کے انداز لایا تھا وہ قرآن مجید میں محفوظ ہیں۔ عہد رسالت میں بھی گرفتاریاں ہوتی تھیں ان میں جنگی قیدی زیادہ ہوتے تھے۔ مگر ان کو کسی ستون مسجد سے بھی جکڑ دیا جاتا تھا۔ مگر یہ فیصلہ طلب مجرم ہوا کرتے تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ ایسے مجرموں کے متعلق آنحضرتؐ مشورہ طلب فرما کر فیصلہ کرتے تھے۔ دربار رسالت میں صرف ایک ہی بزرگ تھے جو بندے کو مارنے یا قتل کا مشورہ دینے میں پیش پیش تھے اور کبھی کبھی لانا تو تلوار کھینچ کر حد ادب رسولؐ کی دیوار بھی پھاند جایا کرتے تھے۔ مگر اکثر رحمۃ للعالمین کی بات رہتی تھی اور یہ مجرم چھوڑ دیے جاتے تھے۔

عہد آنحضرتؐ میں گرفتاری سے مقصود نقصان رسانی کی آزادی کا سلب کر لینا معلوم ہوتا ہے۔ ایذا ئے جسمانی دینا نظر نہیں آتا۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کی اسیری پر آنحضرتؐ کا رونا اور رسی کا کسا ہوا بند کھلوا دینا اسی طرح دختر حاتم طائی کی رہائی۔ ایک نہیں ہزاروں واقعات گواہ ہیں۔ رسولؐ کے بعد ڈھائی برس صرف ہنگاموں کے جیلے سے مدینہ سے اصحاب آنحضرتؐ کو نکالنے میں صرف ہوگئے۔ اس کے بعد بھی عرصہ تک اسیری کا قاعدہ یہ رہا کہ مجرم کو کسی صحابی کی حفاظت میں دے دیا جاتا تھا۔ جہاں حضرت خلیفہ ثانی بڑے دوربین بزرگ تھے۔ ان کی نظریں دیمیشہ یکساں کام کرتی تھیں۔ یہ آپ ہی کے تدبر و سیاست دانی کا کارنامہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ شام کے گورنر ہوئے۔ نیز سفر شام میں جو نگاہ جاہ و جلال دیکھ کر اپنی مسرت کا اظہار بھی کیا تھا کہ معاویہ کسرائے عرب ہے

یہ وہی خلیفہ تھے جو نامزد گورنروں کو جاتے اور ملاتے ہوئے چھپ کر دیکھا کرتے تھے کہ گورنری سے کوئی ناجائز مال لے تو نہیں آئے ہیں۔ اسیروں پر جسمانی ایذا لازم کرنے کا سہرا حضرت معاویہ کے سر ہے۔ آپ ہی نے ہتھکڑی کی ایجاد فرمائی۔ اس واقعہ کو خطیب اور دوسرے مورخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے خلافت ثانی کے دور میں ایک گائے کی کھال میں اشرفیاں بھر کر اپنے پدر بزرگوار ابی سفیان کی خدمت میں خفیہ طریقے سے بھیجیں۔ نیز وہ ہتھکڑیاں بھی جو قیدیوں کو دست بستہ کرنے کے لئے ایجاد کی تھیں۔

اس مال کی خفیہ رپورٹ حضرت خلیفہ ثانی کو پہنچ گئی۔ حضرت خلیفہ ثانی بڑے کریم بزرگ تھے۔ اگر اور کسی کا معاملہ ہوتا تو غالباً چشم پوشی بھی فرما لیتے۔ مگر یہ آپ ہی ایسے دوسرے بزرگ حضرت ابوسفیان کا قصہ تھا جن کی فتنہ پروری آپ سے پوشیدہ نہ تھی۔ یہی وہ بزرگ تھے جنہوں نے ایک خدا خواہ علیؑ تارک الدنیا سے کہا تھا کہ تم خلافت کے مدعی بن جاؤ تو گھوڑے سواروں سے وادیٔ مدینہ کو بھر دینا میرا کام ہے۔

اس لئے اتنی سنہری دولت کا حضرت ابوسفیان کے پاس رہنا سیاسی اعتبار سے سخت خطرناک تھا۔

اس لئے حضرت ابوسفیان کو طلب کیا گیا اور آپ سے اس مال کے متعلق دریافت حال کیا گیا۔ حضرت ابوسفیان کو ابھی تک سچ بولنے کی پوری مشق نہ ہوئی تھی اس لئے انہوں نے کانوں پر ہاتھ دھرے اور حضرت خلیفہ ثانی کے سامنے کہ اشرفیاں تو درکنار میں نے تو پیسہ بھی نہیں پایا۔

…کے نگوں تھے جو قسمت سے کسی پر کیسے ماضی ہو جاتے … حضرت ابوسفیان کے ہاتھ پر پڑی جس میں ایک انگوٹھی … وہ انگوٹھی کہاں سے آئی یہ خدا جانے۔ مگر ایسی تھی کہ حضرت اس بحث چھوڑ کر اس خاتم و نگین کی حق بجانب تعریف کرنے لگے اور قریب سے دیکھنے کے لئے حضرت ابوسفیان کے ہاتھ سے لے لینا پڑی۔

حضرت ابوسفیان بہرطور جھوٹے ثابت ہوئے۔ کیونکہ حضرت عمر نے اوس انگوٹھی کو بطور نشانی بھیج کر حضرت ہندہ جگرخوارہ سے شہرے آیا ہوا مال منگا لیا۔ جس کے ساتھ ہتھکڑیاں بھی آئیں اور بیٹے کی ایجاد پہلے ان کے باپ کے ہاتھوں پر آزمائی گئی۔

یہ قیدیوں کو جسمانی ایذا رسانی کا پہلا سامان تھا اس کے بعد بنو امیہ سامان ایذا رسانی میں برابر ترقی کرتے رہے جس میں وہ زندان شام بھی ہے جس کا تعلق اسیرانِ اہلبیت سے ہے۔ لیکن اس زندان کے تذکرے میں جذبۂ شیعیت بدنام کیا جا سکتا ہے اس لئے ہم اشارہ کر کے ترک کرتے ہیں۔

(۱) حبس نما دم کوہ ابوقبیس پر ایک اندھیرا غار تھا جس کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا جاتا تھا اور اسیر کو دکھانا دیا جاتا تھا نہ پانی۔ اسی میں حضرت عبداللہ … نے … محمد حنفیہ بن علی … کو قید کیا تھا۔ (مسعودی)

… کو نذر کرد حجاج بن یوسف … میں مشہور تر یہ شغل ہے۔ اگر

صرف اسی کی اسیر نوازی کا ذکر کیا جائے تو ایک مجلد تیار ہو سکتی ہے۔ حجاج نے شبیب خارجی کو شکست دی شبیب اس کے مظالم سے واقف تھا۔ یہ گھوڑے سمیت دریا میں کود گیا۔ حجاج نے اس کی لاش نکلوا کر سینہ چاک کر کے دل نکالا اور اس کو زمین پر پھینکا تو غبارہ بلند ہوا۔ پھر اس دل کو دوپارہ کیا گیا تو اس میں سے اور ایک کروی شکل کا دل برآمد ہوا جو پتھر سے زیادہ سخت تھا۔ (مسعودی)

آلِ عباس نے اسیروں پر ظلم کا ریکارڈ مات کیا ہے اگرچہ اپنے آغاز میں یہ بہت کریم و رحیم نظر آتے تھے

مروان حمار کے قتل کے بعد اس کا اموی خاندان گرفتار ہو کر صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس کے سامنے لایا گیا۔ جن میں روتی اور بلکتی ہوئی عورتیں بھی تھیں۔ مروان کی بڑی لڑکی نے صالح سے کہا کہ ہم عفو و کرم چاہتے ہیں۔ آخر تو ہم تمہارے عم زاد ہیں۔ صالح نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اے بنی امیہ کیا تم نے حال ہی میں ابراہیم بن حسن کو قید خانہ میں شہید نہیں کیا۔ کیا ہشام بن عبدالملک نے زید شہید کو سولی پر نہیں چڑھایا۔ کیا زید کی زوجہ[1] کو شہید نہیں کیا گیا اور ان کے بیٹے یحییٰ کو صلیب نہیں دی۔ کیا ابن زیاد کے ذریعہ مسلم ابن عقیل کو شہید نہیں کیا گیا۔ کیا امام حسینؑ کو ان کے اعزا و اقربا و اصحاب کے ساتھ شہید نہیں کیا گیا۔ حرم رسولؐ کے ساتھ سر حسینؑ کو بازاروں میں نہیں پھرایا (معاذ اللہ) گویا وہ کسی کافر کا سر تھا

لبوں پہ شکر بھی ہے آہ دلخراش بھی ہے

شمیم صفی پوری

کنارِ شاہ ہی کڑیل جواں کی لاش بھی ہے
سکونِ عشق بھی ہے غم کا ارتعاش بھی ہے
خلافِ صبر نہیں غم سے داخلِ فطرت
لبوں پہ شکر بھی ہے آہ دلخراش بھی ہے

[1] مسعودی نے مروج الذہب میں شہادت زوجہ زید کا مقام حیرہ بتایا ہے۔

کیا اہلِ بیت کو شام کے پچے لفنگوں کے سامنے سر برہنہ نہیں کھڑا کیا گیا۔ کیا انہوں نے حرمِ رسولؐ کو کنیزی میں طلب نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس سے آنحضرتؐ کی توہین مقصود تھی اور قسمتِ خدا پر جبارت کا فرانہ تھی۔

مروان کی لڑکی نے سر جھکا کر کہا یہ سب درست ہے۔ مگر اے اولادِ عمِ رسولؐ ہم پھر بھی عفو کے طالب ہیں۔ صالح نے کہا اگر یہی بات ہے تو کیا تو اس پر راضی ہے کہ تیرا نکاح اپنے بیٹے نفضل کے ساتھ اور تیری چھوٹی بہن کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے عبد اللہ کے ساتھ کر دوں۔

منصور عباسی نے کنارِ فرات ایک زمین دوز قید خانہ بنایا تھا۔ مسعودی نے ۳۳۲ھ میں اس کو دیکھا تھا جب کہ لوگ حصولِ عبرت کے لئے دیکھنے جایا کرتے تھے۔ یہ اتنا تاریک تھا کہ اس میں قیدی رات اور دن کی تمیز نہ کر سکتا تھا۔ اس میں عبد اللہ بن الحسن بن الحسن السبط بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام اور ان کے بھائی قید تھے۔ اس قید خانہ میں مرجانے والی کی لاش نہ اٹھائی جاتی تھی۔ اہلِ بیت کے بعض دوستوں نے اسیرانِ اہلبیت کے لئے کسی طرح کچھ خوشبو پہنچا دی تھی۔ تاکہ قید خانہ کی بدبو سے کسی طرح راحت پا سکے۔ زمین کی نمی سے ان اسیروں کے

پاؤں پر اتنا ورم تھا کہ پاؤں ڈھل گئے تھے ... بھی اس طرح بنائی گئی تھی کہ گرائی جا سکتی تھی ... وضو کر رہے تھے کہ ان پر چھت گرا دی گئی اور لاشوں کو ... کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ اسیرانِ اہلبیت اس حالت میں ... ترک نہ کرتے تھے۔ تاریکی سے وقت نہ معلوم ہو سکتا تھا ... حضرات سب کے سب حافظِ قرآن تھے اس ... ایک نماز کے بعد ختمِ قرآن مجید تمام کر کے دوسری نماز پڑھتے تھے۔ اس قید خانہ میں ابراہیم نفس زکی کا سر اور ... باپ عبد اللہ کو تحفۃً بھیجا گیا تھا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے نماز نہیں توڑی۔

اسیرانِ آلِ محمدؐ کے منہ پر چونے کی تھیلیاں چڑھائی گئی تھیں اور اسی عالم میں ان کا انتقال ہوا۔

عبد اللہ بن علی ابن عبد اللہ عباس کو سزائے بغاوت میں اسی قید خانہ میں ان کی لونڈی سمیت قید کیا گیا تھا۔ عباس ... کو گلا گھونٹ کر سوتے میں مار ڈالا گیا۔ لونڈی ... سہی تھی اور اس نے ہزار منت کی مگر اس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ پھر دونوں کو ایک بستر پر ... اور چھت گرا دی گئی۔

موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن السبط بن علی ... کو دیلم میں ایسے جنگل میں جگہ ... سے پر تھا۔ جب ...

اعجازِ بے زبانی

شہید صفی پوری

پہلے یہی سنا تھا جو پیغامِ حق ملا
اظہارِ سرکشی سے پشیماں تھے اشقیا
اعجازِ بے زبانیِٔ معصوم دیکھئے
جو کہہ سکا نہ کوئی وہ اصغر نے کہہ دیا

[illegible] کیا۔ (مسعودی)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قید خانہ کا ذکر ترک کیا [illegible] اس قدر کافی ہے کہ ہارون رشید قیدیوں کے [illegible] میں اس قدر سخت تھا کہ آلِ ابو طالب میں سے ایک قیدی [illegible] کو چھوڑ دینا یہ بھی اسباب زوال آل برامکہ میں شمار ہوتا ہے۔

عہد متوکل میں اس کے وزیر محمد بن عبد الملک الزیات نے آہنی تنور بنواۓ تھے جن میں آہنی زنجیریں آویزاں تھیں ان میں ملزمین کو قید کیا جاتا تھا۔ متوکل کے عہد میں آلِ ابی طالب کی گرفتاری گویا ایک دستور بن گیا تھا۔ عموماً سادات عرب کی سکونت ترک کر رہے تھے۔ عیسیٰ بن الشیخ الشیبانی ۲۵۲ھ میں جب مصر سے مدینہ پہونچا تو اس کے ساتھ قید سے بچنے کے لئے آلِ ابی طالب کے بہتر سادات نے بھی ترک وطن کر دیا۔

مہتدی باللہ عباسی ایک اچھا بادشاہ تھا اس نے فریاد رعایا سننے کے لئے ایک قصر بنوایا تھا (قبۃ المظالم) امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں پیش پیش رہتا تھا۔ کنیز بازی شراب خواری ممنوع کر دی تھی۔ لیکن اب رعایا کو عیاشی کی مشق ہو چکی تھی اس لئے اس بادشاہ کو ناپسند کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے اسباب قتل اتنے بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) قید میں آب و دانہ نہ دیا۔ (۲) شدید گرم پانی سے حقنہ دیا گیا (۳) زیادہ تر یہ بات مشہور ہے کہ پہلے تیز گرم حمام میں بند کیا گیا۔ پھر نکال کر برف کے تیز پانی میں ڈال دیا گیا اس کو ایسا بخار چڑھا کہ جگر شق ہو گیا۔ اس کے بعد مہتدی باللہ بادشاہ ہوا اس کو بھی گرفتار کرنے کی کوشش میں جنگ ہوئی اور اسی کے غلام نے اس کے رخسارے پر خنجر مار کر اپنا منہ لگا دیا اور مہتدی کے جسم کا سارا خون پی [illegible] تک کہ وہ مر گیا۔

معتضد باللہ عباسی نے عذاب خانے بنوائے تھے جن میں [illegible] اقسام کے مظالم کئے جاتے تھے۔ ان [illegible] کے کارکنوں کا نام موکلانِ عذاب تھا

معتضد اپنے اسیروں کو برہنہ کر کے کوٹھے پر باندھ دیتا تھا اور زیر بام سے تیر اندازی کی جاتی تھی (غالباً شرمگاہ پر) یہاں تک کہ قیدی مر جاتا تھا۔ ایک گڑھا کھود کر قیدی کو اولٹا کر دیا جاتا تھا۔ صرف سر دفن ہو جاتا تھا اور اس طرح بمشکل تمام دم نکلتا تھا۔ ناک، کان اور منہ میں۔ روئی ٹھونس دی جاتی تھی اور شرمگاہ کی جانب سے مشک لگا کر ہوا بھری جاتی تھی۔ یہاں تک کہ انسان پھول کر شتر بن جاتا تھا پھر دونوں ابرؤوں کے درمیان نشتر دیا جاتا تھا۔ ہوا کے دباؤ کی وجہ سے خون کا فوارہ بہت بلند ہو جاتا تھا اور انسان دوڑ دوڑ کر جان دیتا تھا۔

یہ تھے شریف لوگ تھے جن کو ہم خلفاۓ اسلام کہتے ہیں۔

رباعی

قاسم کے جہاد پر شہادت قرباں!
عباس کے تیور پہ شجاعت قرباں!
اک رات کا دولہا ہے یہاں مرنے کو
اسلام پہ جس کی ہے محبت قرباں!

فنا بلگوری

شہادت حسینؑ کی عظمت کا ایک خاص پہلو

(نوشتہ جناب مولانا سید ابرار حسین صاحب مبلغی ممتاز الافاضل پروفیسر جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)

واقعۂ کربلا کی اہمیت اور شہادت حسینؑ کی عظمت کو ہی نظمی امر نہیں ہر مذہب وملت نے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے سوائے ان چند مخصوص لوگوں کے جن کو خاندان اہلبیت سے عداوت اور یزید سے محبت ہے۔ ہر گروہ ... کی افادیت کا اقرار کرتا نظر آرہا ہے۔

شہادت حسین کے مختلف وجوہ و اسباب بتائے گئے ہیں میرے نزدیک سب سے اہم پہلو ایک یہ ہے کہ شہادت حسین صرف شخصی شہادت نہیں ہے بلکہ حسین مظلوم کی شہادت دراصل اسلام اور بانی اسلام کی شہادت ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حسین کی شہادت عین رسول کی شہادت ہے۔ ... حسین کی شہادت کا مطالعہ اس نظریہ سے کرنا چاہیئے۔ ... کے ساتھ عرض کروں۔ ثبوت کے لئے شاہ عبدالعزیز دہلوی کا وہ فقرہ جو سر الشہادتین میں ہے وہ پیش کر کے ختم کر دوں گا۔ میرے ... ثبوت کے لئے بہت زیادہ کافی ہے۔

اعلم رحمک اللہ تعالیٰ ان الکمالات التی تفرقت فی الانبیاء علیہم السلام وقد اجتمعت فی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد اعطی الخلافۃ کما اعطی آدم وداؤد علیہما السلام واعطی الملک کما اعطی سلیمان علیہ السلام واعطی الحسن کما اعطی یوسف علیہ السلام واعطی الخلۃ کما اعطی ابراہیم علیہ السلام واعطی الکلام کما اعطی موسیٰ واعطی العبادۃ کما اعطی یونسؑ واعطی الشکر کما اعطی نوحؑ وقد زید لہ کمالات آخرون انواع الولایۃ والمحبوبیۃ

پیاسوں کی کہانی

از ... باقر بخاری ...

یثرب سے شہ دیں کرب و بلا پیاسوں کی کہانی لے کے چلے
اصغر سے مجاہد کا بچپن ۔ اکبر کی جوانی لے کے چلے
لب خشک رہے آنکھوں سے مگر موجوں کی روانی لے کے چلے
تیروں نے سلامی دی جو کہ عباس جو پانی لے کے چلے
خشکیزہ تھا منہ میں ہاتھوں قلم زانو پہ وار کھا تھا سالم
عباس پہ برسنے تیر دل جب نہر سے پانی لے کے چلے
اکبر نے سنا ان میں کھائی اور کسی کی آواز آئی
شہ آگ غموں کی سینہ میں اور آنکھوں میں پانی لیکے چلے
چپکے سے کہا ماں نے رو کر جلدی سے پلٹ آنا مضطر
شبیر جو زہرا کے گھر کی ننھی سی نشانی لے کے چلے
نعرہ تن قدموں میں خم ہے مگر اور کانپتے ہاتھوں پر ...
شبیر شہادت کو حق کی قرآن کا ثانی لے کے چلے
اک ننھے سے مجاہد کی محضر میں شہادت کے حق کی
شبیر لرزتے ہاتھوں پہ یہ بھی قربانی لے کے چلے
ظلم اس سے زیادہ کیا ہوگا بیمار چلے اور بے ...
کاندھوں پہ طوق و سلاسل کی جب شاہ گرانی لے کے چلے
کچھ اجڑے تیوں کے پردے بچوں کے جلے ...
سجاد بھرے بازاروں میں گھر کی ویرانی لے کے چلے
شہزادی عالم کو ... دینے کو ...
... ہلکے ... آخر ...

[illegible] ية والقرب الاتم والشفاعة
[illegible] اعداء الله تعالى الى غيره الخ
[illegible] كالعلم الوسيع والعرفان الاتم والقضاء
والفتيا والاجتهاد والاحتساب والقراءة وغيرها
لكن بقي له كمال لم يحصل له بنفسه وهي الشهادة
والشهيد في عاهر حصن لصاله بنفسه ... ولو
استشهد في الحرب لادى ذلك الى كسر شوكة
الاسلام واختلال الدين في نظر العوام ولو استشهد
غيلة وسرا كما وقع لبعض خلفائه لم تكن
له شهادة لان تمام الشهادة بل ولا تمت الشهادة
لان تمام الشهادة ان تقتل الرجل في اعزته الكريمة وان
يعفر جواده ويلقى منه مطروحة والقتلى حوله جمع
كثير من اعزة اهله واقاربه وكان يهب ماله وان
يسبى نساءه واتيا من كل ذلك في ذات الله فاقتضت
حكمة الله ثم احمعه الكمال العظيم لسائر كمالاته بعد
وفاته والتهنا ايام خلافة التي تنافي المحلوبية والطوبية
بر حال اصلهت من باقرب اقاربه واعزة اولاده الذين
يكون في حكم ابائه حتى يلحق ذلك بماله ويندرج
كما له في كماله فتوجهت عناية الله تعالى بعد
انقضاء ايام الخلافة الى هذا الحاق فاستنامت
الحسنين مناصب جدهما عليه افضل الصلوات والتحيات
وجعلتهما مراتين لملاحظة وجه جماله و
لما كانت الشهادة على قسمين شهادة سر وشهادة
علانية قسمت عليهما.

* جان لو کہ جو کمالات علاوہ انبیا میں تھے وہ سب کے
سب اس پیغمبر میں جمع تھے۔ آدم کو جیسے خلافت ملی ویسے
آپ کو ملی۔ آپ کو سلطنت ملی جیسے سلیمان کو۔ حسن عطا
ہوا جیسے یوسف کو۔ خلت عطا ہوئی جیسے جناب ابراہیم
کو۔ تکلم ہوا جیسے موسیٰ علیہ السلام کو۔ آپ عابد تھے
جیسے ... آپ شاکر تھے جیسے نوح

"اس کے علاوہ اور بھی کمالات حضرت کو ان سب سے زیادہ
حاصل ہیں جیسے ولایت اور محبوبیت مطلقہ اصطفا مطلق
ودیت الٰہی اور قرب اتم شفاعت عظمیٰ۔ دشمنوں سے
خدا کی راہ میں جہاد اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کمالات
ہیں جیسے علم وسیع اور عرفان کامل قضا و فتویٰ اجتہاد
و احتساب و قرأت وغیرہ۔ لیکن ایک کمال باقی رہ گیا
تھا جو اس وقت تک حضرت کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ وہ
کمال شہادت کا کمال ہے اور آپ کو یہ کمال حاصل نہ ہونے
کی خاص وجہ یہ تھی کہ اگر آپ کسی جنگ میں شہید ہو جاتے
تو شوکت اسلام ختم ہو جاتی اور عوام کی نگاہوں میں دین
میں خلل پڑ جاتا۔ اور اگر ناگہانی پوشیدہ طور سے شہید
ہو جاتے جیسے آپ کے بعض خلفا شہید ہوئے تو شہادت
مشہور نہ ہوتی بلکہ ویسی شہادت ہی نہ ہوتی اس لئے کہ شہادت
تامہ تو اس کا نام ہے کہ انسان عزت اور کرب میں مارا
جائے اس کا گھوڑا بے کار کر دیا جائے اس کا جسم میدان میں
پڑا ہوا ہو اس کے ساتھ اس کے اعزا و احباب بھی
قتل کئے جائیں اس کا مال لوٹا جائے عورتیں اسیر کی جائیں
یتیم گرفتار کئے جائیں اور یہ سب مصیبتیں خدا ہی کے واسطے
ہوں لیکن حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہوا کہ آپ کے عام کمالات
میں اس کمال عظیم کو بھی ملحق کیا جائے۔ آپ کی وفات اور
زمانہ رسالت کے گزر جانے کے بعد اور حضرت کو یہ کمال ایسے
لوگوں کے ذریعہ حاصل ہو جو آپ کے اہلبیت ہوں بلکہ آپ کے
اولاد اور بمنزلہ بیٹوں کے ہوں تاکہ ملحق ہو جائے ان
کا کمال حضرت کے کمال میں پس خلافت ... کے گزر
جانے کے بعد متوجہ ہوئی عنایت الٰہی اس کمال کے حاصل کی طرف اور
حسنین ایسے صاحبزادے عطا ہوئے حضرت کا قائم مقام بنایا
اور دونوں کو جمال محمدی کا آئینہ بنایا اور حسن صورت و معنوی کے
واسطے دو رخسار بنائے کیونکہ شہادت کی دو قسمیں ہیں ایک
شہادت پوشیدہ دوسری علانیہ یہ دونوں قسمیں دونوں بزرگوں پر
تقسیم کر دی گئیں۔"

شاہ صاحب کے اس کلام سے ثابت ہوا کہ حسنین کے کمالات یعنی پیغمبر اسلام کے کمالات تھے۔ ان کے حالات عین حالات رسول تھے کیونکہ مقتضائے اتحاد باطنی یہی ہے جس طرح کمالات حسنین کمالات رسول اسی طرح کمالات رسول کمالات حسنین ٹھہریں گے۔ سوائے ان مخصوص کمالات کے جن کو نفس پیغمبر نے خاص کر دے۔

شاہ صاحب کے علاوہ دیگر علماء کرام نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ اہلبیت رسالت، رسالتمآب کے قائم مقام اور بدل تھے چنانچہ صواعق محرقہ میں موجود ہے:-

فان الله لما خلق الدنيا باسرها من اجل النبي جعل دوامها بدوامه ودوام اهلبيته لانهم يساوونه في اشياء مر عن الرازي بعضها ولانه قال في حقهم اللهم انهم مني وانا منهم ولانهم بضعة منه بواسطة ان امهم بضعته فاقيموا مقامه في الامان۔

پروردگار عالم نے ساری دنیا اپنے نبی کے لئے پیدا کی لہذا اس کا دوام ان کی ذات اور اہلبیت کی ذات سے وابستہ ہو اس لئے کہ اہلبیت بہت سی چیزوں میں رسالتمآبؐ کے مساوی ہیں۔ ان میں سے بعض چیزوں کا ذکر کلام رازی میں گزرا اسی لئے آنحضرت نے اہلبیت کے حق میں فرمایا ہے کہ پروردگار یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اس وجہ سے بھی کہ یہ لوگ آنحضرت کے لخت دل تھے فاطمہ زہراؑ کے واسطے سے جو حضرت کی پارۂ جگر تھیں۔ لہذا اہلبیت امان ہونے میں رسالتمآبؐ کے قائمقام ہیں۔

ان ارشادات سے قطعی طور سے یہ معلوم ہوگیا کہ اہلبیت رسول کائنات کے بدل تام اور صحیح قائمقام تھے لہذا یہ چیز بھی واضح ہوگئی کہ آپ کی شہادت عین شہادت رسول تھی۔ اب مسلمانوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ اس شہادت کی عظمت کو یوں بھی دیکھیں کہ حسین کی شہادت در اصل شہادت رسول ہے اور رسول کی شہادت کے جو لوگ بھی سبب بنے تھے ان سے مسلمانوں کو کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے

دنیا کی انتہا ہے تری ابتدا حسینؑ

(جناب شارب لکھنوی)

....

تیرا مقام سنگر ہے وہ کربلا حسینؑ
ہر غم کی ہو گئی ہے جہاں انتہا حسینؑ
وحدت گواہ آپؑ اپنا جواب تو
تا حشر اب نہ ہوگا کوئی دوسرا حسینؑ
کافی ہے رہنمائی عالم کے واسطے
پہچان لے کوئی جو ترا نقش پا حسینؑ
رو کے اگر نہ شرع تو معبود کی قسم
کہہ دوں تجھے پیمبر راہ رضا حسینؑ
آج ان کو تیرے نقش قدم کی تلاش ہے
کل تک جو روکتے تھے ترا راستا حسینؑ
باطل نے ظلم و جور کے ڈھالے ہزار رنگ
لیکن بدل سکا نہ ارادہ ترا حسینؑ
چشتی نے سچ کہا ہے کہ بعد رسول پھر
ڈالی ہے تو نے کلمۂ حق کی بنا حسینؑ
اعلان حق کے واسطے بے شیر کی قسم
پیدا کیا ہے تو نے نیا راستہ حسینؑ
نعش برادر بھائی جدودن کی پائمال
حیرت سے دیکھتے ہیں تجھے انبیا حسینؑ
سب رک گئے جہاں پہ وہاں تک چلا ہے تو
دنیا کی انتہا ہے تری ابتدا حسینؑ

....

خاک قدم بھی تیری بلند سلطنت ہے
شارب سے کیا بیان ہو منزلت تیری حسینؑ

یہ امت کی بیعت لے کہ اس کی حکومت کو مضبوط
اور رسول کے خون سے رنگین چلے گئے پائیں۔ رسول کے
بیٹے پر حکم ترک دئے وہ جس کے حسین کے قاتل کے لئے بھی ہوگا۔
بے انصاف ہے کہ رسول کے قتل ہو نہ پر رنج
کریں یا صف ماتم بچھا لیں۔ ایسی دولت مندی الٹی کر اتر کر ہی یا
وہ لباس پہن کر محفل رقص و سرود گرم کریں۔ دنیائے اسلام قاتل
رسول و قاتل حسین کو پہچانتی تھے۔ ہم تو وہی سمجھیں گے جو ہمارے
خدا نے دنیا کے ذریعہ کہا ہے۔ جناب موسیٰ نے تو براہ راست
سوال کر لیا اس جواب کو ملاحظہ کیجئے۔ اور قاتلان حسین کے لئے حکم
ملاحظہ کیجئے۔

ایک دن کسی اسرائیلی نے جناب موسیٰ کو وارد ایزدی بات
ہوتے دیکھا ایسی حالت میں کہ جسم ڈگمگا رہا ہے ہر وقت کمزور ہیں
اور آنکھیں اندر بیٹھ گئی ہیں۔ جب ہم آپ آ کوہ طور
مناجات کے لئے جاتے تھے تو یہ حال ہو جاتا تھا۔ اسرائیلی نے پوچھا
کیا مناجات کے لئے جا رہے ہیں۔ اس بندہ مومن نے عرض
کیا کہ اے نبی اللہ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے خدا سے درخواست
کیجئے کہ وہ معاف کردے۔ آپ نے وعدہ فرمایا اور چلے آئے
جب مناجات سے فارغ ہوئے تو بارگاہ الہیٰ میں عرض کیا۔ بالعالمین
ایک سوال کرتا ہوں اور تو میرے عرض کرنے سے پہلے سے واقف
ہے۔ وحی ہوئی موسیٰ مانگو میں دوں گا۔ عرض کیا تیرے ایک بندہ
اسرائیلی نے ایک گناہ کیا ہے اور وہ تجھ سے عفو چاہتا ہے۔ ندا ہوا
اے موسیٰ جو مومن مجھ سے مغفرت چاہے گا اس کو بخش دوں گا الا
قاتل الحسین (سوائے قاتل حسین کے)۔ جناب موسیٰ نے عرض
کیا۔ پالنے والے حسین کون؟ آواز آئی وہی جس کا ذکر تم سے
کوہ طور پہ کیا ہے۔ عرض کرتے ہیں اور اس کو کون قتل کرے گا
فرمایا اس کے نانا کی باغی اور سرکش امت زمین کربلا پر قتل
کرے گی۔ اس کا فرس یہ کہتا ہو آئے گا ہائے افسوس
ہائے افسوس امت پر جس نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کر دیا
اور وہ بغیر غسل و کفن بیچ ریت پر پڑا رہے گا اس کی خیمہ گاہ
جلائی جائے گی۔ اس کی عورتیں اسیر ہوں گی اور شہروں میں
پھرائی جائیں گی۔ اس کے ناصر و مددگار سب قتل کر دیئے جائیں گے
ان کے سر نیزوں پر بلند کئے جائیں گے۔۔۔ اے موسیٰ اس
کے بچے پیاس سے ہلاک ہوں گے وہ فریاد کریں گے اور کوئی
مددگار نہ ہوگا۔ اب موسیٰ عرض کرتے ہیں پروردگار اس کے

سلام

جناب سید جواد حسین صاحب شمیم رضوی
مصحفی

حسین سجدے کی جا پر سر سے نکل کر آتے ہیں
سانسوں کی جبال پہ کثرت، ہو وہاں بھی پانے جاتے ہیں

. . . .

شبیر کے گھرانے نبی کے، ڈرتے نہیں تیغ و پیکاں سے
دیکھو علی اصغر بھی رن میں بوزار گلے پہ کھاتے ہیں

. . . .

غش ضعف سے آ جاتا ہے، زیادہ ادب گرتے ہیں سرور
محبوب خدا کا پاس نہیں کعبہ کو سلام ڈھاتے ہیں

. . . .

شبیر کے عزم محکم پر کچھ زور حکومت کا نہ چلا
حق بات پہ اڑ جانے والے تاجوں کو سدا ٹھکراتے ہیں

. . . .

زینب کا جگر اللہ اکبر کس شان سے ماتم کرتی ہیں
تلواروں کی جھنکاروں میں عون اور محمد جاتے ہیں

. . . .

سجاد پہ بیداد ستم الفت کریں دنیا والے
بیمار و ضعیف و لاغر کو زنجیر کہاں پہناتے ہیں

. . . .

جو آ کر روئے زینب علی سجاد کے آگے چپکے سے
مجبور امام وقت نہیں یوں صبر کی شان دکھاتے ہیں

تاقوں کی کیا سزا ہوگی فرمایا ۔

یاموسیٰ عذابہم لیستغیث عنہ اہل النار بالنار
ولاتنالہم رحمتی ولاشفاعۃ جدہ

اے موسیٰ اس کے قاتلوں کو ایسا عذاب ہوگا جس سے جہنمی
جہنم میں پناہ مانگیں گے۔ اے موسیٰ میری رحمت اور اس کے نانا کی
شفاعت اس کو میسر نہ ہوگی ۔

جناب موسیٰ عرض کرتے ہیں پروردگار میں ان سے اور جو ان کے
قتل سے خوش ہو بیزار ہوں اور برأت کرتا ہوں ۔۔۔۔ ارشاد باری ہوا اے
موسیٰ ۔ میں نے اپنی رحمت حسینؑ کے تابعین کے لئے
لکھ دی ۔ اعلم انہ من بکی علیہ او ابکی او تباکی
حرمت جسدہ علی النار

یاد رکھو کہ جو شخص اس پر روئے گا یا رلائے گا یا مجلس
گریہ بپا کرے گا آتش جہنم اس پر حرام ہے ۔

اس حدیث نے قاتلان حسین کے مقام کو جہنم میں بہت واضح طور سے
دکھا دیا ۔ اسی کے ساتھ غم حسین میں حصہ لینے والوں کو بشارت سنائی گئی
ہے وہ جنت کی لاانتہائی نعمتوں تک پہنچانے کی ذمہ دار ہے ۔

شہادت حسین کے اس پہلو پہ غور کرنے سے کہ شہادت حسینؑ دراصل
شہادت رسول ہے۔ شاید غم حسین کی اہمیت کم کرنے والوں کی کوششیں کمزور
ہو جائیں اور بدعت کہنے والے اور لکھنے والوں کے قلم و زبان نہ چلتے ہیں
اندازہ کرنا ہے کہ مسلمانوں کو رسول سے زیادہ محبت ہے یا یزید سے بحمد اللہ اس
وقت کوئی مسلمان ہندوستان میں ایسا نہیں جو یزیدی ہونے کا اعلان کر سکے
قلباً یزید کو سراہنے والا بھی کوئی نہ ہو لیکن بحمدہ حسین کی قربانیوں کا یہ اثر ہے
کہ اپنے کو یزیدی نہیں کہے گا نہ یزیدی افعال کو سراہے گا یہی حسین ابن علی کی
وہ فتح ہے جو شکست ظاہر کے بعد حاصل ہوئی

حسینیت زندہ باد

جنگل میں حریت کی دنیا بسا رہے ہیں
تقدیر کربلا کی سرود منا رہے ہیں
(رضا)

سلام

جناب تکمیل ....

وفا کے جوش کو عباس آزما نہ سکے
خلاف مرضی شبیر تیغ اٹھا نہ سکے

فرات چھوڑ کے بھاگے ہیں پاسبان فرات
علی کے شیر کے حملے کی تاب لا نہ سکے

حسین ابن علیؑ ہو گئے شہید مگر
حسینیت کو جہاں سے شقی مٹا نہ سکے

قدم قدم پہ تھیں دشواریاں سرور دیں کو
مگر قدم کسی منزل پہ ڈگمگا نہ سکے

حسین کی ہے شہادت کا وہ مقام بلند
کہ اس جگہ پہ قدم انبیاء کے آ نہ سکے

جھکا دیا تھا سر ظلم اس طرح شہ نے
کہ پھر نشان بغاوت کوئی اٹھا نہ سکے

کیا فرات پہ قبضہ اگرچہ اے تکمیل
مگر خیام تک عباس مشک لا نہ سکے

ظلم جہاں سے مٹا ذکر وفا رہ گیا
نام ترا اے حسین جلوہ نما رہ گیا
خلق میں افسانۂ کرب و بلا رہ گیا
بچ گئی انسانیت ، دین خدا رہ گیا
(رضا)

سلام

نتیجۂ فکر یادگار رفیع و آرزو و دبیر حسان اہلبیت جناب سرفراز حسین صاحب

خبیر لکھنوی

اسلام سے ان کو کیا مطلب شبیر پہ جو قربان نہیں
ایمان کے معنی کیا سمجھیں جن لوگوں میں ایمان نہیں

وہ آل نبی پہ ظلم ہوا میدان بلا خود چیخ اٹھا
حیوانوں سے بدتر ہیں شامی۔ انسان کسی عنوان نہیں

کیوں آل نبی پر میداں میں یوں چھائی ہے تیروں کی اختر
اے شام کے لوگو دیکھو تو یہ عترت ہے قرآن نہیں

ہیں عون و محمد محو وغا کہتے ہیں نجف سے شیر خدا
یہ کرب و بلا کا صحرا ہے کچھ خیبر کا میدان نہیں

دولہا جو بنایا لیلیٰ نے ہنگام رضا اکبر نے کہا
مرنے کی تمنا ہے دل میں اب اور کوئی ارمان نہیں

کھائی ہے سناں، مرتا ہے جواں شبیر سرہانے بیٹھے ہیں
فرزند ہے طالب پانی کا اور پانی کا امکان نہیں

اے اہل شقاوت ناوک سے مصحف کا نہ پارہ چاک کرو
بے شیر ہے یہ شبیر کا دل معصوم ہے گر قرآن نہیں

دنیا کو اماں دینے کے لئے لٹوا دیا گھر خود قتل ہوئے
احسان حسینی سے خالی دنیا میں کوئی انسان نہیں

تعلیم حسینی زندہ باد، افکار حسینی پائندہ
دنیا میں خبیر بے دل کا ادراک ہوا اعلان نہیں

حسینؑ کا ماحول ساز اقدام

نوشتہ جناب رضی الدین حیدر صاحب ایم اے، ممبر سرعزاد میٹنگ بورڈ ڈپٹی رجسٹرار سکندرآباد

فلسفۂ ارتقاء کے ایک بنیادی اصول "تطابق ماحول" سے ہمیں خواہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو اور ہم اسے بھی تسلیم نہ کریں کہ جو نوع اپنے ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں ناکام رہ جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوتے ایک وقت میں بالکل معدوم ہو جاتی ہو۔ مگر یہ ناقابل انکار حقیقت ہو کہ ہم جس ماحول میں جنم لیتے ہیں اور جس، گرد و پیش میں پڑھتے پیتے اور پروان چڑھتے ہیں اس کی ہر ہر چیز اور ہر جزو کل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ تاثر ہمارا ان چیزوں سے ایک لگاؤ۔ ایک انس کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی جذبہ جب ذرا ترقی کر جاتا ہے تو پھر ہمیں ان مادی چیزوں کی اپنا ہٹ پر ایک قسم کا احساس تفوق محسوس ہونے لگتا ہے اور کبھی کبھی پھر ہم ان کے لئے تعریف میں مبالغہ آمیز خیالات اور پر شکوہ الفاظ کی مدد سے کر "ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است" تک کہہ اٹھتے ہیں۔ ماحول سے یہ محبت بڑا فطری اور جبلی جذبہ ہے۔ ہم جس گھر جس محلہ جس شہر اور جن لوگوں کے درمیان شعور و احساس کی دنیا میں آتے ہیں ان کے لئے ہمارے اندر کتنی کشش ہوتی ہے، کتنا جذب ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ ہمیں اس وقت زیادہ اور صحیح طور پر ہوتا ہے جب ہم کہیں دور سے عرصہ کے بعد اپنے وطن اپنے گھر کی طرف لوٹتے ہیں اور ... گھڑیاں کتنا دشوار ہو جاتی ہیں۔ ایک ...

> ## قوم کی بگڑی ہوئی بات بنانے چلے
>
> (از جناب مختار بن ممتاز صاحب مبارکپوری)
>
> وادیٔ ویران حسین آج بسانے چلے
> قوم کی بگڑی ہوئی بات بنانے چلے
> دین کے مرکز سے آج نکلے ہیں جن کے قدم
> ان کو سر کربلا راہ بتانے چلے
>
> . . . .
>
> ملت بیضا اگر آ پھنسی ظلمات میں
> دین کی مشعل حسین رن میں جلانے چلے
> نانا کی امت اگر گھر گئی گرداب میں
> دین کی کشتی حسین پار لگانے چلے
>
> . . . .
>
> عالم پیری میں اف بے کسی بے بسی امام
> اپنے جوان لال کی لاش اٹھانے چلے
> فدیہ آخر فدا کر کے امام زمن
> اصغر معصوم کی قبر بنانے چلے
>
> . . . .
>
> ضبط سے مختار اب چل طرف کربلا
> اپنے مقدر کو ہم آج بنانے چلے

... پر، ایک اضطراب پیہم رہتا ہے جو طول مسافت کی کمی کے ساتھ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ انسانی فطرت کی یہ افتاد ایک ایسا ہمہ گیر حقیقت ہے جس سے کوئی ملک کوئی قوم ... فرد مستثنیٰ نظر نہیں آتی۔ ماحول کے ... دلفریب تخیل کے سامنے ہر ایک ... نظر آتا ہے۔ ہر خاص و عام ... پلیٹ فارموں سے لے کر اپنی نجی اور گفتگو تک میں ظاہر کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے ماحول کی محبت میں سرشار ہے اسی جذبے کی بنیاد پر قومیت و وطنیت کی تعمیر کی گئی ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ تقسیم ہند کے ... ملک از موقع پر جانے والے مہاجرین ... آنے والے پناہ گزیں ہر دو کے ... اور خیالات کے اندازہ کرنے کا جب ... ملا تو یہ حقیقت بالکل بے نقاب ... وہ دل و جگر پر پتھر رکھ کر ... ماحول سے الگ ہو سکے تھے ... کو جنت ارضی سمجھ کر آئے تھے ... تک ان کے لئے کوئی جاذبیت ... اور کوئی اپنا ہٹ پیدا نہیں ... وہ مسافر کی طرح آئے تھے ... اسی احساس میں مبتلا ... نظر ... ساتھ ...

[illegible] سلسلہ تمدنی طور پر پرورش پاتا رہتا ہے - یہ خارجی [illegible] اثرات کے دباؤ اور زور پر فطرت میں کبھی تبدیلی نہیں [illegible]

[illegible] وجہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام ہجرت فرما کر مکہ کو خیر باد کہہ رہے [illegible] سرزمین کہتے ہیں کہ آپ دور تک مڑ مڑ کر حدود و آثار کو کھلا [illegible] رہے تھے اور جب جذبات میں ہیجان پیدا ہو گیا تو فرمانے لگے کہ [illegible] سرزمین کہ میں تجھ سے جدا ہونے پر مجبور کیا گیا ہوں - ایسا کیوں تھا ؟ [illegible] اس لئے کہ یہ ان کا شہر تھا جس میں ان کا محلہ تھا جس میں ان کا گھر [illegible] اور جس میں ان کی زندگی کی ہر شام و سحر نے انہیں دعوت انس و محبت [illegible] - آپ کو مکہ کے سنگریزے تک عزیز تھے کیونکہ وہ مدہا برس [illegible] سے مانوس ہو چکے تھے - یہ ہجرت آفات و آلام سے گریز نہ تھی بلکہ ایک [illegible] مقصد کی خاطر اپنے فطری اور قدرتی ماحول کے ترک کی ایک زبردست [illegible] قربانی تھی جس کے لئے عام حالات میں کوئی انسان کبھی تیار نہیں ہوتا - آپ نے [illegible] مستقل ذہنی اذیت ایک مسلسل ذہنی تڑپ اختیار فرمائی تھی - جب مکہ [illegible] کوئی آتا تو آپ وہاں کے لوگوں اور وہاں کی فصلوں کے متعلق دریافت [illegible] کرتے تھے - یہ نتیجہ تھا اس ذاتی خلش کا کہ وہ فطری ماحول ترک ہو گیا تھا [illegible] یاد باقی تھی - مدینہ اس فطری ماحول کا گہوارہ تو نہ تھا مگر اب اپنے ذہنی [illegible] ماحول سے معمور ہو چکا تھا جس کا تصور پیغمبر اسلام ایک امانت کے طور [illegible] ساتھ لے کر یہاں تشریف لائے تھے - یہ سرزمین اس پیغام سرمدی [illegible] کے لئے سازگار ثابت ہوئی - ذہنی ماحول مادی ماحول میں منتقل ہو چکا [illegible] تھا ——— مسجد رسول محراب و منبر اذان و نماز کی آوازیں [illegible] انصار کے مجمعے ذہنی اور مادی ماحول کا ایک حسین تطابق پیدا [illegible] لمحات جو حیات کے آخری دور تک تو سب نے دیکھا مگر بعد وفات پیغمبر [illegible] گئے چند مقدس ہستیوں کا جزو حیات بن کر رہ گیا تھا - یہی وہ [illegible] تھا اور اس کا وہی محبوب ماحول جس میں فرزند رسول حضرت [illegible] نے آنکھیں کھولیں - اب مدینہ آپ کے لئے مادی و ذہنی ماحول [illegible] مرکز تھا - مدینہ اور رسول تھا - آپ کی جائے ولادت ہونے [illegible] سکتا تھا - یہاں نانا کا مزار اور ماں کی لحد، بھائی کی قبر یہ [illegible] تھیں جو ہر گز تو بہ بہ جدا ہونے والی نہیں تھیں دوسری طرف روحانی [illegible] تمام تعلقات ہوتے ؟

زینب کی کلائی میں رسن ہے کہ نہیں ہے

جناب شمیم لکھنوی

اجڑا ہوا زہرا کا چمن ہے کہ نہیں ہے ؟
پژمردہ ہر اک غنچہ دہن ہے کہ نہیں ہے ؟
جسم شہ والا پہ کفن ہے کہ نہیں ہے ؟
یہ ظلم نیا چرخ کہن ہے کہ نہیں ہے ؟
زینب کی کلائی میں رسن ہے کہ نہیں ہے

جس چاند پہ قربان ہوئے انجم و اختر
جو کر گیا اسلام کے چہرے کو منور
کاندھے پہ چڑھاتے تھے جسے اپنے پیمبر
وہ سرور دیں نکہت دل ساقی کوثر
اے ظالمو محروم کفن ہے کہ نہیں ہے

خوں اپنا بہایا تھا جنہوں نے بھی رسن کے
سجدوں نے تری راہ کے قدم چومے تھے جس کے
جوہر ترے سیلاب سے گم ہو گئے جس کے
اے نہر فرات آج بھی یہ ذکر ہے کس کے
وہ یاد تجھے تشنہ دہن ہے کہ نہیں ہے

بار غم آلام کو شانوں پہ اٹھا کر
مہ پارے کو تپتی ہوئی ریتی پہ سلا کر
شبیر یہ بولے علی اصغر کو دکھا کر
پوچھا گیا انسانوں کو تصویر بنا کر
یہ صورت حق غنچہ دہن ہے کہ نہیں ہے

کٹوا چکے جب شانوں کو عباس دلاور
میدان میں جب کھا چکے نیزہ علی اکبر
ہاتھوں پہ تڑپتے ہوئے آئے علی اصغر
شہ نے کہا بے جرم و خطا بچے کو دکھا کر
معصوم مرا تشنہ دہن ہے کہ نہیں ہے

مختار ہیں امام حسینؑ

جناب سیف جعفری بی اے، بی ایڈ، ایم ایڈ (حیدرآباد دکن)

جمالِ احمدِ مختار ہیں امام حسینؑ
جلالِ حیدرِ کرار ہیں امام حسینؑ

خدا کی راہ میں قربان کر دیا سب کچھ
عجب نمونۂ ایثار ہیں امام حسینؑ

وقارِ سبطِ پیمبر کا پوچھنا کیا ہے
جہاں کے مالک و مختار ہیں امام حسینؑ

یہ مصلحت بھی عجب ہے کہ جان کر سب کچھ
مصیبتوں میں گرفتار ہیں امام حسینؑ

نبیِ سبطِ ختمِ رسل، خاتمِ شہادت ہیں
ہر اک شہید کے سردار ہیں امام حسینؑ

اب اس سے بڑھ کے ادا کون کر سکے قیمت
رضائے حق کے خریدار ہیں امام حسینؑ

خدا بھی ناز نہ کیوں کر کرے خدائی پر
کہ بندگی کا وہ معیار ہیں امام حسینؑ

نہ گرم ہو کبھی بے ضمیر کا بازار کرب و بلا
یہی سمجھ کے انھیں دشمنوں نے دیکھ لیا

اسی طرح سے پھر آشکار ہیں امام حسینؑ
متاعِ احمدِ مختار ہیں امام حسینؑ

تیرے نصیب پہ اے سیف رشک ہوتا ہے
کہ تیرے یار و مددگار ہیں امام حسینؑ

نشرِ اسلام کا مرکز، اخوت و مساوات
ایک رجحان خیال، ایک مستقل فلسفۂ حیات
ایک مبارک پیغامِ الٰہی کا ملجا و ماویٰ بھی
تھا۔ یہیں سے اس عالمگیر پیغامِ اخوت
کو ساری دنیا میں پھیلانے کا موقع حاصل
ہوا تھا یہیں سے جا بجا اسلام کی وسعت
میں اضافہ ہوا تھا ——— ایسے
مقام کو چھوڑ دینا حضرت امام حسینؑ ایسے
حساس انسان کے لئے کوئی آسان بات
نہ تھی اور جب تک مخالف ماحول کے
اثرات آپ تک پہنچ کر خود آپ سے
قبولیت کے طلب گار نہ ہوئے تھے آپ نے
کوئی اقدام بھی نہ فرمایا تھا۔ مگر جب یہ
ماحول کا مطالبہ بیعت کے سوال کی صورت
میں پیش کیا گیا تو حضرت امام حسینؑ نے
یقین فرما لیا کہ مجھ تک ایسے مطالبے
کا پہنچ جانا دلیل ہے کہ اب پورے مملکت
اسلامی کا ماحول متاثر ہو چکا ہے اور
پورا نظامِ حیات روحانی معطل ہو چکا
ہے۔ امام حسینؑ نے فیصلہ کر لیا کہ روحانی
و ذہنی ماحول کے احیا اور اس کی بقا
کے لئے مدینہ اور اس کے تمام متعلقات
کی قربانی کا ہنگام آ گیا ہے جن جن راہوں
سے ہو کر یہ پیغامِ باطل مجھ تک پہنچا ہے
اور راہ کی خاموشی اور عدم مزاحمت
نے افسردگی و مردنی کا ثبوت دیا ہے
انہیں شاہراہوں سے گزرتے ہوئے
حیات و احساس کی ایک بقیہ مدد دو دنیا
دینے کے لئے سفر اختیار کیا جانا چاہئے
کتنا عظیم سانحہ تھا امام کے لئے مدینہ



دونگی خراب محمد حنفیہ
کے کان میں کچھ کہہ کر
چلے جاتے ہیں اور بعض
وہاں کچھ رہ جانے کے لئے
شاید روک دیتے ہیں تاکہ امام
کا یہ نمائندہ اس کی نشر و اشاعت
کرتا رہے اور ذہنوں کو متوجہ کرتا
رہے کہ فرزند رسول فریضہ حج کو عمرہ
سے تبدیل کرکے کیوں چلے گئے بعد کے
واقعات نے ثابت بھی کر دیا کہ محمد حنفیہ کا ساتھ
نہ جانا مصلحت سے خالی نہ تھا۔ ابن عباس
موقع ملتا خود اس روحانی ماحول کا نقوش ثبت فرما
جاتے تھے پورا اسلامی دنیا ایک شہر خموشاں
بن گئی تھی بت بنا کر بلکہ صرف چند انگلیوں پر گن
لے جانے والے افراد ایسے نکلے جنھوں نے بیداری
کا ثبوت دیا اور کربلا تک پہنچ کر امام کے ساتھ اس روحانی
ماحول سازی میں شریک رہے اور توحید کی حقانیت میں

اپنے پاک خون سے بھی رنگ آمیزی کی ۔ صلوٰۃ وسلام ہو اس پیغام کے خالق کی طرف سے اور تمام اہلِ حق کی جانب سے ۔

۵ کربلا کے خطبات اور مخالف افواج کو مواعظ کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ امام کن نفسیاتی طریقوں سے دور اور پاس کے لوگوں کے لئے ذہنی ماحول تیار کر رہے تھے ۔ ایسے نازک وقت میں جب دل کی قوت جواب دے دے اور طاقت گفتار سلب ہو جائے امام نے ایک گروہ کو یاد کرتے ہوئے مخاطب بنایا ۔ ہاتھوں پر بے شیر کا لاشہ ہے ، فرماتے ہیں ۔ اے میرے شیعو کاش تم زندہ موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے بے شیر کے لئے سوال آب کس طرح کیا تھا اور دشمن نے کس انداز میں جواب دیا ۔ ایسے موقع پر ایک گروہ کا یوں پکارنا فضائے عالم میں اب تک گونج رہا ہے ۔ کیا "میرے شیعو" کے الفاظ میں اپنے ذہنی اور روحانی ماحول کے تحفظ اور بقا کا مطالبہ مضمر نہیں ہے ؟ کیا موجودگی اور دیکھنے کی تمنا میں یہ حقیقت چھپی نہیں ہے کہ اپنے اصول کی خاطر اتنی حسین و عظیم قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا عین تعلیم پیغمبر اور مطابق منشائے خالق ہے ۔

علی اصغر بھی شہید ہو چکے اور آخری لفظ شہادت نے عبارت جانفروشی کی تکمیل کر دی اب اس امرِ عظیم کا تتمہ ہے پورے طور پر آمادہ ہو کر رخصت آخر کے لئے بیکس سیدانیوں اور لاوارث بی بیوں سے ملنے در خیمہ پر پہنچے عابدِ بیمار فرزند بھی آ گئے ملاقات کو آئے ۔ کس میں تاب و تواں ہے کہ اس درد ناک منظر کو قلمبند کرے البتہ چلتے وقت فرماتے ہیں کہ اے بیٹا سید سجاد جب قید شام سے رہا ہو کر مدینہ پہنچنا تو ہمارے شیعوں کو ہمارا سلام کہہ دینا ۔ غالباً یہ آخری پیغام ہے جو اس انداز میں دیا گیا ہے ۔ مدینہ بالفظ شاہد ہے کہ حیات کے آخری لمحات میں بھی وہ اور اس کا پورا مادی ماحول تب و زبان پر ہے اور اپنے مخصوص گروہ کو تحفۂ سلام بھیجنا اسی ذہنی اور روحانی ماحول کی یاد دلاتا ہے ۔

خالق کائنات کی قسم آج بھی اس سلام و پیام کی لہریں فضا میں ارتعاش پیدا کئے ہوئے ہیں ۔ زمان و مکان کی مادی حدود انقلاب کے پردے پلٹ چکے ہیں اور رنگ بہت گہرے گہرے کیا ہے

سلام

راز ۔۔۔ جناب سید ... صاحب ...

ثنائے مرتضیٰ میں جب قلم یہ گل فشاں ہوگا
یقیناً صفحۂ قرطاس رشک بوستاں ہوگا

خدا شاہد کہ اک آنسو جہنم کو بجھا دے گا
غم شہ میں جو اک قطرہ بھی آنکھوں سے رواں ہوگا

بھلا سے گا حسین ابن علی کا حال کیا اس دم
تڑپتا خون میں دیکھا جو فرزند جواں ہوگا

خدا کی راہ میں قربان ششماہہ جو اپنا تھا
کوئی دنیا میں ایسا کیا بہادر بے زباں ہوگا

نبھایا خوب حق آقا کا اپنے آخری دم تک
ثنائے ابن حیدر کا قیامت تک بیاں ہوگا

جبیں حق پہ اکرام ... فرش پہ ... کو
یہ کہتے تھے ہو غم تو ستارہ زماں ہوگا

بلا میں مشکلیں حل ہو جائیں گی ہر ایک دنیا کی
اگر نام علی ہر دم ترے ورد زباں ہوگا

ہر اک سے پوچھتی تھیں یہ کہ بیاں ... بانو
علی اکبر کہاں ہوں گے علی اصغر کہاں ہوگا

بیاں میں جو صلابت ہو ... کی بدولت ہے
کہ خادم تھا ... طلب اللساں ہوگا

کہاں حرم میں ان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اسی ماحول ... قربانی کا نتیجہ ہے کہ ذہن نے حساس اور اہلِ درد کے قلوب کو چیر کر اپنے شہادت کے پاک خون کا ایک قطرہ ودیعت کر دیا ہے جو اس روحانی ماحول کا مقدس تصور ہر دور میں ، ہر نسل ... نسلوں میں منتقل ہوتا رہے گا اور جب کبھی ... کم ہونے لگے گا سلام کے پیام کی ... ہے ... بیدار کر دے گی ۔

یزید مٹ گیا عہد شباب میں

نتیجۂ فکر بلند جناب ڈاکٹر محمد متین صاحب انباری متین ایم بی بی ایس مدیکل آفیسر شاہجہان پور

(جناب متین صاحب عقیدۃً حنفی ہیں لیکن محبت محمد و آل محمد میں ایسے سرشار کہ سرفراز کا محرم نمبر ہو یا رجب نمبر اس میں کیا ہم ضرور شائع ہوتا ہے ۔ سرفراز سے بھی مدد کو بڑی ہمدردی ہے۔ چنانچہ موصوف سرفراز کے باقاعدہ خریدار بھی ہیں جس کے لئے ہم آپ کا پہلے شکریہ ادا کر چکے ہیں اور وہ تمام افراد خریدہ کے شکریہ کے مستحق ہیں ——— ایڈیٹر)

جب سے جھکائے بارگہِ بوتراب میں
مقبول ہے حضور رسالتمآب میں

اصغرؑ کو نیند آ ئی نہ پھر اضطراب میں
دیکھا شہید ہوتے جو بھائی کو خواب میں

یہ کس نے شہ کی گود میں مقتل کی راہ لی
دنیائے صبر آج بھی ہے اضطراب میں

اے دل غم حسینؑ میں آنسو بہائے جا
رہ جائے کوئی داغ نہ فرد حساب میں

پیاسی زباں کی آہ وہ ظالم نہ سہہ سکا
دور یزید مٹ گیا عہد شباب میں

سجدے میں سر کٹا کے شہیدان کربلا
کس شان سے جھکے ہیں خدا کی جناب میں

اصغرؑ کے خشک ہونٹوں پہ کب تھا کوئی سوال
ظالم جو تو نے تیر چلایا جواب میں

رتبہ مگر حسینؑ کے سجدے کا ہے کچھ اور
سجدے کئے سبھی نے خدا کی جناب میں

یہ کس کا نام آیا زباں پر مری متینؔ
دل کو ملا ہے صبر و سکوں اضطراب میں

شیخ ممتاز حسین جونپوری پرنٹر پبلشر نے سرفراز قومی پریس میں چھپوا کر دفتر اخبار سرفراز
لال کنواں محل لکھنؤ سے شائع کیا

عزاداری اور ہم

نوشتہ جناب شاہد انیس حسین صاحب زیدی بی اے سی ٹی وینار واسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ نارمل سکول لائل پور

یہ مضمون اصلاحی ہے اور اس لئے بعض ناظرین کو اس میں تلخیاں نظر آئیں گی لیکن اس میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ قابل غور اور لائق ترمیم ضرور ہیں۔ حالات کا تقاضا بھی یہی ہے۔ جب تک عزاداری میں مجتہدین کرام کے مشورہ سے ضروری اصلاح نہیں کی جاتی ہم اس کے فوائد سے محروم رہیں گے اور تبلیغی مفاد حاصل نہ ہو سکے گا۔ یہ تلخ نوائی افراد قوم کے لئے قابل توجہ ہے کہ "دار وے تلخ است دفع مرض" کے مصداق جب تک کڑوی دوا نہیں پی جاتی ازالۂ مرض ہونا مشکل ہوتا ہے ——— ممکن ہو کہ مقالہ نگار کی رائے سے کلیۃً بہت سے حضرات کو اتفاق نہ ہو وہ بھی اپنا نقطۂ نظر سرفراز کے کالموں میں ظاہر کر سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اس میں شک نہیں کہ ملت جعفریہ کی بقا عزاداری سید الشہداؑ سے ہے۔ رحمت للعالمین سید المرسلین جناب ختمی مرتبت کی آنکھ بند ہوتے ہی خدا کے پسندیدہ دین اسلام کو ایک بار پھر کفر کی گھنگھور گھٹاؤں نے گھیر لیا لیکن اس مرتبہ دشمنان اسلام نے انداز مقابلہ میں آکے جسم کفر پر لباس اسلام کا تھا۔ دیکھنے والے دوست ہی سمجھتے رہے اور یہ بیخ کنیٔ اسلام میں مصروف۔ ان منافقین نے بالآخر میدان کربلا میں اپنے ہاتھوں کو پاسبانان اسلام کے خون سے رنگین کیا اور

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی

کی وصیت کی کھلم کھلا مخالفت کر کے اپنے خیال میں آل رسول کا خاتمہ کر دیا اس کے بعد بھی ان کی آتش مخالفت سرد نہ ہوئی اور اس کی کوششیں شد و مد سے جاری ہو گئیں کہ اس عظیم الشان قربانی کی یاد دلوں سے محو ہو جائے شہدا کا نام دنیا سے مٹ جائے اور واقعۂ کربلا تاریخ کے صفحات پر آنے نہ پائے۔ نشان قبر مطہر مٹانے کی انتھک ناکام کوششیں صدیوں تک جاری رہیں۔ آل رسول کے نام لیواؤں کا بیدریغ قتل ہونے لگا اور زائران روضہ سید الشہداؑ پر ہر قسم کے تشدد روا رکھے گئے۔ ذکر مصائب کربلا حکومت کے قانون میں جرم قرار پایا اور بالآخر صادق آل محمد کو کربلا کی یادگار دکھانے کی حدیث کا ارشاد فرمانا پڑا۔ دشمن ناکام رہے ...

فانوس بن کے آپ حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

[illegible] جاری رہا۔

[illegible] ہندوستان میں ہم نے کربلا کی یاد منانے کے لئے کئی طریقے [illegible]

(۱) مجلس غم کا انعقاد جس میں ذکر مصائب سید الشہداء کیا جائے

(۲) شبیہ روضہ مبارک امام حسینؑ (تعزیہ) بنائی جائے اور [illegible] کی زیارت سے واقعہ کربلا کی یاد تازہ کی جائے۔

(۳) ماتمی جلوس نکالے جائیں۔

چونکہ ملک میں شیعیت کا مرکز لکھنؤ ہمیشہ سے رہا ہے اور اب بھی مرکزیت کا فخر اسی شہر کو حاصل ہے۔ جناب غفرانمآب اعلی اللہ مقامہ کی ذات گرامی وہ ہے جس نے ہندوستان میں شیعیت کی بنیاد مستحکم کی اور عزاداری سید الشہداء کو رواج دیا۔ بیرونجات کے مومنین لکھنؤ سے رہنمائی لیا کرتے تھے اور کچھ وہ سلسلہ اب تک جاری ہے بالخصوص عزاداری کے مختلف طریقوں کی ایجاد لکھنؤ سے ہوتی رہی جس کی تقلید کرنا ہم اپنا فخر سمجھتے رہے اس لئے کہ عزاداری کے جتنے بھی طریقے رائج تھے انہیں علماء کرام کی توثیق حاصل تھی۔ لیکن گذشتہ ۲۵، ۳۰ سال سے عزاداری میں بہت سی ایجادیں بطور خود کی گئی ہیں جن کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ علماء کرام قرآن حدیث اور اقوال معصومین کی روشنی میں انہیں جائز یا نامناسب قرار دیتے ہیں لیکن اس کی پرواہ نہیں کی گئی۔ ہر شعبہ کا علاحدہ علاحدہ جائزہ لیجئے اور غور فرمائیے۔

مجلس

اس سے مراد مجلس غم ہے جس میں ابتداء میں صرف مصائب کربلا بیان کئے جاتے ہیں اور ان کو سن کر گریہ کرنا ہمارا سرمایہ نجات ہے۔ سب سے پہلی مجلس زندان شام میں ہوئی تھی جس میں اسیران کربلا [illegible] کے بعد دل کھول کر روئے تھے اس کے بعد مدینہ منورہ میں [illegible] رہتا تھا کہ کوئی شخص واقعات کربلا بیان کرتا اور حضرت [illegible] روتے تھے یہ سلسلہ ہر حیثیت سے جاری رہا۔

[illegible] ذاکری میں واقعہ خوانی اور مرثیہ خوانی زمانہ قدیم سے [illegible] کے ساتھ ساتھ طرز ذاکری بدلا اور مجلس کے [illegible] کہ ذاکر آیات قرآنی کے مطابق احادیث کی

سلام

از جناب حیات صاحب

مغفرت کا آسرا ہے شہ کی قربانی تو دیکھ
مشکلوں سے جو ہوئی پیدا وہ آسانی تو دیکھ

حشر تک شہ کا ذکر بھی ہوگا، گر پیلے ذرا
تشنگی اور سامنے بہتا ہوا پانی تو دیکھ

منبر غم، اے کہ تو ہے تخت شاہ مرسلین
فرق حیدر پہ ملا تاج جہاں بانی تو دیکھ

تا ابد ہاتھ ملائک کے نظر آئیں گے پست
عصر کے سجدے میں شہ کا اوج پیشانی تو دیکھ

شکر حق فرما رہے ہیں انتہائے ظلم پر
صبر کی شان اور حد ستم رانی تو دیکھ

جن و انسان و ملک لیتے ہیں درس معرفت
درس گاہ مرتضیٰ کا فیض عرفانی تو دیکھ

خود بلا کر کوفیوں نے شہ کو مارا تشنہ لب
یہ نئی دعوت، انوکھا طرز مہمانی تو دیکھ

اے مورخ کیوں ہے یہ ذکر تنہا [illegible]
کربلا کے صف دروں کی شان لاثانی تو دیکھ

یہ فرشتوں کی سیادت نہیں ہے حسین کا
حضرت جبرئیل کی گہوارہ جنبانی تو دیکھ

عالم اسلام ہے آباد جس سے حشر تک
کربلا میں آکے اس ڈیوڑھی کی ویرانی تو دیکھ

پا گئے عباس غازی لشکر حق کا نشان
سبع ما شورہ شکرہ حیدر ثانی تو دیکھ

اے حیات انسان رہے گا جس پہ نازاں تا ابد
وہ حسینی فیض وہ معراج انسانی تو دیکھ

تعزیے۔ رسول کریم، چہار معصومین اور دیگر بزرگان دین کی سیرتیں بیان کی جانے لگیں جن سے عوام کی معلومات مذہبی میں اضافہ ہوتا ہے اور غذائے روحانی حاصل ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ سوز خوانی نوحہ و ماتم خوانی بھی ہونے لگی۔

مجلس میں بہ نظر ثواب تبرک تقسیم کیا جانے لگا۔ کربلا کے بھوکے پیاسوں کے نام پر بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ پیاسوں کو پانی پلانا سرمایہ آخرت جمع کرنا ہے۔ لیکن ہماری معاشرت نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ تبرک کے نام سے ہم آسودہ لوگوں کے سامنے۔ تعلقات دنیوی استوار کرنے کی غرض سے خاصا کھانے اور مٹھائیوں کے ڈھیر لگا دیتے ہیں اور سیراب لوگوں پر ہم لذیذ شربت کی بارش کرتے ہیں اس طرح یہ مقصد تقسیم تبرک میرے خیال میں تو ختم ہوگیا۔ نادار بھوکے پیاسے ان ایام میں بھی بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں جب کہ ہم اپنی حیثیت سے زیادہ تبرک کا بندوبست کرتے ہیں چاہے اس سلسلے میں ہم کو مقروض ہی کیوں نہ ہونا پڑے اور اپنی جائداد بیچنا ہی کیوں نہ پڑے۔ لیکن جب مجلس میں شیرمال بٹتی تھی تو اب بھی بٹے گی۔ شیر برنج کی ہانڈیاں تقسیم ہوتی تھیں تو اب بھی سر مو فرق نہ آئے گا ہم کو اس پر آشوب زمانے میں جب کہ زمینداریاں ختم ہو چکی ہیں اور ہر طرف سے آمدنی کے ذرائع ہم پر بند ہو رہے ہیں، ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ فرض ہے کہ اپنی جائداد لٹا کر تقسیم تبرک کرنا جو مستحقین، محتاجوں تک تو نہ پہنچ پا سکے

لیکن امراء وہ سادہ اور آسودہ حیثیت کے ... پر خوان پہنچائے جائیں۔ کہاں تک مناسب ہے اور کس حد تک موجب اجر و ثواب ہے۔ میری ناقص رائے میں ضرورت ہے اور تقاضائے وقت ہے کہ ... ہم غور کریں اور سوچیں کہ ہم کہاں ہیں؟ کس عالم میں ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آج بہت سی مجالس صرف اس لئے بند ہو گئیں کہ ایک مخصوص اخراجات کی وجہ سے تقسیم تبرک کا سابق معیار قائم نہیں رہ سکتا۔ اکثر جلوس صرف اس لئے بند ہو گئے کہ ان کی شاندار آرائش کا بندوبست نہیں ہو پاتا۔

شہروں میں ہر محلے میں اور گاؤں میں عشرہ محرم میں شب و روز سلسلہ مجالس رہتا ہے اور اس کثرت سے ہوتی ہیں کہ سامعین جو اتنے سکتے ہیں اور جن کی شرکت لازمی ہوتی ہے گھبرا اٹھتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجلس میں شرکت ایک سماجی ... فرض سمجھ کر کی جاتی ہے ... جو ... کی ہوتی ... میں اکثر عبادت ... اور وہ ...

سلام

جناب سید ناظم حسین صاحب ناظم مرحوم غازی پوری

سلامی جس جگہ ہے تربت شبیر مٹی کی
وہیں پر کھینچ لے یارب مجھے تاثیر مٹی کی
دو عالم میں درخشاں کیوں نہ ہو تنویر مٹی کی
وجود پنجتن سے جب کہ ہو تطہیر مٹی کی
زمین کربلا کو یہ شرف بخشا ہے خالق نے
کہ سب ہیں سر بسجدہ دیکھئے تقدیر مٹی کی
نہ تھا دم نعرۂ عباس سے اعدا کے لشکر میں
ہوا ہر بانی شر خون سے تصویر مٹی کی
وہ ہے خلد بریں جس قبر میں خاک شفا ہوگی
خدا کے سامنے ایسی تو ہو توقیر مٹی کی
اڑی یوں کربلا کی خاک گھوڑ دوڑ کے ٹاپوں سے
زمیں اک بن گئی بالائے چرخ پیر مٹی کی
یہ چاہا شاہ نے پھینکیں زمیں پر خون اصغر کو
مگر پھر رک گئے جس دم سنی تقریر مٹی کی
یہ چاہو لاشۂ اصغر سے کہتی تھیں کلائے ...
ہماری زندگانی تم نے کھا کر تیر مٹی کی
گرا خون شہید کربلا جب جسم اطہر سے
زمیں شق ہوگئی حالت ہوئی تغییر مٹی کی
سوئے گنج شہیداں دیکھ کر شہ نے کہا اکبر
کہاں لائی کشش دیکھو تو اے شبیر مٹی کی
ولائے پنجتن دل میں زباں پر یہ سخن ناظم
وہ ناری ہے کہ جس نے خلد کی جاگیر مٹی کی

... اس طرح پرجو روحانی استفادہ ...

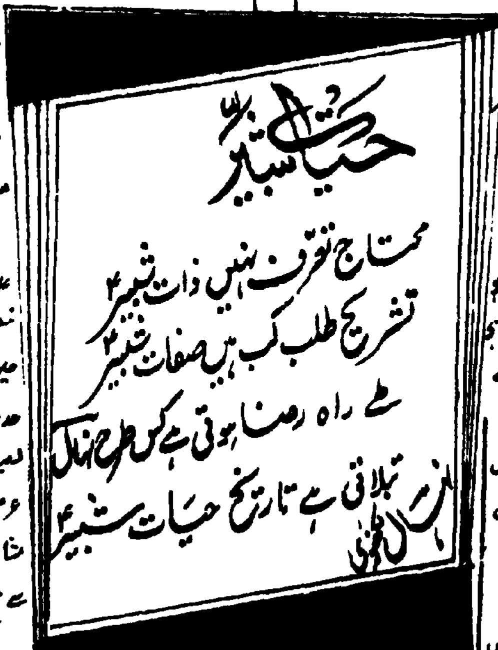
اس سلسلے میں ... بجائے پیشہ ور ... مجالس ... کی جائیں ان میں معیاری ذاکری کا بندوبست کیا جائے ... میں ذاکرین کی کمی نہیں ہے اور متوسط طبقہ ... Ornamental ذاکروں سے استفادہ کر سکتا ہے۔ تبرک ... مد و جاذبیات میں وہ جب بھی ہو گئی ہے اور جس کے ایک تمام ... شان مجلس میں کمی کا اندیشہ ہے لہذا تبرک نہایت سستے ... بانٹا جائے۔ شہروں میں ... سامعین کی کمی نہیں ہے اس لئے نقیتہ تبرک آسانی سے بند کیا جا سکتا ہے۔

پچھتر سے ادھر عرصے میں ہماری ذاکری میں مناظرانہ رنگ پیدا ہو گیا ہے اور اس کو کامیاب خطابت کہا جاتا ہے اس کے زہریلے اثرات دیانت کے مومنین کے لئے معززتات ہو رہے ہیں اسے فوراً ترک کیا جائے اس رنگ سے ہمارا تبلیغی مشن بھی فیل ہو جاتا ہے۔

نوحہ خوانی

میں شہر نے مجھے پچیس تیس برس میں کمال جو ترقی پیدا کی ہیں۔ نوحہ کے معنی رونے اور بین کرنے کے ہیں اور نوحہ خوانی بھی انہیں معنی کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے اور کی جانی چاہئے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں ایسی ہی نوحہ خوانی ہوا کرتی تھی۔ ہماری جدت طبع نے اسے دوسرا رنگ دے دیا۔ ... کہ۔ اس کے ساتھ مناظرہ بھی شامل نوحہ و ماتم کیا گیا ... کے بعد ہمارے وہ اچانے دن ... سلام میں ... پہ چشمے ... الگ ہو گئے اور شپاشپ ... ۔ ان نظموں کو تبلیغی نوحے کا نام سے پکارا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ فی زمانہ اس کی شدید ضرورت ہے۔ ذرا غور فرمائیے۔ نوحہ میں گریہ خیز ... غیر متعلق باتوں کے لانے سے کیا سروکار۔ ذیل میں چند مصرع نوحوں سے رقم ہیں دیکھئے ان میں نوحیت کہاں ہے؟

اسلام ہمارا ہے، ایمان ہمارا ہے۔
پابند شریعت ہیں قرآن ہمارا ہے
— اسلام میں نفاق قیامت سے کم نہیں
— آتا ہے زبان پر جو کبھی نام محمدؐ
انگشت شہادت کو کبھی چوما نہیں کرتے۔



سینہ زنی۔

نوحہ کے ساتھ ساتھ سینہ زنی علامت حزن و ملال ہے۔ اور معصومین کی یاد کر کے سینہ کوبی عین فطرت ہے لیکن جب اسے حدود کے اندر رکھا جائے۔ بصد ادب معافی مانگتے ہوئے میں عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ مشاہدہ تو یہ کہتا ہے کہ سینہ زنی سے مقصد نوحہ خوانی کی لے سے ایک تال ملانا ہوتا ہے۔ اگر بدقسمتی سے دستہ ماتم کے کسی فرد کی سینہ زنی نوحے کی لے کے وزن سے الگ ہو جاتی ہے یعنی تال اکھڑ جاتا ہے تو اس پر تنبیہ کی جاتی ہے۔ "ملاؤ - ہاتھ لگاؤ" اور اصلاح نہ ہونے پر اسے دستے سے خارج کر کے شرکت ماتم سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں سینہ زنی اور خوش آوازی میں باقاعدہ انجمنوں میں کمپٹیشن (مسابقت) کیا جاتا ہے اور نوحہ خوانی اور ماتم اپنے اصلی نقطے سے ہٹ کر میدان کارزار بن جاتے ہیں۔

اسی طرح ہزاروں و شائقین سے اپنے استقلال، ہمت، زور اور خوش آوازی کے لئے داد طلب ہوتی ہے۔ ماتم کرنے میں لفظ "حسین" "یا علی" "حیدر" "امام حسین" کو کچھ اس طرح مروڑا جاتا ہے کہ الفاظ سامعین کو کچھ کے کچھ سنائی دینے لگتے ہیں اور سننے والوں کو شرم آتی ہے۔ میں اشارہ اور کنایہ میں کچھ عرض کر رہا ہوں اسے سمجھنے کی کوشش فرمائیے اور دیکھئے کہ آیا یہ واقعہ ہے کہ نہیں

ایک اور نئی چیز

مجھے یہ کہنے میں بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ آجکل بعض نوحہ خوان نوحہ خوانی کے مقصد سے نہ پڑھ کر اپنی موسیقیت کا مظاہرہ کرنے کے لئے فلمی گانوں کے وزن، قافیہ اور ردیف میں نوحہ نظم کرواتے ہیں اور اسی انداز سے پڑھتے ہیں۔ ہماری خواتین بھی اس تقلید سے باز نہیں ہیں اور کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اکثر اغیار خواتین کی نوحہ خوانی کی سریلی آوازیں سن کر راستہ میں ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ فطرت اتنی ترقی کر رہی ہے کہ اب تو زنانی مجالس سے تحت اللفظ خوانی اور حدیث خوانی مفقود ہوتی جا رہی ہے اور مجلس کی ابتدا و انتہا نوحہ خوانی پر ہی ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں ضرورت ہے کہ ہم ان چیزوں کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ عزاداری کے مختلف طریقے کہاں تک اپنے اصلی مقاصد میں کامیاب ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ کورانہ تقلید کرنا چھوڑ دیں اور ہر مسئلہ پر غور و فکر کریں اور علمائے کرام سے رجوع کر کے اپنے رسوم کے بارے میں شرعی احکام حاصل کریں۔

میں لکھنؤ کے حضرات سے دست بستہ گزارش کروں گا کہ آپ پر تمام ہند کا لیڈر ہونے کی حیثیت سے ذمہ داریاں زیادہ ہیں۔ باہر کے مومنین کے لئے ہمیشہ سے یہ سند کافی رہی ہے کہ "لکھنؤ میں جو شیعیت کا مرکز ہے یوں ہوتا ہے"۔ اگر آپ نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو قوم بھی بہے راہ چلے گی۔ لہٰذا کوئی بدعت پیدا کرنے سے پہلے آپ خود اس پر غور کریں۔ اور علمائے کرام سے منظوری حاصل کر کے تب ہی عمل میں لائیں۔

مجالس اور جلوسہائے عزا جیسے روحانی اجتماعات سے استفادہ کرنے کے لئے ناچیز تجویز پیش کرتا ہے۔

(۱) مجلسوں میں فضائل اہلبیت کے ساتھ ساتھ ان کی سیرتوں اور کردار پر کافی روشنی ڈالی جائے اور روزی کمانے کے لئے باب مدینۃ العلم کے قول "حرکت میں برکت ہے" کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قوم کو متوجہ کیا جاوے بیانات عام فہم ہوں۔

(۲) ماتمی جلوسوں میں سینہ زنی کا موقع و محل کا لحاظ رکھا جائے سینہ زنی سے حزن و ملال کا بھی مظاہرہ ہو اس کے سوا کچھ نہ تبلیغیں بھی پڑھی جائیں اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ماتم خوانی کو روک کر عام فہم مختصر زبان میں واقعات کربلا بیان کئے جائیں۔ اس طرح تبلیغی کام بھی پورا ہوگا اور نوحوں میں مناظرانہ رنگ کہیں بھی نہ آنے پاوے۔

(۳) تقسیم تبرک، آرائش عزاخانہ اور آرائش جلوس کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف ذاکرین کا بندوبست کرنا چاہیئے تقسیم تبرک کے معاملے میں اسراف سے کام نہ لیا جائے بلکہ قوم اور مذہب کی خدمت جو اس پرآشوب زمانہ میں آپ کا اہم فرض ہے توجہ دیکر قوم کو ترقی کے عالم میں لائیے۔

انکار کی حقیقت

(از جناب منتخب [illegible] پوری)

اک فرد کی تصدیق کی حاجت کیا تھی
شبیر کی بیعت کی ضرورت کیا تھی
اصرار سے باطل کے یہ معلوم ہوا
انکار رسالت کی حقیقت کیا تھی

[illegible] سرور نے کربلا کو
مسجد کر دیا [illegible]

(خندان لکھنوی)

ذبح عظیم

نغمۂ فکر

جناب محسن اعظم گڑھی
(از کراچی)

اے حسین ابن علی تو ہے کریم ابن کریم — تیرے دربار میں ہوتی ہے صداقت تقسیم
تیرے ہی در سے ملی صبر و رضا کی تعلیم — یہ شہادت ہے تری شرح کن ذبح عظیم
کشتیٔ امت عاصی کا سہارا تو ہے
ابر میں چھپ کے جو چمکا وہ ستارا تو ہے

پردہ غفلت کا نگاہوں سے اٹھایا تو نے — اور اٹھتے ہوئے فتنے کو دبایا تو نے
نقش باطل کا زمانے سے مٹایا تو نے — امت جد کے سفینے کو بچایا تو نے
معصیت داخل اسلام ہوئی جاتی تھی
مہر روشن تھا مگر شام ہوئی جاتی تھی

جان دی، ہاتھ سے اسلام کو جانے نہ دیا — خود مٹے نام صداقت کا مٹانے نہ دیا
سر حق کو در باطل پہ جھکانے نہ دیا — شکوہ دشمن کا زباں تک کبھی آنے نہ دیا
ہیں کہاں دیکھ لیں خود آکے زمانے والے
ایسے ہوتے ہیں محمدؐ کے گھرانے والے

جادۂ حق پہ گنہگاروں کو لانے والے — حشر کی بگڑی ہوئی تقدیر بنانے والے
ہنس کے شمشیر و سناں سینے پہ کھانے والے — مرحبا بار امانت کے اٹھانے والے
اللہ اللہ یہ مصیبت میں خوشی کا اظہار
صبر ایوب ترے صبر پہ ہو جائے نثار

خواہش ملک نہ ہو جس کو وہ سلطان ہے تو — فوقیت جس کو ملک پر ہے وہ انسان ہے تو
دل احمد کا چھلکتا ہوا ارمان ہے تو — اے حسین ابن علی معنی قرآن ہے تو
جو نہ محتاج ہو لشکر کا وہ غازی تو ہے
ناز سجدہ کرے جس پہ وہ نمازی تو ہے

محرم اور ہمارا فرض

نوشتہ: مسٹر للتا پرشاد صاحب شاکو میرٹھی

محرم کا مہینہ ہر سال آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ تعزیے نکلتے ہیں، مرثیے پڑھے جاتے ہیں، مجالس ہوتی ہیں، میلے اور تماشے ہوتے ہیں، ہجوم نظر آتے ہیں، دکانیں سجتی ہیں — بازار لگتے ہیں۔

تعزیہ داری، مرثیہ خوانی اور انعقاد مجالس تو خیر لازمی امور ضروری چیزیں ہیں مگر دوسری سب باتیں کیوں ہوتی ہیں؟ وہ عام کی تو کیا خاص کی بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ کون سوچے، کون سمجھے، کسی کو کیا غرض؟

کوئی کھوجی (تلاشی) ہوا تو بس اتنا معلوم کر لیا کہ مسلمانوں میں ایک بزرگ امام حسین آج سے ۱۳ سو سال پیشتر گزرے ہیں، انہیں یزید نامی ایک ظالم بادشاہ نے بے گناہ و بے قصور دشمنی سے مار ڈالا تھا۔ اس کی یادگار منائی جاتی ہے بس۔ اس سے آگے تحقیقات بھی ختم اور بتانے والے کے جوابات بھی ختم۔

اب ناواقف کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ تو بتائیے کہ اتنی صدیاں گزر گئیں، مرنے والے رہے نہ مارنے والے پھر اب تک یہ رونا دھونا اور ایام غم میں یہ میلا تماشا کیسا؟

یہ سوال اکثر محققوں کے دل و دماغ میں پیدا ہونا ناممکنات سے نہیں۔ تعزیہ داری شیعہ بھی کرتے ہیں اور اکثر سنی بھی بلکہ بعض غیر مسلم بھی۔

شربت چڑھانا، سبیلیں لگانا، شرکت مجالس اور خیرات کرنا یہ عام روایتی اصول ہیں البتہ چند برسوں سے مذہبی مناقشات باہمی کشاکش، فرقہ وارانہ جنگوں اور تعصب سے بڑھ کر ملک کی تقسیم نے ان امور کی طرف سے متعدد دلوں میں کشیدگی پیدا کر دی ہے۔

یہ سچ ہے کہ مسلمانوں میں ایک کثیر تعداد ایسے افراد کی ہے جو درپردہ حسینی مشن کے سخت مخالف اور دشمن ہیں اور جان سے اس تگ و دو میں منہمک و کوشاں رہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی معصوم و مظلوم حسین کا نام لیوا نہ رہے اور اس طرح یزید کی کارگزاریوں پر ہمیشہ کے لئے پردہ پڑ جائے۔ تاریخ الخلفاء کے علاوہ مولوی صاحبان اہلسنت کے یہاں یزید کا شمار خلفائے مستند میں ہو گیا ہے مگر ان تمام سربرآوردہ اور زمانہ کی بے خبری یا پبلک کی ناواقفیت کا ذمہ دار میں ان ہستیوں کو مانتا ہوں جو نعرہ حیدری لگانے والے اور شہادت حسین کی یاد کا دم بھرنے والے [illegible] وہ تعزیہ داری کو ضروری [illegible] بھی جانتے [illegible] ضرور ہیں مگر اس جانب سے غفلت [illegible]

دل کی آواز

[illegible]

[illegible] تفصیلی اور سبق آموز واقعۂ شہادت کے تفصیلی حالات [illegible] بتائیں اور حسینی شہادت کا مقصد اور اس جنگ کا فلسفہ [illegible] سمجھائیں۔

امام حسین کون تھے۔ اسلام میں ان کا کیا درجہ تھا ان کی ہستی کیسی غیر معمولی تھی۔ ان پر کیا کیا مصیبتیں آئیں اور کیوں آئیں۔ کس کے ہاتھوں آئیں ان ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ وغیرہ وغیرہ سے شیعہ ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان اور مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام غیر مسلم اپنی شرکت عزاداری کو یقیناً باعث ثواب دارین تصور کرنے لگیں۔

امام حسین کا ہندوستان سے خاص تعلق ہے۔ دشت نینوا میں جب یزیدی افواج نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا تو تمام عورتوں اور بچوں کو روانہ کر دینے کے بعد انھوں نے عمر ابن سعد سے کہا کہ کوفہ والوں نے مجھے خط پر خط لکھ کر بلایا ہے اب اگر میرا آنا ناگوار ہے تو مجھے مدینہ واپس جانے دیا کرے [illegible] یا میں ہندوستان کی طرف چلا جاؤں اور وہاں اطمینان سے اپنی زندگی کے بقیہ دن گزاروں۔

مگر یزیدیوں کا تو منشا ہی کچھ اور تھا وہ تو [illegible] بیٹھے تھے اسی خواہش کو کیوں پورا ہونے دیتے

بعد کی صدیوں میں خلفائے عباسیہ کے ستائے ہوئے اکثر [illegible] شیعہ مہاجرین ہندوستان بھاگ آئے تھے جو یہاں راجہ داہر وغیرہ کے یہاں دکن و سندھ میں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور مظلوم مہمان سمجھ کر عزت کے ساتھ پارسیوں کی طرح بسا دئے گئے۔

امام حسین کی اہلیہ محترمہ نوشیروان عادل کے خاندان سے تھیں جو یزدجرد شاہ ایران کی دختر تھیں۔ یہ خاتون تین سگی بہنیں تھیں جن میں سے ایک ماہ بانو نامی ہندوستان میں آ کر [illegible] اودے پور (میواڑ) میں منسوب ہوئیں اور چند روز [illegible] غم سے بیمار ہو گئیں۔

من جملہ تاریخی اہم اور مستند واقعات کے باوجود بیشک سب ناواقف ہے اور بے خبر ہے کہ امام حسین کون تھے اور ان کے واقعات زندگی کیوں دردناک۔ دل سوز۔ رقت خیز اور [illegible] والے ہیں اور عزاداری کی کیوں ضرورت ہے؟

جب کوئی غیر مسلم گہری تحقیقات کرتا ہے اور اصل حالات سے آگاہ ہوتا ہے تو نہ صرف حیران و ششدر رہ جاتا ہے بلکہ اسے امام حسین کی اہمیت، معصومیت اور مظلومیت کا صاف پتہ چلتا ہے اور ثبوت مل جاتا ہے۔ اور پھر بات سمجھ میں آتی ہے کہ کیوں ۱۳ سو سال کے بعد بھی آج محرم منایا جاتا ہے۔ یہ نہ میلہ ہے، نہ تماشا ہے نہ تہوار ہے بلکہ عاشورہ کا دن ایسا دن ہے جسے رنج و غم کا مرقع کہہ سکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عزاداران حسین صدیوں سے اس زمانہ میں سوگوار رہتے اور عزائے حسین قائم کرتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ شیعہ مجتہد، علماء اور سربرآوردہ حضرات ایک خاص کمیٹی اس غرض سے [illegible] ایام محرم میں خواہ قبل و بعد ہر شہر و ہر قصبہ میں یوم حسین منائے جس میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام غیر مسلم ہندو، سکھ، پارسی، عیسائی وغیرہ خاص طور پر مدعو کئے جائیں۔ مذہبی [illegible] سے سادہ الفاظ میں بے رنگ اور [illegible] صحیح واقعات بیان کئے جائیں۔ غیر مسلموں کو بھی اس موضوع پر [illegible] دیا جائے۔

مجھے (کبیر بانی) جب کئی سال سے اس قسم کا [illegible] جلسہ کرنے کے [illegible] یوم حسین منایا جاتا [illegible] فائدہ پہنچا رہا۔

میرا یقین کامل اور [illegible] ہے [illegible] آسانی ہو سکتی ہے

مقصد و منشائے خلاق جہاں دیکھا کئے
[illegible] زماں دیکھا کئے

([illegible])

عاشور کے دن

شاعر آل پیمبر جناب سید علی اطہر صاحب نقوی مرغوب (حلد بازار لکھنؤ)

اے ماہ محرم روحِ عزا کیا تجھ میں ہوا عاشور کے دن / روتا ہے جہاں، کرتی ہے بکا مخلوقِ خدا عاشور کے دن
فرعون نے کی خلقت سے دغا نمرود نے پیغمبر پہ جفا / ایسا نہ کسی نے ظلم کیا جو ظلم ہوا عاشور کے دن
بھرپور وہ دریا بہتا تھا سیراب ہو جس سے خلقِ خدا / شبیر کا لیکن خشک گلا ریتی پہ کٹا عاشور کے دن
لرزہ تھا زمیں کو یوں ہی نہیں معصوم ہوا تھا آکے مکیں / اصغر کو جھلاتا تھا جھولا وہ دشتِ جفا عاشور کے دن
فرعون کے اور ہامان کے کیا نمرود کے بھی دل ہی میں رہا / شیطان کے دل میں جو کچھ تھا ظاہر وہ ہوا عاشور کے دن
جب آگ لگی تھی خیموں میں ہر چیز جلی تھی خیموں میں / معصوم کا ننھا سا جھولا وہ بھی نہ بچا عاشور کے دن
احمد کا نواسا انساں تھا غربت میں مسافر مہماں تھا / مظلوم سے لازم تھی نہ دغا اے دشتِ جفا عاشور کے دن
خنجر نے لیا مقتل نے پیا نیزہ کو لگا پیکاں میں رہا / شبیر کے خوں کو لوٹ لیا جس جس کو ملا عاشور کے دن
امت کو امانت کی تھی خوشی سر کاٹ کے بھی سیری نہ ہوئی / گھوڑوں سے تنِ دلبرِ نبی پامال کیا عاشور کے دن
ناحق تھا مگر تھا اک احساں اتنا بھی نہ لٹتا گر ساماں / کانوں سے سکینہ کے بندے زینب کی ردا عاشور کے دن
کہتے تھے رسول ہر دوسرا اے آدم و نوح و شیر خدا / امت نے مری کی مجھ سے دغا کیا ظلم کیا عاشور کے دن
اصحاب پیمبر سے ہے سوا اصحاب حسینی کا رتبہ / پیاسے بھی رہے مارے بھی گئے گھر بار لٹا عاشور کے دن
شبیر تھے پیچھے پیچھے دل پکڑے ہوئے غم سہتے ہوئے / فرزندِ جواں مرنے کے لئے جب رن کو چلا عاشور کے دن

ایماں پہ مرے یا حق سے پھرے فردوس لے یا دوزخ میں جلے
مرغوبؔ حیات انساں کا معیار یہ تھا عاشور کے دن

محرم کا تمدنی پہلو

نوشتہ مورخ یگانہ شیخ تصدق حسین صاحب جی اے ایل ایل بی وکیل لکھنؤ

تعزیہ کا موجد اور دیگر حالات تعزیہ داری

جلد معین اس امر پر کہ یک زبان کہ تعزیے کے موجد امیر تیمور تھے موصوف حضرت امام حسین کے بڑے عقیدت مند تھے۔ ہر سال محرم میں ان کے روضہ مبارک پر حاضری دیا کرتے تھے مگر ایک مرتبہ میدان کارزار میں اتنے مصروف تھے کہ روضے پر حاضری دینے کی مطلق فرصت نہ تھی جس کا ان کو دلی قلق تھا ان حالات سے مطلع ہو کر ان کے رفقا اور مشیروں نے بطور خود اس سال روضۂ مبارک کی نقل بنوا کر میدان جنگ ہی میں اس کی زیارت کرلی۔ یہ بات ان کے دل میں سما گئی چنانچہ روضہ کی نقری نقل بنا کر ہر سال اس کی زیارت اپنے مقام پر کرلی۔

امیر تیمور عقیدۃً حنفی المذہب تھے مگر ابتداء میں خود ان کے خاندان میں تعزیہ داری کا رواج نہیں ہوا بلکہ دکن کے شیعہ تاجداروں کی گود میں یہ پلی اور پرورش پائی اور اودھ کے ایرانی النسل فرمانرواؤں نے اس کو پروان چڑھایا جب کو مذہب ونشر میں نیز حضرات صوفیائے کرام کے طرز عمل سے اہل تسنن بھی اس میں شریک ہو گئے بعد میں ہوا کا رخ دیکھ کر اہل ہنود بھی یا اپنے شیعہ آقاؤں کی خوشنودی خاطر یا اپنے شوق زمزمہ خوانی کو پورا کرنے کے لئے حلقہ عزاداری میں داخل ہو گئے۔

ہندستان میں جو ضریحیں یا تعزیے تیار کئے گئے وہ اصل روضہ کی نقل تھے اس لئے پر تعزیہ صرف "علامت عزا" کے طور پر استعمال ہوتے تحقیق و جستجو سے پتہ چلا ہے کہ ہندستان کے علاوہ تعزیہ داری کا کسی اسلامی ملک میں کبھی رواج نہیں ہوا۔ ایران میں بھی صرف علم کھڑے کئے جاتے ہیں اور مجالس

منعقد کی جاتی ہیں اس لئے مسٹر حسن علی کا یہ تحریر کرنا کہ تعزیہ کو تماندار جلوس کے ساتھ اٹھانے کی بنیاد مقام بغداد پڑی اس کے بعد یہ طریقہ ایران میں رائج ہوا۔ وہاں سے ہندستان آیا۔ تحقیق کی کسوٹی پر صحیح نہیں ثابت ہوتا۔

سید حسن عسکری صاحب بھی تعزیہ داری کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے سفرنامہ "زائر دایران" میں تحریر کرتے ہیں:-

"ایران میں محرم کے ایام میں کثرت سے ماتم کرنے والوں کے دستے نکلتے ہیں اور مجالس میں روضہ خوانی ہوتی ہے۔ تعزیہ کا رواج بالکل نہیں البتہ دیہاتوں میں "نخل" نکالے جاتے ہیں جو لکڑی کی ایک چیز مثل ضریح کے ہوتی ہے۔ بعض شہروں میں شبیہ نکالنے کا رواج اب بھی ہے یعنی حسینیہ میں کربلا کے واقعات کو دکھلاتے ہیں مثلاً کوئی شخص حضرت امام حسین کا اور کوئی شمر یا عمر ابن سعد کا پارٹ ادا کرتا ہو۔"

ہندستان ہی کے ایک بزرگ نے "ایرانی دوست" کے نام سے لیئے ایران کے چشم دید حالات دسمبر ۱۹۳۵ء کے رسالہ نگار میں شائع کئے تھے وہاں کی عزاداری کا تذکرہ کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:-

محرم کی عام مجلسوں میں مستورات کبھی شرکت نہیں کرتی "تعزیہ" کا تو یہاں کوئی تصور نہیں ہاں علم اور سپر نکلتے ہیں جن کو ایرانی اصطلاح میں "نشان" اور "علامت" کہا جاتا ہے تعلیم یافتہ لوگوں اور امرا کا طبقہ نشان اور علامت کے جلوسوں یا دستوں میں شریک نہیں ہوتا۔ یہ چیزیں یہاں متوسط اور چھوٹے درجے کے افراد کے لئے مخصوص ہیں وہی لوگ سینہ و سر کوٹتے ہوئے ایسے دستوں کے ساتھ نکلتے ہیں۔

ایران کی طرح لکھنؤ میں بھی لعض مجالس کے مناظر پر شبیہیں پیش نظر کی گئیں جولائی ۱۹۱۶ء کے الواعظ میں مولوی سید محسن صاحب کے بیان کی ایک مجلس کا تذکرہ کیا گیا ہے جو پانے نالے پر آبنی پھاٹک والی کوٹھی میں منعقد ہوئی تھی اس کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"تاریخ مرزا علی احمد صاحب مرحوم بلائے منبر ہیں ان سے فرزندان مسلم کے حال کی فرمائش ہے باجز مجمع کی نظریں ذاکر کے ساتھ ساتھ مرقع پر بھی ہیں جو کوٹھی کی دو منزلہ ہ دکار پر معلق ہے۔ ختم مجلس پر یہ مرقع بے نقاب ہوا اس ظالم حارث کا یتیم بچوں کو قتل کے ارادے سے لے جانا اور زوجۂ حارث کی منتیں کرنے کا سین کہ "میرے معزز مہمانوں کو چھوڑ دے" دکھایا گیا تھا اس منظر کو دیکھ کر کتنے لوگ بیہوش ہو جاتے تھے۔

اسی موضوع پر مولانا شرر مرحوم بھی مجالس کا تذکرہ کرتے ہوئے ۱۹۱۹ء کے دل گداز میں لکھتے ہیں۔

مجتہدین کے وہاں کی مجلسوں میں پابندی دین کا بہت خیال رہتا ہے خصوصاً غفران مآب کے امام باڑے میں ذی محرم کو جو مجلس ہوتی ہے وہ خاص شان اور امتیاز رکھتی ہے۔ اس کی شرکت کے شوق میں لوگ دور دور سے آتے ہیں اسی اثنائے بیان میں اونٹ حاضرین کے سامنے لائے جاتے ہیں جن پر کجاوے یا محملیں ہوتی ہیں اور ان پر سیاہ پوششیں پڑی ہوتی ہیں اور مومنین کو یہ منظر نظر آتا ہے کہ دشت کربلا میں اہلبیت کا لٹا مارا اور تباہ شدہ قافلہ کس مظلومی اور ستم زدگی کی شان سے شام کی طرف چلا تھا حاضرین پر اس المناک منظر کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ ہزاروں حاضرین سے اس بین کو سن کر غش آ جاتا ہے۔"

خاندان اجتہاد کی مجالس میں ... ہونے کا یہ انجام ہوا کہ اکثر عقیدت مند افراد بہت ... کرنے لگے اور بعض بزرگوں نے تو یہاں تک ترقی کی کہ مجلسوں کو بالکل ڈراما بنا دیا۔

چنانچہ مولوی مہدی حسین صاحب کے یہاں مجلسوں میں وقتاً فوقتاً تھیٹر کے اسٹیج پر دستکاری سین کے ذریعے سے واقعات کربلا کے پر الم سین پیش نظر کر دیے جاتے اور حاضرین پر عجب رقت کا عالم ہوتا اس سے بھی زیادہ ترقی مرحوم کے یہاں کی زنانی مجلسوں میں ہوئی جن میں شہر کی ہزاروں عورتیں جمع ہوتی اور بجائے اس کے کہ ... حدیث خوانی کرے ... پر کربلا کے سین زندہ ... اداکاروں کے ذریعے سے ... جاتے ... تک عالم ... علاوہ ... نے ان ... نہیں کیا مگر عوام الناس ... ان میں رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے۔

ممتاز العلماء سید تقی صاحب کے امام باڑہ ... میاں تحسین علی خاں میں بھی ۱۹۱۹ء کے ... کو ایک عراقی ذاکر نے حضرت علی اصغر کی ایک شبیہ ... جس کا تذکرہ جولائی ۱۹۲۵ء کے الواعظ میں کیا گیا۔

شہید صفو ... ی

ایمان و عمل

مرنا تھا اہل دل کے لئے کربلا میں کھیل
عزم و عمل کی ڈال دی سرور نے داغ بیل
سب رنگ اس طرح ہوا ایمان سے عمل
ہر فعل ایک قول تھا ہر قول ایک فعل

ننھا مجاہد

کرب و بلا میں موت ہے دشوار تھی حیات
تھا شیر خوار زندگی کے لئے جو ہر شات
اصغر کے اوج صبر کی اب قدر کیجے
سرور کے بعد سب سے جو خوش ہو جس کی ذات

ترویج عزاداری

ترویج عزاداری کے ترغیب و تحریص کے آلوں سے کام لیا [illegible] جنگ جیسے موسیقی کے دلدادہ تھے ان کی سامعہ نوازی کو سوز خوانی [illegible] اضافہ سے کی گئی ——— جن حضرات کو شعر و شاعری کا چسکا تھا [illegible] کی ضیافت طبع کے لئے مرثیے پیش کئے گئے۔ جن کا کیسۂ زر خالی تھا اور مالی [illegible] کے طلب گار تھے ان کی اعانت نذرانوں اور چڑھاووں سے کی گئی غرضکہ اسی طور پر ہر مذاق اور ہر خیال کے انسان کے لئے سامان دلبستگی فراہم کیا گیا جس کی کشش سے لوگ کھنچ کھنچ کر زمرۂ عزاداران میں داخل ہونے لگے اور یہ دین دونی رات چوگنی ترقی کرتی چلی گئی۔

اقسام ذاکری

رؤساء و امراء کی سرپرستی اور قدرافزائی نے لکھنؤ میں قسم قسم کے ذاکر پیدا کئے جو جدا جدا عنوانوں سے مصائب حضرت امام حسینؑ بیان کر کے رونے رلاتے ہیں اور جنہوں نے اپنے اپنے فن کو معراج کمال تک پہنچا دیا جہاں تک پتہ چل سکا حسب ذیل خوانیاں یا ذاکریاں لکھنؤ میں آگے پیچھے رائج ہوئیں جن میں سے کچھ تو اب متروک ہو گئی ہیں جن کا پورا خیال رکھنے والے بھی اب دنیا کے پردے پر موجود نہیں ہیں اور کچھ اپنی قدیم خصوصیات کے ساتھ اب بھی رائج ہیں۔

(۱) تحت اللفظ خوانی یا مرثیہ خوانی
(۲) کتاب خوانی
(۳) روضہ خوانی
(۴) واقعہ خوانی
(۵) نثر خوانی
(۶) سوز خوانی
(۷) نوحہ خوانی
(۸) سوال خوانی
(۹) حدیث خوانی

ان خوانیوں کے مختصر حالات بھی درج ذیل ہیں

(۱) تحت اللفظ خوانی یا مرثیہ خوانی

جسے عوام و خواص مرثیہ کو تحت اللفظ خوانی کے نام سے یاد کرتے تھے مگر اب اس کو مرثیہ خوانی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(۲) سوزخوانی

سوز خوانی کو کس نے اور کس زمانہ میں جنم دیا یہ سوال ابھی تک معمہ کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے مگر ایک واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نواب سعادت علی خاں کے عہد دولت میں سید امیر علی نامی ایک باکمال سوزخواں موجود تھے جو کم عمری میں باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے مرزا حیدری خاں نواب سعادت علی خاں کے زمانہ میں موسیقی کے کامل تھے انہوں نے اپنے پڑوسی میر صاحب کو سوزخوانی سکھائی۔ میر صاحب نے بھی بہت دل لگا کر حاصل کی اور اپنے وقت کے اتنے بڑے کامل فن مشہور ہوئے کہ نواب سعادت علی خاں کو بھی ان کے سوز سننے کا اشتیاق پیدا ہوا مگر موصوف صرف اپنے مکان پر پڑھتے تھے کسی کے یہاں جا کر نہ سناتے تھے چنانچہ انہوں نے پاس وضع داری کے خیال سے اپنی معذوری ظاہر کر دی اور کہلا بھیجا میں بھی سید ہوں اگر نواب صاحب غریب خانہ پر تشریف لائیں تو مجھے سنانے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ مگر موصوف میر صاحب کے جواب سے بہت ناخوش ہو گئے اور فرمایا وہ سید ضرور ہیں مگر ان کے ایسے سیکڑوں سید میرے یہاں موجود ہیں میر صاحب نے اگر فخر پیدا کیا تو یہی ناکہ پہلے سید تھے اب ڈوم بھی ہو گئے۔ جبر اصلی عقیدہ ہے۔ میر صاحب نے یہ جواب سن کر دکن جانے کا عزم کیا کہ فرمانروائے وقت خلاف ہے مبادا کسی وقت عزت آبرو پر آنچ آ جائے مگر انشاء اللہ خاں کے بھتیجے بھانجے بھی میر صاحب کے شاگرد تھے وہ لوگ بھی استاد کی رفاقت میں ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ انشا نے میر صاحب کے ترک وطن کرنے کا سبب دریافت کیا تو اصل حقیقت معلوم ہوئی چنانچہ اسی وقت دربار واپس گئے نواب نے دوبارہ آنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

دولت نبی ہے اور سعادت علی بنا
یارب نبا نبی میں ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اس وقت رخصت ہو کر چلا تو دل نے کہا اپنے دولہا کی دولہن کو ذرا دیکھوں۔ حضور واقعہ میں بارہ ابرار نگارے کی تھی سر پہ جو مردہ کون مردوی: [illegible] علی صاحب کا ذون! جھکے وہ کون دونوں صاحبزادے سگے ہیں تو کھال ردہ کون؟

تفضل حسین خاں علامہ۔ مگر حضور غور جو
کرتا ہوں تو ناک میں نکتہ نہیں نواب نے
پوچھا وہ کون عرض کیا حضور نکتہ امیر علی
صاحب اس کے بعد مفصل کیفیت بیان
کی نواب نے ہنس کر کہا ان کا اندیشہ
بیجا ہے میں ایسے صاحب کمال کو
فخر لکھنو سمجھتا ہوں اور میر صاحب کی
تشفی کے لئے دو سو روپے درماہہ
بھی بلا شرط خدمت مقرر کرکے اس
کا پروانہ اور پانچسو روپے کا
خلعت میر انشا کے ہاتھ بھیج دیا
اسطرح معاملات بخیر و خوبی طے
جب میر صاحب نیچے دے ہوئے
پرتاثیر اور درد انگیز اشعار سوز
کی دھن میں ادا کرتے تھے تو
سامعین کا عجب عالم ہوتا تھا۔
جب کاروان شہر مدینہ لٹا ہوا
پہنچا قریب شیلم کے قیدی بنا ہوا
نیزے پہ سر حسینؑ کا آگے دھرا ہوا
اور پیچھے پیچھے بیبیوں کا سر کھلا ہوا
نواب سعادت علیخاں
کے عہد دولت سے لے کر
اس وقت تک لکھنو نے بڑے
بڑے نامی اور صاحب کمال
سوز خوان پیدا کئے جن کی
فہرست تیار کرنا آسان نہ
ستاروں کو شمار کرنے سے
کم مشکل کام نہیں ہے۔
سوز خوان اصلاً
درجہ کے موسیقی داں ہوتے

سلام

جناب باقرؔ صاحب رضوی امانت خانی (حیدر آباد دکن)

شہ رگِ شبیرؑ جب کاٹی گئی تلوار سے
ہوئے جسم مصطفےؐ آئی لہو کی دھار سے

ذوالفقار حیدری کھینچی تو یہ بولے حسینؑ
خیبر باطل بھی ہوگا فتح اس تلوار سے

صدق دل سے آگ پر چلتے ہیں جو لے کر علم
وہ گزرتے ہیں خلیل اللہ کے گلزار سے

اہل ماتم نے کئے سینوں پہ پیدا وہ نشاں
تھے عیاں جو دختر شبیرؑ کے رخسار سے

جیسے قرآں کا ہوا ہے عرش اعظم سے نزول
یوں ہی حیدر اترے دوش احمد مختار سے

کاٹتی ہے قلب اعدا کے زبان بے زباں
بڑھ گئی برش میں یہ چلتی ہوئی تلوار سے

یاعلیؑ بعد پیمبر یوں کئے پچیس سال
صبر کے جوہر نمایاں ہو گئے تلوار سے

قید خانہ میں سکینہ کو پدر کی ہے تلاش
کربلا آئی نظر کیا روزن دیوار سے

کفر باقرؔ طالبان زر کا واضح ہو گیا
بدلے ہیں کیسوں کے حلقے حلقۂ زنار سے

گرفتہ اچھا ...
کو مرثیت سوز ...
محدود رکھتے ...
بزم طرب میں ...
نہیں کرتے تھے ...
سوز خوانی کا گہرا ...
دانی سے تھا اس لئے
لوگوں کو کبھی منبر پر جگہ نہیں
دی گئی جو علما و دیگر کے لئے
مخصوص ہے۔ بلکہ ...
علحدہ ساتھیوں سمیت ...
بیٹھ کر پڑھتے ہیں سوز خوانی
ہمیشہ مجلس کے شروع میں
ہوتی ہے تاکہ آغاز ہو جیسا کہ
مولانا شررؔ مرحوم نے گذشتہ
لکھنو میں تحریر کیا ہے میر علی
کے دو مقبول عام سوز ...
نمونہ درج ذیل ہیں۔
بے حسین تھی صغرا جو فرقت پدر ...
نیت اٹھ یہی کہتی تھی نسیم سحر ...
اے باد صبا مرقد ہوں وہ ...
کہیو جو ملے تو مرے بابا سے ...
نرگس کی طرح چشم سوئے ...
جلد آؤ کہ ہستی کا چمن اپنا ...

عزیز و آ ۵ یہ نیر ...
علی کی بیٹیاں حاق میں ...
اٹھائے لاکھ الم ...
[illegible]

روضہ خوانی

[illegible] میں ایک بزرگ ملا حسین واعظ کاشفی سبزواری نے حنفی المذہب [illegible] کتاب روضۃ الشہدا مشتمل بر واقعات کربلا مقفیٰ و مسجع عبارت [illegible] زبان فارسی تصنیف کی جس میں جابجا اشعار بھی درج تھے۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ ترکی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا اور اسی [illegible] کے بعد سے ذاکر بھی کربلا کے واقعات بیان کرنے لگے یہ طرز خواندگی روضہ خوانی کے نام سے مشہور ہوئی جو نہایت دردناک لہجہ میں ہوتی تھی جس میں ذاکر کی آواز کا اتار چڑھاؤ سونے پر سہاگہ کا کام دیتا تھا۔

نواب آصف الدولہ کے دور حکومت میں جب کہ فارسی کا بہت دور دورہ تھا بڑے بڑے مشاق اور ممتاز روضہ خوان موجود تھے جن میں آغا محمد ندیم مصنف "بحر البکا" و ملا محمد اس زمانہ کے بہت سربرآوردہ تھے۔ مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور فارسی کی کساد بازاری ہو کر زبان اردو کی گرم بازاری ہوئی۔ اس وقت سے روضہ خوانی کے بجائے اردو میں حدیث خوانی کا رنگ چمکتا گیا جس میں اس وقت کے ذاکر موقع موقع سے اشعار بھی استعمال کرتے تھے۔ اس کے بعد مرثیہ خوانی کا ستارہ چمکا اور گو عام طور سے مشہور تھا کہ ناکام شاعر مرثیہ گو بن جاتا ہے مگر اس وقت کے ذوق سخن اور رؤسا کی ہمت افزائی نے بڑے بڑے استادان فن مثل انیس و دبیر وغیرہ کے پیدا کر دیے جو اپنے طرز میں بے نظیر و عدیل ہوئے۔ چنانچہ اہلبیت اطہار کی مدائح کے صلہ میں ان حضرات نے یک گونہ مذہبی تقدس بھی حاصل کر لیا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مرثیہ خوانی اور حدیث خوانی میں اب بھی زبردست کش مکش شروع ہو گئی ہے اور حدیث خوانی پھر اپنی اگلی جگہ پر آنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہی ہے اور مرثیہ خوانی کی طرف سے لوگوں کے خیالات ہٹا کر اپنی طرف رجوع کر رہی ہے۔ ذاکرین کے [illegible] و فضلا و مجتہدین کا بیان ہے ان کے بعد حدیث خوانوں [illegible] سے ہے جو احادیث سنا کر ایسے پر درد اور رقت خیز آواز میں [illegible] آل رسول بیان کرتے ہیں کہ سننے والوں کی آنکھوں سے [illegible] اشکوں کا باران جاری ہو جاتا ہے۔ انہیں سے ملتے جلتے [illegible] شمس مرحوم "واقعہ خوان تھے" جو واقعات مصائب [illegible] اور ایسی فصیح و بلیغ عبارت میں سناتے تھے کہ جی چاہتا تھا کہ سنتے رہئیے۔ اور روتے جائیے۔ واقعہ خوانی کی فصاحت نے دراصل داستان گوئی کو مردہ کر دیا تھا۔

مرثیہ خوان مرثیوں کو شاعرانہ انداز سے سناتے ہیں اور اس کے لئے کافی مشق بھی کرتے ہیں۔ اس کے سنانے میں بھی چشم و ابرو اور ہاتھ پاؤں کے حرکات و سکنات سے واقعات کی ایسی سچی اور مکمل تصویر کھینچ دیتے ہیں کہ سامعین داد دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس موقع پر مثال کے طور پر ایک خاص واقعہ کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا محلہ چوپٹیاں بارہ دری دل آرام میں میر خورشید علی نفیس ابن میر انیس پچیسویں رجب کو سالانہ مجلس میں اپنا تصنیف مرثیہ پڑھ رہے ہیں ایک مرتبہ آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ مصرع پڑھا۔

دو گز ابھی وہ جگر بند بوتراب آیا

اور ہاتھ سے دو کا اشارہ اس انداز سے کیا کہ حاضرین مجلس پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے لگے۔

نثر خوانی

نثر خوان دشت کربلا کے جگر سوز اور دل دوز واقعات کو مقفیٰ و مسجع عبارت میں ڈھال کر کہیں کہیں اشعار بھی حسب موقع کھپا دیتے تھے جو زیادہ تر انہیں کی کاوش طبع کا نتیجہ ہوتے تھے یہ حضرات بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے پہلے مسودہ تیار کرتے تھے پھر اس کو حفظ کر کے مجلس میں زبانی سناتے تھے مگر نثر خوانی کے صرف تین تابندہ ستاروں کے نام دریافت ہو سکے جو یہ ہیں

حیدر حسین
میر محمد عسکری } صاحبان ساکن مفتی گنج

ولایت حسین صاحب مرحوم ساکن مہدی گنج۔ جو معلوم ہوا ہے کہ مشہور نثر خوان میر فدا علی صاحب مرحوم کے سلسلے کی ایک کڑی تھے۔

لکھنؤ کے ذاکرین

لکھنؤ کی عزاداری نے عالم گیر شہرت حاصل کی یہ شہر ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک شیعیت کا مرکز رہا ہے اسی لئے اہل تشیع اس کو دار الامان کے نام سے بھی یاد کرتے تھے تقریباً نصف صدی

قبل تک مختلف دور دراز شہروں سے بکثرت زائرین لکھنو کا محرم دیکھنے کے اشتیاق میں یہاں آتے تھے مگر اس زمانہ میں خود لکھنو کے ایک خاص فرقہ کی آبادی بہت کم ہو جاتی تھی جن کی آنکھیں لکھنو کی عزاداری دیکھنے کو ترستی تھیں۔ میری مراد لکھنو کے ذاکرین سے ہے جن کے لئے یہ زمانہ بحد مصروفیت اور مشغولیت کا ہوتا تھا محرم شروع ہونے کے قبل ہی سے مختلف مقامات شل بمبئی، حیدرآباد، پٹنہ عظیم آباد وغیرہ سے ان کے بلاوے آتے تھے اور محرم کے آغاز میں یہ حضرات آفتاب کی شعاعوں کی طرح ہندستان بھر میں پھیل جاتے تھے اور وہاں اپنے جوہر دکھا کر اور کمالات کا سکہ بٹھا کر بعد ایام عزا اپنے اپنے گھروں کو واپس آ جاتے تھے اور بروقت واپسی حسب لیاقت گرانقدر عطیوں نذرانوں اور رخصتانوں سے بھی ان کی تواضع کی جاتی اگر بد شومی قسمت سے کسی سال کوئی صاحب کسی افتاد ناگہانی کی وجہ سے سفر اختیار کرنے سے معذور رہتے تو خود ان کے یہاں صف ماتم بچھ جاتی کہتے ہیں اب کی کا محرم خالی گیا کوئی صورت نفع کی نہ ہوئی کیوں کہ بہت سے دنیوی کام محرم کی آمدنی کے بھروسے پر یا ملتوی رہتے یا قرض دام لے کر انجام دیئے جاتے تھے۔

محرمی باجے

جو باجے عام طور سے شادی دنوں میں استعمال ہوتے ہیں قریب قریب ان سبھوں سے محرم میں بھی کام لیا جاتا ہے مگر فرق یہ ہو جاتا ہے کہ سابق کے نغمۂ مسرت و شادمانی ایام عزا میں، رنج و الم کے نوحوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں ان باجوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

ڈھولک

(۱) پہلے اسلام کے دونوں فرقے کم و بیش ڈھولک کے ساتھ نوحہ خوانی کرتے تھے۔ کشمیری بھانڈوں کی ہندی کے ساتھ بھی ڈھولک نوازی ہوتی تھی مگر اب عرصے سے دونوں نے ڈھولک کا استعمال بالکل ترک کر دیا۔

چکچکیاں یا چق چقیاں

(۲) اگر کرکٹ کے گیند کے برابر ایک چوبی گیند بنا کر بیچ سے اس کے دو حصے کر دیئے جائیں تو چکچکیاں تیار ہو گئیں۔ بعض لوگ خوش نمائی کے لئے پلنگ کے پاؤں کی طرح ان پر رنگین پالش بھی کرا دیتے تھے۔ نوحہ خوانی کے وقت نوحہ خوانوں کا پورا جتھا دونوں ہاتھوں میں چکچکیاں لے کر وزن کو تال دینے کے لئے آپس میں بجاتا تھا۔ بھی قریب قریب ختم ہو گئیں مگر کبھی کبھی بعض نوحہ خوان ان کو استعمال کرتے نظر آ جاتے ہیں۔

دفلے

(۳) یہ فوجی باجہ ہے جو کوچ کے وقت فوج کے آگے بجایا جاتا تھا جس زمانہ میں تعزیہ شاندار جلوس کے ساتھ نکلتے تھے تو جلوس کے آگے آگے دو دفلے نواز ضرور ہوتے تھے۔ دفلے بڑے بڑے چوبی حلقے ہوتے ہیں جن پر کھال منڈھ دی جاتی ہے اور چوبی ڈنڈوں سے بجائے جاتے ہیں جن سے ہیبت ناک اور رعب دار آواز نکلتی ہے۔

روشن چوکی یا شہنائی۔

ایام محرم کے علاوہ شہنائی میں غزلوں یا ٹھمریوں وغیرہ کو دلکش سروں میں ادا کیا جاتا ہے۔ مگر ایام عزا میں شہنائی نواز پر زور اور دلگداز سروں میں نوحہ وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ جب رؤسا کے تعزیے طویل اور پر شوکت جلوس کے ساتھ نکلتے تھے ان کے جلوس میں نشان کے ہاتھی کے آگے سبیل خانہ اور نقارخانہ ضرور ہوتا تھا۔ نقارچی ایک بڑے تخت پر بیٹھ کر شہنائی اور نقارے بجاتے تھے جس کو کہار اپنے کندھوں پر لے چلتے تھے۔ اور تخت کے چاروں طرف سبز یا سیاہ خوشنما جھالریں لٹکا دی جاتی تھیں۔

آرگن باجہ یا (بینڈ باجہ)

(۵) اس کی بنیاد زیادہ تر انگریزی باجوں پر ہے جو اب بہت مقبول ہو گیا ہے۔ اس کے بجانے والے زیادہ تر حلال خور ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ لوگ بینڈ باجہ بجانے میں بہت مشاق ہو گئے ہیں اور محرم کے نوحے میں مرثیے گیتیں خوب بجاتے ہیں۔

هتر فا اور مترمی

(۶) یہ باجے بھی لوازمات جلوس میں سے تھے۔

ڈھول تاشہ

(۷) یہ ہندستان کا قدیم قومی باجہ ہے جو دہلی سے لکھنو میں آیا۔ دہلی میں ڈھول کے ساتھ صرف جھانجھیں بجاتے تھے تاشوں کا اضافہ لکھنو میں کیا گیا۔ تاشہ بجانے کی یہ صفت ہے کہ ہاتھ ... [illegible]

[illegible] اقبال نظم میں کے اور ان میں متواتر مسلسل
[illegible] اور رنگ پیدا ہو۔ لکھنؤ میں اس کے اٹھانے والے
[illegible] مرثیہ خوانی تھے یہ لوگ اس فن میں ایسے باکمال تھے کہ ان
[illegible] کا جواب ملنا [illegible] تھا۔

سلطان عالم واجد علی شاہ بھی تماشہ نوازی میں بہت استاد تھے
[illegible] شرر مرحوم ان کی تماشہ نوازی کا ذکر کرتے ہوئے جولائی ۱۹۱۶ء کے
[illegible] گداز میں تحریر کرتے ہیں۔

میں نے کلکتہ میں اپنی آنکھ سے دیکھا کہ محرم کی ساتویں
تاریخ جب مہندی کا جلوس ان کی آسمانی کوٹھی سے روانہ
ہوتا تو وہ خود گلے میں تاشہ ڈال کر بجاتے۔ بڑے بڑے
لوگوں کے گلے میں بڑی بڑی ڈھولیں ہوتیں معززین دربار
گرد حلقہ باندھے ہوتے اور وہ ایسی نزاکت اور خوبی سے
تاشہ بجاتے کہ ناواقف سننے والے بھی عش عش کر جاتے
اور گریں کی واہ واہ تو ہمارے مشاعروں کے ہنگاموں کو
بھی مات کرتی تھی۔

ماتم کے طریقے

لکھنؤ میں سینہ زنی مردوں اور عورتوں میں مشترک ہے مگر مرد سینہ کوبی کے علاوہ زنجیروں سے بھی ماتم کرتے ہیں اور قمعوں یا چھریوں سے بھی سر پر ضربیں لگاتے ہیں۔ ماتم کا عام طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے چھاتی کے بائیں طرف ضربیں لگاتے ہیں جن سے بعض اوقات سیاہ داغ پڑ جاتے ہیں اور جب ماتم بہت شدت کے ساتھ کیا جاتا ہے تو کبھی کبھی خون بھی جھلکنے لگتا ہے جس ماتم میں ایک ہاتھ پڑتا ہے اور دوسرا زور دار ہوتا ہے اس کو دو ہتڑ کا ماتم کہتے ہیں کبھی کبھی ماتم اتنے زور شور سے کیا جاتا ہے کہ چھت ہلتی اور دور دور تک دھمک کی صدائیں سنائی دیتی تھیں۔ انھیں [illegible] واقعات سے آشفتہ مزاج ہو کر ظریف مرحوم مسلمانہ انداز [illegible] خیالات کا اظہار بڑی دلیری سے اس طرح کیا تھا۔

ماتم نظروں میں کثرت سے ہیں تمیز کی دھنیں
یہ تماشا ہو رہا ہے اب میاں لکھنؤ
[illegible] ہے کہیں پر اور کہیں پر دوسرے دوسرے

اس طرح کرتے ہیں ماتم نوحہ خوان لکھنؤ

السلام اے قوم حیدر وسے ....
جاگ، اٹھیں دنیا کی قومیں تم نہ چونکے خوب سوئے
داغ بدنامی تمہارے کس طرح پر کوئی دھوئے
اس کی کب اصلاح ممکن ہے جو بیچ کینہ پہ روئے
خاک پہونچاؤگے تم دنیا کو پیغام حسین
صاف بے سکتے نہیں ماتم میں جب نام حسین

نگاہوں کی جانب جھک کے اور ہاتھ سینوں پہ
جاری سینہ زنی۔ کچھ نیت سے کیا مطلب
حسین ابن علی کے نام پر ہم رونے والے ہیں
ہمیں اس برگزیدہ ذات کی سیرت سے کیا مطلب

زنجیروں سے ماتم کرنے والے ایک آہنی پاچہ یا چھلے میں بہت سی زنجیریں لگا دیتے ہیں۔ پہلے سینہ زنی کرتے ہیں پھر دونوں ہاتھوں سے زنجیروں کا دستہ پکڑ کے گلے کے دونوں جانب پیٹھ پر ضربیں لگاتے ہیں۔ بعض زنجیروں سے ماتم کرنے والے زنجیروں کے آخر میں چھریوں کے پھلوں کے گچھے کے گچھے لگا دیتے ہیں اور ان کے ماتم کے بعد کفنی میں ملبوس گروہ قمع کے سر پر ایک یا دو یا تین ضربیں سر پر لگاتے ہیں جس سے وہ لوگ لہو لہان ہو جاتے ہیں۔ بالعموم کوئی شخص ان لوگوں کے سروں پر کیوڑہ یا گلاب چھڑک دیتا ہے۔

آگ پر ماتم

پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں بہت سے باشندگان برمانے لکھنؤ میں بھی پناہ لی تھی ۱۹۴۲ء میں انھوں نے صحن امام باڑہ آصفی میں انگاروں پر ماتم کرکے ایک اور ماتم کا اضافہ کر دیا جب تک یہ برمی یہاں مقیم رہے ہر سال آگ پر ماتم کا مظاہرہ کرتے رہے اور کچھ اشخاص کو اپنا شاگرد بھی کر گئے جو اس رسم کو زندہ کئے ہوئے ہیں۔ اب لکھنؤ میں آگ پر ماتم کرنے کا مظاہرہ تین مقامات پر کیا جاتا ہے۔ چھٹی محرم کو امام باڑہ آصفی کے صحن میں۔ ۸ ربیع الاول کو روضہ کاظمین

واقع منصور نگر میں اور کسی تاریخ میں مقبرہ جناب عالیہ گوالگنج میں۔

یہ عجیب لطف ہے کہ اہل برما آگ پر ماتم کرکے اپنے غم و الم کا اظہار کرتے ہیں مگر ہمارے اس میں برادران ہنود بالکل برعکس طرح آگ پر چل کر اپنی مسرت و شادمانی کا ڈھول پیٹتے ہیں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر طرح طرح کی خوش فعلیاں بھی کرتے ہیں اور آگ پر اتنی بے باکی سے گزرتے ہیں جیسے دوب کے نرم تختے پر چل رہے ہوں۔ یہ لوگ کسی دیوتا یا دیوی سے منتیں مرادیں مانگتے ہیں اور جب مراد پوری ہو جاتی ہے تو دہکتے ہوئے انگاروں پر چلنے کی رسم ادا کرتے ہیں۔

Illustrated Weekly of India

15-2-1953

جس طرح ہمارے شہر کے ہندو دلی مراد بر آنے پر سال نئی کے مہینے میں آہنی توے کی طرح جلتی سڑکوں پر پیکرما کرتے ہوئے اور "لال لنگوٹے والے کی جے" کے نعرے لگاتے ہوئے مہابیر جی کے مندر واقع علی گنج میں جاتے ہیں۔

رسالہ ہمدرد صحت دہلی بابت اگست ۱۹۵۰ء میں ایک صاحب جی اے سیبو اسکو نامی آگ پر چلنے کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"حال میں جنوبی افریقہ میں جوہانسبرگ کے مقام پر ایک ہندو سادھو نائیڈو نامی اور ایک پادری کے لڑکے وکٹر ریبی کے درمیان آگ پر چلنے کا مقابلہ ہوا۔ ریبی جو ایک پیشہ ور بازیگر ہے آگ کے دہکتے ہوئے گڑھے پر چھ دفعہ گزرا گزرتے وقت سرخ انگاروں پیروں سے ٹھکرا کر ادھر ادھر پھینکتا بھی رہا۔ آخری پھیرے میں ایک عورت کو بھی اپنی پیٹھ پر سوار کر لیا۔ اس کے بعد سادھو کی باری آئی جیتنے کے لئے چھ بار سے زیادہ گزرنا ضروری تھا کیوں کہ ریبی نے چھ پھیروں کا معیار قائم کر دیا تھا لیکن نائیڈو صرف تین بار اسکو پار کر سکا اور شکست تسلیم کرکے مقابلہ سے دستبردار ہو گیا۔"

انگاروں پر چلنے کی روایت کا سہرا ہندوستان کے سر ہو کر شاید ہزاروں سال پہلے اس رسم کی بنیاد ہندوستان میں پڑی تھی اب یہ ٹرینیڈاڈ (جزائر امریکہ) نٹال (جنوبی افریقہ) برما، جاپان، سیام، انڈونیشیا وغیرہ میں بھی جاری ہے۔

سلام

نتیجۂ فکر جناب نانک چند صاحب عشرتؔ لکھنوی ایم اے، ایل ٹی، ہیڈ ماسٹر ڈی، اے، وی ہائی اسکول لکھنؤ

پشیمانی کی راہیں جاتی ہیں ایماں کے گھر تک
رسائی حر کی ہوتی کب بھلا دربار سرور تک

نہ تھا محدود ظلم شامیاں حلقوم اصغر تک
نگاہ غم ہمیں لے جاتی ہے زینب کی چادر تک

حدِ زورِ یداللّٰہی کہاں تک ہے خدا جانے
مبصر کی نگہ خیبر سے ہے جبریلؑ کے پر تک

ہر جانب عدو کی فوج سے محصور تھے لیکن
سہارا تھا بہت کچھ قلب مضطر کو علی اکبر تک

غم شبیر قائم ہے غم شبیر دائم ہے
رہے گا ماجرائے کربلا کا ذکر محشر تک

شجاعت کے وفا کے راستے جتنے ہیں دنیا میں
وہ جا کر ختم ہو جاتے ہیں عباسؑ دلاور تک

علیؑ نے ہر جگہ عترت نبی کی دستگیری کی
جہاد ارض سے معراج کی خلوت کے منظر تک

حسن خاص کی تصویر کا خاکا

نتیجہ فکر بلند جناب ہلال رامپوری

سلام اس پر کہ جو تیغوں کی جھنکاروں میں خنداں تھا — سلام اس پر کہ جو تیروں کی بوچھاروں میں خنداں تھا
سلام اس پر کہ جو نیزوں میں تلواروں میں خنداں تھا — سلام اس پر کہ جو گھر کے ستمگاروں میں خنداں تھا

سلام اور درود شب اس پر اور درود صبح و شام اس پر
سلام اس پر درود اس پر، درود اس پر سلام اس پر

سبحان اللہ کیا تھی صورت زیبا سبحان اللہ — نہ تھا موزوں سبحان اللہ قد بالا سبحان اللہ
ستارہ تھا مگر خورشید سا چمکا سبحان اللہ — تھا حسن خاص کی تصویر کا خاکا سبحان اللہ

ہر انداز و ادا سے ہاشمی معلوم ہوتا تھا
نواسہ تھا نبی کا اور نبی معلوم ہوتا تھا

بڑی تعظیم تھی اس کی بڑا اعزاز تھا اس کا — مٹانا اپنی ہستی دین پر اک کھیل تھا اس کا
کوئی کرتا تو پھر کرتا بھی کیسے سامنا اس کا — نبی کا نور حیدر کا وہ نبی اس کا خدا اس کا

علم اسلام کا لے کر وہ جب بہر وغا نکلا
تو ہر کافر کے منہ سے پھر یہی نکلا خدا کا

اسی نے کفر اور الحاد کے سر کو مروڑا تھا — اسی نے طیش میں طوق غلامی بڑھ کے توڑا تھا
اسی نے از سر نو رشتۂ اسلام جوڑا تھا — اسی نے جو زباں سے کہہ دیا تھا کر کے چھوڑا تھا

اسے تھا کلمۂ حق ہر زبان کفر پہ لانا
اسے منظور تھا مر کر حیات جاوداں پانا

اسی نے امتحاں دے کر کیا بیدار عالم کو — سمجھ کر ہر طرح اسلام کو ہم سے کہا سمجھو
ہمیں دیکھو ہمارے عزم و استقلال کو دیکھو — یہ منشا تھا کہ تم بھی تو ہمیں جیسے اک انساں ہو

ہلا ڈالو دل کفار سینوں میں ہلا ڈالو
اٹھو اور اٹھ کے اپنے دین کا ڈنکا بجا ڈالو

خدارا وقت ہے اسلام کے لوہے کو منوا دو — ہوا ہے سرد جو خون حمیت اس کو گرما دو
نظر سے اپنی اب غفلت کے پردے کو سرکا دو — نہ سمجھے ہوں جو اب تک تم کو ان لوگوں کو سمجھا دو

مگر طوفاں کی موجوں میں ابھرنا سیکھ لو پہلے
جو جینا چاہتے ہو تم تو مرنا سیکھ لو پہلے

ارے وہ حوصلہ اسلام پرور دین پروز کا
کہ جب اس نے کیا نعرہ بلند اللہ اکبر کا
تو عمارہ اور ہی کچھ ہو گیا اعدا کے لشکر کا
بڑھتا نامی بہادر اس نے رستہ لیا گھر کا
یہی کہتا ہوا جاتا کہ پیغام قضا آیا
ہٹو شیر خدا آیا ہٹو شیر خدا آیا

یہ حالت اور پابند شریعت ہائے کیا کہیئے
زبان زخم پر شکر اذیت ہائے کیا کہیئے
ہر اک تکلیف روحانی کی شدت ہائے کیا کہیئے
غم و درد و الم رنج و مصیبت ہائے کیا کہیئے
وہ حالت جس پہ دشمن کی بھی آہ آتشیں نکلی
مگر اس ری تری ہمت کہ منہ سے اف نہیں نکلی

وہ بھوک اور پیاس کا عالم وہ اک تپتا ہوا میداں
وہ درد و کرب کی حالت وہ اک لاغر سا جسم و جاں
نہ خود منظور تھا کرنا مداوائے غم پنہاں
ہوا جو غم لیا اس کو بہ شکر خالق یزداں
زمانے نے کوئی ایسا نہ شیدائے الم پایا
بڑا ثابت قدم پایا، بڑا ثابت قدم پایا

ٹھکانا تھا نہ جن کا اس طرح کے غم اٹھائے تھے
ستمگاروں نے دل جیسا اٹھا وہ چرکے لگائے تھے
یکے بادیگرے دل پر ہمیشہ زخم کھائے تھے
مگر اللہ اکبر وہ کیا تیور دکھائے تھے
غرض آیا تھا سینے میں بڑا مضبوط دل لے کر
گیا غداریوں کو بھی ادائے مستقل لے کر

سیتو انسانیت تا جو صدور بنے ہنوہوکے رہ جاتا
حسینؑ اس درس کو دنیا میں عام کرتے ہیں
زنانا چند

سلام

کیا سخت واردات ہے سرورؑ کے سامنے
دین نبیؐ کی بات ہے سرورؑ کے سامنے
سب رن میں قتل ہو چکے انصار و اقربا
باقی خدا کی ذات ہے سرورؑ کے سامنے
دم توڑتا ہے غنچۂ دہن کیا کریں حسینؑ
بہتی ہوئی فرات ہے سرورؑ کے سامنے
حجت تمام کرنا تھی، ورنہ بزور کیا
محکوم کائنات ہے سرورؑ کے سامنے
لاتے ہیں شاہ دولہا کا لاشہ لہو میں تر
قاسمؑ کی یہ برات ہے سرورؑ کے سامنے
آنکھیں ہیں ڈھونڈھتی علی اکبرؑ کی لاش کو
اب دن سیاہ رات ہے سرورؑ کے سامنے
ساور فوج قوت بازو حسینؑ کا
ابن علیؑ کی ذات ہے سرورؑ کے سامنے
خنجر گلوے خشک پہ ہونٹوں پہ ذکر حق
ہر سانس میں ثبات ہے سرورؑ کے سامنے
پیاسے ہیں تین دن سے پہ مجبور ہیں حسینؑ
موجوں پہ فرات ہے سرورؑ کے سامنے

فاتح کربلا

نوشتہ:۔ جناب سید محمد تقی صاحب وکیل ممبر سرفراز میجنگ بورڈ (الہ آباد)

دنیا نے اپنی طویل مدت حیات میں ہزاروں میدان جنگ ہزاروں نبرد آزما ہزاروں فاتح پیش کئے لیکن کربلا ایسا میدان جنگ کربلا کے میدان میں ایسے لڑنے والے سپاہی، حسین ابن علیؑ ایسا فاتح آج تک دنیا پیش نہیں کر سکی ہے۔

کربلا کے میدان جنگ کی خصوصیات اس لئے نہیں ہیں کہ طرفین کی جانب سے کوئی بے پناہ ٹڈی دل فوجیں برسر پیکار تھیں یا پیشہ ور سپاہیوں نے اپنے فنی کمال کا اظہار کیا۔ دنیا کی اور جتنی جنگیں ہوئی ہیں ان سے اس کی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ دنیا کی اور جنگوں کے معیار پر اس کو پرکھنا ایک بہت بڑی بنیادی اور اصولی غلطی ہے اس جنگ میں جو تنظیمات در پیش تھیں ان سے گریز ہے۔

حسین ابن علی اس فقید النظیر جنگ اس عدیم المثال میدان جنگ کے فاتح اس لئے نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی بہت بڑی فوج تھی۔ جنگ کے اعلیٰ حربوں سے انھوں نے نبرد آزمائی کی یا اپنے غنیم کو تہ تیغ کر کے ارض کربلا کو انسانی خون سے لالہ زار بنا کر حصول دعا کیا۔ اس کے برعکس جنگ کے جو مروجہ معیار تھے اور ہیں، جو مقررہ اصول تھے اور ہیں ان سب سے قطع نظر کر کے، ان سب [illegible] ان سب سے متضاد راہ اختیار کر کے حسین ابن علی [illegible] اس عنوان سے جس کو فتح کیا جو آج تک کسی نے نہیں کیا

سلام

حضرت مولانا حسرت موہانی مرحوم

امام برحق اہل رضا سلام علیک
شہید معرکۂ کربلا سلام علیک

گل مراد ولایت حسین ابن علیؑ
تتمۂ شرف مصطفیٰ سلام علیک

ثبوت یہ ہے کہ نور شہادت کبریٰ
تری جبیں سے نمایاں ہوا سلام علیک

جب ہو اور کہیں راہ صبر و حق کی تلاش
تری مثال ہے جب رہنما سلام علیک

ترے طفیل میں حسرت بھی ہو شہید وفا
یہی دعا ہے یہی مدعا سلام علیک

اس کے پہلے اور بعد کی تمام جنگیں صرف زیب قرطاس ہیں لیکن اس عالم کی فضائے بسیط میں جہاں جہاں انسان سانس لیتا ہو جو اصول ابن علی کے اس جنگ میں تھے وہ اس کی حیات کے ہر شعبہ میں تار و پود کی طرح داخل و شامل ہیں۔ اس جنگ کی عظمت یہ ہے کہ اس نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو متاثر کیا ہو اور ترقی چلی آرہی ہے اور جب تک کہ آفتاب و مہتاب رونق فزائے عالم ہیں ترقی چلی جائے گی۔

حسین نے اس جنگ کو فتح کیا لیکن قاتل بن کر نہیں مقتول بن کر، ظالم بن کر نہیں مظلوم بن کر، غارت گری اور تباہ کاری کر کے نہیں خود مٹ کر اور تباہ ہو کر۔ لیکن اللہ رے انداز مقتولی و مظلومی و تباہی کہ حسین ابن علی کے قاتل ان کے غارتگر اور تباہ کار، ان پر ظلم و ستم ڈھانے والے خود لپسپا اور شکست خوردہ رہے اور حسین، فاتح حسین اپنے سب علائق دنیا کو بھی کھو کر اس شان سے فاتح نکلے کہ دنیا میں آج تک ان کی کوئی ہمسری نہ کر سکا۔

انھوں نے اور ان کے رفقائے کار نے جنگ کی جو یادگار رزم نامہ ہے انھوں نے شجاعت دکھلائی جو آپ اپنی مثال ہے لیکن یہ سب مدافعانہ تھا، جارحانہ نہ تھا۔ انھوں نے روح فرسا واقعات میں، زہرہ گداز حالات میں، یقینی پسپائی کے بھیانک پیش منظر میں۔ غنیم کی دہشت زنی اور ہمت شکنی کی ساری کارروائیوں کے باوجود ہر قدم جانچا ہوا اٹھایا، ان کا ہر قول و فعل پورے طریقہ سے سوچا سمجھا اور سمجھا ہوا تھا۔ سکون و اطمینان کا وہ عالم تھا کہ گویا کوئی امر قطعاً خلاف معمول نہیں ہے

دشمن کی فوجوں کے پرے کے پرے چلے آ رہے ہیں ... آب و دانہ بند ہو گیا ہے تو کوئی پرواہ نہیں ... جوان، عزم اتنا ہی مستقل۔

معاویہ کا جبری شخصی حکومت کا دور جو خلافت کے نام سے موسوم تھا ختم ہوا اور یزید اس کا پسر تخت حکومت و خلافت پر جلوہ افروز ہوا ... اپنی حیات ہی میں پورے طریقہ سے کوشاں تھا کہ اس کے بعد یزید ہی اس کا جانشین ہو اور اس کی کوششیں بار آور ہو کر رہیں اب یہ ایسا دور آگیا تھا کہ اگرچہ ... آغوش میں رسوم اسلام کا کفن بھی پورے طور پر سلایا جا رہا تھا کہ اس خطہ ... ہی میں جہاں کے زمین و آسمان ہی نے اسلام کی اپنی پکار سنی تھی، اسلام کی ... روزی شروع ہو گئی تھی۔ یزید بن معاویہ جلوہ زمیں پر علی بیسرا اور ... روگرداں تھا۔ اس کے نزدیک حق و باطل کا سوال یکسر بیدا ہی نہ تھا، اسلام کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ دنیا میں خدا کا آخری پیغام گویا اپنے پیغمبر ہی کی سرزمین میں فنا ہو گیا تھا۔

غلامی کے جینے سے ہی موت بہتر

جناب مرزا نذیر حسین صاحب نذیر بنگلوری

غلامی کے جینے سے ہے موت بہتر
وہ ایمان کیا کفر ترمائے جس سے
خلافت کی مسند ہے معصوم کا حق
جوانان ملت کو بے ادکر نے
کلیجہ تھا کیا ایک شب کی دلہن کا
عسلم کرگئے دیں کا عباس اونچا
کلیجے سے بیٹے کے برچھی نکالی
نہ ہوتا کوئی لاالٰہ کہنے والا
ہے پیغمبر حشر دو جہاں میں

سبق دے گئے کربلا میں بہتر
منافق کی بیعت ہے دوزخ سے بدتر
رقم کر گئے خون سے اپنے اصغر
لہو میں ہوئی تر جوانی اکبر
لٹایا سہاگ اپنا راہ خدا پر
سدھارے سوئے خلد شانے کٹا کر
عجب صبر تھا شہ کا اللہ اکبر
مسیحائے اسلام ہو ابن حیدر
نذیر ابن زہرا محمد ...

...کو دیکھ رہی تھی لیکن خاموش تھی۔ دہشت اور سیم و زر نے | خاک کرنا تھا۔

...بند کر دیے تھے۔ دنیا کا
...پامال ہو گیا تھا۔ احساس
...ہو گیا تھا۔

خلافت ظاہر تھا پر لیکن یہی
...فرزند رسول کی حیثیت سے خلافت
...واقعی حق دار کے طور پر حسین
...جب اپنی دیکھیں۔ اسلام کے
...سرفروش اب بھی باقی تھے اور سب
...کی نگاہیں حسین کی طرف تھیں۔ معاویہ
...حسین سے مطمئن نہ تھا، اور یزید نے
...کی طرف سب سے پہلے اپنی نظریں
...دوڑائیں وہ حسین ہی تھے اور دنیا
...جانتی تھی کہ حسین کی ذات
دنیا کی تمام خواہشات سے پاک اور بری
ہے لیکن ان کی پاک و مقدس زندگی
...رسول کی قربت و محبت، ایک
عالم کا ان پر اعتماد یزید کے دل میں کانٹا
...ہر وقت کھٹکتا رہتا تھا۔

حسین ابن علی نے محسوس کیا کہ
...حقانیت اور للہیت کو قائم
...رکھنا ہے تو ان غیر معمولی
...حالات میں کوئی غیر معمولی
...پیش کرنا چاہیے۔ یزید ابن معاویہ
...تخت حکومت ہوتے ہی
حسین بن علی سے مطالبۂ بیعت
...بیعت یزید۔ گویا یزید
...اخلاق اور طریق
...تصدیق لگانی تھی
...حق کو سجدہ

سلام

(جناب صفت صاحب حنفی لکھنوی)

نصیب حسین عقیدت سلام کہتی ہے۔
کہ دو جہاں کی امامت سلام کہتی ہے۔
تمام بزم رسالت سلام کہتی ہے
تڑپ تڑپ کے شہادت سلام کہتی ہے
تمہارے نانا کی امت سلام کہتی ہے
صف ہوئی مجتبیٰ جب اگر حوض کوثر کی
لاتھیں کو نہ پانی کا ایک قطرہ بھی
ہزار جیت ... کے گلے پہ تیغ چلی
تمہارے صبر میں پھر بھی کوئی کمی نہ ہوئی
رسالت حق کی صداقت سلام کہتی ہے

فلک پہ چاند ستارے سلام کہتے ہیں
شفق کے سرخ نظارے سلام کہتے ہیں
تمہارے خون کے دھارے سلام کہتے ہیں
کہ رونے والے تمہارے سلام کہتے ہیں
مجاہدین کے حقیقت سلام کہتی ہے
تمہاری پیاس کے غم میں جو چشم تر ہو چکیں
ہیں بے قرار سی پانی کی سطح پر موجیں
رواں دواں ہیں ابھی تک ادھر ادھر موجیں
لب فرات سے ٹکرا رہی ہیں سر موجیں
کہ بے بسی کی ندامت سلام کہتی ہے
تمہارے صفت یہ ازل ہی سے حکم ربانی
جلے گی کفر کی آندھی میں شمع ایمانی
وہ سر کہ تن سے جدا ہو کے کی جہانبانی
وہ سر کہ نیزے پہ دے جو جھکے درس ترانی
کلام رب کی تلاوت سلام کہتی ہے

حسین نے پورے عزم و استقلال
سے اس مطالبہ کو حقارت سے ٹھکرا دیا
جس کا وہ مستحق تھا۔ خود اپنا لائحہ عمل
مرتب کیا۔ یزید نے بھی اپنا لائحہ عمل مرتب کیا
اس عزم مستحکم کے ساتھ کہ حسین کی اس
جرات انکار کا پوری قوت سے مقابلہ کرنا
ہے۔ اور اس انداز سے اس جبر اور
تشدد سے اس ظلم اور ستم کے ساتھ جو یادگار
عالم ہو۔ اور دوسروں کے لئے سبق
آموز ہو۔

یزید کے اس عزم میں حسین کی کامیابی کا راز
پنہاں تھا۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

حسین کا لائحہ عمل تھا کہ ظلم کا مقابلہ مظلومیت
سے، جبر کا مقابلہ صبر سے۔ سفاکی کا شرافت
سے اور انسانیت سے۔ بدی کا نیکی اور پارسائی
سے، شر کا خیر سے۔ ستم کا طاقت برداشت
سے کیا جاوے اور اس لائحہ عمل پر حسین
کے ہر رفیق کار نے، بڈھے جوان اور
بچے نے مرد عورت نے، انسان اور
حیوان نے۔ اس استحکام، اس عزم و
استقلال، اس شان سے عمل کیا کہ دنیا
آج بھی محو حیرت ہے۔ انگشت بدنداں
ہے۔ اور اک انسان آج بھی یہ محسوس
کرنے سے قاصر ہے کہ انسانی کردار ان
بلند پروازیوں پر بھی حاوی ہو سکتا
ہے۔

یزید بظاہر اپنے مقصد میں کامیاب
ہو گیا حسین اور ان کے رفقائے کار

بہادروں جوانوں اور بچوں کو اس نے تہ تیغ کیا۔ انسانی تخیل جن مظالم کو سوچ سکتا تھا ان کو حسین اور ان کے ساتھیوں پر صرف کر ڈالا۔ معصوم بچوں کا بھی استیصال کیا۔ شش ماہے بچے کو بھی جان کی امان نہ دی۔ لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا خیام آل رسول کو لوٹا اور نذر آتش کیا۔ مخدرات عصمت کو مقنع و چادر سے محروم کر کے بے کجاوہ اونٹوں پر دربدر پھرایا غرض کہ ظلم و ستم کے وہ مظاہرے کئے کہ زمین و آسمان بھی خلاق عالم سے پناہ مانگنے لگے۔

لیکن یزید کا ہر ظلم و ستم حسینؑ کی مقصد براری کر رہا تھا ان کو منزل فتح و ظفر سے قریب تر بنا رہا تھا۔ جب تک حسین سانسیں لیتے رہے اپنی کامیابی پر شادماں رہے اور موت سے ہمکنار ہوتے رہی ان کی مقدس روح۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ظلم پر ہر نئے انداز ستم پر حسین مسکراتے رہے ان کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے رہے جبین مطہر پر کبھی شکن نہ آئی تکمیل منزل کے ہر قدم پر حسین درگاہ رب العزت میں شکرانہ ادا کرتے رہے وہ جوان بیٹے کی موت پر ہو یا شش ماہے کا تیر سہ شعبہ سے ہلاکت پر ہو۔ یزید نے جو کچھ بھی کیا نہر فرات پر ہو، کربلا کے میدان میں ہو۔ اسیران کربلا کے سفر میں ہو، یا دربار شام و روم میں ہو وہ حسین کے مقصد اعلیٰ کی دراصل تکمیل تھی۔

حسین کی بے پناہ شان مظلومیت بے نظیر انداز صبر و رضا جوئی نے وہ کیا جو بڑی سی بڑی فوج، مہلک سے مہلک آلات جنگ، اعلیٰ سے اعلیٰ فن سپہ گری نہ کر سکتے تھے انھوں نے انسانوں کے سوئے ہوئے ضمیر پر وہ ضرب کاری لگائی کہ وہ تڑپ کر جاگ اٹھا۔ امتیاز حق و باطل جو ... آیا۔ حق کی حمایت میں جو آواز دب گئی تھی وہ ... حقانیت اور للہیت کا آفتاب جو ظلم و ستم کی بدلیوں میں ... گیا تھا پھر پورے آب و تاب سے جلوہ گر ہو گیا۔ مختصر ... پورے طریقے سے کامیاب و مظفر و منصور ہوئی اور یزید ... لیا۔ حسین کی عظیم المرتبت قربانی سے دنیا اب بھی کسب ...

(باقی اگلے صفحہ پر)

صبرِ حسین علیہ السلام

از

(جناب حبیب حسید صاحب ... آتی لکھنوی)

انسانیت کے مایۂ صد ناز ہیں حسین   صدیقیت کے ہمدم و دمساز ہیں حسین
حقانیت کے تاج سر افراز ہیں حسین   ربانیت کے قلب کی آواز ہیں حسین

شاہی جلال وں سر تیر حسین ہے
دنیا پہ حکمرانیٔ صبر حسین ہے

بدمست تھا یزید شراب غرور سے   لگ عرب جھلکتا تھا فسق و فجور سے
تحت دل رسول نے دیکھا جو دور سے   میدان جنگ گرم ہوا نار و نور سے

خون گلو کے چھینٹوں سے شعلے بجھا دیے
جاں دی مگر چراغ ہدایت جلا دیے

یوں دعویٔ خودی کو بھی فانی بنا دیا   فرعون کا یزید کو ثانی بنا دیا
سب ظالموں کو ظلم کا بانی بنا دیا   دریائے نیل تیغ کا پانی بنا دیا

کوفے سے شام تک جو یہ سیل رواں گیا
کچھ بے خبر یزید کہاں تھا کہاں گیا

حق پروری کو صبر کا جوہر بنا دیا   مظلومیت کو فتح کا خنجر بنا دیا
کچھ قطروں کو ملا کے سمندر بنا دیا   ۷۲ آئے پہ لشکر بنا دیا

دیکھو نشان فتح ہے سرور کے ہاتھ میں
اور ملک شام زینب مضطر کے ہاتھ میں

العفو ربی حسین کو وہ بادشاہ ملے   جنت ملے جو ان کا مجھے نقش پا ملے
ڈھونڈے سے بھی فراق کو کیوں راستہ ملے   پیرو حسین کا ہو تو قرب خدا ملے

جو بھی حسینیت کی ضیاؤں سے ہٹ گیا
بے شک وہ سیدھی راہ سے خود آگے کٹ گیا

حسینؑ ہے

جناب کمیل لکھنوی

عزم و عمل کا مہر درخشاں حسینؑ ہے

حقانیت حسینؑ ہے ایماں حسینؑ ہے

بنیاد لا الٰہ کو محکم بنا گیا

قرآن نبیؐ ہے معنیٔ قرآں حسینؑ ہے

فاتح کربلا ـــــ پچھلے صفحہ کا بقیہ

وہیں مل لے رہی ہے حسینؑ نے میدان کربلا میں وہ ادبی فتح حاصل کی، اس سرمدی ظفر سے چمکنا، جو حسینؑ کو ملا تھا۔ اور انسان ہر انداز سے دُہراتے ہیں۔ اس کا بار بار ذکر کرتے ہیں بلا قید وقت و زمانہ، لیکن ان کو سیری حاصل نہیں ہوتی۔ تمام عمر اس لاثانی واقعہ کا ذکر کرنے اور سننے کے بعد بھی یہ تمنا باقی رہتی ہے کہ کاش اس بے نظیر فتح و ظفر اس یگانہ قربانی کا ذکر کرتے سننے کے لئے ہم اور کچھ دن جیتے۔

یزید پر کامیابی کی خوشی کی بیلی سبک تو ضرور دکھلائی پڑی لیکن وہ رنگ رلیوں کے نشہ سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ اہل فاتح کربلا کی حقیقی فتح و ظفر نے اسے آدبوچا اور اس کا تخت سلطنت ... پورے حدود مملکت اس زمانہ کے تھپیڑوں سے پاش پاش ہوگیا۔

حسینؑ فاتح کربلا کا نام آج بھی حیات انسانی کی سب ... روح انسانی کا لازوال نغمہ ہو کر

قطعہ

خنداں لکھنوی

ایک نظر سے کر دیا ذہنیتوں میں انقلاب

ایک نفس میں ڈال دی دہر میں طرح دلبری

تیرا وجود نازش آدم و نوح بالیقیں

تیری ثنا ہے اصل میں نوع بشر کی برتری

سجدے نے تیرے ڈال دی طرح نیاز و بندگی

تیرے کرم سے مٹ گئی رسم و رہ ستم گری

نوحہ

جناب سید افضال حسین قیصر رضوی ـــــ جیولسی

غضب کے چھائے بیٹھے ہوئے ہیں ستم کے کانٹے کھٹک رہے ہیں

جناب زین العبا کے پیروں سے خوں کے قطرے ٹپک رہے ہیں

حسینؑ لاشہ کو کر تا اپنی سیر کا سید ان سے لا رہے ہیں

زمیں پہ خط پڑتے جا رہے ہیں کہ پائے اکبر لٹک رہے ہیں

گلے پہ تیر ستم ہے کھانا، پڑے تو اصغر کو چین کیوں کر

انہی کے ہاتھوں کو دیکھتے ہیں پدر کی جانب ہمک رہے ہیں

ادھر تو سقہ نے جان دیدی ادھر عطش کے سبب سے بچے

لئے ہیں ہاتھوں میں جام خالی کٹورے تھامے ماؤ تک رہے ہیں

گزر چکا عالم جوانی، ہے عہد پیری کی آمد آمد

زیارت کربلا کی خاطر جناب قیصر سسک رہے ہیں

خونِ حسین کی قیمت

جناب علامہ کیفی چریاکوٹی

بتاؤں میں کسی سے کیوں کہ کیا رہ وفا میں ہے　　جو انتہا کی بات ہے وہ اس کی ابتدا میں ہے
لینہ عشق ہے وہی جو حسن کی رضا میں ہے　　کہ جانِ ذوق دل میں یا حسین کربلا میں ہے

رہے جو فرق دوش پر تو حسن کی نمود ہے
کٹے جو سر تو عشق کی عبادت سجود ہے

نمازِ عشق کے امام ہیں حسین کربلا　　کہ مقتدی امام کی بنا ہے آلِ مرتضےٰ
بچھا گئے ہیں جانماز اپنے ہاتھ مصطفےٰ　　بجا نماز پردۂ حریم ذات کبریا

دعا کو کچھ غرض نہیں کہ جائے عرش کی طرف
جھکا ہوا ہے عرش خود زمین کے فرش کی طرف

نبی کے بوستاں کے گل چنے ہوئے یہ پھول ہیں　　علی کے لختِ دل ہیں اور دلبرِ بتول ہیں
کہ ان میں جتنے رنگ ہیں خدا کو سب قبول ہیں　　یہ کربلا کے میہمان آیتِ نزول ہیں

بتا دوں میں تم کو راز آیتِ نزول کے
اتر کے کوئی آ گیا ہے دوش سے رسول کے

جمال میں وحید ہیں، مثال میں فرید ہیں　　زباں جو مدح کر سکے کچھ اس سے بھی مزید ہیں
کمالِ ہست و بود کی یہ روح کی کشید ہیں　　دلوں کے اعتبار سے بھی عین چشم دید ہیں

پکار کر یہ کہہ دیا ہے حسن اہتمام نے
مثال ان کی ہو کوئی تو لاؤ اس کے سامنے

حسین حق کا تاج دار اپنے سر کو دے چکا   جہاں خلیل چپ تھے یہ وہاں پسر کو دے چکا
جو گھر کی کائنات تھی وہ رہگزر کو دے چکا   نظر اٹھی جو دوست کی تو دل نظر کو دے چکا

جہاں کے لوگ دیکھ لیں ولولے شہید کے
دیا مگر نہ اپنا ہاتھ ہاتھ میں یزید کے

حدود دین سے جب ہوا مقابلہ حسین کا   ثبات حق سے ہو گیا معاملہ حسین کا
سنا بھی اہل ہوش نے یہ فیصلہ حسین کا   مطالبہ جو کر رہا ہے مرحلہ حسین کا

بہائے میرا خون تو یہ خوں بہا ادا کرو
جفا کا تیر کھا کے تم مرو مگر وفا کرو

قلم کو اپنے روک لے بیان کیفی حزیں   سخن اگر ہو دل نشیں تو وہ ہے اصل آفریں
یہی ہے کیف بالیقیں جو یہ نہیں تو کچھ نہیں   جو یہ نماز ہو ادا تو ہے ادائے فرض دین

یہی قلم کا زور ہے اسی میں شاعری بھی ہے
اسی میں حکمتیں ہیں کل اسی میں ساحری بھی ہے

ارشادات حضرت امام حسینؑ

(۱) عزت کی موت بہتر ذلت کی زندگی سے (۲) سخاوت اس کے ساتھ کرو جو تم سے سلوک کی امید نہ رکھتا ہو۔ (۳) اچھی چیز کے حاصل کرنے میں جلدی کرو

انسانیت کا محسن اعظم حسین ہے

از جناب سید علی ہادی صاحب رضوی السبزواری (رحیلس بلند شہر)

جب سرزمین عرب بلکہ سارا عالم کفر و الحاد، جہالت و شقاوت سے بھر گیا تھا۔ اخلاق و کردار انسانی گرتے گرتے انسانیت کو رسوا کر رہے تھے۔ گھوڑ دوڑ کے میدان سے جنگ سالہا سال چلتی تھی جس میں قبیلوں اور خاندانوں کا خاتمہ ہو جاتا تھا، ہر خاندان کا خانہ ساز خدا الگ تھا اس وقت رسول اسلام نے سرزمین عرب پر اس دور تاریکی میں شمع حق روشن کی جاہل انسانوں کو اخلاق و انسانیت کا درس دیا۔ روز انہ کوٹھے سے جو عورت رسول اکرم پہ کوڑا ڈالا کرتی تھی اس کی زمانہ علالت میں تیمارداری فرما کر دشمنوں کو اپنے اخلاق کریمانہ سے دوست بنا کر چھوڑا۔ ہزاروں خداؤں کی خدائی ختم ہوئی اور بالآخر جاہل عرب ایک اور صرف ایک خدائے لاشریک کے پرستار بن گئے اور جہاں لات و ہبل کی پوجا ہوا کرتی تھی وہاں صدائے لا الٰہ الا اللہ بلند ہونے لگی۔ جہاں مردوں میں یہ فرض رسول اسلام نے ادا فرمایا وہاں عورتوں کی رہنمائی و رہبری جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے جناب سیدہ اطہار کے لفظوں میں اسطرح فاطمہ کار رسالت میں شریک و سہیم تھیں۔

رسول اسلام نے وقت آخر امت کو بتا دیا کہ تمہاری آئندہ کی رہبری کے لئے میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ قرآن و اہلبیت۔ مگر افسوس کہ دنیا میں جاہ پرستی سب کچھ کرا لیتی ہے۔ دنیا والوں نے رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی۔ حسبنا کتاب اللہ۔ کہہ کر اولاد رسول سے آنکھیں پھیر لیں

بغیر معلم کے قانون کا جو حشر ہوتا ہے وہی ہوا۔ قرآن کو غلط معنی پہنائے جانے لگے جانبازی جبر و استبداد کے راستہ پر لگ گئی رسول اکرم کا مشن شہنشاہیت سرمایہ پرستی میں بدل گیا اور عربوں نے ہوس ملک گیری میں اسلام کو مسخ کرنا شروع کر دیا۔

خلافت ثالثہ کے بعد علی کا اس وقت جو تھا نمبر آیا جب مسلمان مجاہدانہ جنگوں کے عادی ہو کر مال غنیمت کے دلدادہ ہو چکے تھے بنی امیہ نے طرح طرح کی سازشیں کر کے بالآخر خانۂ خدا میں شیر خدا کو شہید کر دیا۔ امام حسن کا دور خلافت ایک بحرانی دور کہا جا سکتا ہے۔ شام میں معاویہ کا دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ سیم و زر کے ڈھیر لگائے گئے تھے لاکھوں مسلمان سرمایہ پرستی کی طرف جھک رہے تھے آخر کار امام حسن جیسے صلح جو نے اسلام میں خانہ جنگی کو ناپسند فرماتے ہوئے رسول اکرم کا تاسی کی اور صلح حدیبیہ کو مدنظر رکھ کر معاویہ سے صلح کر لی پھر بھی زہر دلوا کر ان کو شہید کر دیا گیا۔

صلح کے بعد معاویہ نے کیا کیا؟ یہ بات تاریخ داں حضرات پر اظہر من الشمس ہے صلحنامہ کی دھجیاں اڑائی جانے لگیں ایک ایک شرط کی خلاف ورزی شروع کر دی گئی اور ہر طرح یہ کوشش کی گئی کہ عیاش اور اوباش یزید کو اپنا جانشین بنایا جائے۔ معاویہ کی زندگی تک تو سیاسی سازشیں رنگ لا رہی ہیں اور معاویہ کے مرنے کے بعد آخر یزید تخت خلافت پر متمکن ہو گیا اب کیا تھا جوانی اور سرمایہ ایک جا جمع ہو گئے بزم خلافت مثل مقدس و سرود میں منتقل ہو گئی سر عام شراب کے جام چڑھائے جانے لگے۔ زنا کاری عام ہو گئی احکام

[illegible] طرح قوانینِ اسلام کو پامال کرتے ہوئے یزید نے دو عیش [و] عشرت کی کچھ [illegible] کہ کچھ خوف و ڈر سے سب دم بخود تھے [illegible] میں دھڑا دھڑ یزید کی بیعت لی جا رہی تھی۔ گنے چنے [illegible] خدا پرست تھے جو کنجِ عزلت میں بیٹھے ہوئے مرگِ انسانیت و شرافت کا ماتم کر رہے تھے۔

گورنر مدینہ کو یزید کے احکام پہنچے کہ یا تو حسین سے بیعت لو اور اگر انکار ہو تو ان کا سر قلم کر کے بھیج دو۔ غور فرمائیے، سوچئے کتنا مشکل مرحلہ تھا اگر بیعت کر لی جاتی تو یزید کے اطوار و کردار پر نواسۂ رسول کی مہرِ تصدیق ثبت ہو جاتی۔ تعلیم محمدی ختم ہو کر یزیدی اطوار رائج ہو جاتے یا یوں کہو کہ حقیقی اسلام ختم ہو جاتا اور یزیدیت دنیا میں پھیل جاتی دوسری طرف انکار کی صورت میں جان کی بازی تھی اس وقت حریت و غلامی، انسانیت و حیوانیت، نیکی و بدی، حق و باطل میں کشمکش تھی نواسۂ رسول نے صاف لفظوں میں بیعت سے انکار کر کے حریت، آزادی، انسانیت، برتری، حق و صداقت، عزم و استقلال اور ہمت و جرأت کی لاج رکھ لی انسانیت کو تباہ ہونے سے بچا لیا اور حق و صداقت کا سر بلند کر دیا یہی وجہ ہے کہ آج تک ہر حریت نواز حسین کو اپنا امام اپنا ہیرو، اپنا لیڈر تسلیم کرتا ہے۔ حسین نے سب سے پہلے دنیا کو یہ راستہ دکھایا کہ " **عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔**

زبونِ حیات سے عزت کی موت بہتر ہے
یہی ہے کتبۂ رنگیں سرِ لوائے حسین

انکارِ بیعت کی پاداش میں حسین کو مدینہ چھوڑنا پڑا جبکہ تو اہلِ حرم کو ساتھ لے لیا۔ بعض بہی خواہوں نے منع کیا کہ آپ جاتے ہیں تو مخدراتِ عصمت کو ساتھ نہ لے جائیے لیکن حسین جانتے تھے کہ مجھے دینِ محمدی کو از سرِ نو زندہ کرنا ہے۔ جس طرح نانا کو ایک شریکِ کار عورت کی ضرورت تھی اسی طرح مجھے بھی ہے اس وقت یہ فریضہ میری والدہ جناب فاطمہ زہرا نے ادا کیا تھا اور اب یہ فرض [illegible] کی بہن ثانیِ زہرا میری بہن زینب کو ادا کرنا ہے۔ تنہا [illegible] بیٹا سید سجاد بیمار و ناتواں ہوگا کربلا سے شام [illegible] راستہ میں تھا کہ یزید کے بھرے دربار میں خطبہ پڑھ کر

یادِ دوام

جناب سید ظفر حیدر افسر (چھولسی)

اے جانِ علی، قلبِ نبی، حامیٔ اسلام
تو دے کے ثباتِ قدم و ہوش کا پیغام
کرتا ہے بپا موت کی آغوش میں آرام
ہوتا ہے ترا ذکر جہاں میں سحر و شام
تاثیر سدا غم کے فسانے میں رہے گی
شبیر تری یاد زمانے میں رہے گی

شیعوں کو ہیں محبوب عزاؤں کے قرینے
ماتم کے لئے وقف کئے بیٹھے ہیں سینے
اکثر کو تو آجاتے ہیں موتوں کے پسینے
اب تک نہ مگر ترک کیا سوگ کسی نے
تاثیر سدا غم کے فسانے میں رہے گی
شبیر تری یاد زمانے میں رہے گی

عاشور کا دن روزِ قیامت سے نہیں کم
دہرایا ہر سال کہانی یہ محرم
اعدا کے مٹانے سے کہیں مٹتا ہے ماتم
لہرائے گا دنیا میں ترے نام کا پرچم
تاثیر سدا غم کے فسانے میں رہے گی
شبیر تری یاد زمانے میں رہے گی

افسر ہی ثنا گو نہیں اے حامیٔ ایماں
مداح ترا خلق میں ہے آج ہر انساں
بہبودیٔ امت کے لئے ہو گیا قرباں
روتے ہیں مسلمان تجھے ذبحِ عزیزاں
تاثیر سدا غم کے فسانے میں رہے گی
شبیر تری یاد زمانے میں رہے گی

تعلیم اسلام و دین محمدی کی تبلیغ حق و باطل اور ظالم و مظلوم کا موازنہ زینبؑ ہی کرے گی چنانچہ زینبؑ نے بھی صاف اعلان کر دیا کہ مجھے ماں کی وصیت یاد ہے بھائی کا ساتھ ہرگز ہرگز نہیں چھوڑوں گی بہرحال یہ قافلہ مدینہ سے اس طرح چلا جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہو کعبہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ یزید کے آدمی حاجیوں کے بھیس میں آئے ہیں جو عین حج کے موقع پر شہید کرنا چاہتے ہیں حسینؑ نے حرمت کعبہ کا خیال فرماتے ہوئے ترک حج فرمایا اور چل دیئے جب منزل "ذوحسم" سے کافی پانی ساتھ لے کر اور آگے بڑھے تو حُر کا رسالہ جو شدتِ عطش سے جاں بلب تھا سدِّ راہ ہوا۔

حسینؑ نے اس موقع پر اخلاق کریمانہ کا وہ عجیب و غریب مظاہرہ فرمایا جو رہتی دنیا تک دنیا بھر کے لئے مشعل راہ ہے۔

دشمن نوازی کا بھلا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ شیرخوار ننھے ننھے معصوموں کا کچھ خیال نہ فرمایا اور جو کچھ پانی ساتھ تھا وہ حُر اور اس کے رسالہ کو پلا کر مرتے ہوئے دشمنوں کو زندہ کر دیا اور اس طرح آپ نے حربن ریاحی کو اپنا فدائی بنا لیا سچ بتایئے اگر آج ہم اس تعلیم حسینی پر ذرا سا بھی عمل کریں تو اس ناسازگار زمانہ میں کتنے دشمنوں کو اپنا دوست بنا سکتے ہیں؟

یہ قافلہ تیسری محرم کو سرزمین کربلا پر وارد ہوا لب فرات خیمے نصب ہو چکے تھے کہ دشمن کی فوج نے آکر مطالبہ کیا کہ دریا کے کنارے سے خیمے اٹھاؤ حسینؑ کے جاں نثار اور باوفا نوجوان بھائی عباسؑ کو غصہ آ گیا۔ جنگ چھڑنے کی نوبت آ گئی۔ حسینؑ نے بڑھکر بھائی کو روکا اور فرمایا۔ ؎

"بس اتنی بات پہ عباسؑ جنگ کرتے ہو"

تابع فرمان بھائی کی کیا مجال تھی جو سرمو اس حکم سے سرتابی کرتا سر جھکا لیا حسینؑ کی ہدایت کے بموجب دریا سے خیمے اٹھا لئے گئے اور جلتی ریتی پر بے آب و گیاہ میدان میں لگا دیئے گئے کیا صلح پسندی اور دفع شر کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال ہو سکتی ہے اور کیا صرف ایک اس تعلیم حسینی پر عمل پیرا ہونے سے ملک میں آئے دن فسادات برپا ہونے کے سلسلے کا سدباب نہیں ہو سکتا!

رواداری کی یہ بے مثل مثال عالم کے لئے ... [illegible]

عشرۂ محرم کی رات تک صلح کی گفتگو ہوتی رہی حسینؑ ہر شرط پر صلح کرنے کو تیار تھے حتیٰ کہ سرزمین عرب ... ہندوستان چلے جانے کی شرط حسینؑ نے پیش فرمائی لیکن سپہ سالار عمر سعد کسی شرط پر بجز بیعت کے راضی نہ ... نے بھی آخر وقت تک انکار بیعت کے قول پر قائم رہ کر ... کی ایک انمٹ مثال قائم کر دی' جان دے دی بستر ... گھر لٹ گیا' خیمے جلے کنبہ اسیر ہو کر در بدر پھرایا گیا مگر بیعت نہیں کیا۔ بقول شاعر ؎

مرنے والے تو فقط بات پر مر جاتے ہیں
مرد جو کہتے ہیں منھ سے وہی کر جاتے ہیں

حسینؑ مع عزیز و اقربا دسویں محرم کو تین دن کی پیاس میں ... اہل حرم اسیر کر لئے گئے سر حسینؑ قلم کر کے نیزے پر بلند کیا گیا۔ ... نے سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی قرآن کریم کی یہ آیت ... "وہ خدا زندہ ہیں" تشنۂ دلیل رہ جاتی اگر سر حسینؑ جسد ... ہونے کے بعد قرآن خوانی فرما کر زندگی کا عملی ثبوت نہ دیتا کیونکہ ... پہلے کوئی سر جسد سے جدا ہونے کے بعد نہیں بولا تھا اسی لئے کہتے ہیں ؎

"قرآن کو حسینؑ نے قرآن کر دیا"

وہ لوگ جو حسینؑ پر رونے کا یہ کہہ کر استہزا کرتے ہیں "ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے" سخت غلطی اور گمراہی میں ہیں رونا تو اسی کا ہے کہ حسینؑ زندہ ہیں اور ہم سے جدا ... کی کتابیں اور دیوان کے دیوان فراق محبوب میں ماتم و آہ و بکا ... تذکروں سے بھرے پڑے ہیں پھر ہم پر یہ اعتراض کیسا!

جہاں سر حسینؑ نے بعد شہادت تلاوتِ قرآن فرما کر ... کو ثابت کر دیا وہاں اپنے نانا کی حدیث پر قرآن اور ... دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حرف بحرف حقیقت ثبت فرما دی۔

... تھا جب کلام خدا کو ایک مجوبہ روزگار چیز تھی ملا و شام بازار شام میں لوگ ہزاروں کی تعداد میں اس سانحہ کو دیکھنے کو جمع ہو جاتے تھے اور پھر جگہ جگہ یہ حضرت زینبؑ پر اثر و دو تقریریں فرماتی تھیں جن کا اثر یہ ہوا کہ دنیائے عرب میں ہل چل مچ گئی یزید کی حکومت کے اس کونے سے اس کونے تک انقلاب کا سمندر موجیں مارنے لگا جس میں بالآخر یزید ہی نہیں بلکہ یزیدیت بھی غرق ہو کر رہ گئی۔

آج تک ہر مذہب و ملت میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ردِ بلا کے لئے صدقہ اور قربانیاں دی جاتی ہیں چونکہ انسانیت پر اس وقت بلائے عظیم آئی ہوئی تھی اسلئے حسینؑ نے اپنی اور بہتر وفاداروں کی عظیم الشان قربانیاں دے کر جن کو خدائے بزرگ و برتر نے بھی اپنے کلام پاک میں ذبح عظیم ارشاد فرمایا ہے اپنے نانا کے "ڈوبتے ہوئے دین اور انسانیت کو حیاتِ ابدی بخش دی اسی لئے آج ہم ہی نہیں بلکہ ہر مذہب و ملت والے حسینؑ کو اپنا رہبر اپنا محسن اپنا ہیرو مانتے ہیں۔ اس کا غم مناتے ہیں اس کا تعزیہ اٹھاتے ہیں اور اس کے نام پر خیرات کرتے ہیں اور یہ سلسلہ تا بہ قیامت جاری رہے گا۔ ؎

حشر تک زندہ رہے گا نام تیرا اے حسینؑ
تو وہ احسان کر گیا ہے نوعِ انسانی کے ساتھ

سلام

(نتیجہ فکر جناب محمد عبدالعلیم صاحب عثمانی، کرسی ضلع بارہ بنکی)

السلام اے دلنشین صدر بزم مرسلاں — السلام اے نور چشم وجہ نظم کن فکاں
السلام اے نازش شاہ زمین و آسماں — السلام اے امتِ خیر الوریٰ کے پاسباں
السلام اے مسند آرائے ولایت السلام
السلام اے ناخدائے دین و ملت السلام

السلام اے راکب دوش حبیب کردگار — السلام اے فاتح خیبر کے سینے کے قرار
السلام اے گلشنِ زہراؑ کی پائندہ بہار — السلام اے سید الشہداء حسینؑ زندہ دار
السلام اے سرفروش منزلِ حق السلام
السلام اے پیکر ایثار مطلق السلام

السلام اے زندۂ جاوید و مقبولِ خدا — السلام اے افتخارِ خلقت ہر دو سرا
السلام اے بادشاہ ملک تسلیم و رضا — السلام اے تشنہ کام عرصۂ کرب و بلا
السلام اے مشعلِ راہِ صداقت السلام
السلام اے جانِ عالم جانِ خلقت السلام

معرکۂ کربلا کے اثرات

نوشتہ جناب ویاس دیو صاحب مصرا بار ایٹ لا۔ دہلی

ہر جنگ کا اثر زمانے پر پڑتا ہے اور اسی اثر کی بدولت وہ جنگ یاد رہتی ہے۔ آجکل ہی دیکھ لیجئے کہ گزشتہ جنگ کے اثرات باقی ہیں گرانی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ کشیدگیاں بڑھ گئی ہیں۔ امن و اماں نصیب نہیں۔ اور پھر اندیشہ اس درجہ کہ نہ جانے کل کیا گزرے۔ انتہا یہ کہ خوراک کی کمی سے ناتوانی اپنی معراج کو پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح دیگر جنگوں کا بھی اثر ہوا۔ گرانی تو بڑھی ہی اس کے علاوہ مختلف وبائیں اور بیماریاں بھی پھیلیں جن سے ملک کے ملک تباہ ہوگئے۔ مگر یہ اثرات آہستہ آہستہ فنا ہو جاتے ہیں انسان رفتہ رفتہ ان واقعات کو بھول جاتا ہے۔ اور ان کا تذکرہ بعض کتابوں میں باقی رہ جاتا ہے اور وہ بھی جب زمانے کی تاریخ بدلتی ہے تو یہ تذکرے بھی مفقود ہو جاتے ہیں — کوششیں کی جاتی ہیں کہ ایسی جنگوں میں جو بہادر مرے ان کی یاد تازہ کی جائے۔ ان کی یاد میں جلسے کئے جائیں۔ ان کے بت بنائے جائیں اور ان کی فلمیں بھی بننے لگی ہیں تاکہ لوگ ان کو بھولیں نہیں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ جب مرنے والا خود زندہ رہنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو اگر دنیا باقی رکھنے کی کوشش بھی کرے تو کیا اسے حیات جاودانی نصیب نہیں ہوتی۔

جنگ تو وہ جنگ ہے جس کی بقا مندرجہ بالا چیزوں کی محتاج نہ
وہ بہادر ہے جو دنیا کا محتاج تعارف نہ ہو جس کو گزرے ہوئے
چودہ سال سے زائد ہو چکے ہوں مگر دنیا کا ذرہ ذرہ اب بھی ان
کربلا جہاں
استقامت و
کفر کر رہا ہو
بھی لوگ اب
پر لبیک کہ
دل میں تمنا
کہ کاش وہ
ہو جائے اور
معرفت کا
دے اور پھر
سر کٹ ہو کر
طرف دوڑیں
یہ ایک وہ
سبقت
کوشش کریں۔ راہ حق پر مٹ جائیں۔ شہید کہلائیں۔ حیات جاودانی
ہو۔ مگر ایسی قسمت کہاں اور ایسے نصیب کہاں۔ یہ مرتبہ تو حسین
رفقا کے لئے مخصوص تھے۔ جن کی جنگ بے مثل جنگ تھی جس کی مثال
نہیں۔ یہ وہ شمع امامت کے پروانے تھے جنہوں نے تکلیف کو راحت
بھوک اور پیاس کو اطمینان قلب سمجھا۔ ناتوانی کو شجاعت سمجھا
کو حکم خدا سمجھا۔ ان کے خون ناحق نے دشت کربلا کو ہمیشہ کے لئے
خود مٹ گئے حق کو مٹنے نہ دیا۔ خود کربلا میں

قطعات

(جناب زاہد رضوی (حیدرآباد دکن)

امت کے حق میں بن گیا مشکل کشا حسین — طفلی کا اپنی کر دیا وعدہ وفا حسین
موج فنا سے دین کو زاہد بچا لیا — اسلام کے سفینہ کا تھا ناخدا حسین

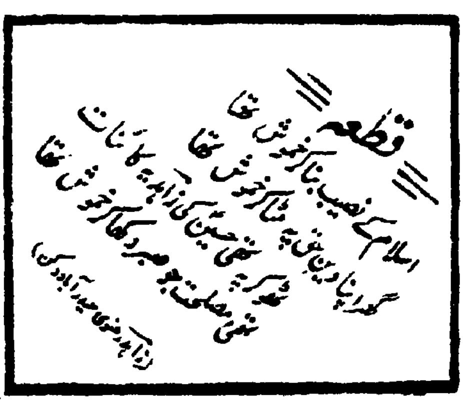
ہر چند تھی دنیا کی ستائی زینب — پر لب پہ نہ شکوہ کبھی لائی زینب
آنکھوں میں ذرا غیرت کے کچھ آنسو آئے — دربار میں بے پردہ جب آئی زینب

عباس بھی تلوار اٹھا سکتے تھے — جوہر بھی شجاعت کے دکھا سکتے تھے
کچھ سوچ کے شبیر نے روکا زاہد — ورنہ وہ زمانہ کو جھکا سکتے تھے

[illegible] یہ تمنا لے کر گئے کہ اگر ہزار بار بھی زندہ کئے جائیں [illegible] امام کے قدموں پر نثار کر دیں وہ جانتے تھے کہ جان دینے [illegible] ادا نہیں ہوتا۔ مر جانا ایک معمولی سی بات ہے مگر [illegible] امام حاصل کرنا مشکل ہے۔ بزدلوں کا تعاقب موت کرتی ہے [illegible] خود موت کو تلاش کر رہے تھے۔ اور جذبۂ شہادت یہ کہ [illegible] جوان، بچہ ہو یا بوڑھا۔ ایک دوسرے پر سبقت لیجانا [illegible] اگر عباس کا جلال فتح و ظفر کے ڈنکے بجا رہا تھا تو حبیب [illegible] ضعیفی جوانوں کو شکست دے رہی تھی۔ اگر اکبر کا شباب [illegible] اعدا پر بجلیاں گرا رہا تھا تو علی اصغر کا تبسم ظلم کی بنیادیں ہلا رہا تھا [illegible] مردوں کے دھڑ نے فوجوں کے قدم اکھاڑ دیئے تو بیبیوں کی آہ و بکا [illegible] انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ وقت تھا کہ بڑے بڑے بہادر گھبرا گئے۔ [illegible] یزید کا شیرازہ منتشر ہونے لگا مگر ان گنے چنے بہادروں کی ہمت [illegible] فرق نہ آیا۔ مردوں کو چھوڑیئے۔ اہل بیت کی عورتوں کی ہمت دیکھئے [illegible] کے بکھرے ہوئے بال، بہتے ہوئے آنسو اور دل فگار آہیں [illegible] راہ خدا میں جہاد کر رہی تھیں جو اپنی پونجی راہ خدا میں قربان کر چکیں [illegible] کے چھوٹے بڑے بچے تڑپ تڑپ کر نظروں کے سامنے شہید ہو گئے [illegible] کے وارث داغ مفارقت دے گئے جن کی آرزوئیں برباد ہو گئیں [illegible] کے پھولے پھلے باغ نذر خزاں ہو گئے جن کا وارث سوائے [illegible] ایک بیمار امام کے اور کوئی نہ رہا مگر کیا مجال کہ دل میں گھبراہٹ پیدا ہو۔ کیا معنی کہ غیر کے سامنے ہاتھ اٹھا جائے۔ کیا مطلب کہ غیر [illegible] ممنون ہوں اور یہ انتہائی محبت و ایثار کہ اگر کوئی بی بی [illegible] تو اپنے بچے کے لئے نہیں۔ اپنے شوہر کے لئے نہیں بلکہ مظلوم [illegible] کی مصیبت پر۔ اب بھی دل میں یہ آرزو کہ اگر ظالم زمانہ موقع دے [illegible] جگہ بیٹھ کر اپنی عزت نبی پر سینہ کوبی کر لیں۔ ان کی مجلس برپا کریں [illegible] مصیبتیں یاد کریں اور فاطمہ زہرا کو پرسا دیں اور دست بستہ [illegible] کہ اے مالک دوجہاں اتنی مہلت دے کہ ہم دل بھر کے حسین کی [illegible] کر سکیں۔ وہ کون تھے جنہوں نے قرآن کے غم میں نہ رو سکے۔ اے ناقوں [illegible] حسین کے بچانے کی بہت کوششیں کیں، جو کچھ بھی ہمارے [illegible] ہمارے بچے تین روز کے بھوکے اور پیاسے تھے۔ مگر [illegible] افرادہ سے اعدا کا مقابلہ کیا اور حسین کے قدموں پر

جانیں نچھاور کر دیں۔ مگر جو لکھا تھا وہ ہو کے رہا۔ ہم حسین کے سائے سے محروم ہو گئے۔ ہمارے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہماری زندگی کا کوئی سہارا نہ رہا۔ ہماری چادریں چھینی گئیں، بچوں کے زیور اتارے گئے خیموں میں آگ لگائی گئی۔ بیبیاں رسن بستہ ہوئیں۔ عابد بیمار کو بیڑیاں پہنائی گئیں۔ زینب نے درّے کھائے اور سکینہ کو طمانچے لگائے گئے اور ہماری نظروں کے سامنے حسین کا سر نیزے پر بلند کیا گیا۔

واقعۂ کربلا کو صدیاں گزر گئیں، زمانے نے کروٹوں پر کروٹیں بدلیں، بڑے سے بڑے انقلاب آئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ معرکۂ کربلا ابھی کل ہی ہوا ہے۔ جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے کربلا کی یاد تازہ ہوتی جاتی ہے اور اگر غور سے سنیئے تو اب بھی امام کا استغاثہ کانوں میں گونج رہا ہے، اب بھی وہ راہ حق پر چلنے کی دعوت دے رہا ہے۔ اب بھی وہ کہہ رہا ہے کہ میرا ماننے والا غیروں کی پیروی نہیں کرتا۔ ہر قدم پر وہ کربلا کی یاد دلاتا ہے وہ کھلم کھلا کہہ رہا ہے کہ روزہ نماز میرا شغل عبادت الٰہی تھا۔ آہ و بکا اور گریہ و زاری تھا اور یزید کا شیوہ عیش دنیا تھا اور گانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بجانا تھا اور اب بھی جو میرے پیرو ہیں ان کا مقصد حیات صوم و صلوٰۃ۔ مجلس و ماتم اور آہ و بکا ہے جو یزید کے پیرو ہیں ان کا شیوہ جام و سبو، رنگ و بو ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھنا تم میرے راستے پر چلنا۔ یہی وہ راستہ ہے جسے صراط مستقیم کہتے ہیں اور اگر تم ثابت قدمی سے اس پر گامزن رہو گے تو یہ راستہ تم کو جنت تک پہونچا دے گا اور تم گمراہ نہ ہو گے۔



آزادیٔ ضمیر کی خاطر

(نوشتہ جناب سید ارشاد حسین صاحب آزہر وکیل رائے بریلی)

سرزمین عرب مختلف شخصیتوں ہستیوں۔ تہذیبوں اور مذہبوں کا گہوارہ ہونے کی وجہ سے قدیم الایام سے نام آور و مشہور روزگار ہے۔ اسی خطۂ ارض میں متعدد برگزیدہ پیغمبران سرگرم عمل رہے جناب موسیٰ۔ جناب ابراہیم۔ جناب یعقوب کے سے پیغمبران اولوالعزم جزیرہ نمائے عرب کے کسی نہ کسی خطہ میں قدم فرسا نظر آتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر آخرالزمان کا بھی یہی جائے ورود قرار پایا۔ اسی سرزمین پر ارض فلسطین اسی جزیرہ نما میں ارض مکہ اسی میں بابل کی تہذیب سربلند ہوئی اور خاک میں مل گئی اسی پر تہذیب اسلام کا آفتاب چمکا اور نصف النہار پر پہونچ گیا غرضکہ تاریخ عالم کے لئے تاریخ عرب ایک ضروری جزو ہے جب بھی دنیا کی تاریخ لکھی جائے گی جزیرہ نمائے عرب اس کے صفحۂ عالم پر ممتاز و ممیز نظر آئے گا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ جب کبھی بدترین افراد کا ذکر ہوگا تو سرزمین عرب کی مخصوص ہستیاں اور ان کے افعال ضرور دُہرائے جائیں گے وہ افراد جن کی وجہ سے زمین کے تختے رب الارباب نے اُلٹ دیے ہیں تھے وہ لوگ جن کی وجہ سے عذاب الٰہی آتے رہے اسی خطۂ ارض میں تھے۔

طلوع آفتاب اسلام کے بعد بولہب و بوجہل ہی پر کچھ موقوف نہیں آج سے ۱۳۱۳ سال پیشتر یزید کے مظالم کا کارنامہ ان سب کے کارناموں کو ہیچ و پوچ ثابت کرتا ہے۔ کربلا کے چٹیل میدان میں مظالم کی وہ داستان تحریر ہے جو رہتی دنیا تک ان ظالموں کے کردار پر نفرین کرتی رہے گی اور مظلوموں کی طاقت صبر و استقامت طبع و جذبات حریت پسندی و سرشت وفا و سرفروشی پر آفرین کرتی رہے گی۔ علیؑ ایسے باپ کے حسینؑ ایسے بیٹے سے جبریہ بیعت حاصل کرنے کا سوال اور حسینؑ کا جان پر کھیل جانا ایک معیاری اور اصولی کارنامہ ہے جس نے واقعہ ہائلہ کربلا سے ایک دن پیشتر یزیدی کمانڈر انچیف عمر سعد سے ایک حقیقت کہلائی۔ امن و امان کے طالب امام حسینؑ نے انسانوں کو قتل و خون سے بچانے کے لئے صلح جوئی کا پیام دیا کہ مجھ کو اپنے رفیق وطن سے دور دوسرے ممالک میں سے کہیں چلا جانے دیا جائے اور بیعت کا سوال نہ کیا جائے۔ شمر نے عمر سعد سے کہا دیکھو حسین کی صلح کوشی کے جال میں گرفتار نہ ہوجانا۔ وہ مجبور ہو چکے ہیں۔ یہی وقت ہے بیعت کرا لینا چاہیئے۔ عمر سعد کا جواب ایک یادگار جواب ہے جو چند سال قبل کی گویا روداد ہے۔ اس نے شمر سے کہا:-

تو کیا کہتا ہے۔ خدا کی قسم حسینؑ کبھی بیعت نہ کریں گے ان کے سینہ میں علیؑ کا دل ہے۔ یعنی نہ علیؑ نے بیعت کی نہ وہ کریں گے۔

سوال بیعت اگر کوئی اسی قدر حقیر اور بے وقعت شے ہوتی کہ یزید کی خلافت سے باز پرس نہ کی جائے تو شاید علیؑ مرتضیٰ کی طرح امام حسینؑ بھی تعرض نہ کرتے اس لئے کہ حسینؑ نے تو کبھی نہ معاویہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور نہ یزید کے خلاف بلند کیا۔ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی حاکم مدینہ کو حکم بھیجا کہ حسینؑ سے بیعت لیلے اور یزید ہی نے اسی بیعت کے لئے کربلا میں شمر کو کسی کو حکومت رے کی طمع دیکر اور کسی کو زر و جواہر و منصب کا لالچ دیکر حسینؑ کو قتل کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ اور حسینؑ کو اصولاً اس بیعت میں خدا جانے کیا کیا خرابیاں نظر آئیں کہ

اِدھر کی ہوگئی دنیا اُدھر نہ بیعت کی ہے ادھر حسینؑ رہے اُسطرف زمانہ تھا

آخر یہ بیعت کیا تھی اور کیسی تھی کہ امام حسینؑ کو جان دینا اور بچوں اور دوستوں کو شہید کرانا گوارا ہوا لیکن یزید کی بیعت کسی طرح گوارا نہ ہوئی۔ رسول خدا کے زمانہ میں تو کلام پاک کی آیتوں پر عمل رہا۔ لا اکراہ فی الدین۔ قد تبین الرشد من الغی فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ پر پابندی کی گئی جبر کو کسی معاملہ میں دخل نہ دیا گیا۔ رسول نے بیعتیں لیں [illegible] مواقع پر تکمیل مقصد و عمل کے لئے۔ لیکن [illegible]

بیعت طلب کی۔ پھر آخر یہ جدید قسم کی بدشتی بیعت کیا تھی
طرف یزید سب کو بلا تا تھا اور اس سے پیشتر معاویہ نے بھی
لئے بیعت حاصل کرلی۔ یہ گروہ مذموم بدعت ضمیر فروشی
پر مجبور کرنے کے مرادف تھی۔ یہ آزادی ضمیر و حریت خیال دونوں
کے منافی تھی۔

یہ بیعت غلامی کے ہم معنیٰ تھی جو عام عالم انسانیت کے لیے
ضرب کاری ہوتی۔ دینِ اسلام تمام ادیان کا گل سرسبد ہے جو
سارے عالم و عالمیان کے لئے ظہور پذیر ہوا ایسی حالت میں اسلام
کے ایک محافظ کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ تمام انسانوں کی رہبری و
رہنمائی کرتے ہوئے داغ انسانیت بن جائے اور وہ فعل صادر
کر بیٹھے جو ایک رہنمائے عالم کو عالم کی نگاہوں سے گرا دے اور دنیا کو
اس مغالطہ میں ڈال دے کہ ایسے موقع پر ہم کو حسینؑ ہی کی طرح بیعت
کرلینا چاہیئے۔ ہوگا یہ کا مقولہ ہوگا کہ دروغ مصلحت آمیز
بہ ز راستیٔ فتنہ انگیز۔ مگر یہ رہنمایان مذاہب عالم کا مقولہ نہیں وہاں
تو اصول پر اڑ جانا اور اڑ کر جان پر کھیل جانا اصول رہنمائی ہے۔
حسینؑ بظاہر فنا ہو جائیں گر اصول حیات انسانی برقرار رہنا چاہیئے۔

میں نہیں کہتا کہ امام حسینؑ کے انکار بیعت میں یہ امور پیش نظر
نہیں تھے کہ یزید کی ہستی کیسی گندی اور پلید ہے اس کی حرکتیں کسقدر
انسانیت سوز ہیں اس کے اصول حیات کسقدر حیا سوز و غیرت کش ہیں یہ
اور اس طرح کی بہت سی باتیں ضرور پیش نظر تھیں یہ تو اس آخری عزم
بالجزم کا سبب اور ارادہ کی تحریک ہیں ہی۔ لیکن ان میں یہ بات کہ اب
انسان آزادی ضمیر و خیال بھی بیچنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اونٹ کی پیٹھ
پر بھاری بوجھ کا آخری تنکا تھا جس نے امام حسینؑ کو انسانیت کی حفاظت
کے لئے مجبور کر دیا۔ مدینہ کی دنیا تنگ پائی۔ ماں کی قبر اور نانا کی لحد
سے رخصت ہو کے مکہ چلے گئے۔ مکہ دارالامان تھا مگر امام حسینؑ کے لئے کعبہ
بھی امان نظر نہ آئی تو اہل و عیال کے ساتھ ایک عزم خاص کے
پیش نظر مقصد خاص لے کر روانہ ہو گئے۔ اور کربلا کا عظیم کارنامہ
ہو گیا۔

کو اپنے مرنے کی خبر دیکر رخصت کر دیا۔ ساتھیوں کو اپنے بچا
کے رفاقت کی ترغیب دی۔ یہ تو اس وقت بھی کیا جب
شبِ عاشور دہم محرم کی خونبار سفاکیاں نگاہوں کے سامنے تھیں۔ وفا
اصحاب کی مجلس میں آئے۔ دوستوں سے مخاطب ہوئے۔

اے میرے رفیقو۔ اے میرے جاں نثارو۔ میں تمہاری وفا شعا
کو جانتا ہوں اور نانا سے بروز محشر سفارش کرنے کا وعدہ کرتا ہوں لیک
کل میدان قتال گرم ہوگا کوئی نہ بچے گا یہ لوگ صرف میرے خون کے پیا
ہیں تم سے تعرض نہ کریں گے اس لئے میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم ر
اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم کسقدر غیور ہ
اس لئے لو۔ میں شمع گل کئے دیتا ہوں۔

امام حسینؑ نے دامن سے ہوا دیکر شمع گل کر دی۔ شب کی بھیانک تا
نے گھیر لیا۔ مگر کوئی نہ اٹھا۔ پھر مظلوم امام کی آواز بلند ہوئی۔
دیکھو اپنے لئے نہیں۔ میرے بچوں کے لئے چلے جاؤ ان کو بھی اپنے ہم
لیتے جاؤ"

یہ حسینؑ اسلحہ کا آخری وار تھا۔ یہ امن پسندی اور قتل و خون
بچنے بچانے کا آخری طریقہ تھا۔ لیکن تاریخ نے تو یہ لکھا ہے کہ مجمع سے ا
چیخ کی آواز بلند ہوئی۔ رفیقوں نے تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور کہا
اے مولا کمال تک امتحان لیجیئے گا۔ کل ہماری جاں نثاریاں دیکھئے گا
ہم کو ہزار بار مار ڈالا جائے تو ہر بار آپ کی رفاقت ہی کرتے نظر آ
یہ کیسے ممکن ہے کہ سبطِ رسول کو نرغۂ اعدا میں تنہا چھوڑ دیں۔ ہم آ
ساتھ اپنے کو فنا کر دیں گے۔

امامؑ نے دعائیں دیں اور فرمایا کہ ہاں ہاں مجھ کو تو تمہاری وفا
سے یہی امید ہے۔

بالآخر روز دہم محرم ۶۱ھ صرف بیعت نہ کرنے پر رسول زادے کے گ
چھری رکھدی گئی احباب و انصار عزیز و عیال تہ تیغ بیدریغ دکھائی دیے جو
رانڈ ہو گئیں بچے یتیم ہوگئے۔ تو پامال سم اسپاں ہونے کا خوف عنان گیر ہوا
اہلبیت اطہار کی اسیری اور بے حرمتی کا ڈر سدراہ ہوا نہ ایک ہزار نوسو کیا
زخم کی تکلیف ارادہ کو بدل سکی۔ جوان بیٹے کے کلیجہ سے برچھی کی انی نکال
تو شکر خدا کیا۔ علی اصغرؑ سے نونہال بلکہ ناشگفتہ کلی کو زیر خاک دفن کر دیا
یہی کہا کہ اے رب الارباب میرا آخری ہدیہ قبول کر لے یہاں تک کہ تفتیل م
کٹتے ہوئے اپنی گردن کٹوا دی گر ضمیر نہ بیچا۔

واللہ کہ اسے حسینؑ کار سے کردی۔

اصحابِ حسینؑ

(نوشتہ جناب مولوی سید عبدالحسن صاحب نقوی خلف سرکار ممتاز العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ)

جب کبھی سنائی دیتا ہے یا لکھنا پڑتا ہے یا زبان پر آتا ہے "اصحابِ حسینؑ" جذبات میں عجز روح کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور دل و دماغ میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم انسان کہے جاتے ہیں تو کیا اُن لوگوں کو بھی انسان ہی کہا جانا چاہیے۔ یا یہ فکر ہوتی ہے کہ چونکہ ان لوگوں کو انسان کہا جاتا ہے تو کیا ہم بھی انسان کہے جانے کے حقدار ہیں یا وہ بشر نہ تھے ملک تھے یا ہم انسان نہیں بلکہ اس سے کوئی ادنیٰ نوع ہیں۔ غرض غور و فکر میں ایک عجیب کشمکش ہوتی ہے اور فیصلہ کے لئے ایک اہم مہم درپیش ہوتی ہے۔ کہاں وہ کہاں ہم وہ آفتاب عالمتاب ہم ذرۂ بے مقدار وہ چمن شاداب ہم خار خشک۔ وہ اوج کے بیٹھنے والے ہم پستی کے مفہوم سے بھی نا آشنا۔ وہ موجد راہ وفا ہم نقش قدم کو دیکھ دیکھ کے بھی چلنے کا سلیقہ نہیں رکھتے۔ انھوں نے ایک زریں حقیقت کی بنا ڈالی ہم مجازاً بھی اس کا عکس آثار نہ بنے قاصر رہے۔ غرض وہ وہ ہیں ہم ہم۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ چہ بلند ہم اور وہ دونوں ایک لفظ کے دامن میں سمیٹ کر رہ جائیں۔ یہاں تک پہنچ کر خواہ مخواہ ایک امر پیدا ہوتی ہے (کاش یہ ندامت فائدہ بخش ہو یعنی حسن عمل کا ذریعہ بن جائے) مگر جب نظر کا رخ دوسری طرف مڑتا ہے اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ انسان ہی تھے۔ مگر ملک خصلت تھے تو وجد کا ایک عالم طاری ہو جاتا ہے اور بے تحاشا دل چاہتا ہے کہ اگر ان کے قدم ہمارے ہاتھ آئیں تو ہم بوسہ دے کر کہیں اے اللہ والو تمہارا کیا کہنا تم نے انسانیت کو ایسا عروج دیا کہ تمہارے تصور سے انسان کا دامنِ بزم منور ہوتا ہے اور ساتھ ہی ہماری پیشانی پر فخر کے تیور آجاتے ہیں اور یہ کہہ کر کہ تم بھی انسان تھے اور ہم کو انسان کہا جاتا ہم یقیناً تمہارے مثل نہیں مگر تمہارے کارنامہ نے ہمیں بھی سرفراز کر دیا بات کہنے میں آہی گئی کہ وہ انسان ہیں جن کی بلند اعمالی کی مثال کربلا والوں نے پیش کی۔

اے خاک کربلا میں لیٹنے والو تمہارا کیا کہنا۔ کون ہے جو تمہاری ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ اے تپتی ہوئی زمین کو مصلیٰ بنانے والو سلے تلواروں کی چھاؤں میں جماعت قائم کرنے والو۔ اے تیروں کی بارش میں نمازیں پڑھنے والو۔ اے تاجدارِ مدینہ کے لال کے قدموں پر جان نثار کرنے والو۔ تم نے اپنے زمانہ کے قرآن ناطق حسینؑ سے کہلوا لیا کہ جیسے اصحاب مجھے ملے نہ باپ علی مرتضیٰ کو ملے اور نہ نانا رسول اللہ کو ملے۔ یہ وہ لفظ ہیں جنہوں نے دنیا و مافیہا ایک پلہ میں اور یہ چند لفظیں ایک پلہ میں تو ... کا حصہ ہے۔ بخدا تم میں سے ہر فرد نے اقلیم وفا میں تاجداری کی۔ تمہاری ہمدردیاں آبِ زر سے لکھنے کے قابل۔ تم نے اصحابیت کے ... کو ایسے ... سورجوں سے سجایا کہ جن کی جگمگاہٹ تا قیام قیامت نہ مٹے گی۔ میں کیا اور میرے الفاظ کیا جو تمہاری مدح میں کام آسکیں۔ تم تو وہ ہو جنھوں نے بادشاہ دوجہاں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ تم نے ابوالائمہ سے آفرین کے تمغہ پائے تم نے کائنات کی شہزادی کی دلی دعائیں سوغات میں پائی ہیں۔

خدا کی قسم تم تشنہ کام تھے مگر خلیل کربلا کی دوستی میں ... کہ آگ میں بےخوف کود پڑے اور آبرو کی سلامتی کا ارادہ کیا ... سمجھے پانی کا نام نہ تھا شربت دیدار کے سہارے جیتے رہے۔ انھوں نے بغیر کسی لوث۔ بغیر کسی لگاؤ کے اپنے آپ کو امام کے معصوم ارادوں کے حوالہ کر دیا۔ حسینؑ کی چشم و ابرو کو قبلہ عمل بنایا یہاں تک کہ ان کی سپاہیانہ انگیریں ... ولولے بھی ایک ایک مطیع امام تھے۔ ان کا کوئی قدم فرمانبرداری کے دائرہ سے باہر نہ پڑا۔ گویا ان کے جسم وفا سے بنے تھے تحمل ان کے ضمیر میں شامل تھا۔ ان کے افعال قول کے مطابق ان کے حوصلے صبر کا معیار۔ ان کے ارادہ مستحکم۔ حق پر ناز کرنے والے حق اور اصول پر جان دینے والے۔ غرض ... و انصاف کی ترازو میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ وہ ان کے ... وہ ان کے تلے ہوئے ہاتھ اور وہ ان کا آپس میں خدمات تقسیم کر کے سرگرم ... ہونا۔ ہر کڑی سے کڑی مصیبت کا جھیلنا مگر وفا کے نام کو باقی رکھنا۔ ... ہر بات اٹل تھی کیا مجال جو رتی بھر بھی فرق ہو۔ وہ ان کے ... ایمانی قوت تلوار تو کیا جو صر بڑے سرمول کی دھڑا دھڑی ... خاک اُڑتی تھی۔

بہرحال ان جانبازوں نے اپنی آخری سانس تک یہ ... بلکہ یوں کہوں کہ حق کا دامن نہ چھوڑا۔ بہت سے جملے ایسے ... خلوص ہیں مگر معانی کی تشنگی سے بے نیاز ... ہم اپنے مقصد کی حمایت میں اپنے خون کا آ...

…سے بچ نکلے ہوں گے جن کے مصداق کے تلاش میں کافی زحمت
… کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہمیشہ نمایاں ہو کر رہا۔ البتہ
… کہ جن کے اس قسم کے تمام دعوے عمل کی زبان سے تصدیق شدہ
… ان لوگوں نے مقصد کی حمایت کے لئے اپنے خون کے آخری قطرے تک …
… جب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ جفا پیشہ صلح پر آمادہ نہیں اور امامؑ سے ضرور
… کریں گے تو مخدوم نے ایک ایسی انگڑائی لی جس نے بچوں کو جوانوں پر
… دی اور بڈھوں سے آثار پیری رخصت کر دیئے پھر دنیا نے عجیب
منظر دیکھا، ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ میں اپنی جان پہلے قربان کروں۔ ہر ایک
اپنے سینے کو حائل پر رکھنے کو آمادہ۔ تمازت آفتاب شباب پر تھی۔ زمین تپ
رہی تھی۔ تشنگی سے سینے پھڑک رہے تھے۔ میدان کارزار گرم تھا مگر یہ دلاور
… کی طرح جھوم رہے تھے۔ اس قلیل جماعت کا یہ رعب تھا کہ جدھر اٹھانے
منہ کیا سپاہ یزیدی کا منہ پھیر دیا۔ اس فرض شناسی کے ساتھ منزل مقصود
پر فائز ہوئے اور وفا کے وہ نقوش چھوڑے کہ جس کی مثال عالم میں ممکن
نہیں۔ یہی تو وفاداری کے وہ اعلیٰ نمونے تھے جن کی بنا پر حضرت حجتؑ
نے زیارت میں ان اصحاب پر سلام کرتے ہوئے فرمایا۔

بابی انتم و امی طبتم وطابت الارض التی فیہا دفنتم وفزتم
واللہ فوزا عظیما فیالیتنی کنت معکم فافوز معکم۔

اشتہار

منجانب :- سید سردار مہدی الرضوی۔ زید پور ضلع بارہ بنکی۔

مندرجہ ذیل اخبار و رسائل کے خریدار صاحبان بذریعہ خط و کتابت معاملات طے فرمائیں :-

(۱)	اخبار "سرفراز" لکھنؤ	تمام فائل مکمل
(۲)	" "پیام اسلام" "	"
(۳)	" "الواعظ" "	چند فائل
(۴)	" "رضاکار" لاہور	"
(۵)	رسالہ "اصلاح" کھجوہ۔ جلد … تا جلد … مکمل	
	" "شیعہ" " جلد … تا جلد …	"

… مالک کے کسی بھی ڈاک ٹکٹ بھی بھیجے اور بدلے جا سکتے ہیں۔

سلام

(نتیجۂ فکر بلند جناب اکمال لکھنوی)

کیوں نہ شبیرؑ پہ صدقے ہوں زمانے والے
ہیں یہ خود سو کے زمانے کو جگانے والے

اُمتِ جد کے لئے سر کو کٹانے والے
تا قیامت تجھے روئیں گے زمانے والے

کلمہ کیوں نہ پڑھیں تیرا زمانے والے
پھر سے اسلام کو اسلام بنانے والے

قتلِ شبیرؑ ہے بیداری عالم کا سبب
بھول سکتے ہی نہیں جس کو زمانے والے

غمِ شبیرؑ میں بہتے ہوئے اشکوں کا ہے قول
ہیں ہمیں آتشِ دوزخ کو بجھانے والے

معترف دونوں جہاں ہیں تری مظلومی کے
دلِ کونین میں گھر اپنا بنانے والے

صاف اشارہ تھا یہی مصحفِ ناطق ہم ہیں
راہ میں نیزے پہ قرآن سنانے والے

تیری ہمت کے تصدق ترکا جرأت کے نثار
باپ کے ہاتھوں پہ میدان میں جانے والے

دل کہیں جدا بازوئے شبیرؑ کے ساتھ
تیر حلقِ علی اصغرؑ پہ لگانے والے

کاش اتنا ہی سکینہؑ سے کوئی کہہ دیتا
گئے دنیا سے ترے ناز اٹھانے والے

منتخب ساری خدائی میں ہیں چودہ معصوم
مقصدِ خلقتِ انسان کو بتانے والے

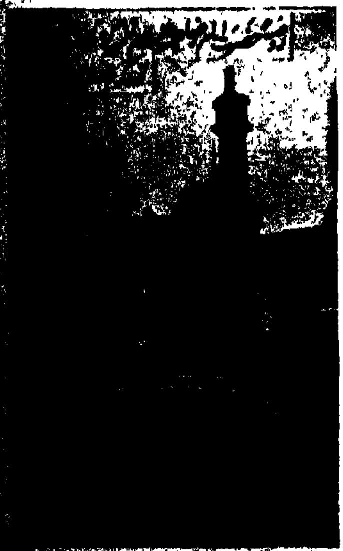
غمِ شبیرؑ میں بہتے ہیں مسلسل آنسو
ہار موتی کے بناتے ہیں بنانے والے

کیجے اکمال کی بھی شومیٔ قسمت کا علاج
حُر کی بگڑی ہوئی تقدیر بنانے والے





در قبله حرم محترم حضرت امام حسین علیه السلام







یادگار حسین ہایئر سکنڈری اسکول الہ آباد



حسینی عزائم اور اُنکی افادیت

رہنمایان عالم نے جن اصلاحوں کو زندگی بھر چاہا اُنکو امام حسینؑ نے چند ساعتوں میں انجام تک پہونچایا

انسان کا حق فطری کیا ہے پابندی یا آزادی

(نوشتہ جناب مولانا سید محمد شفیع حیدر صاحب بہرائچؒ)

انسان نے جب سے اس روئے زمین پر قدم رکھا اور ترقی کی منزلیں میں گامزن ہوا اُسی وقت سے اس نے اپنے حقوق طلبی کا نعرہ لگایا۔ اپنے حقوق کا طالب ہے۔ مگر دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں۔ اپنے فرائض سے غافل ہے۔ مگر دوسروں کے فرائض پر نقد و تبصرہ کرتا ہے۔ لینا چاہتا ہے مگر دینا نہیں چاہتا۔ اپنے عیوب کو رنگین لباس پہنا کر ہنر بتاتا ہے۔ مگر دوسروں کے ہنر کو عیوب کا جامہ پہنا کر عیوب بتاتا ہے سیکڑوں خواہشات کی زنجیروں میں اُلجھا ہوا ہے مگر دوسروں کو ترک خواہشات کا دعظ دیتا ہے ہزاروں فطری احتیاجات کی سلاسل میں جکڑا ہوا ہے مگر دوسروں کو ان سلاسل کے آثار پھینکنے کا درس دیتا ہے غرضکہ یہ انسان سرتاپا قیدی مجسم اسیر ابتداء سے تا انتہا۔ پیدائش سے لیکر تا مرگ اور مرگ سے لیکر تا بقیامت ایک مسلسل قید و بند کی کڑیوں میں جکڑا ہوا۔ اپنے کو آزاد مطلق العنان گسستہ مہار سمجھتا ہے۔ ذرا سا کسی آئین کا بار پڑا کر چیخ اُٹھا۔ سماجی کوئی بوجھ گردن پر رکھا گیا کر چلا اُٹھا۔ کسی اخلاقی کڑی میں جکڑا گیا کہ آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ کسی بھی فرض کو اس کے سامنے رکھا گیا کہ منھ بنانے لگا۔ یہ انسانی جبلت ہے۔ یہ اس کی فطرت ہے آزادی کا طالب ہے۔ مطلق العنانی کا خواہشمند ہے گسستہ مہاری کا متمنی ہے۔

وہ انسان جو قبل پیدائش نطفیت میں گرفتار۔ رحم مادر کا محتاج۔ غذا کا محتاج۔ ایک نظام خاص کا پابند۔ بعد پیدائش تربیت کا محتاج۔ لباس کا محتاج۔ ڈاکٹر و حکیم کا محتاج۔ جب طفولیت سے آگے بڑھا۔ معلم کا محتاج اسکول و کالج کا محتاج۔ جوان ہوا۔ تاہل کا محتاج۔ خانہ داری کا محتاج اور آگے قدم بڑھایا۔ قومی رسم و رواج کا محتاج۔ ملکی مراسم کا پابند۔ معاشرتی و سیاسی قوانین میں اسیر۔

وہ کونسی اُس کی زندگی ہے جس میں یہ آزادی کا خواب دیکھ رہا ہے وہ کونسے اس کے لمحات ہیں جن میں اس نے گھڑی بھر کے لئے مطلق العنانی کی سانسیں لی ہیں۔ قفس عنصری کا اسیر پرندہ اور آزادی کے پروں پر اُڑنا چاہتا ہے

مدنیت کیا چیز ہے

اجتماع لبشری جس میں باہمی تعاون کے ساتھ زندگی بسر کی جائے اسی کا نام ہے مدنیت۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ جہاں چند انسانوں کے جمع ہونے سے جملہ ضروریات زندگی پوری ہوسکیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تمدن کی بنیاد احتیاج پر واقع ہوئی ہے۔ اساس مدنیت صرف احتیاج ہی پر ہے۔ اگر احتیاج نہ ہوتی تو مدنیت ایک بے معنی لفظ ہوتا یہی مدنیت جس قدر آگے بڑھے گی ضروریات زندگی اور بڑھتی جائیں گی۔ سیاسی سماجی قومی ملکی قوانین میں آئے دن اضافے اور تبدیلیاں ہوتی رہیں گی۔ انسان کو ہر آن ہر لحظہ ان کا پابند رہنا پڑے گا۔ اس کے خلاف جو آواز بلند کرے گا تو وہ اگر سیاست کے خلاف ہے تو اس کو سیاست کا باغی اور اگر سماج کے خلاف نعرہ ہے تو سماج کا مجرم۔ اگر قوم کے خلاف ہے تو وہ قوم کا غدار۔ اگر ملک کے خلاف ہے تو وہ ملک کا رہزن ہے اسی طرح اگر قانون فطرت کے خلاف نعرہ ہے تو وہ خدائی گناہ گار۔ جس طرح ہر قانون کے توڑنے پر اس کی اہمیت کے مطابق اس کی سزا ہے۔ اسی طرح قانون فطرت کی خلاف ورزی کرنے پر اس کی اہمیت کے مطابق اس کی پاداش ہے غرضکہ یہ انسان کسی وقت پابندیوں سے خالی نہیں۔ اوقات کا پابند۔ گردش لیل و نہار کا پابند۔ ادائے فرض کا پابند۔ لباس و غذا کا پابند۔ مکان و زمان کا پابند۔ حتیٰ کہ اپنے افعال میں بھی کسی کے حکم کا پابند۔

۵۔ درمیں اختیار مرا اختیار نیست۔ اختیار ہوتے ہوئے بھی مجبور الانسان مجبور علی الاجتناب۔ [illegible]

...نہیں کچھ وسعت نہیں۔ فطرت انسانی اس کے مختار بحث ...نکلا کر آتی ہے۔ پھر اسے آزادی کہاں۔ مخلوق بندہ۔ قفس خاکی ...بندہ اور آزادی کا نعرہ ایں چہ بوالعجبی۔

...ہاں اگر پابندی کا نام آزادی رکھ لیا ہے رات کو دن۔ زہر کو تریاق ...کہیں تو لا مناقشۃ فی الاصطلاح لیکن عقل اس پر ہنسے گی۔ ...مذاق اُڑائے گی اور پکار کر کہے گی کہ ہوش میں آ جب تک تو ...وجود میں ہے آزادی کہاں پھر نیز احق فطرۃ آزاد ہونا کہاں رہا جبکہ ...تیری فطرت میں داخل۔ تو فطرتاً پابند خلق ہوا ہے۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ۔ قبل ظہور عالم نطفیت میں گرفتار۔ بعد ظہور ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ جن ہوں کہ انسان سب ہی عبدیت کی زنجیر میں جکڑے گئے۔ پھر آخر یہ کونسی آزادی کا خواہاں ہے۔ کیا الوہیت چاہتا ہے۔ معبودیت کا خواہشمند ہوا ہے۔ ایسے بھی گزر چکے جو تخت و تاج کے محتاج۔ سپاہ و افواج کے پابند۔ ظاہری شان و تجمل میں اسیر خدم و حشم کے قیدی ان کا دعویٰ الوہیت۔ کیا کہنا۔

جناب ابراہیمؑ جب دربار نمرود میں پہونچے تو اس کے پس سر حسین غلاموں اور کنیزوں کو استادہ دیکھا خود کریہ المنظر بدصورت۔ معاً آپ نے سوال کیا کیوں اے نمرود تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اگر تو واقعی خدا تھا تو اس کی کیا وجہ ہے کہ تو نے اپنے غلاموں اور کنیزوں کو تو حسین و جمیل خلق کیا اور خود بدصورت اور سیاہ فام رہا۔ وہ لاجواب رہ گیا۔

پھر انسان کونسی آزادی چاہتا ہے۔ جبکہ وہ فطرتاً پابند خلق ہوا ہے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ شاید وہ حریت خیال اور حریت فکر ہو۔ اگر اس سے مطلب شعر و سخن ہے تو بسم اللہ۔ جو چاہیں حریت خیال کا اظہار فرمائیں لیکن عقلا کی بارگاہ میں یہ حریت بھی غیر مقبول۔ کیونکہ شعر و سخن نہ کوئی فلسفہ ہے نہ کوئی برہان و دلیل ہے۔ اگر شاعری کوئی حجت ہوتی تو تمام صحف آسمانی کو شعر کی صورت میں اُترنا چاہیئے تھا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ دور نہایت خطرناک ہے جبکہ شعر و سخن فلسفہ اور حجت و دلیل سمجھا جانے لگے اور وہ یہی زمانہ ہو۔

انسانی دلی خطور کا انکشاف

...و آزادی کے بحث میں بہت غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ حریت نہ کسی سیاسی قوانین سے گلو خلاصی ہو نہ کسی سماجی آئین سے مطلق العنانی اور نہ قومی و ملکی پابندیوں سے گسستہ مہار رہ۔ بلکہ اصل میں یہ محاذ جنگ مذہب و ملت کے مقابلہ میں آراستہ کیا گیا ہے اور یہ آج سے نہیں بلکہ جب سے انسان نے اس زمین پر قدم رکھا ہو۔ جہاں بھی ذرا سی مادی قوت آگئی ذرا سا کچھ اقتدار حاصل ہو گیا کہ مذہبیت سے برسرپیکار ہو گیا۔ تو تاریخ عالم شاہد ہے کہ مادیت ہمیشہ روحانیت کی حریف رہی اور ہر دور اور ہر زمانہ میں روحانیت کو شکست دینے کے لئے ساعی رہی۔ مگر فتح ہمیشہ روحانیت کو حاصل ہوئی کیونکہ وہ اصل تھی۔ مادیت ضمنی چیز تھی۔

مذہب کا وہ کونسا جزو ہے جس سے زمانہ ہمیشہ جنگ آزما رہا

مذہب اسلام جو آدمؑ کا لایا ہوا، شیثؑ کا بچایا ہوا، نوحؑ کا تاریخ کیا ہوا، موسیٰ و ابراہیمؑ کا پھیلایا ہوا، نبی امی و نفس علوی کا قائم کیا ہوا، جو سراپا سلامتی کا مجموعہ، انسانیت کا سرچشمہ، فلاح دنیا و آخرۃ کا ضامن فطری قوانین کے عین مطابق، انسان کو انسان بنانے والا، مضمحل پستی سے اوج شرف تک پہونچانے والا۔ عبد کو معبود سے ملانے والا مذہب ہے اسی کو دین فطری بھی کہتے ہیں۔ اسی کو سنت الٰہی، قانون آسمانی اور ملت بیضا بھی کہتے ہیں۔ اس دین و مذہب کے دو جز ہیں۔ ایک علمی، دوسرا عملی یا اسے اس طرح کہتے کہ اس کے دو شعبے ہیں۔ ایک اصول دوسرا فروع۔ اور یہ دونوں جز لازم و ملزوم ہیں ایک کے انکار سے دوسرے کا انکار لازم آتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا وہ کونسا جزو ہے جس کی گرانبار سے انسان ہمیشہ سبکدوش ہونے کی کوشش کرتا رہا ہے اور آج بھی کسی نہ کسی پردے میں اس کا ساعی ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ساری مخالفت آدم سے تا ایں دم جزو اوّل کی سی ہے۔ اہل بصیرت پر روشن ہے کہ جزو اول کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) مبدا (۲) معاد (۳) رفتار بین المبدا والمعاد۔

نبوت کا تعلق کس حالت سے تھا

یوں تو نبوت نے آکر مبدا کو بھی سمجھایا معاد کو بھی بتلایا۔ لیکن نہ مبداء ہی مشاہدہ کے قابل، نہ معاد ہی ملاحظہ کے لائق کیونکہ اس کا ظہور

آخر حیات انسانیہ میں ہونے والا۔ اب رہ گئی تیسری حالت یعنی رفتار بین المبداء والمعاد۔ اصل میں نبوت کا سب سے گہرا تعلق اگر کسی سے تھا تو وہ صرف تیسری حالت سے تھا۔ کیونکہ رفتار انسانی سے مراد اس مقام پر حیات و نتیجہ ہے اور اسی رفتار میں تمام فروع دینی داخل ہو جاتے ہیں اور عقل دیکھتی ہے کہ دین کی اصل عین فرع ہے اور فرع عین اصل ہے۔ لہذا تمام انبیاء و مرسلین نے اسی جزو ثالث یعنی عملی زندگی کو جسے میں نے رفتار بین المبداء والمعاد کہا ہے سنوارنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے مبداء سے کسی دور کے زمانے میں کسی کو انکار نہ تھا اور نہ آج ہے۔ دہریہ بھی آج کسی نہ کسی پردے میں مبدئیت کا قائل ہیں۔ اسلامی تعلیم کا مطمح نظر اصل میں عمل سے تھا اس لئے دنیا کے سامنے اولاً نظام کائنات رکھا اور انسان کو یہ سمجھایا کہ دیکھو یہ کائنات مکمل ہے یا نہیں اگر اسے کامل مانتے ہو تو اس کے خالق کو بھی کامل سمجھو اور جو کامل ہوگا وہی واحد ہوگا صفات میں بھی اور ذات میں بھی۔ پس خالق کائنات جمیع جہات سے واحد ہے اور واحد کے معنی جس کا کوئی مثیل نہ ہو۔ کیونکہ جس کا کوئی مثیل ہوا وہ واحد نہ رہا جس طرح ایک عدد کے مافوق اور کوئی عدد نہیں اسی طرح خدا کے مافوق کوئی خدا نہیں۔

اور اگر اس نظام کو ناقص مانتے ہو۔ تو اس نظام کی کوئی مثال بتاؤ کوئی نیا آسمان بناؤ۔ نئی زمین تجویز کرو۔ آفتاب کا کوئی اور جواب اختراع کرو۔ ورنہ یہ دعویٰ چھوڑ دو۔

بہرکیف اقرار صانع ایک فطری شے ہے اس کے اقرار کے بعد اس کے منشا کا معلوم کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ اس کی بہترین مصنوعات ہے خود ذات انسانیہ خود انسان نے اپنے آپ کو خلق نہیں کیا۔ پس جبکہ یہ مخلوق ٹھہرا۔ تو اس کا خالق بھی ثابت و واضح۔ اس صورت میں نہ جسم اپنا۔ نہ روح اپنی۔ نہ اعضاء و جوارح اپنے پھر اس انسان کی یہ پیشانی لہذا اسی بلند ذات کی بارگاہ میں جھکنی چاہیے جس کا کوئی مثل و نظیر نہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے اسی کو سمجھایا کہ عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ ورنہ یہ شرک فی العبادت ہوگا۔ اس کی کامل ذات اس سے انکار کرتی ہے کہ اس کی عبادت میں بھی کسی صورت کو وسیلہ قرار دو۔ اس لئے ہر پرستی کو اس نے یک لخت حرام قرار دیا۔

چونکہ اس تعلیم کا تعلق عمل ہی کے ساتھ تھا لہذا اپنی طاعت میں بھی خالصیت اور وحدت کا خواہاں ہوا۔ انسانی عملی زندگی کا یہ پہلا قدم

ہے کہ وہ مبداء کو نہ بھول سکے۔ اس لئے نماز [illegible] کا بھی اظہار اور معاد کی بھی جھلک۔ دوسری منزل [illegible] اس کے حقوق کا بھی ایک خط کھینچا اور حدود و فرائض [illegible] کہ اس پر گامزن ہو۔ اس کے بعد اسی خط کے متوازی ایک [illegible] دیکر کھینچا یعنی دوسرے لوگوں کے حقوق کی حدبندی کر دی [illegible] زائد تاکید کر دی اور فرما دیا کہ میں اپنے حقوق کی فراموشی پر [illegible] غضبناک نہ ہوگا جتنا کہ دوسروں کے حقوق تلفی پر لہذا اس [illegible] زیادہ سے زیادہ احتیاط کو دخل دو۔

یہ ہے انسانی عملی زندگی کا خلاصہ۔ اب اس کے کسی ایک شعبہ [illegible] مطلق انسانی کا مدعی ہو۔ زبانی دعویٰ نہ سہی اپنی رفتار اپنے کردار سے [illegible] کرے وہ خدائی کا مدعی ہوگا یا نہیں اور ایک کے انکار سے کل کا انکار لازم آئے گا یا نہیں۔

نوع انسانی کے لئے آل محمد کی ایک خاص تمنا

غار حرا کے بیٹھنے والے آخری رسول نے جملہ نوع انسانی کے لئے جو چاہا تھا اور آخر دم تک جسے چاہتے رہے وہ اصل میں وحدت و مرکزیت ایک رفتار ایک گفتار ایک کردار ہے۔ ایک خدا کے ماننے والے بندے انسانیت کے ایک ہی مرکز پر [illegible] ہوں۔ نسلی و ملکی تفرق اور حسبی و لونی جملہ امتیازات اٹھا کر اخوت کے [illegible] میں سب منسلک ہو جائیں۔ ایک خدا کے ماننے والے ایک ہی رسول کے [illegible] میں داخل ہو کر از ابتدا تا انتہا اپنی تمام زندگی کے راہ میں یکرنگی اور یکسانیت پیدا کر کے ایک ہی درجے میں سب نظر آئیں۔ توحید الٰہی کا پرستار مسلمان [illegible] وہ انسان پرستی، وطن پرستی، قوم پرستی، اقتدار پرستی، حکومت پرستی [illegible] میں گرفتار نہ ہو۔

انہیں صفات کے متمنی جملہ آل محمد بھی رہے اور آخر دم تک رہے [illegible] نفس نے مدینہ چھوڑ کر کوفے کو دارالامارہ بنا کر وطن پرستی کی لعنت کو دور کیا جناب شہربانو کو ذاماموں کی ماں بنا کر قوم پرستی کو ختم کیا [illegible] حسن نے باوجود اقتدار روحانی کے معاویہ سے صلح فرما کر اس کی [illegible] پروا ختم کیا اور عام مسلمانوں کی جان و آبرو کا تحفظ کیا اور اس [illegible] کو طشت از بام فرمایا حسین نے تو بیک وقت اپنی شہادت [illegible] کیا جو آج تک یادگار زمانہ ہے۔ وہ حقیقت کی بہت [illegible]

[illegible] مسکر امیر اس کو زیرِ خنجر بتایا کہ یہ بالکل غلط اور سراسر [illegible] و خلافتِ اسلامیہ کے اہلِ بیت ہی مستحق تھے نہ معاویہ یا [illegible] تھا اور نہ یزید۔ نفس پرست، قوم پرست، دولت پرست لذائذ پر جان دینے والے، خواہشات حیوانیہ پر مر مٹنے والے شراب و کباب [illegible] بادہ۔ قمار اور لہو و لعب کے فریفتہ ختم المرسلین اشرف النبیین کی [illegible] مسند پر جلوہ آرا ہونا گویا اسلامی روح علم و عمل کے ساتھ تمسخر و استہزا کرنا ہے۔ وہ مسند نبوی جس کے حاشیوں کو چوم کر روحانیین آسمانوں پر فخر کریں ارواحِ انبیا اس تک پہنچنے کو اپنی معراج سمجھیں جہاں سے نوعِ انسانی کو وحدت کا سبق۔ نبوت کا درس ملے۔ وقار و عزتِ نفسانی کے عملی نمونے دکھائے جائیں۔ اخوت و عالمگیر برادری کے دستور بتائے جائیں۔ اُسی مسند پر مغرور متکبر نفس پرست حرامِ خدا کو حلال کرنے والا اور حلالِ خدا کو حرام بنانے والا۔ بیٹھ کر اپنے کو خلیفۃ المسلمین و جانشین ختم المرسلین تصور کرے۔

اصل میں اسلام کیا تھا اور کیا ہو گیا

اسلام جس کے موسس اول حضرت آدم اور اس کے بنیادوں کو مستحکم کرنے والے خاتم تھے اس کی وہ پھیلتی ہوئی روحانیت جس نے قعرِ ذلت سے نکال کر تمام انسانوں کو اوجِ شرف تک پہونچایا۔ جس کی اشاعت میں بانیٔ اسلام اور سچے حامیانِ اسلام نے اپنا خون پانی کیا تھا۔ وہ رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی قریشیت پرستی اور مجاز پرستی کے شکنجے میں گم ہو گئی۔

اسلام اصل میں اپنی کمالِ روحانیت سے اذہانِ عالم و عقولِ زمانہ کو فتح کرنے آیا تھا نہ مال و زر جمع کرنے، نہ عالیشان عمارات بنانے اور [illegible] ملک گیری و شمشیر زنی کے لئے۔

اگر اسی کے لئے آیا تھا تو اسلام سے قبل و بعد بہت سے اقوامِ دنیا اسلام سے زیادہ مال و زر اکٹھا کیا اور عالمگیر حکومتیں قائم کیں مثال کے طور پر بخت نصر، سکندر اعظم، خسرو پرویز، نپولین وغیرہ کو لے لیجئے۔ ایسے اقوام و ملل نے بزورِ شمشیر اس طرح اسلام سے زیادہ ملک و سلطنتیں قائم کیں۔ تو پھر ظاہرہ فتوحات پر مسلمانوں

اسلام اصل میں اس کے لئے نہ آیا تھا۔ بلکہ وہ عالم کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کرنے آیا تھا وہ ذہنی و روحانی و عقلی فتوحات حاصل کرنے آیا تھا۔ وہ معلمِ اخلاق تھا۔ وہ انسانی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے آیا تھا وہ مصلح تھا۔ ہادیِ کائنات تھا۔ انسانی حیات کے ہر شعبے کا رہنما تھا۔ مبلغ تھا پیغامبر تھا۔

حسینی عزمِ جہاد کا طرۂ امتیاز

خدا کی اس آواز کو وما کنت متخذ المضلین عضدا امام حسینؑ نے سچ کر دکھایا۔

جنابِ محمد مصطفےٰ، جنابِ علی مرتضےٰ اپنے تمام جہادوں میں مشککین کو بھی رکھتے تھے منافقین کو بھی رکھتے تھے کفار و مشرکین کو بھی رکھتے تھے مگر حسین بن علی نے جب منزل زبالہ پر اپنے برادرِ رضاعی عبد اللہ بن یقطر کی خبرِ شہادت سنی ہے تو آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو یکجا کر کے عام اعلان کر دیا کہ جس کو جانا ہو وہ چلا جائے میں نے اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھا لی ہے۔ لوگ منتشر ہو گئے اور جانے والے چلے گئے اس اعلانِ عام سے دو رازوں کا انکشاف ہوا۔ پہلا تو یہ ہے کہ بیعت کوئی جبریہ و قہریہ شے نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی گردنوں میں ڈالی جائے

. . . .

. . . . یہ اختیاری شے ہے۔

پس اس اعلان سے وہ تمام جبریہ اور قہریہ بیعتیں جو قبل میں لوگوں سے لی گئیں وہ سب باطل محض ٹھہریں۔

دوسرا وہ راز جو اہم ترین راز تھا اس کا بھی انکشاف ساتھیوں کو منتشر کر دینے سے واضح ہو گیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ وہ دور جبکہ اسلام نے ہنوز بڑا زور اور خالص روحانی طاقت حاصل نہ کی تھی اس وقت ہمارے نانا اور باپ نے ہر مومن و منافق کو اُدھر کا فرد مشرک کو اسلامی لڑائیوں میں شریک کیا اگرچہ اُن سے کوئی خاص تعاون حاصل نہ ہوا بلکہ ان کے وجود سے اکثر و بیشتر اسلام کو ہزیمت ہی کا منھ دیکھنا پڑا۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں۔ بلکہ اب کچھ قلوب ایسے ہیں جو ایمانی قوت میں کوہِ ہمالہ سے زائد مضبوط، اور روحانی عزم و استقلال میں جبل ابو قبیس سے زیادہ استوار ہیں اگرچہ وہ قلیل ہیں مگر مشرق سے مغرب تک کے منافقین اور مشککین و مضلین پر

بھارہا ہیں۔ پس امام نے ان مٹھی بھر خالصین کو لیکر جہاد کیا اور دکھا دیا کہ دیکھو یہ قرآنی آواز کہ تخلیق عالم پر جس طرح قدرت نے گمراہوں اور بے دینوں کو اپنا بازو نہیں بنایا آخرت میں اُسی کو عالم ظاہر میں عملاً ثابت کرکے دکھلاتا ہوں کہ دین خالص اسلام کے لیے خالص نفوس ایمانی کے تعاون کی ضرورت ہے اور وہ اپنے خون سے کھیل کر اپنے عزم و استقلال کے مہر سے رہتی دنیا تک اس دنیا میں ہلچل ڈال دیں گے اور اس کائنات کے لوگ ہمیشہ ہر زمانے ہر دور میں ان کے عزم سے درس لیتے رہیں گے

عزائم حسینی کی افادیت

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ سب انھیں عزائم کے سلسلے کی ایک کڑی تھی اب مجملاً ذیل میں ان کی افادیت بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اگر تشریح کے ساتھ لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب ہو جائے میں اس مقام پر مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر نہایت مختصر لفظوں میں لکھنا چاہتا ہوں۔

(۱) انسان مطلق العنان نہیں - یزید اور ہوا خواہان یزید جو کھلے بندوں آزادانہ طور سے مال خدا پر تصرف کرکے اور دوسروں کے حقوق کو ہڑپ کرکے رنگ رلیاں اور ہوس رانیاں منا رہے تھے۔ حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال بنا رہے تھے اسلامی مذہب کے قیود و حدود سے الگ ہو کر عیش و تعیش کی ہوا میں اُڑ رہے تھے تمام حدود الٰہی کی زنجیروں کو توڑ کر اپنے کو مطلق العنان گستہ مہار سمجھنے لگے تھے اور ساری اسلامی دنیا کے مسلمانوں کو اس آزادی کی لعنت میں گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ جام و سبو و ساقی و پیمانہ کی وہ گرم بازاری تھی جس میں ساری روحانیت اسلام گم ہو چکی تھی۔ غداری، فریب کاری، سیاہ کاری، بدنفسی، عام ہو چکی تھی نیک و ابرار متقی و پرہیزگار مقہور۔ خبیث و بدکردار برسر اقتدار تھے۔

غرضکہ یزیدی دور ایک ایسا ظلم و استبداد اور بدکرداریوں کا دور تھا جس میں آئین و قوانین اسلام مسخ ہو کر رہ گئے تھے۔ قرآن زبانوں پر تھا مگر اس کی عظمت قلوب میں نہ تھی۔ نبوت کا تخیل تھا مگر اس کی اہمیت نظر میں نہ تھی۔ وحی الٰہی کا ایک تصور تھا مگر سینوں میں اس کی منزلت نہ تھی۔ غرضکہ اسلام کی تمام دیانت و صداقت، رفعت و مروت، شرافت و عزت، علم و حکمت سب رائیگاں ہو گئی تھی۔

لیکن امام نے اپنی شہادت عظمیٰ سے یہ ثابت کر دیا کہ انسان کبھی کسی دور کسی زمانے میں ملی و معاشرتی و سماجی و ملکی قیود سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ کسی آسمانی مذہب کا بھی پابند نہ بھی ہو تو بھی وہ انسانیت کے آئین سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ حیوان تو ایک حیثیت سے کسی ضابطے کا پابند نہیں۔ مگر انسان کسی حال میں بھی مطلق العنان نہیں۔

(۲) خود پرستی، سرمایہ داری روحانیت اسلام کے خلاف ہے زمانہ ہمیشہ مادیت و عسکریت کا گہوارہ رہا۔ انبیاء و مرسلین ہوتے رہے اور مادیت کی بیخ کنی کرتے رہے۔ مگر قوم نے نہ کبھی سُنا تھا نہ اب سُنا۔ نہ مانا تھا نہ مانا۔ پیدائش انسان سے لیکر اب تک یہی ہوا بندھی رہی۔ خود پرستی، انسان پرستی، قوم پرستی، ملک پرستی، اقتدار پرستی، سرمایہ پرستی قوت و عسکریت کا غرور سارے عالم میں پھیلا ہوا تھا۔

بنی اسرائیل خدا کی اولاد سمجھی جاتی تھی۔ اور تمام قومیں کمتر ذلیل و خوار متصور کی جاتی تھیں۔ یونانی فادر زیوس کے دیوانے اپنے آپ کے سوا سب کو جاہل سمجھتے۔ بھارت ورش کے رہنے والے اپنے کو پوتر (پاک) اور بھارت سے دور کے رہنے والوں کو ملکش جانتے تھے اور آج بھی اس کے مٹے ہوئے اثرات موجود ہیں۔ خانہ بدوش عرب اپنے سوا تمام اقوام عالم کو عجم یعنی گونگا کہہ کر تحقیر کرتے۔ زبور رب الافواج کی اصطلاح بنا کر عسکریت کی نمائش کرتے۔ نصرانی عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہہ کر انسان پرستی کی تعلیم دیتے اور آسمانی بادشاہت میں بجز مسیحیوں کے اور کسی کے داخلہ کو روا نہ رکھتے وہ عملی زندگی کا خاتمہ عیسیٰ کے کفارے سے کر چکے تھے۔

اس وقت غار حرا کا بیٹھنے والا آخری رسول پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ جنت کسی کی ملکیت نہیں اس میں ہر وہ شخص داخل ہو سکتا ہے جو خدا کی اطاعت کرے تمام اوہام پرستیوں کو چھوڑ کر خدا پرستی کرے پس جنت اس کی ہے اگرچہ وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو اور جہنم ہر اس شخص کے لئے ہے جو خدا کا نافرمان ہو اگرچہ وہ سید قرشی کیوں نہ ہو۔

اسلام کے اس بلند نظریہ کو رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی سرمایہ داری و خود پرستی نے پامال کر دیا اور طاعت الٰہی و عمل صالح کی جگہ شخصیت پرستی [illegible] غارت، لوٹ مار اور فتوح کمسرٹ نے لے لی۔ اسلامی تاریخیں قیصریت و کسرویت پہ فخر و ناز کرنے لگیں۔ یہودیت جس طرح شہیدوں اور علماء کی [illegible] بن گئی اور نصرانیت زندہ پوپ اور حواریوں اور تمام [illegible] پیچاری ہو گئی اسی طرح اسلام اور تمام [illegible]

...یت و مصوریت اسلام کو چھوڑ کر صحابیت، اجماع، شوریٰ، غلبہ ... سوز بسپرد ہو گئے۔

لیکن شہادت حسینؑ نے ان تمام اسلام سوز اصولوں کی تکذیب کر دی اور ... کے عقل و دانش میں علم و عمل کا وہ پرچم لہرایا جو تا قیامت اکناف عالم پر ... رہے گا۔

... سیاست امام کے ... خصوصی فوائد امام کی اس سیاست کا کیا کہنا کہ آپ نہ مدینہ ٹھہرے نہ مکہ۔ لوگوں نے ہزار روکا مگر امام کی دور درس سیاسی نگاہ جانتی تھی کہ ان دونوں مقاموں میں کسی مقام پر قیام سے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔ اور میری شہادت کے مقاصد پر کیسے اور کس طرح اثر انداز ہوں گے۔

دیکھیے اگر امام مذکورہ جگہوں میں سے کسی جگہ بھی رک جاتے تو وہاں بھی یزید کی فوج آپ کو زندہ نہ چھوڑتی اور حسب ذیل نتائج نکلتے۔

(۱) حرم خدا یا حرم رسولؐ کی بے حرمتی ہوتی۔ جیسا کہ عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ عمل کیا گیا۔

(۲) بنی ہاشم کا قتل عام ہوتا۔ اگر مکہ یا مدینہ والے ساتھ دیتے تو یہ بھی پامال ہوتے۔

(۳) عظمت شہادت کم ہو جاتی غربت و مسافرت اور اسیری کی اہم کڑیاں گھٹ جاتیں۔

(۴) حکومت و ریاست کی طلب کا الزام لگایا جاتا۔

(۵) مکہ اور مدینہ والے یزید کے ساتھ ہو جاتے اور آپ کے قتل کے جواز کا ڈھونگ رچا جاتا۔ پھر نظر عوام میں یہ شہادت شہادت نہ رہتی۔ کیونکہ آپ کے قتل پر اجماع متصور ہو جاتا۔

(۶) اپنی بیگناہی کا اعلان اس سرعت کے ساتھ نہ کر سکتے جیسا کہ عالم غربت میں اور اسیری اہلبیت میں ہوا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ شہادت مخفی کر دی جاتی۔

(۷) ظالم و مظلوم کے فیصلہ کن واقعات و مکالمات کا بہر موقع نہ ملتا۔ اور بیگانوں و یگانوں کو اپنی آنکھوں سے ظالموں کے ظلم و استبداد کے دل دوز اور حیا شکن مناظر نہ دیکھنے میں آتے اور نہ مظلومیت و بیگناہی کے جگر سوز و دل دوز نظارے ملاحظہ میں آتے۔

(۸) غیرت ایمانی اور کمال وفاداری کا ایک بے مثال امتحان آجکل سلطنتوں کی جنگ کے موقع پر جب بھرتی ہوتی ہے تو جنگ میں آگے دشمنوں کے ٹینک، توپیں اور بندوقیں اور عقب میں ملک اپنی ... توپیں لگا دی جاتی ہیں تاکہ سپاہی کسی طرف سے بھاگ نہ سکیں۔

امام نے ایسا ہرگز نہ کیا۔ شب عاشور سب کو جمع فرما کر اپنے نتیجہ سے خبردار کر فرمایا کہ میں بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں جس کا جدھر جی چاہے چلا جائے۔ اور اسی وقت شمع بھی گل کر دی تاکہ جانے والوں کو شرم و حجاب نہ ہو مگر ان میں سے ایک نے بھی ساتھ نہ چھوڑا۔

(۵) اسلامی مساوات کا بے نظیر مظاہرہ روز عاشورہ امام ہر شہید کی آواز پر لبیک کہتا ہوا پہونچتا ہے ہر ایک کی مدد کرتا ہے اور ان کی لاشوں کو اسطرح اٹھا کر لاتا ہے جس طرح کوئی اپنے جگر کے ٹکڑے دل کی لاش لائے۔ اس میں اپنے ہوں کہ بیگانے، سیاہ ہوں کہ سفید، آزاد ہوں کہ غلام سب کے ساتھ یکساں برتاؤ۔

(۶) امام کی مزدورانہ زندگی مدینے میں جب تک رہے راتوں کو اپنی پشت پر نان و خرمے کی بوریاں کو اٹھا کر یتیم بیواؤں اور فقیر اور مسکینوں کے گھروں پر لیجاتے اور اپنے ہاتھوں سے ان کو تقسیم فرماتے بعد شہادت اس کے اثرات آپ کی پشت مبارک پر دیکھے گئے۔ آخری زندگی بھی مزدورانہ صورت سے گزاری روز عاشور ہر ایک کی لاش خود بنفس نفیس اٹھاتے اور گنج شہیداں میں لا کر جمع فرماتے۔

(۷) لازوال روحانی قوت کی نمائش جناب نوح ساڑھے نو سو برس تک پیغمبر جب پتھر کھاتے کھاتے تھک جاتے ہیں تو قوم کی ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔ جناب زکریا کے سر پر جب آرہ ظلم چلتا ہے تو خدا سے شکوہ کرتے ہیں۔

جناب یعقوب کا ایک فرزند گم ہو جاتا ہے تو اس کے فراق میں روتے روتے آنکھیں سفید کر لیتے ہیں۔

جناب عیسیٰ کو جب سولی دی جاتی ہے تو (بقول نصرانیوں کے) ایلی ایلی کہتے ہوئے دنیا سے گزر جاتے ہیں۔

مگر امام کا یہ ثبات نفس یہ استقلال یہ دل کی قوت ہے کہ اپنے بھائی بھتیجے بھانجے اور اپنی بے مثال اولاد کو اپنے ہاتھوں سے سجا کر ہتھیار لگا کر ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں بھیجتے ہیں سینوں پر برچھیاں کھاتے ہیں بازو کٹاتے ہیں ٹاپوں سے پامال ہوتے ہیں پھر میدان سے گود میں لاشوں کو اٹھا کر لاتے ہیں۔ بچوں کی زبانیں پیاس سے خشک ہیں وہ فریاد کرتے ہیں شش ماہہ بچہ ہاتھوں پر تیر ستم کھا کر دم توڑتا ہے مگر حسینؑ وہ کوہ وقار وہ ثابت قدم اپنے عزائم میں ہمالیہ سے زیادہ مستحکم ذرا سی بھی پائے ثبات میں لغزش نہیں ذرا سی بھی اپنے مضبوط ارادوں میں جنبش نہیں۔ امام کی یہ وہ روحانی قوت کی نمائش ہے جو مادیت کی کل طاقت کو اس کے جاہ و زر کے ساتھ گرد و غبار کر دیتی ہے۔ امام اپنی اس لازوال اور لافانی قوت روحانی کی نمائش سے

سلام بخدمت امام والا مقام

(نتیجۂ فکر جناب حافظ محمد عمر قادری الوارثی برکاتی نوری ہدایت رسولی مدظلہ)

سلام اُس پر جو زیر تیغ موحد باری ہے
بریدہ لب سے جس کے ساتھ خوں کے شکر جاری ہے
سلام اُس تشنہ لب پر جس کے نانا ساقی کوثر
سلام اُس خستہ تن پر جس کے والد فاتح خیبر
سلام اُس پر کہ جس کی ماں رسولِ اللہ کی دختر
سلام اس پر حسن جس کا برادر دین کا رہبر
سلام اُس پر کہا جس کو نبی نے عرش کی زینت
شہید و صابر و شاکر بہارِ گلشنِ جنت
سلام اُس پر کہ جس نے سر کٹایا راہ الفت میں
سلام اُس پر کہ جس نے گھر لٹایا دشتِ غربت میں
سلام اُس پر جو قربان ہوا راہ محبت میں
سلام اُس پر کہ جس نے جان دی حق کی حمایت میں
سلام اُس پر کہ جس کا عشق کامل جزو ایماں ہے
سلام اُس پر کہ جس کی دشمنی انکارِ قرآں ہے
سلام اُس پر کہ جس کے ذکر سے اعدا کو نفرت ہے
ثواب اب ہو پہنچاؤ تو کہتے ہیں کہ بدعت ہے
سلام اُس پر کہ جو ہر قادری چشتی کا آقا ہے
سلام اُس پر کہ جو ہر وارثی سُنی کا مولا ہے
سلام اُس پر عمر کو ناز ہے جس کی غلامی پہ
ہزاروں رحمتیں اللہ کی ہوں اُس کے حامی پر

کتابِ حدت کھلی ہوئی ہے بلند نیزے پہ سر نہیں ہے

(نتیجۂ فکر بلند جناب قاسم شبیر صاحب نقوی نصیرآباد)

حسینؑ! تیری عطا سے ہٹ کر یہ زندگی معتبر نہیں ہے
جہاں ترے غم کی راحتیں ہیں وہاں غموں کا گزر نہیں ہے
تری شہادت اک آئینہ ہے حقیقتوں کی تجلیوں کا
حیات نو پا رہی ہے دنیا چھری ترے حلق پر نہیں ہے
یہ آیتوں کی تلاوتیں ہیں کہ تیرے حق کی شہادتیں ہیں
کتابِ حدت کھلی ہوئی ہے بلند نیزے پہ سر نہیں ہے
کمی کریں کرنیوالے لیکن حسینؑ کا غم تو کم نہ ہوگا
یہ داستاں مختصر نہیں تھی یہ داستاں مختصر نہیں ہے
حسینؑ کہتے تھے مسکرا کر بہن کے بچے بھی منچلے ہیں
جہاد کے ولولے ہیں ایسے کہ ماں کے دل کا تو جبر نہیں ہے
نظر ہے پیاسوں کی تشنگی پر حسینؑ کے رنج بے بسی پر
تمام دنیا کی حشمتوں پر حُر جری کی نظر نہیں ہے
فقیرِ درگاہ تیرا قاسم بلائے دنیا میں گھر گیا ہے
کوئی غم زندگی کا اُس کے تصور میں [illegible]

آلِ نبیؐ پہ ظلم ہیں یہ مصطفٰے کے بعد

جناب ڈاکٹر رفیق حسین صاحب ریٹائرڈ سول سرجن لکھنؤ

دیکھ لے یزید فتح ہے کس کی جفا کے بعد
دونوں جہاں میں کس کی بقا ہے فنا کے بعد

کیا انتہا ہو ظلم کی اس انتہا کے بعد
بیدانیاں اسیر ہیں شاہِ ہدا کے بعد

سب کچھ ملا کرم سے ترے مجھ کو اے کریم
اب کس کی احتیاج ہے تیری عطا کے بعد

ابرِ کرم نے نامۂ اعمال دھو دیا
نکلے جو میرے اشک ندامت خطا کے بعد

رسی بندھی علیؑ کے گلے میں چھنا فدک
آلِ نبیؐ پہ ظلم یہ ہیں مصطفٰےؐ کے بعد

توحید کا جو کفر پہ سکہ بٹھا دیا
کلمہ نبی کا پڑھتی ہے دنیا خدا کے بعد

اکبرؑ نے شہ سے رن کی اجازت یہ کہکے لی
اب لطف زندگی کا نہیں ہے چچا کے بعد

جنت میں رو رہی تھی جنابِ حسنؑ کی روح
روئے جو شاہ قاسمِ گلگوں قبا کے بعد

شہ پر نثار ہو گئے عباسؑ ہر طرح
کیا ہوگا باوفا کوئی اس باوفا کے بعد

ہر دل میں قبرِ سبطِ پیمبرؐ ہے اے رفیقؔ
کتنی یہ کربلائیں بنیں کربلا کے بعد

حضرت احسنؔ مارہروی کی مذہبی شاعری

(نوشتہ جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب بلگرامی کلرک شعبۂ دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ)

غم حسینؑ ——— عزائے حسینؑ ——— یا رسولؐ اکرم کے حکم کے مطابق "اہل بیت" سے تعلق رکھنے والے کب سے ہیں اور کب تک رہیں گے، اس کا جواب کچھ آسان نہیں۔ ہم، ہمارا عقیدہ صرف اسی قدر جانتا ہے کہ جو "حسینؑ کے غم میں شریک ہوا وہ خاتون جنت کے غم میں شریک ہوا، اور جو خاتون جنت کے غم میں شریک ہوا وہ دراصل رسولؐ اکرم کے غم میں شریک ہوا، اور جو رسولؐ اکرم کے غم میں شریک ہوا وہ اللہ کی نظر میں پسندیدہ ہوگا" اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی، نظر عنایت و التفات ہماری زندگی کا حاصل، مقصد حیات اور نفس انسانی کا کمال ہو۔ اور پھر یہ آہ و بکا، رونا دھونا، نالہ و شیون، گریہ و زاری، شور فغاں، سینہ زنی و بے چینی کیوں ہو؟ کیوں ہوتی ہو؟ اس کا جواب ایک تو وہ ہو جو علمائے کلام دفتر دیتے ہیں اور ایک یہ ہے جو غلام علی آزاد بلگرامی نے پیش کیا ہے ؎

ہر کجا نام او ست قربانم ؛ عاشقاں را چہ کار با تحقیق

اور یہی ہم اہلبیت کے متوسلین کا عقیدہ ہے، ہمارا سینہ کیوں درد محسوس کرتا ہے، ہماری آنکھیں کیوں رونے لگتی ہیں، ہمارے اعضا میں کیوں تشنج کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت جب رسولؐ اور آل رسولؐ کا ذکر ہوتا ہے، ان کے مصائب کا بیان ہوتا ہے، ان پر گزری باتوں کو دہرایا جاتا ہے۔ اس وقت ہمارے دل کا خون آنکھوں سے کیوں جاری و ساری ہو جاتا ہے، اس کے سوا کیا کہا جائے کہ یہ ایک باطنی تعلق کا نتیجہ ہوتا ہے، یہ دلی احساس کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ یہ دل مٹی کے ٹھیکرے نہیں جو پھر جڑ سکتے ہیں، یہ انسان کا دل ہے جو ایک بار ٹوٹنے کے بعد ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جاتا ہے، یہی حال ہمارے دلوں کا ہے، نسلیں اور صدیاں گزر جائیں گی لیکن دل کا یہ درد نہ جائے گا۔

حضرت احسنؔ مارہروی کی ادبی و علمی اور شعری شخصیت و صلاحیت سے کون ذی علم ناواقف ہوگا۔ اردو ادب پر "تاریخ نثر اردو" مرتب فرما کر موصوف نے وہ احسان کیا ہے جو ادبی دنیا کو رہتی زندگی تک رہے گا۔

موصوف مارہرہ (ضلع ایٹہ) کی درگاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین تھے اور محب اہلبیت، آپ سے ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ "محرم، تعزیہ و علم کی ایجاد کب سے ہوئی"۔ آپ نے جو جواب دیا وہ ایک تاریخی [illegible] رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں :-

کب سے غم و ماتم میں علم اٹھتے ہیں ؛ مدت سے یہ ماتم میں علم اٹھتے ہیں
بیٹھا تھا یزید جب سے حاکم بن کر ؛ اس دن سے محرم میں علم اٹھتے ہیں

کون صاحب عقل اور مورخ ہوگا جو اس جواب سے انکار کر [illegible] یہی نہیں آپ کا وہ معرکۃ الآرا سلام جس نے ایک حشر برپا کر دیا [illegible] مطلع ملاحظہ ہو :-

مختصر ہے اور جامع یہ بیان کربلا
شرح بغض دوستاں ہے داستان کربلا

اس میں ایسی بات کی طرف اشارہ ہے جو مسلسل تاریخی واقعات نتیجہ ہے، پھر مقطع جس میں مسلک، پیروی، و کیفیت اور محب اہلبیت کا ثبوت ملتا ہے :-

کعبۂ مقصود احسنؔ حضرت شبیرؑ ہیں
مرکز اہل یقیں ہے آستان کربلا

یہی یقین، ایمان محکم، خدمت دین، راسخ اعتقاد تھا جس نے رسولؐ کی وفات کے بعد "خاندان رسولؐ" کو دنیا کے تعیش سے [illegible] رکھا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہی جذبۂ دینی تھا جس نے ان [illegible] میں سے کسی کو جادۂ حق سے نہ ہٹنے دیا اور قرب الٰہی کو [illegible] رسولؐ خدا کے حکم و اقوال کے مطابق بہتر و جائز قرار دیا [illegible] ہر خطرناک موڑ پر بھی اپنے اس فرض منصبی سے [illegible] ائمہ کرام کی نظر میں ایک [illegible] کا حکم رکھتا [illegible]

...السلام نے میدانِ کربلا کی تپتی ریت، دھوپ کی تیزی، پانی بچوں کی تکلیف، بھوک، پیاس، مخدرات کی بیچارگی، دشمنوں ...ق ــــ ... اکبرؑ کی جوانی، اصغرؑ کی کمسنی، برابر کے بھائی کی جوانمرگی ...نوں کی کشتی ــــــ سب کچھ برداشت کیا لیکن ان اصولِ ... سے انحراف نہ کیا جو نسلاً بعد نسلٍ آلِ رسولؐ کو مل رہے تھے۔ ... آپ سب کے لئے حکمِ خدا کا درجہ رکھتے تھے۔ امام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں بھی "جادۂ حق" کو کبھی نہ چھوڑا۔ آپ کی نمازِ شب عاشورہ، نمازِ صبح عاشورہ، نمازِ ظہر، اشقیا کو اتمامِ حجت کا خطبہ، اقربا کو تلقین، دنیا اور دنیا والوں کو سبق ــــــ "ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے" ـــــ یہ سب کچھ کیا تھا؟ فرضِ منصبی کی شناخت اور اس کی تکمیل۔ ــــــ

یہی وجہ ہے کہ یزید اور اس کی ریگِ صحرا سے زیادہ فوج، عمر ابن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور اس کے کل ساتھی واقعۂ کربلا کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنے کیفرِ کردار کو پہونچے، اسلام اور اسلام کے محسنِ اعظم سید الشہداء کی یاد آج بھی ہمارے دلوں میں ایسی ہی ہے جیسے کل تھی ـــــ ان تمام باتوں کے بعد ذہنِ انسانی میں ایک سوال آتا ہے، یہ اور اس جیسے واقعات نہ جانے اور کتنے لوگوں کے ساتھ گذرے ہوں گے، لیکن "واقعۂ کربلا" کے ساتھ کیا خصوصیت ہے جو اس کی یاد آج تیرہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی ویسی ہی تازہ ہے؟ جیسے یہ واقعہ کل گذرا ہے بلکہ آج ــــ نہیں بلکہ ابھی گذرا ہے ـــــ اس کا جواب بھی حضرت احسن مارہروی کے قلم سے ملاحظہ کریں:۔

"...... گفتگو ہے فلسفے کے نقادوں کا، استفسار ہے سائنس ... سے کہ حسینؑ ابن علیؑ سبطِ نبیؐ مظلوم تھے یا ظالم؟ حسینؑ نے ... کی شہادت اور اپنے بھائی کی دست برداری خلافت کے ... کیا؟ اپنی خلافت کے لئے کوششیں کیں؟ شام کو ایلچی بھیجنے کو نے میں کوئی وفد بھیجا یا اپنے وطن مدینۂ منورہ میں سکون و سکوت کے ساتھ قیام پذیر رہے؟ ان کا یہ عمل ایک دو دن، ہفتے دو ہفتے، مہینے دو مہینے، سال دو سال تک رہا یا بیس سال تک؟

۴۰ھ سے ۶۰ھ تک ان کی یہ مسلسل خاموشی اور وطن نشینی امن و امان کی آئینہ بردار رہی یا ہنگامہ و خلفشار کی علم بردار؟ ۶۰ھ کے بعد جن عنوانوں، جن حرفتوں، جن ترکیبوں سے انھیں گھر کی چار دیواری سے نکلوایا گیا، وہ بھلا ان کی ذاتی مرضی اور اپنی خوشی کے ساتھ ہوا یا دوسروں کے تنگ کرنے اور چھیڑنے سے؟ ان اندازوں، ان ساز بازوں، ان کاوشوں اور سازشوں کو صرف کرتا فلسفی اور سائنس داں ہی نہیں کوئی ذی عقل انسان بتائے کہ اگر حسینؑ نے خروج نہیں کیا، خلافت کا اعلان نہیں کیا، تو ہم کو نہیں ابھارا، نقضِ امن نہیں روا رکھا، گوشۂ گوری کو نہیں چھوڑا ـــــ اور پھر بھی جبکہ مدینے سے چلنے اور میدانِ کارزار میں پہونچنے تک بار بار لڑائی سے انکار اور گوشۂ عافیت کے بیٹھنے پر اصرار کیا جا رہا تھا تو کیوں مجبور کیا کہ وہ نبرد آزما ہوں؟ ـــ کیا سبب تھا کہ ان کو اپنی مرضی کے مطابق نہ چھوڑا گیا؟ اگر دنیا پرستوں کو اپنی ذاتی بادشاہت کا شوق نہ تھا تو کیوں ایک حق پرست کی نصیحتوں کو نہ مانا گیا۔

تاریخی روشنی میں سبطِ رسولؐ حسینؑ شہید اور امیر معاویہ کے خلف الرشید یزید کی صورت و سیرت کو ایمانداری سے بتانا چاہیے کہ کون جارالحق کی تنویر ہے اور کون زہق الباطل کی تصویر...." (نگارنامۂ غم)

مندرجۂ بالا اقتباس کے بعد مولانا احسن مارہروی نے اپنے ایمان و مسلک کا اعادہ جن الفاظ میں فرمایا ہے اس سے "حسینی درد" رکھنے والے ہی لطف لے سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"........ راقم بالتحقیق معلوم کربلا کے سانحات جاں گزا اور واقعات روح فرسا کو یزید اور لشکرِ یزید کے مظالمِ شدید کا نتیجہ مانتا ہے اور سید الشہداء

رُباعی

یا شاہ معاون ہے شیوا تیرا | محتاج مدد ہو میرا کھیوا تیرا
ہے درخواست ہی تجھ سے یا علی احسن کی | بدنام نہ ہو یہ نام لیوا تیرا

(احسن مارہروی مرحوم)

کے غم و ماتم میں رُونا، رُلانا، صبر و شکر کرنا ثواب و مفید جانتا ہو......"

(کارنامہ قم)

ان تاریخی دلائل کے بعد جن سے امام مظلوم کی بیکسی و مظلومی کا حال سب پر روشن ہو جاتا ہے، کون دل دردمند ہوگا جو آنسو نہ بہائے، کون خدا کا بندہ ہوگا جو "حسینؑ کا غم" نہ کرے، اس حالت میں جب کہ خود رسولِ خدا نے امام حسینؑ کے متعلق فرمایا تھا کہ "حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں"۔ حدیث قدسی کے بعد کون مسلمان ہوگا جو فاطمہؑ کے جگر پارہ کی اس حق اور صداقت کی موت پر زندگی بدتر کو موت بہتر پر ترجیح دینے والے پر، خدا کے فدائی پر اپنے آنسو نچھاور کر کے اپنے لئے راہ نجات نہ متعین کر لے! اور یہی وجہ ہے کہ آج ۱۳ صدی گزر جانے کے بعد بھی "غم حسینؑ" اسی طرح ہو، آل رسولؐ کی یاد آج بھی باقی ہے، واقعہ کربلا میں سوز و گداز بدرجۂ اتم ہے، اس کی ایک خاص وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ہم سب کچھ لوجہ اللہ کرتے ہیں۔ بقول احسن مارہروی کلام

کی الفت پنجتن ہمارے جی نے ٭ معمور ہیں نور حق سے اپنے سینے
احمدؐ، حیدرؑ، بتولؑ، شبرؑ و شبیرؑ ٭ ہیں منزل واحد کے یہ پانچوں زینے

بہر حال حضرت مولانا حاجی شاہ سید علی احسن صاحب مارہروی مرحوم ایک بڑے انشاپرداز ادیب اور شاعر تھے۔ علی گڑھ کی انجمنیں کبھی ان سے آباد تھیں، داغؔ کا دل ان سے متعلق تھا، اُردو زبان ان پر فخر کرتی تھی —————— غزلیات اور نثر و نظم میں ایک خاص درجہ موصوف کو حاصل تھا لیکن یہ بہت کم حضرات جانتے ہوں گے کہ احسن مارہروی "مذہبی شاعر" بھی تھے اور "محب اہل بیت" بھی۔ آپ کے مذہبی کلام کا کچھ حصہ ۱۳۵۵ھ میں دوسری بار طبع ہوا تھا اور اس امید کے ساتھ طبع ہوا تھا کہ:۔

کیا خوف اگر روز قیامت ہو سیاہ ٭ کیا خوف زیادہ ہیں اگر اپنے گناہ
احسن کہ سن کے بخشوائیں گے ہمیں ٭ سبطین معظمین انشاء اللہ

حضرت احسن مارہروی تو اگست ۱۹۳۹ء میں ہم سے جدا ہو گئے۔ لیکن ان کا کلام "یادِ حسینؑ" اور "غم حسینؑ" میں اب بھی شریک ہے، کیا وہ دل جو آپ کے کلام کے مطالعہ کے بعد اپنے قلبی تاثرات کو امام ہمام کی خدمت میں بطور عقیدت پیش کر کے مستفید ہوتے ہیں اُن سے خود حضرت احسن کو استفادہ منظور نہ ہوتا ہوگا۔

مولانا احسن مارہروی کے سلام مع رباعیات ٭ [illegible] امام مظلوم کی بارگاہ میں ہدیۂ پیش کئے گئے اور انہیں [illegible] گردانا تھا۔ نمونہ مشتے از خروارے کے طور پر ملاحظہ ہو۔

سلام کے چند منتخب شعر

سلامی جو مجلس میں آئے ہوئے ہیں ٭ وہ داغ غم شاہ کھائے [illegible]
کیا نکہت زلف اکبرؑ نے رن میں ٭ یہ جنگل ہمارے [illegible]
گل باغ زہراؑ کی تقصیر کیا ہے ٭ عدو اس پہ کیوں [illegible]

(ق)

نہ دیکھی گئی پیاس بچوں کی ان سے ٭ لب جو علمدار آئے ہوئے ہیں
لعینوں سے ہو کر مخاطب یہ بولے ٭ حرم پیاس سے تنگ آئے ہوئے ہیں
مسافر ہیں معصوم ہیں بے وطن ہیں ٭ کئی دن کے فاقے اٹھائے ہوئے ہیں
اجازت ہمیں دو تو یہ مشک بھر لیں ٭ کہ بچے بہت بلبلائے ہوئے ہیں
کہا ظالموں نے یہ تقریر سُن کر ٭ بلا سے جو وہ تلملائے ہوئے ہیں
کہا سُن کے عباسؑ نے اپنے جی میں ٭ بہت اشقیا سر اٹھائے ہوئے ہیں
کیا پھر یہ ارشاد سب کو سُنا کر ٭ نہیں وہ جو دریا پہ آئے ہوئے ہیں
ذرا دل میں شرماؤ اپنے لعینو! ٭ کہ ہم سب تمہارے بلائے ہوئے ہیں
مبارک ہو تم کو یہ دنیا کی خواہش ٭ یہاں تو خدا سے لگائے ہوئے ہیں

نہ کیوں خوش ہوں احسن کہ حیدرؑ کے گھر سے
سند ہم غلامی کی پائے ہوئے ہیں

—— (رباعی) ——

خدا ترسی، خدا بینی، خدا دانی، خدا جوئی
حسینؑ ابن علیؑ کی ذات اقدس سے نمایاں ہے
نہ چھوڑی آن لیکن جان دیدی راہ مولیٰ میں
اسی کا نام مذہب ہے اسی کا نام ایمان ہے
انہیں فخر نبیؐ کہنے میں کیا شک ہے مسلمانو
کہ ہر نقش قدم تک جن کا خضر راہ [illegible]

٭ سلام و رباعیات کا یہ مجموعہ اب جو نیا [illegible]

...چند گھوڑے اور بہتّر تن
...شہزادۂ کونین کے لشکر کا ساماں تھا

—(۳)—

چین سے بیٹھے ہیں کیا عیش اٹھانے والے
آہ بے چین ہیں احمدؐ کے گھرانے والے
یادگار غم شبیر ہے روز عاشور
حشر تک اس کو نہ بھولیں گے زمانے والے
سال بھر میں ہوئے فی النار سب اعدائے حسینؑ
نہ ہیں رہتے نہیں تا دیر ستانے والے

—(۴)—

کیا پوچھتا ہے کوئی محرم میں کیا ہوا
پھر کربلا میں ذبح شہ کربلا ہوا
یہ حشر کربلا کی زمیں پر بپا ہوا
بھائی سے بھائی باپ سے بیٹا جدا ہوا
جنگ حسینؑ تھی نہ زر و مال کے لئے
تھا اُن کے سامنے یہ تخیل گرا ہوا
احسنؔ پہ بوتراب کی ہیں فیض بخشیاں
جو ان کے در کی خاک ہوا کیمیا ہوا

—(۵)—

...ہے اور جاری یہ بیان کربلا — خرح بعض و دوستاں ہو داستان کربلا
...محرم آئے گا شبیرؑ کی یاد آئیگی — حشر تک قائم رہے گا یہ نشان کربلا
...ہوا اسکی پوشیدہ صراط مستقیم — مشعل راہ ہدیٰ ہے کاروان کربلا

—ق—

جب پہلا عاشورہ مستورات پہونچیں شام میں
کون مستورات؟ یعنی قیدیان کربلا
ہائے اس منظر کی یہ تصویر عبرت خیز تھی
اس طرح آیا نظر وہ کاروان کربلا
بے ردا بے پردہ مستورات تھیں اک اونٹ پر
...ان کا ساربان تھا ناتوان کربلا
...کے دعوت پہ گل معصوم مہمانوں کے ساتھ
...تھے بے مروت میزبان کربلا

—(۶)—

حسینؑ اسیر ہوئے ہیں دغا کے پھندوں میں
خدا کا خوف نہیں ہے خدا کے بندوں میں
ہزار ہا تھے مسلمان مگر حسینؑ کے ساتھ
اِنے گنے تھے بہتّر نیاز مندوں میں

—(۷)—

نبیؐ کا نام ہے لب پر امام سے پہلے — درود بھیج رہا ہوں سلام سے پہلے
صفیں تھیں مقتدیوں کی امام سے پہلے — سحر ہوئی ہے قیامت کی شام سے پہلے
ہوئے اصول سے غافل فروع میں اُلجھے — یہ کی خواص نے بدعت عوام سے پہلے
تری ولا سے ہے مولا یہ شہرت احسنؔ — وگرنہ کون تھا واقف غلام سے پہلے

—(خمسہ بر علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ)—

میں ہوں احسنؔ غلام شاہ امم — ہے یہ عادت مری بہ مستحکم
روضہ ہو یا ضریح ہو کہ علم — ہر کجا نام اوست قربانم
عاشقاں را چہ کار با تحقیق

(خمسہ بر سلام مرزا داغؔ استاد حضرت احسنؔ مارہروی)

پوچھتا جب کوئی سجادؑ سے حالات سفر — پوچھنے والے سے فرماتے تھے با دیدۂ تر
حالت زار سُنے گا مری کیا کوئی بشر — شب کو دیکھے گی جو یہ داغ دل چاک جگر
خوف سے کاہکشاں دانتوں میں تنکا لے گی

خلف شیر خدا ہوں وہ ہدایت کے چراغ — جن کی تعریف سے تا عمر نہ حاصل ہو فراغ
احسنؔ ان باتوں کا ادنیٰ سا بتاتا ہوں سراغ — شاہ دارین کا وہ فیض ہو جاری اے داغؔ
حشر تک جس سے مزے دین کا دنیا لے گی

(خمسہ حضرت احسنؔ مارہروی کے دو بند)

نہ سُنئیے داستانیں کربلا کے غمگساروں کی — دہل جائینگے دل سن سن کے آہیں بیقراروں کی
اُبل آئی ہیں روتے روتے آنکھیں دل فگاروں کی — نہیں اشک رواں دو چار دریا ہیں آبشاروں کی
یہ شکلیں ہیں حسینؑ ابن علیؑ کے سوگواروں کی

روایات رسوم کہنہ سے جو لوگ بدظن ہیں
وسیع المشربی ان میں نہیں کوتاہ دامن ہیں
حقیقت بیں نگاہوں پہ حقائق یہ مبرہن ہیں
محرّم کی عزاداری میں شامل جتنے احسنؔ ہیں
غم سبط نبیؐ بنیاد ہے ان یادگاروں کی

نتیجۂ فکر جناب سید مصطفےٰ ہادی صاحب رضوی سبزواری (ہادی) صدر گرام سبھا قصبہ پھپوند ضلع بدایوں

دربارِ نجف سجدہ گہِ اہلِ یقیں ہے
یہ گلشنِ رحمت وہ کس درجہ حسیں ہے
حیدر کو میں سب کچھ کہوں لیکن یہ سمجھ کر
معراج میں پردے سے ندا آئی نبی کو
یہ عرش یہ کرسی یہ جناں تیرے لیے ہے
یہ جنتِ ارم تیرے محبوں کے لیے ہیں،
یہ کہہ کے درِ شاہ پہ سر رکھ دیا حر نے
عباس کو دیکھا تو ستمگر یہ پکارے،
حر آیا جو میداں میں دیا شمر نے طعنہ
نعرہ کیا حر نے کہ نہ بک اے سگِ دنیا
مالک بخدا ساری خدائی کے ہیں شبیرؑ
اک چھوٹی سی یاں نہر ہے اور رے کی حکومت
واں جاکے مجھے مل گئی ایمان کی دولت،
ہاتف کی ندا آئی کہ سچ کہتا ہے اے حر
حوریں ہیں تری منتظر و بہ جناں میں،
زینب نے درِ خیمہ سے دیکھا تو یہ دیکھا،
اصغر نے زباں پیاس نکالی ہے دہن سے
شہ رگ پہ چھری ذکرِ الٰہی ہے زباں پر!
سجاد جھکائے ہوئے سر اپنا کھڑے ہیں
خیمہ میں طلاطم ہے پیاسے ہیں بچے،

لاریب کہ مسجودِ ملائک یہ زمیں ہے
جو چاہے اسے دیکھ لے کہ یہیں خلدِ بریں ہے
اللہ کا ہم نام ہے اللہ نہیں ہے
خلوت میں چلا آ کہ یہاں کوئی نہیں ہے
لاریب تو ہی باعثِ افلاک و زمیں ہے
چاہو جسے بخشو نہیں کچھ عذر نہیں ہے
جنت ہے یہی اور یہی خلدِ بریں ہے
یہ حیدرِ کرار ہیں عباس نہیں ہے
کیا پایا وہاں جاکے جہاں کچھ بھی نہیں ہے
تو فاسق و بدذات ہے مکار و لعیں ہے
کونین تصرف میں ہیں کیا چیز نہیں ہے
واں کوثر و تسنیم ہیں فردوسِ بریں ہے
سر کٹنے کا گھر لٹنے کا اب خوف نہیں ہے
تو راہِ رو جادۂ عرفان و یقیں ہے
انگشتریِ فردوس کا اے حر تو نگیں ہے
حلقِ شہِ مظلوم ہے اور خنجرِ کیں ہے
افلاک لرزتے ہیں تزلزل میں زمیں ہے
دنیا میں یہی منزلِ اخلاص و یقیں ہے
ان پیاسوں پہ ہیں سر برہنہ دربارِ لعیں ہے
بے شیر تڑپتا ہے مگر آب نہیں ہے

کچھ دل کو مرے خوفِ قیامت نہیں ہادی
امداد کو ہوں گے وہاں شبیر یقیں ہے

مجالس عزائے حسینؑ کا ایک اہم پہلو

یک حسینے نیست کو گردد شہید ۞ ورنہ بسیار اند در عالم یزید

(نوشتہ جناب مولوی سید محمد سلیمان عباس صاحب صدرالافاضل ایم اے دہلی)

حسینیت اور یزیدیت کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے تعصب کی عینک کو اتارنا' تلاش حق سے کام لینا' اکثریت کے فریب سے بچنا' انصاف کی راہ پر گامزن ہونا' مقصدِ نبوت کو سامنے رکھنا' اصحاب مخلص و غیر مخلص میں فرق کرنا آلِ محمدؐ و بنی امیہ کے کردار و خیالات کا جائزہ لینا تاریخی واقعات کے رشتہ کو ایک دوسرے سے جوڑنا اور اس حقیقت ظلم و استبداد و فسق و فجور کی بنیاد اور نیو کا پتہ لگانا پڑے گا جس کو بنی امیہ نے کمل نسل مروان نے مستحکم اور بنی عباس نے بلند کر کے اس پر نقش و نگار بنائے۔

صرف یہ جان لینے اور صرف اس کا اعتقاد رکھنے سے مقصد حسینی پورا نہیں ہوتا کہ ۶۱ھ میں نواسۂ رسولؐ و دلبند علیؑ و بتولؑ حسینؑ مظلوم کو میدان کربلا میں یزید کے حکم سے عمر سعد کی سرکردگی میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا گیا اور شمر ملعون نے سر اقدس قلم کر کے نیزہ پر بلند کیا اور بازار و دربار کوفہ و شام میں اہل حرم کی تشہیر و تحقیر کی گئی۔

اتنی سی بات سے تو بچہ بچہ واقف ہے اور ہر انسانی دل رکھنے والا شخص متاثر ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت اور اظہر من الشمس واقعہ ہے جو قیامت تک اسی طرح تازہ رہے گا جیسے روز عاشورہ تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ بنی ہاشم اور بنی امیہ کی کھلی ہوئی عداوت' غزوہ بدر و احد کے ناقابل انکار واقعات' رسولِ اکرمؐ سے ابو سفیان کی کھلی ہوئی دشمنی پھر اس کے خشت ازبام فتح' ہندہ کے جگر خوار ہونے' فتح کر کے بعد بنی امیہ کی کر توت' خوف جان سے ابوسفیان اور معاویہ کے ظاہری اسلام قبول کرنے' مروان ابن حکم کے طرید رسولؐ (رسولؐ کا شہر بدر کیا ہوا) ہونے اور منافقین کو تالیف قلب کی منزل سے آگے بڑھا کر اقتدار حکومت میں در خور' صوبوں کی گورنری دے کر پھر ان کی کمر کیوں مضبوط کی گئی؟ ان کی اسلام دشمنی' ان کے بدعات و بدعات۔ مکر و فریب۔ فسق و فجور' ارتکاب سیئات و محرمات اور ان سے رسولؐ کی بیزاری کا دیدہ و دانستہ علم رکھنے کے بعد انہیں دست و بازوئے حکومت اسلامی و خلافت الٰہیہ کیوں بنایا گیا؟ اور کس نے کس کس وقت ان سانپوں کو دودھ پلا پلا کر ان کے لئے ایک سازگار ماحول پیدا کر کے اور دامے' درمے' سخنے' قدمے ہر طرح کی مدد دے کر رقاب مسلمین کا مالک بنا کر شریعت محمدؐ اور آل محمدؐ پر مسلط کر دیا؟

یہی وہ سوالات ہیں جو واقعہ ہائلہ کربلا کو سننے کے بعد تہری و فطری طور پر پیدا ہوتے ہیں جن کے جواب کے لئے نہ منطق کے اشکال کی ضرورت ہے اور نہ فلسفہ کی موشگافیوں کی' نہ سائنس کے تجربات درکار ہیں اور نہ دیگر علمی و ادبی نظریات و تخیلات بلکہ صرف "تلاش حق" انصاف اور ایک سرسری اور سطحی' تاریخی مطالعہ کافی ہے۔ یہ تینوں شرطیں معمولی مگر بہت اہم ہیں کیونکہ اول تو تلاش حق کی منزل آسان نہیں' کون جائے تحقیق کرنے۔ ایک خاص خاندان میں پرورش پائی۔ فکر روزگار سے فرصت نہیں۔ ماحول کے یہ مطالبات نہیں۔ بس کھاتے پیتے عیش کرتے یا رنج اٹھاتے اس دنیا سے گزر جائیے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔

دوسرے اگر توفیق الٰہی سے تلاش حق کا جذبہ پیدا بھی ہوا تو علم نہیں کیسے معلوم کریں؟ کس سے پوچھیں؟ کون بتائے؟ کس کس کتابوں کا مطالعہ کریں؟ اگر پوچھ کے یا کتابوں کے مطالعہ سے سچے واقعات کا علم و یقین ہو بھی گیا تو اب تیسری شرط جو سب سے اہم یعنی انصاف کر کے اس پر عمل پیرا ہونا ہے' وہ مفقود' سوچنے لگتا ہے کہ بات تو بالکل ٹھیک ہو

گر خاندان سے الگ کون ہو۔ آباؤ اجداد کے طریقہ کو کون چھوڑے۔ اکثریت کے خلاف کیونکر ہو۔ بس یہیں سے ہٹ دھرمی اور تعصب کی گھٹا آکر انصاف پر چھا جاتی ہے اور وہ حق کا جو یا پھر اُسی جگہ پہونچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا۔

مگر جو منصف مزاج ہیں وہ واقعہ کربلا کو سنکر اُس کے نتیجہ میں فطری طور پر پیدا ہونے والے سوالات کا جائزہ لیتے ہیں اور جب حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے تو وہ نہ صرف یزید و معاویہ پر لعنت کرتے ہیں بلکہ اُن کو ان دونوں سے پہلے ان کے بازوؤں کو مضبوط بنانے والوں سے بھی کلی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہی وہ فطری نتیجہ ہے جس کی بنا پر امام غزالی کو یہ کہنا پڑا کہ واقعہ کربلا کو نہ سنو اور نہ بیان کرو کیونکہ "بغض صحابہ اور طعن فی الصحابہ" کو ہیجان میں لاتا ہے" یعنی واقعہ کربلا سے اصحاب ثلاثہ کے کردار پر ضرب پڑتی ہے اور ان کے مطاعن و معائب کھل جاتے ہیں۔

بس یہی اُس مقاصد حسینی میں سے ایک سب سے اہم مقصد تھا جو امام حسینؑ کے پورے کنبے کی قربانی اور اہل حرم کی تشہیر کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا تھا اور یہی ذکر مصائب شہدائے کربلا مجالس و اقامت عزا کا ایک اہم پہلو ہے۔

اس زمانہ کے سیاسی ماحول سے امام حسینؑ خوب واقف تھے اور آپ کو اُن منافقانہ چالوں کا پورا پورا اندازہ تھا۔ آپ خوب سمجھ چکے تھے کہ یہ لوگ رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی "منقلب" ہو گئے ہیں اور کفر و الحاد کی طرف پلٹ چکے ہیں۔ یہ اسلام کی فوجی وردی پہن کر لشکر اسلام ہی پر حملہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کچھ رسول اللہ اپنی پوری زندگی میں قیامت تک کے لئے کر کے

سدھارے ہیں اُسے چند لمحوں میں مٹا کر برباد کر دیں۔ امام [illegible] رہے تھے کہ خدا اور رسولؐ خدا نے جس کو حرام قرار دیا تھا [illegible] لوگ حلال اور جسے حلال بتایا تھا اُسے حرام قرار دے رہے [illegible] رسول اللہ نے جن سے نہ صرف محبت کی بلکہ محبت رکھنے کا حکم [illegible] اُن سے یہ لوگ نفرت کر رہے ہیں۔ رسول اللہ نے جسے بلند کیا اُسے یہ لوگ گرا رہے ہیں۔ رسول اللہ نے دارا و سکندر و ملوک [illegible] جن شاہانہ و رندانہ اور فاسقانہ جذبہ کو مٹا کر ایک برادرانہ [illegible] اور مساویانہ ماحول پیدا کر دیا تھا اُسے مٹا رہے ہیں اور جس [illegible] جبروت و حکومت کو الٰہی جبروت و حکومت میں تبدیل کر دیا تھا اُسے پھر واپس لا رہے ہیں۔ دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ انسانی وقار و عظمت کا دارومدار خلق حسنہ کردار سلیم سے دل فتح کرنے کے بجائے سیاسی چالوں اور تیغ و شمشیر سے ملک فتح کرنے پر قرار دے رہے ہیں (حالانکہ یہ واضح ہے کہ رسولؐ فتوحات کے نمونے پیش کرنے نہیں آئے تھے بلکہ دلوں کو بدلنے آئے تھے۔ ورنہ فاتح عالم سکندر اعظم اور چنگیز کی زندگی زیادہ کامیاب [illegible] جائے جنہوں نے تھوڑی مدت میں بہت سے ممالک فتح کر کے اپنے [illegible] اور رعب و دبدبہ کے ڈنکے بجوا دیئے تھے) وہ نباض امام دیکھ رہا تھا کہ رفتہ رفتہ اسلام مضمحل ہو رہا ہے اور وہ [illegible] رہا ہے۔ غرض آپ کے لئے تجربات کے انبار پر انبار [illegible] تھے۔ آپ نے دیکھا کہ دین کو بچاتے ہوئے خاموشی سے گھر [illegible] رہنا بھی گوارا نہ ہوا علی ابن ابی طالبؑ کے گلے میں رسی [illegible] گیا۔ اور کوئی کچھ نہ بولا۔ خاتون جنت بضعۃ الرسول [illegible] میراث سے محروم رکھا گیا اور کچھ نہ ہوا۔ [illegible]

رُباعی

کیوں آنکھ نہ شبیرؑ کے غم میں روتی
ہم چشموں میں اپنی آبرو کیوں کھوتی
دربار گہر بار حسینیؑ کے لئے
کیوں نذر نہ کرتی آنسوؤں کے موتی

احسن مارہروی مرحوم

کی کوشش کی گئی اور کسی نے چون نہ کیا۔ اصحاب خاص
کسی نے خطا بھی نہ پوچھی' ابوذر غفاری جیسا جلیل القدر
دہ کے اونٹ پر پابستہ شام سے مدینہ طیبہ روانہ
اور پھر مدینہ سے شہر بدر کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ عالم
بت میں انتقال کر گئے مگر کسی نے کچھ نہ کہا۔ آپ نے دیکھا کہ اس
گروہ مومنین نے جنگ و جہاد کر کے بھی مقابلہ کیا مگر ظاہری فتح
ان کے مقابلہ میں مکر و فریب ہی کو حاصل ہوئی۔ گھر سے
المومنین عائشہ کو نکلوا لیا گیا۔ جنگ جمل و صفین میں ہزاروں صحابی
ہو گئے مگر ان شریروں کا کچھ نہ بگڑا۔ مالک اشتر کو زہر' علی ابن ابیطالب
شمشیر زہر آلود سے شہید کر دیا گیا اور گویا کوئی بات ہی نہ ہوئی۔
خاموشی' سکوت اور جنگ کے بعد صلح کر کے بھی دیکھا پھر بھی دشمنان اسلام
امیہ کو صبر نہ آیا صلح
معاہدوں کو توڑا اور
بازپرس کی بیانگ
معاویہ نے امام حسنؑ کو
زہر دغا سے شہید کیا
اور خبر شہادت شکر
پر عہد جاری کرنے
خوشیاں منائی گئی
تمام تجار خلیفہ نے
مقتول کی خبر شہادت پا کر سجدۂ شکر ادا کیا مگر کسی نے نہ ٹوکا
کے جنازہ پر تیر برسائے گئے مگر مدینہ والوں کو عبرت نہ ہوئی
اسلامی ماحول بدل گیا۔ خلافت ملوکیت میں تبدیل ہو گئی۔
زانی' قمار باز' سفاک اور حیوانی صفت انسان خلیفۃ المسلمین
بنا دیا گیا۔ انسداد کی تمام تدبیریں کی گئیں مگر پورے طور
بجگہ شام میں تو یہ اندھیر ہوا کہ معاویہ اور اولاد
اور کوئی رسولؐ اکرم کا عزیز و قریب صغیر و کبیر پر بھی
حضرت علیؑ کو برسرِ منبر جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں
معاویہ گالیاں دے دے کر شامیوں پر یہ ظاہر
نعوذ باللہ' کافر ہے' دشمن اسلام ہے' معاذ

رُباعی

رخصت ہر خوشی غم کا مہینا آیا
فریاد کا ماتم کا مہینا آیا
مومن پہ ہوا احرام احسن ہر عیش
جس دن سے محرّم کا مہینا آیا
(احسن مارہروی مرحوم)

اٹھائیس سال تک (اپنی پوری مدت خلافت میں) فرمان خاص جاری کر کر کے اپنی حکومت کے ہزاروں منبروں پر سے علیؑ کو گالیاں دلواتے رہے اور ہر کس و ناکس سے حضرت علیؑ پر سب و شتم کی فرمائش کرتے رہے۔

امام حسنؑ نے صلح کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ میرے پدر بزرگوار پر آئندہ سب و شتم کا انسداد کر دیا جائے مگر اس شرط کو معاویہ نے نہ مانا ہاں یہ عہد کیا کہ امام حسنؑ کے سامنے علیؑ کو گالیاں نہ دی جائیں گی مگر وہ اس عہد پر بھی باقی نہ رہے اور امام حسنؑ کی موجودگی میں بھی حضرت علیؑ پر سب و شتم کی جسارت کی جاتی رہی۔ امام حسینؑ نے ان سب کے بعد یہ بھی دیکھا کہ محبان اہل بیتؑ ایک ایک کر کے سُولی پر چڑھائے جا رہے ہیں۔ فضائل علیؑ اور آل محمدؐ بیان کرنے والوں کی زبان گدی سے کھینچی جا رہی ہے۔ اس کے برعکس دشمنان اہلبیت خصوصًا بنی اُمیہ کی شان میں جھوٹی حدیثیں گڑھنے والوں کو انعامات وعطایا' عہدے اور جاگیریں دی جا رہی ہیں، غرض نہ قرآن کی عزت رہی ہے نہ احادیث کی حُرمت نہ اصحاب کی آبرو اور نہ آلِ محمدؐ کی وقعت۔

لہٰذا سیاست الٰہیہ کے بلند ترین ماہر نے یہ طے کیا کہ اب وہ کام کرنا چاہیئے اور ایسی تدبیر پر کاربند ہونا چاہیئے جو قیامت تک کے لئے کفر و نفاق اور اسلام و ایمان حق اور باطل مکر و فریب اور تقویٰ و پرہیزگاری کے درمیان فیصلہ کر دے اور ہر دور میں لوگوں کے سامنے ایک معیار' ایک کسوٹی موجود رہے جس کے ذریعہ سے وہ ہمیشہ کھرے اور کھوٹوں میں فرق کرتے رہیں۔ آپ نے سوچا کہ ان دشمنانِ اسلام کا تختہ اُلٹ دینا اور نقشہ ہی بدل دینا چاہیئے۔ چھُپ چھُپ کے شرارت کرنے والوں کے نفاق کو واضح اور کھُلے بندوں کفر و الحاد کے مرتکبین کو رسوا کر کے ابدالآباد تک کے لئے اسلام کو پائدار بنانا چاہیئے۔ یہ جو مظالم اہل بیتؑ پر درپردہ

اور دنیا کو دھوکے میں رکھ کر کرتے رہے ہیں اب یہ کھلے میدان میں کریں تاکہ دنیا خوب اچھی طرح ان کو پہچان لے اور تاریخ جب اس واقعہ کو دُہرائے تو اول سے آخر تک تمام منافقین کے چہرہ پر سے کفر و الحاد کا نقاب ہٹ جائے اور وہ اپنے اصلی روپ میں نظر آنے لگیں۔ تاکہ دنیا اس طرح ہمیشہ ہدایت پاتی رہے۔

اس لئے آپ مدینہ سے نکل کر اکیلے نہیں بلکہ ایک کنبہ کے ساتھ اور چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کے ساتھ کربلا کے چٹیل میدان میں تشریف لے گئے تاکہ اگر کسی واقعہ پر پردہ ڈال دیا جائے تو اُس کو یہ اہلِ حرم بے پردہ ہو کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور شام سے پھر مدینہ تک مشتہر کر دیں۔ شام والے بھی خوب سمجھ لیں کہ معاویہ اور اولادِ معاویہ کے علاوہ محمد کے گھرانے والے بھی اس دنیا میں ہیں یا نہیں اور فیصلہ کر لیں کہ کون ظالم ہے اور کون مظلوم، کون حق پر ہے اور کون باطل پر، کون منافق ہے اور کون مومن۔ امام حسینؑ نے شہید ہو کر نہ صرف شام و عراق اور پورے جزیرۃ العرب پر بلکہ قیامت تک کے لئے ساری دنیا پر نہ صرف اپنی زندگی بلکہ آنے والی پوری نسلِ رسولؐ کی حیات ثابت کر دکھا اور ہمیشہ کے لئے اسلام کے ساتھ دغا کرنے والوں اور الحاد و کفر پھیلانے والوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر اسلام کو بھی حیاتِ ابدی بخش دی۔

امام حسینؑ کی کامیاب سیاست

آج اس عزائے حسینؑ، گریہ و ماتم، مجالس و ذکرِ مصائب پر نظر کرنے سے ہمیں اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے آفتابِ اسلام کو کفر و نفاق کی گھٹاؤں سے نکالنے کے لئے وہ تدبیریں نہیں اختیار کیں جو اب سے پہلے اختیار کی جا چکی تھیں گھر میں رہے نہ صلح کی نہ لشکر کشی بلکہ "مظلومیت" کا ایک بے مثال نمونہ پیش کر کے شقی سے شقی دل پر بھی اسلام کا سکہ جما گئے۔ نہ حکومت لی نہ ریاست۔ یزید نے

قطعہ

سر پر علیؑ کے تاجِ نبوت بھی زیب تھا | ہوتا کوئی رسولؐ جو خیر الوریٰ کے بعد
دستِ خدا و نفسِ نبی شاہِ لافتا | بہتر علیؑ سے کون ہوا مصطفےٰؐ کے بعد

(ڈاکٹر رفیق حسین صاحب)

تقسیم کئے نہ جاگیریں نہ عہدے بانٹے، نہ زر و جواہر خاک ... نہ تلوار سے روکا، نہ زہر کی دھمکی سے۔ نہ فضائل ... اشاعت کا حکم دیا۔ نہ معاویہ اور بنی اُمیہ پر سب و شتم کئے۔ نہ منافقین سابقین کی ہجو کی، نہ طرفین واحقین کی مذمت کی ... خاموشی، سکون و وقار کے ساتھ اس "نفسِ مطلق" نے ایک ... کنبہ کو قربان کر کے قصرِ ظلم و استبداد کی اینٹ سے اینٹ بجا کر منتشر کر دیا کہ قیامت تک آنے والی دنیا اس کھنڈر کو دیکھ کر ... کونسی اینٹ کس کی لگائی ہوئی تھی۔ چادرِ ظلم کے "تار تار" بکھر گئے ... تار کا اس کے بننے والے سے اتنا مضبوط رشتہ ہے کہ قیامت تک جدا نہیں کر سکتا۔ اس "مظلومیت" نے وہ کام کیا جو ظلم و استبداد ... عطایا اور جاگیریں نہ کر سکیں۔ اس لئے اس مظلومیت کا بیان و اظہار صرف یزید کے لئے ... ہے بلکہ یزید کے ... حکومت حاصل کرنے ... ہاتھوں نے کام کیا ... سب کوشش کر ... ۶۱ھ میں ... اور تشہیر اہلبیت ... ظلم کا تختہ اُلٹ ... طرح قیامت تک ... اور یزیدی خیال والوں کا تختہ اُلٹتی رہے گی۔

مجالسِ حسینؑ نہ صرف تربیت گاہِ اخلاق و کردار ... درسگاہِ علم و ایقان ہیں بلکہ باعثِ عبرت و محرکِ نفرت ... خواہان و ہم خیالانِ یزید ہیں اور اس کے برپا رکھنے ... حسینؑ کی صدائے ہل من ناصر فضا میں گونج رہی ہے۔

یہی وہ مقصدِ حسینؑ تھا جس نے بازار کوفہ میں ... ام کلثومؑ سے خطبہ پڑھوایا۔ یہی اہم کام تھا جس کو زینبؑ ... کوفہ سے شام تک انجام دیا اور خود شام میں ... برپا کی جس میں اہلِ شام جیسے سخت دل ... نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ... حسینؑ ...

[illegible]. یہی وہ چیز تھی جس نے سارے عرب میں آگ لگا دی
[illegible] وہ گریہ و بکا اور ذکر واقعات کربلا تھا جس نے مدینہ میں
[illegible] تک برپا کر دی تھی کوئی شامی عورت یا مرد نہ تھا جو شریک
[illegible] ہو کر رو یا نہ ہو، کوئی مدنی عورت یا مرد ایسا نہ تھا
[illegible] اسیروں کی واپسی پر کہرام نہ برپا کیا ہو۔

یہ کیوں ایسا ہوا؟ آخر اس سے پہلے مدینہ میں بہت سے
[illegible] اور جلیل القدر صحابی قتل ہو چکے تھے قربانی کی بہت سی
مثالیں سامنے آ چکی تھیں۔ خود امام حسنؑ شہید ہو چکے تھے۔ جنازہ
پر تیر بھی برسائے جا چکے تھے مگر آج زمانہ بدلا ہوا ہے، ایک
انقلاب عظیم ہے۔ جزیرۃ العرب پر حسینؑ کی مظلومیت کی حکومت ہو
اور یزیدیت کا خاتمہ۔ دراصل آج غزوۂ بدر و احد کی فتح نمایاں
اور کامیاب ہوئی۔ آج محمدؐ عربی کے لائے ہوئے سے حیات ابدی
پائی۔ یہ صرف حسینؑ کی بے نظیر سیاست کا نتیجہ ہے اب کوئی اپنے
کو اموی نہ کہے گا، حسینی بننا اپنے لیے [illegible] فخر سمجھے گا۔

اگر آج بھی یزید یا یزید کا کام دنیا میں موجود رہیں تو ہوائے حسینؑ
مظلوم اُن کے مقابل میں ایک منظر ہوتا ہے جس طرح امام حسینؑ نے
[illegible] اور یزیدیوں کے مقابل کربلا میں مظاہرہ کیا تھا اور دنیا کو دعوت
فکر و نظر دی تھی کہ حق و باطل کا فیصلہ کر لو آج یہ مظاہرے بھی
اسی طرح دعوت فکر و نظر دے رہے ہیں اور قیامت تک دیتے رہیں
گے۔ کربلا کی حسینی تبلیغ ضرور دہرائی جاتی رہے گی تاکہ تلاش حق کرنے
اور انصاف رکھنے والوں کی ہدایت ہوتی رہے۔

> ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
> ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سلسبیل

[illegible] حضرت سالکؔ لکھنوی خلف اکبر خطیب اعظم شمس العلماء جناب
[illegible] سید احسن صاحب قبلہ مرحوم کے بہترین سلاموں کا مجموعہ جو کہ [illegible]
[illegible] ہم سے طلب فرمائیے۔ قیمت فی جلد [illegible] علاوہ محصول ڈاک
[illegible] درگاہ حضرت عباس لکھنؤ

سلام

مالک تقدیر کب تک گردش تقدیر ہے

(نتیجۂ فکر بلند جناب ایم۔ اے کوثریؔ والا عقیلؔ ممبا ایسٹ افریقہ)

نوک میں نیزہ کی قلب اکبرِ دلگیر ہے
خون میں غلطاں رسولِ اللہ کی تصویر ہے

شہ کے سینہ پر ہے قاتل حلق پر شمشیر ہے
گود میں زہراؑ کی سر ہے سامنے شبیر ہے

شام کے زنداں میں عابدؑ کا نہیں کوئی رفیق
ہاں اگر غمخوار ہے تو پاؤں کی زنجیر ہے

ہو گیا شبیرؑ پر صبر و رضا کا خاتمہ
باپ کے چلو میں خون اصغرِ بے شیر ہے

روضہ شہ کی تجلی سے ملا وہ مرتبہ
طور سے افزوں تیری اے نینوا تنویر ہے

سر برہنہ اونٹ پر ہیں شام کے بلوہ میں وہ
فرق پر جن بیبیوں کے چادرِ تطہیر ہے

چھپ گیا ہو دیکھ کر جس کو کھلے سر آفتاب
کیوں اے چرخ پیر اس کی آج یہ توقیر ہے

اللہ اللہ نہر میں عکسِ رخِ عباسؑ سے
ہر حباب آب میں ایک نور کی تصویر ہے

کس خطا پر تیر مارا اصغرِ بے شیر کو
مانگنا پانی بھی ظالم کیا کوئی تقصیر ہے

مصحفِ ناطق کا سینہ شمر کے زانو تلے
کیا یہی اے کوفیو قرآں کی توقیر ہے

عقیلؔ ہو بے چین فرقت میں شہ کرب و بلا
مالک تقدیر کب تک گردش تقدیر ہے

نتیجۂ فکر بلند جناب محمود دہلوی

سلام

مدینے سے حسین ابن علی باہر نکلتے ہیں
یہ غل شہر نبی ہے کہ دین کے باہر نکلتے ہیں

نکلنے کو تو آنسو رنج میں اکثر نکلتے ہیں
غم شبیر میں نکلیں تو پھر گوہر نکلتے ہیں

ہوئی تھی آیۂ تطہیر جن کی شان میں نازل
سر بازار وہ بے مقنع و چادر نکلتے ہیں

یہ آئین محبت ہے یہ دستور تمنا ہے
شہیدان وفا کے جسم تہہ خنجر نکلتے ہیں

در آل نبی سرچشمۂ راہ ہدایت ہے
یہیں سے سب چراغ راہ بن بن کر نکلتے ہیں

شجاعت ختم ہے بس حیدر و اولاد حیدر پر
انہیں کے ہاتھ پر شمشیر کے جوہر نکلتے ہیں

شہید کربلا کا ہر جگہ صدیوں سے ماتم ہے
عزاداری کے ساماں آج بھی گھر گھر نکلتے ہیں

غم شبیر پر ہر آنکھ میں آنسو نہیں آتے
صدف نایاب ہے تو بے بہا گوہر نکلتے ہیں

فضیلت ختم ہے آل عبا پر دو عالم کی
یہ وہ افضل ہیں جو بہتر سے بھی بہتر نکلتے ہیں

مہار اونٹوں کی تھامے وہ اسیر ابن امیر آیا
کہیں قسمت کے بل تقدیر کے تیور نکلتے ہیں

محبت فرض پہ قربان ہونے کو تڑپتی ہے
شہ عالی نسب خیمے سے اب باہر نکلتے ہیں

متاع دو جہاں کیا انکے خاک پا کی قیمت ہو
خدا کی راہ میں جو قافلے لٹ کر نکلتے ہیں

مئے حب علی کا دور ہے ساقی کی محفل ہے
یہیں سے حضرت محمود بھی پی کر نکلتے ہیں

دمشق

نوشتہ جناب میر اک ماہلی صاحب مدظلہٗ

دمشق آج بھی اپنی شہرت کے لحاظ سے دنیا کے مشہور شہروں میں گنا جاتا ہے۔ خاصا سرسبز و شاداب مقام ہے۔ ندیوں اور چشموں سے سیراب ہوتا ہے۔ عربی طرز کی عمارتوں سے آباد ہے۔ شہر میں نہر ہے، نہر کے دونوں طرف چوڑی سڑکیں جن کے دونوں طرف درخت لگے ہیں پھلواریاں ہیں۔ تجارتی مرکز ہونے کی وجہ سے عراق، حجاز، شرق اور مختلف صوبوں اور ملکوں کے کاروباری لوگ یہاں آیا کرتے ہیں۔

لیکن اس کا ایک وقت وہ بھی تھا جبکہ سلطنت کا وہ نام نہاد امیر اپنی عیاری اور ڈپلومیسی میں اپنی آپ نظیر بنا تھا جو غلبہ سے حاصل کی ہوئی خلافت کا ڈنکا بجا رہا تھا اور اپنی قہر نوازی و نابہنجاری کے تحت یہ چاہتا تھا کہ داعی اجل کو لبیک کہنے سے پہلے تاج و تخت کا مالک بلا شرکت غیرے اپنے رنگیلے دلارے بیٹے یزید کو بنا دوں۔ تاکہ میری باتیں، میری تعیش پسندی، میری مضحکہ خیزی، میری گندی سیاست میرا ظلم اسکے عیش و نشاط کے سامنے، اس کے ناچ رنگ، اس کی باطل پرستی کے روبرو، اس کی مکر و فریب آمیز حرکات ہو جائے اور شمع عرفانی ٹھنڈی ہو جائے سیدھی راہ سے انحراف ہونے لگے۔ کلام ربانی کی آیات اور احادیث رسول کی منزلت پر پانی پھر جائے۔ لوگ زشت کرداری کے حامل ہو کر نہایت جانفشانی و سرگرمی کے ساتھ فسق و فجور کی طرف دوڑ پڑیں اور "الناس علیٰ دین ملوکہم" کا وسیع راستہ کھل جائے پھر کفر و الحاد کی آندھیاں چلنے لگیں گی۔ ضلالت و جہالت کی گھنگھور گھٹا اسلام کو گھیر لے گی، کفر پروری و باطل پرستی کے طوفان میں سفینۂ اسلام اور اس کے کھینے والے آجائیں گے اور خود بخود غرقاب ہو جائیں گے اور مثل اہلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی کی قلعی کھل جائے گی اور اسرار آیات کا کبھی کسی کو یقین نہ ہوگا کہ "ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم" جیسے قرآنی حکم کے ہوتے ہوئے۔ بہت سے بے گناہ مومنین کے خون سے شجر حکومت کو سرسبز و شاداب بنا تھا۔

قطعہ

بجا فرما رہے ہیں صلح کر لینے میں دشمن سے

سبب پر جنگ میں خاموشی جواب آنسوں کی ہے

یہ مانا یہ سبق ملے فاطمہ کے لال کو بیویوں سے

مگر اس پہ بیعت یزیدی کر کہاں ابن علی کی ہے

ثنا سب لکھنوی

پس بخیال خود شاہی خزانہ کے محفوظ شدہ زہر سے حسنؑ کو جام شہادت پلاتا ہوا اخلاقاً معاہدہ یزید جیسے بدکردار بد اعمال بدمست اور اپنے بیٹے کو نہایت دلیری کے ساتھ خلیفۃ المسلمین بنا کر ہمیشہ کیلئے چلدیا اور آج دمشق کی اس کوٹھری میں مدفون ہے جہاں مزدور آلات مزدوری اور مٹی چونا رکھتے ہیں جو قبرستان کے دوسری جانب مختصر سی بنی ہوئی ہے اور سیاحان عالم کو دکھائی جاتی ہے۔

—— ۲ ——

حسینؑ اسی مدینہ میں جہاں پیدا ہوئے تھے اور جب شہر کی گلیوں

پلے بڑھے تھے اپنے خاندانی وقار کی عظمت، ذاتی شخصیت کی رفعت، حقیقی اسلام کی منزلت اور قرآنی احکام کی ہیبت کو لے بھائی کی صلح کے بعد مکمل دس برس تک صلح کا تماشا دیکھا کئے اور قبر مطہر رسول کی مجاوری سے دل بہلایا کئے تفتیدہ جگر ماں اور مسموم بھائی کے مزار کا دیکھا کئے حالانکہ خون میں مرتضوی شجاعت موجزن تھی شیر فاطمہ کے اثرات موجود تھے زبان محمدی کو چوس چوس کر جمال محمدی کا آئینہ بن چکے تھے۔ بچپن ستاون برس کا سن تھا جو کچھ ہو چکا تھا سامنے تھا، جو کچھ ہونے والا تھا جانتے تھے اور انھیں اچھا خاصا اقتدار مدینہ میں حاصل تھا۔ لوگوں کو خاندان رسول سے انس تھا۔ وہ جانتے تھے کہ عرب کی سنگلاخ وادی پر انھیں کے جد امجد کی رحمت برسی اور بگڑی ہوئی انسانیت سنبھلی۔ خدا خدا نظر آیا۔ اعلائے کلمۃ الحق ہوا اور انھیں کے نانا نے انسانوں کو تاریکی کے کفر سے نکال کر وحدانیت کا شیدا بنایا۔ اسلام پھیلایا اور دنیا کو حق و راستی کا راستہ دکھلایا۔ افسوس کہ دنیا نے اتنی جلدی اس راستہ سے منہ موڑ لیا۔ رسالت کی کاوشیں بھول گئیں۔ اسے حیدری سرفروشیاں یاد نہ رہیں قرآن اور اہل بیت کو چھوڑ دیا، تشتت و افتراق سے اسلام کو بھر دیا اور ایسا ذلیل و خوار بنا دیا کہ انسانیت کے سارے زریں اصول ختم ہو گئے۔ علی الاعلان شریعت اسلام کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، فسق و فجور، جھوٹ، دغابازی، مکر و فریب جاری ہے۔ عیش و عشرت و نغمہ و رباب کے سوا کوئی کام نہیں ہے۔ صبح و شام خواہشات نفسانی کے ابھارنے والے مشوروں کی تلاش ہے۔ خدا رحم کرے اور اسلام کو بچائے۔

اسلام کے محافظوں میں سے ایک حسین کا دم باقی ہے حسین جیسی ہستی نے جو اعمال و اقوال میں، رفتار و گفتار میں، شباہت و کردار میں مثل رسول تھی۔ بمقتضائے وقت اتحاد اسلامی کو سامنے رکھ کر

کتاب خدا و سنت رسول کے موافق صلح کر لی ...
پابند کتاب خدا و سنت رسول ہو کر عمل پیرا ہو گر امام ...
سلوک کیا کہ روضۂ رسول سے علیحدہ جنت البقیع میں دفن ...
جنازہ پر تیر برسے۔ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے اقتدار ...
کیونکر ہوتی ہے۔ مجبور تو شعائر اسلامی کو بے حرمتی سے بچا ...
اسلامی کا پردہ چاک نہ ہونے دے۔ مجبور تو اس مسلک ...
جو آدم کا تھا، نوح کا تھا، ابراہیم کا تھا، موسیٰ و عیسیٰ و ...
اور جس کی بہار آخر جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰ ...
جنھوں نے ساری تاریخ انسانیت کے ...
و عصیان و ضلالت و گمراہی کو سرا ...
دور کیا اور جہل گفتار ...
حسن البصری ...
... کان ...
... رسول اللہ ...
... آ ...
... حاصل ہو رہا تھا ...
... پر اسلام کی آ ...

۳

معاویہ کے مرتے ہی دمشق میں جشن کی تیاریاں شروع ہو گئیں، بازار آراستہ ہو گیا، ... مکانوں کے مالکوں نے خاندان بنی امیہ سے ... آویزاں کر دیا، یزید زندہ باد، یزید پائندہ باد کے ... سارا شہر گونج اٹھا۔ تخریب انسانیت ہونے لگی، ... بھی، جا بجا محفل رقص و سرود قائم ہو گئیں۔ ... دور چلنے لگا۔ انسان نما حیوانوں کی حرکتیں ... نماز کی فکر رہی نہ روزے کا ذکر ... میکدے آباد، مدرسوں سے زیادہ ... مسجد ... اللہ الا اللہ کی ...

قطعہ

زمین گرم پہ لرزتی کی جبیں جب دم جلی ہوگی
بلندی فلک پہ بھی پہ صدقے ہو رہی ہوگی
قضا بالیں پہ گردن پر چھری بے کس جبیں پیشانی
نہ اب سجدے ہوں گے اب بندے نہ زندگی بندگی ہوگی

حسن نقیب لکھنوی

...تجھے خبر نہیں کہ ہم بے دیکھے ہوئے خدا پر ایمان نہیں ...زمانہ گزر! محمدؐ مر گئے، قرآنی احکام کو ساتھ لیتے گئے ...کہاں کے رسول، آج شاہزادہ یزید بغیر شرکت غیرے ...السلمین ہے محمدؐ کا جانشین ہے۔ شریعت اس کی ہے دین اس کا ہے۔ جا اس کے دربار عیش آثار کو دیکھ اور زندہ باد پائندہ باد یزید کی صدا لگا۔

یزید بھی تخت سلطنت پر جلوہ ریز ہے اور نشہ شراب سے مست ہو کر دست نازنین ہاتھ میں لئے بار بار ارکین سلطنت سے پوچھتا ہے "وہ حکومت الٰہیہ کدھر گئی؟"

رومی۔ جہاں پناہ کے کیف و سرور میں ڈوب گئی۔

یزید۔ کیوں! وہ جنت و دوزخ کا ڈر نہیں رہا؟

رومی۔ وہ تو اوہام پرستی کی نذر ہو گیا۔

یزید۔ اچھا! بتاؤ آج دین کس کا ہے۔

رومی۔ جس کی دنیا ہے۔

یزید۔ (قہقہہ لگا کر) اور دنیا کس کی ہے؟

رومی۔ اس نازنین کی جس کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

یزید۔ (مستانہ انداز قہقہہ کے ساتھ) تو پھر میری حکومت و خلافت کی منادی شہر کے گلی کوچوں میں کرا دی گئی؟

ضحاک۔ حضور رہنے! کوئی ناکہ، کوئی کوچہ، کوئی راستہ، کوئی بازار ہم نے نہیں چھوڑا ہر طرف جہاں پناہ کی خلافت کی دھوم ہے۔ لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔

یزید۔ اور مسجدوں میں، معبدگاہوں میں، خانقاہوں میں؟

رومی۔ جہاں پناہ! سناٹا ہے، چمگادڑوں کے بیٹ ہیں، کبوتروں ... و خاشاک ہیں اور ان کی غٹرغوں کی آوازیں، بس باقی ...

... (جھوم کر شراب کا ایک جام پینے کے بعد) غضب کیا ... کہا اور اس آب حیات کو مدک کر مذہب اسلام کی ...

ضحاک۔ بے شک۔

یزید۔ مدینہ کوئی نامہ بر گیا؟

ضحاک۔ ابھی نہیں۔

یزید۔ (غصہ سے) کیوں؟

ضحاک۔ حکم کا انتظار تھا۔

یزید۔ (برافروختہ ہو کر) کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ خاندان رسالت میں ایک حسینؑ کا دم رہ گیا ہے اگر حسینؑ میری اطاعت قبول کر لیں تو دغدغہ سلطنت مٹ جائے میری خلافت ... ہو جائے اور میرے اعمال و کردار مستند ہو جائیں۔ لوگ مجھے نہیں کہیں حق پر ہوں ... بتا! کہ۔ اچھا بتاؤ دربان ہو کر کون ہے؟

ضحاک۔ ولید بن عتبہ

یزید۔ اسے فوراً میری طرف سے صاف صاف لکھ دو کہ حسینؑ سے بیعت لے یا ان کا سر کاٹ کر جلد از جلد میرے پاس بھیج دے۔

ایک درباری۔ حضور! ولید کو خاندان رسول سے شغف ہے ممکن ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی کرے۔

دوسرا درباری۔ درست بات کہی نہیں مروان خاندانی دشمن اہلبیت ہے وہ ولید کو ایسا نہ کرنے دے گا۔

تیسرا درباری۔ ہاں! ایسا ہو سکتا ہے کہ ایسا سخت حکم سن کر اہل مدینہ باغی ہو جائیں کیونکہ وہ حسینؑ کے خاندانی وقار اور ان کی ذاتی عظمت سے واقف ہیں۔

ضحاک۔ (کچھ سوچ کر) کہیں ایسا نہ ہو کہ حسین ابن علی بیعت کر لیں اور پیغمبر کے مسلک پر چلتے رہیں۔ پھر دنیا سے حکومت کا الزام رکھ کر جھٹلائیں کیونکہ خاندان ابوسفیان کے دشمن ہیں۔

یزید۔ (جھلا کر ضحاک سے) تم کیا جانو میں نے کیا سوچ کر بیعت کا فیصلہ کیا ہے۔ حسینؑ جوانمرد ہے بہادر ہے۔ حق کی تلوار ہے اس کے سینہ میں علی کا دل ہے، وہ فاطمہؑ کے شیر سے پلا ہے، رسالتی زبان کو

قطعہ

سرور رسل خدا کا محبوب نبی
جس کی عہد عمل سے دنیا بدلی
گمراہ ہوئے نفس کے بندے اسلام؟
اس کی عترت کو بے خطا ایذا دی

احسن طباطبائی ایم اے

بچہ سمجھ کر نور رسالت سے آراستہ ہوا ہے۔ اس سے ایک ایسی ہی باطل پرستی مزدوری ہی اس کا انصاف ہرگز ہرگز اسے میری بیعت پر نہ خاموش نہ ہونے دے گا۔ یہی تو وجہ ہے کہ جب رات کے سناٹے میں اس کی یاد آجاتی ہے قلب تڑپ اٹھتا ہے۔ روح بے تاب ہوتی ہے۔ عیش مٹ جاتا ہے۔ آرام تکلیف سے بدل جاتا ہے (شراب پیتے ہوئے) لکھو دیکھو جلد لکھو۔ میں حسینؑ سے اور حسینؑ کے شہر والوں سے نپٹ لوں گا اور ظلم کے دوش پر چڑھ کر، قہر کی چھاؤں میں رہ کر زرد تر لوہ حسرت تو کے خاندان بنی ہاشم کو مٹا ڈالوں گا ان کے دوستوں کی ہڈیاں چبا ڈالوں گا۔ کیونکہ خلافت کا وقار میرے باپ کا بڑھایا ہوا ہے اور میں آج اس تخت خلافت کا مالک ہوں۔

عرض فرمان لکھا گیا اور پہلی مہر خلافت یزید کی محضر شہادت حسینی پر ثبت ہوئی۔ قاصد روانہ ہو گیا۔

—— ۴ ——

مدینہ کا سجادہ نشین منصوص من اللہ رسول کا جانشین، قہر مطہر ہوں کا مجاور، ماں و بھائی کے مزار کا فاتحہ خواں۔ گہری نگاہ سے اسلام سوزی و ایمان فروشی کے کرشمے نفس پرستی کے کھیل اور جذبات بہیمانہ کے دیکھتا رہا اور وہ مقاصد جن کے زیر نظر دین الٰہی کی ترویج ہوئی اور اسلام کی بے مثال کامیابی و مقبولیت دیکھ کر بڑی بڑی شخصیتوں نے اس کے دامن عافیت میں پناہ لی اور جس کی فطری جاذبیت اور اصولوں کی برتری کے باعث دشمنوں کا پتہ پانی ہو گیا۔ وہ اسلام آج اپنے اصولوں سے کس قدر دور ہٹ گیا ہے۔ اللہ پر ایمان، احکام قرآنی پر عمل، رسول مقبول کی عزت، اہلبیت کی مودت، عبادات کی پابندی، انسانیت کی عظمت، اتحاد ملت، علم کی طرف رجوع، دنیا کے بجائے آخرت کی طلب، منہیات شرعیہ سے احتراز، ظالم سے نفرت، مظلوم سے ہمدردی، مصیبتوں میں صبر و شکر وغیرہ میں سے کوئی چیز باقی نہ

نظر نہیں آتی۔

افسوس! ابو سفیان کے بیٹے نے علیؑ سے جنگ اور ... شکنی کر کے ان سب پر پانی پھیر دیا اور ہمارے ... نظام الٰہی کو برقرار رکھنا دین حق کے زریں اصول ... ہے۔ جس کے لئے نانا محترم نے اپنا خون پسینہ ایک کیا ... بزرگوار نے خانہ خدا میں زہر سے بجھی ہوئی تلوار کھائی ... ماں پہلو سے شکستہ ہو گئیں، بھائی حسنؑ نے زہر کا پیالہ پیا ... کر دیا۔ اس لئے مجھے کیونکر اور ... اس اندھیرے بڑے طوفان ... حق کی ناخدائی کرنی چاہئے۔ تاکہ ... کے چہرے سے جو انیت کی نقاب اٹھ جائے اور ظلم و تعدی، نفس پرستی، خود غرضی، لالچ، مکاری، عیش پرستی اور بیجا تفوق و اقتدار کی تیرہ و تار گھٹا چھٹ جائے بربریت، بہیمیت، عصبیت ... سے مٹ جائے ورنہ انسانیت کے اعلیٰ ترین اصول جنہیں اسلام نے پیش کیا تھا فنا ہو جائیں گے اور انسان خود مختارانہ حیثیت سے ایسے افعال کا عادی ہو گا انسانیت شرم سے اپنی گردن جھکا لے گی کہ اس اثنا میں ... شخص نے آکر خبر دی کہ حاکم مدینہ ولید آپ کو طلب کرتا ہے ... کل پردہ درمیان میں تھا۔ آپ ولید کے گھر تشریف لے گئے ... نامہ دکھلایا۔ آپ نے جواب دیا۔ مروان نے جواب ... مگر آپ نے بخیال امن یہ جواب دیتے ہوئے کہ ... صبح۔ نقا و چلے آئے۔ فدا کی بہن جو دروازہ پر کھڑی ... انتظار کر رہی تھی پوچھا۔

ماں جائے! ولید نے اس شب تار میں کیوں بلایا تھا ... بھائی۔ اسے خبر مرگ معاویہ پہنچ گئی ...

بہن۔ وہ کیا؟

قطعہ

سورج کی ضیا سے ذرے تابندہ ہیں
تارے سر چرخ جیسے رخشندہ ہیں
پیغام حیات احمد و عترت کا عمل
اسلام کا فیض ہے کہ ہم زندہ ہیں

احسن طباطبائی ایم۔ اے

[illegible] شر و فساد کی باتیں، آبائی دیانات، خاندانی معتقدات
[illegible] شیبہ کو دوراتے ہیں۔ یعنی علی سے بزور آزائی
[illegible] رسول کی چہیتی بی بی کو میدان جنگ میں کھڑا کر دیا۔ [illegible]
[illegible] اور ان کے بچوں کو مروا دیا۔ ہر قسم کا غلط پروپیگنڈا اور
[illegible] اہلبیت کے لئے سب و شتم و سیف کا استعمال جائز سمجھا گیا۔ اسلئے
[illegible] کسی [illegible] حیلہ
[illegible] جس
[illegible] کے زعم
[illegible] میں خاندان رسا[لت]
[illegible] کا استیصال ہو جائے
بہن۔ (گھبرا کر)
کیسا حیلہ؟
بھائی۔ بہن! یہ [illegible]
[illegible] کا اتنا معاوی[ہ]
[illegible] یزید۔ قتل کی دھمکی
[illegible] حسین سے بیعت
[illegible] چاہتا ہے۔ جو [illegible]
[illegible] کو سکھایا ہے
[illegible] چاہتا ہے کہ مادیت
[illegible] شاہوں کی طرح میں بھی خلافت یزید کے کامیاب بنانے میں شریک
[illegible] پیغمبر اسلام کا سچا وصی جانشین اسے تسلیم کروں، راہ حق پر ہونے
[illegible] لیکن یہ ناممکن ہے اس لئے کہ میری بیعت حسن مجتبیٰ کی بیعت
[illegible] کی بیعت ہو جائیگی اور دنیا سمجھ لے گی۔ پیغمبر اسلام نے یزید کے
[illegible] کی تصدیق کر دی پھر تو اسلام کی تصویر مٹ جائے گی، [illegible]
[illegible] حقانیت، شرافت، صداقت، خداپرستی
[illegible] ہمدردی، مساوات، رحمدلی کا خاتمہ ہو جائیگا، فسق و فجور، زنا
[illegible] شراب خواری و ستمکاری پھیلے گی۔ ظلم و جور کی آندھیاں چلیں گی
[illegible] قمار بازی و آزادانہ اصول، ایک شیطانی مشن بنا دیئے
[illegible] ہو جائیگا۔ لہذا مجھ جیسا شخص۔ اس جیسے شخص کی
[illegible] سکتا۔

بہن۔ پھر؟
بھائی۔ پھر کیا مجھے مدینہ چھوڑ دینا چاہیئے ورنہ یہ مقدس زمین مسلمانوں کے خون سے رنگین ہو جائے گی اور حرمت قبر رسول مٹ جائے گی۔ لہذا [illegible] قصد کر رہا ہوں زمانہ حج بھی قریب ہے۔
بہن۔ بہتر! جو مناسب ہو۔

قطعات

لوٹا با خزاں نے اکثر یہ چمن
تاثیرِ حسینیت سے پابندِ بہار

برباد کیا برق ستم نے خرمن
تا حشر نہ اجڑیگا ہمارا گلشن

کم رونقی شمع ہے ایوانوں میں
یہ خونِ شہیداں کا ہے پایندہ اثر

سوز الفت ہے مگر بھی پروانوں میں
جوش مذہب جو ہے مسلمانوں میں

احسن طباطبائی ایم۔ اے

— ۵ —

یزید جس کا نام عبداللہ ابن زبیر نے سکران یعنی بدمست رکھا تھا جو ایک بدویہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ صحرا کی کھلی ہوئی آب و ہوا میں پلا تھا۔ شکار کا شوقین اور شاعری کا دلدادہ تھا۔ رقص و سرود پر جان دیتا تھا، شراب و دیگر لہو و لعب کی باتوں میں مصروف رہتا تھا۔ شہوت پرستی و فسق و فجور کو پسند کرتا تھا اور اپنی بداخلاقی اور [illegible] اوباشی کے مظاہرے یوں کرتا تھا کہ بندر کو علماء و فقہا کا لباس پہنا کر خوبصورت سجے ہوئے گدے پر بٹھا کر جہاں خود جاتا تھا وہاں لیجاتا تھا تاکہ مذہب کی توہین و مذہبی رہنماؤں کی تذلیل ہو۔ جب سرور بادہ شراب پی کر بدمست ہوا تو حاضرین سے پوچھنے لگا۔

"مدینہ سے قاصد آیا؟ ولید نے کیا لکھا؟"
ضحاک۔ جہاں پناہ! ابھی ابھی آیا ہے۔ ولید نے لکھا ہے کہ حسین نے معہ اہل و عیال مدینہ چھوڑ دیا۔
یزید۔ کہاں گئے؟
ضحاک۔ امیر کے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ "مکے چلے گئے"۔
یزید۔ کیوں؟

ضحاک ۔ اس خیال سے کہ زمانہ حج قریب ہے ۔ وہاں مسلمانوں کی کثیر جماعت جمع ہو سکتی ہے ۔ اور اچھا خاصہ لشکر مقابلہ کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔

یزید ۔ (چونک کر) کس کا مقابلہ؟ کیسا مقابلہ؟

ضحاک ۔ (ہاتھ جوڑ کر) جہاں پناہ کا اور کس کا۔

رومی ۔ ضرور حسینؑ نے یہی سوچا ہوگا۔

ایک درباری ۔ آل ہاشم ہیں! آل ہاشم!!

دوسرا درباری ۔ وہ خاندان ابی سفیان کی دشمنی میں جو کچھ نہ کر ڈالیں کم ہے

یزید ۔ اگر ایسا ہے تو ولید نے برا کیا ۔ (انھیں جانے دیا)۔

رومی ۔ بے شک بہت برا کیا۔

یزید ۔ (گھبرا کر) پھر؟

رومی ۔ کسی تدبیر سے کام نکالنا چاہیئے ورنہ حسینؑ کے ساتھ مکہ ۔ مدینہ ، یمن و بصرہ سے ایک ٹڈی دل فوج جمع ہو جائیگی اور حسینؑ کا قتل کرنا دشوار ہو جائیگا

ایک درباری ۔ (بات کاٹ کر) اور جہاں پناہ کے عیش و آرام میں خلل پڑ جائیگا

دوسرا درباری ۔ سلطنت بھی تباہ و برباد ہو جائیگی

تیسرا ۔ ابھی خلافت و حکومت دونوں سے ہاتھ دھونا پڑیگا ۔ کوفی حسینؑ کی مدد کو کھڑے ہو جائیں گے اور اسی پردے میں معاویہ سے اپنا بدلا لے لیں گے ۔

یزید ۔ (متوحش ہو کر) کہو شیخ جی یہ لوگ کیا کہتے ہیں ۔

ضحاک ۔ جہاں پناہ جو کچھ کہتے ہیں بہت ٹھیک کہتے ہیں ۔ آثار اچھے نظر نہیں آتے

رومی ۔ غضب ہو گیا ۔ غضب ، حسینؑ مدینہ سے نکل گئے ۔

یزید ۔ پھر کوئی تدبیر ہونی چاہئے ۔۔

ضحاک ۔ بس یہی ایک تدبیر ہے کہ "مکاری سے کام لیا جائے

قطعہ

تعلیم میں حق روی ہے ابتک باقی | پیغام میں دلکشی ہے ابتک باقی

واللہ حسینؑ بن علیؑ کے دم سے | اسلام میں زندگی ہے ابتک باقی

(حسن طباطبائی ۔ ایم ۔ اے)

اور حاجیوں کے لباس میں چند قاتل بھیج دئے جائیں جو موقع ہی پر حسینؑ کو قتل کر دیں تاکہ عوام کو معلوم بھی نہ ہو کہ قاتل کون ہے اور کام بھی نکل جائیگا

یزید ۔ درست اور بالکل درست! لاؤ شراب!

ایک درباری ۔ لیکن حضور! ایسی صورت میں حرمت حرم محترم خانۂ کعبہ … اور ایک بہت بڑا الزام مسلمانوں کے خلیفہ کے سر عائد ہو جائیگا

دوسرا درباری ۔ ضرور عائد ہوگا۔

تیسرا " اس میں بھی کیا کوئی شک ہے

یزید ۔ (جھلا کر) تم لوگ کیسے پست خیال و ذلیل طبیعت کے آدمی ہو ۔ معاویہ کا بیٹا یزید ایسے فضول و بیجا الزامات کی پرواہ نہیں کرتا۔ تم نہیں جانتے کہ اس سے سخت ترین الزامات کی ایک لمبی فہرست میرے باپ کے سر ہے مگر انہوں نے کبھی پرواہ نہ کی اور دنیا کو عظمت و وقار کے سامنے نیچا دکھایا اور اپنے جبر و قدرت و قہر و غلبہ سے ، مجھے اسلام کا جانشین بنا کر عرش پر… یہ مذہبی باتیں مذہبی دیوانوں کو مبارک ہوں ۔ دین و مذہب سے بیزاری رکھنے والا شخص کب ان باتوں کو خیال میں لاتا ہے ۔ بلاؤ قاتلوں کو اور خزانہ کا منہ کھول دو اور اعلان کر دو کہ جو حسینؑ کو قتل کر کے آئیگا اسے جواہرات میں تول دیا جائیگا

ضحاک ۔ (کچھ عرصہ کے بعد) جہاں پناہ! شامیوں کا یہ گروہ (آداب ادا کرتے ہوئے) حضور کے حکم کی تعمیل کے لیے اپنی اپنی [illegible] سمیت حاضر ہے ۔ (سب کے سب سلام کرتے ہیں)

یزید ۔ (سلام کا جواب سر سے دیتا ہوا) تم لوگ جلد حاجیوں کے بھیس میں مکہ جاؤ اور حسینؑ بن علیؑ کو حالت حج میں قتل کر دو۔

(سب کے سب سلام کو جھکتے ہوئے چلے جاتے ہیں)

— ٦ —

[illegible] اور اس کے حیلہ ساز وزیروں و مصاحبوں کی اس نامنغ
[illegible] حسینؑ قبائل عرب کی ہمدردی حاصل کرکے یزید کے مقابلے
[illegible] فوج جمع کرنا چاہتے ہیں پانی پھر گیا۔ نواسہ رسول نے حج کو عمرہ سے
بدل کر مکہ چھوڑ دیا حرمت خانہ کعبہ بچ گئی اور مکہ معظمہ کے آیندہ لوگ حسینؑ کے
حالات و اقوال و افعال سے معلوم ہو گیا کہ آپ اپنی شہادت کو اپنے
[illegible] بھائی کی شہادت کی طرح مبہم اور عام دماغوں سے مخفی رکھنا نہیں
چاہتے نہ اپنی شہادت کو ایسا معمہ بنانا چاہتے ہیں کہ دشمنوں کو
باتیں تراشنے و اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے
[illegible] موقع ملے بلکہ آپ اپنی شہادت
کو دنیائے اسلام
کے لئے ایسی حق و نا
حق کی کھلی ہوئی تصویر
بنانا چاہتے ہیں کہ دنیا سر ور
کو جھکا دے اور کہہ اٹھے کہ
اس سے بڑھکر حقانیت صداقت
کی تصویر تا قیام قیامت ناممکن ہے
پھر خود بخود لوگ یزید کی اسلام سوزی
اور بد طینتی سے متنفر ہو جائیں گے
[illegible] دنیا فروشی
اور اس کے آبا و اجداد
کی مکاریوں کا پردہ چاک کرکے رکھدیں گے۔



چنانچہ آپ نے قدم قدم پر اپنے مقصد شہادت کو نشر کرنا شروع کر دیا۔
عبد اللہ ابن جعفر کے جواب میں فرمایا "مجھے رسول خدا نے خواب
میں ایک کام کا حکم دیا ہے میں حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور نہ اسے
ظاہر کر سکتا۔"

فرزدق نے پوچھا آپ نے حج کے زمانہ میں بغیر ادائے فریضۂ حج مکہ کو کیوں
چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا "اگر میں جلدی نہ کرتا تو مجھے گرفتار کر لیا جاتا"
فرزدق نے کہا پھر آپ کوفہ کا قصد کیوں کرتے ہیں، وہ لوگ خائن
[illegible] ہیں گے۔ آپ نے فرمایا "اے فرزدق کوفے والوں کے متعلق
تمہاری رائے صحیح ہے۔ لیکن حکم آئندہ و گذشتہ سب تا مہ مطلق کے
ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اگر اس کا حکم ہمارے ارادوں
کے موافق ہوا تو ہم اس کا شکریہ ادا کریں گے اور وہی توفیق سپاس
گزاری عطا کرے گا اور اگر اس کا حکم ہمارے مقصد کے موافق نہ ہوا تو
وہ اپنے سے کبھی ان لوگوں کو دور نہیں کریگا جو راہ حق کے سالک و طالب
تقویٰ کے راہرو ہیں۔"

ابا ہرہ نے پوچھا کہ "آپ نے حرم خدا و روضۂ رسالت
پناہ کو کیوں چھوڑا؟"
آپ نے فرمایا۔ اے ابا ہرہ!
وائے ہو تم پر بنی امیہ نے میرے
حقوق غصب کئے اور ہمیشہ میرے
والد بزرگوار پر سب و شتم
کرتے رہے۔ لیکن میں خاموش
رہا اب میرے قتل کے
در پے ہوئے تو مجبوراً
میں نے کسی طرف
نکل جانے کا تہیہ کیا خدا
کی قسم یہ فرقہ گمراہ مجھے قتل کر ڈالیگا
اور خدائے تعالیٰ ان پر اپنے قہر و غضب کو نازل فرمائیگا

طرماح بن حکم نے جب کوفہ والوں کے مکر و فریب کو ظاہر کیا اور کوفہ نہ
جانے و جبل رجا میں قیام فرمانے کی رائے دی۔ اپنے قبیلہ والوں
کی نصرت کی طرف اشارہ کیا تو۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ میں اور کوفہ والوں میں وعدہ ہو گیا
ہے اور وعدہ خلافی میرے شایان شان نہیں اگر خداوند عالم
میرے دشمنوں کو مجھ سے دفع فرما دیا تو میں اس کا شکر گزار اور اس کی
عنایت کا شایان سمجھا جاؤں گا۔ اور اگر اس کا حکم اس کے خلاف
ہوا تو میں ماجور اور سعادت شہادت پر فائز ہوں گا۔۔ انشا [illegible]

غرض یہی کبھی زہیر ابن قیس سے، کبھی جناب علی اکبر سے
کبھی اپنی بہن جناب زینب علیا مقام سے و دیگر ملنے والوں سے خبر
کا اعلان کرتے ہوئے کربلائے معلی پہونچ گئے اور اہل قریہ کو بلا کر زمین
مول لیں۔ تا بعد کے واقعات کے لئے وصیتیں کیں۔

— ٧ —

یزید کو خبر ملی کہ حسینؑ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ [illegible]

ہو گیا کہ اب خلافت و حکومت کی خیر نہیں ہے۔ کوفیوں کو شاہ موتؑ
پرانی پرخاش ہے۔ ان کی رقابت و بربریت "حسین" کو پاکر ضرور رنگ
لائے گی۔ وزراء اور اراکین نے حاکم کوفہ کے بھی محب اہلبیت ہونے کا
خیال دلایا۔ ہاتھ میں لشکر تھا، فوجیں تھیں، خزانہ تھا، زہر آلود تلواریں
تھیں، سہ پہلو تیر تھے، سینوں میں در آنے والے تیر تیسرے تھے، افسر
تھے، سردار تھے، خیمہ و خرگاہ تھا۔ رسد رسانی کے کافی سامان
تھے، حکومت تھی، قوت تھی، ملک ملک سے آدمی فراہم کئے۔
جبر و تشدد کا علم دیا، ظلم و تعدی کی کمک دی، مکر و فریب کو وسیلہ
بنایا اور فسق و فجور کو دمساز قرار دے کر شمع رسالت
کے بجھانے کے لئے، شریعت اسلامی کے مٹا
نے کے لئے، وحی و الہام کا مضحکہ
اڑانے کے لئے بغیر

پس و پیش بھیجدیا۔
تاکہ حق مٹ جائے۔
حلال و حرام کا سوال اٹھ
جائے، انسانیت و حیوانیت
میں تمیز نہ ہو سکے اور یزیدی حکومت
فرعونی حکومت سے آگے نکل جائے۔

چنانچہ یزید و ابن زیاد کے حکم و احکام کے
تحت عمر ابن سعد، شمر ذی الجوشن، حصین بن
نمیر، شبیث بن ربعی، سنان بن انس، خولی، عروہ بن قیس
یزید بن رکاب، نصیر بن خرشہ، معاذ بن المرا، بکر ابن کعب دیگر
سرداران قسی القلب مع ساٹھ ہزار درندوں کے لیں محرم الحرام
۶۱ھ کی شام تک میدان نینوا میں پہونچ گئے جہاں پہلے سے حر و یزید بن حری
کا زیر نگرانی حسینؑ پہونچ چکے تھے۔ پھر اپنی فتح مندی کے تکمیل
پر ان چڑھتے چڑھتے آمادہ پیکار ہو گئے۔ خیمہ عصمت و طہارت
کی طرف تیر پھینکنے لگے اور نگہات فاخریہ کے اسد پہرہ کو مضبوط تر

بنا دیا جو آج تین روز سے اطفال حسینؑ تک پانی نہ پہونچنے
دے لگا ہوا تھا۔

حسین نے بھی صلح جویانہ کوششوں کے بعد اتمام حجت کی آخری
منزل پر پہونچکر یہ فیصلہ کر لیا کہ حق و ناحق کا امتیاز واضح
ہو جائے، قرآن پیام ربانی بنا رہے۔ احکام
جاری رہیں، شعائر اسلامی کی
حرام و حلال اپنی جگہ سے نہ ہٹیں
عفت و عصمت کا وزن
پاکبازی و پاکدامنی
جگہ پر رہے،
نجوت غلط

نہ ہوں، دغابازی کا ڈنکا
نہ پھیلے، ظلم و تعدی نفرت کی چیز
فسق و فجور سے لوگ متنفر ہو جائیں، انسان انسان
بنا رہے حیوان نہ بن جائے، مذہب کے نام پر مذہب
اسلام پر انگشت نمائی نہ ہو۔ شرف انسانیت قائم رہے اور
اسلام کے اصولوں سے بیداری کا سبق ملتی رہے۔
یزید کی خونخوار فوج کے سامنے اپنی مختصری انگلیوں پر گنی جانے والی
بھوکی پیاسی بے سر و سامان جماعت لے کر جس میں اسی برس کے
بھی تھے اور چھ مہینہ کے بچے بھی۔ طاقت کا مقابلہ کردار سے کرنے کے
لئے آگئے۔
لیکن کیا کہنا ان کی بلند کرداری کا! اللہ اکبر! انہوں نے
حسین کے زریں اصولوں پر اپنی جانیں نثار کر دیں اور
بھوکے پیاسے گلے کو دشمنوں کی تیغ کے نیچے رکھدیا
ظلم و ستم سہہ لئے۔ چھوٹی چھوٹی گردنیں کٹوا دیں اور
اس لئے کہ انھیں یقین تھا کہ ہم بہ ہی حق پر ہیں

قطعہ

ہو نور یقیں سے ترے دل جب روشن
جل جائے خود بخود وہم و گماں کا خرمن
پیغام حسینؑ پر جو کامل ہو عمل
باقی نہ رہے فکر ما نہ اندیشۂ رہزن

احسن جہانی طباطبائی ایم۔ اے

[illegible] نے نہیں آیا ہے بلکہ یزیدیت کو فنا کرنے آیا [illegible] وقت بیچنے نہیں آیا ہے بلکہ انسانی دلوں پر حکومت [illegible] آیا ہے۔ دنیا کو حق کے مقابلہ میں استقلال و ایثار کا سبق [illegible] ہے۔ وہ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی سے بہتر ثابت کرنا [illegible] دکھانا چاہتا ہے کہ حق کے مقابلہ میں کثرت و ہجوم سے ڈرنا نہیں [illegible] ہیئے۔ بس خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ خدا ہی کے نام پر زندہ رہنا چاہیئے۔ خدا ہی کے نام پر مرنا چاہیئے۔ یہی عبودیت کی معراج [illegible] اگر اسلام پر مصیبت [illegible] تو جان و مال و اولاد سب کچھ [illegible] کردو۔ ظاہری عزت و وقار کی پروا [illegible] کرو۔ اسلامی تعلیمات و قرآنی احکام کو مد نظر رکھو۔ کسی پر جارحانہ [illegible] نہ کرو۔ کسی کمزور و مظلوم کو [illegible] ضرر نہ پہنچاؤ۔ عزیز و رفیق کو احسان [illegible] سلوک سے گرویدہ بناؤ اور ان کی راحت و آسائش کو اپنے [illegible] راحت و آرام پر مقدم سمجھو۔

وہ آیا اپنے حسن عمل سے دنیا کو دکھا دے گا کہ دیکھو! حق کی بیعت [illegible] پامالی کرنے والوں کے ہاتھ پر دست [illegible] کا لال ہاتھ نہیں رکھتا اور مسلمانوں [illegible] کی اس غلطی کو تسلیم نہیں کرتا جو وفات [illegible] کے بعد انتخاب قیادت و خلافت [illegible] کے معاملہ میں مسلمانوں سے [illegible] کے نتیجہ میں آج یزید کو یہ جرأت ہوئی ہے کہ وہ اللہ [illegible] کو تسلیم نہیں کرتا، قرآن کو ضابطہ حیات نہیں سمجھتا [illegible] رسول کی قیادت کا اعلان نہیں کرتا بلکہ انکے استیصال [illegible] ہے۔

[illegible] اس کے خاتمہ السلیں میں ایسا انقلاب پیدا کردیگا [illegible] مشورہ اور خلیفہ کو حق ماننے والے بھی مجبور ہو کر یزید جیسے فاسق و فاجر کو خلیفہ رسول کہتے ہوئے شرمائیں گے اور دل سے اقرار کرلیں گے کہ قرآن کے ساتھ آل رسول کی قوت نافذہ و قوت قیادت لازمی ہے۔

پس یہ اصغر کے پاک و پاکیزہ خون ناحق کی چمک ہے، تڑپ ہے جو چودہ صدی سے برابر اسی شان سے ضوفشاں ہے جس شان سے کربلا کے میدان میں ضوفشاں تھی۔

حالانکہ بڑے بڑے بادشاہ اسے پامال کرنے اٹھے، طاقتیں صرف کیں حکومتوں کا زور لگایا اور حسین کے ہزاروں ماننے والوں کا خون بہایا۔ زندہ دیواروں میں چنا، قید کیا۔ اور مخبر ایسے منظالم کو ضمیمہ واقعات کربلا سمجھ کر اپنی تسکین کرتے ہوئے قبر میں جا سوئے لیکن ہر طرف سے آج یہی صدا آتی ہے کہ:۔

”حسین زندہ باد۔ حسینیت پائندہ باد“

اور آتی رہے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

قطعات

عباس کے پرچم کو لٹانے والو
آئین وفا کو بھلانے والو
میدانِ عمل میں اتنا پیچھے کیوں ہو
رونے والو فقط رلانے والو!

دنیا کی کشاکش سے چھڑا دے مجھکو
امداد کا طالب ہوں صدا دے مجھکو
ہر بیکس و مظلوم کا ملجا تو ہے
آسودۂ ناسور بنا دے مجھکو

(احسن طبا طبائی۔ ایم۔ اے)

وہی حسین بنا سرگراں زمانے کا
[illegible]

[illegible]

حرب کی آل اور آل نبی سے ہمسری

نتیجۂ فکر بلند جناب مولانا ضیاء احمد صاحب ضیاء، ایم۔ اے، ریڈر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جمع ہیں سبطِ مصطفےٰ تجھ میں صفات سروری
شان و شکوہ جعفری جاہ و جلال حیدری

راہ خدا میں گھر دیا، سجدۂ حق میں سر دیا
نام وفا کا کر دیا، تو نے نبھی دلاوری

باغ رسول کے ثمر، کان بتول کے گہر
تیرے وجود پاک پر ختم ہے پاک گوہری

تجھ میں عجب ثبات ہے غیر میں کب بات ہے
خلق میں تیری ذات ہے معجزۂ پیمبری

جس کو تری ولا نہیں، الفت مصطفےٰ نہیں
دین سے واسطا نہیں، جھوٹی ہے دیں پروری

اے شہ عرش اقتدار، تیرا شرف تو درکنار
تیرے گدائے در کو عار طنطنۂ سکندری

گردش روزگار دوں، اس سے زیادہ کیا کہوں
حرب کی آل اور یوں آل نبی سے ہمسری

تیرے ہی گھر کی نعمتیں کھائیں، تجھی پہ بدعتیں
آہ! عدو کی جرأتیں حیف خرد کی خودسری

اہل شرارت و عناد، حق سے وہ برسرِ فساد
وہ ترا افضل الجہاد ملت حق کی یاوری

بیعتِ اہلِ فسق کا ننگ نہ تجھ سے اٹھ سکا
غم جو پڑا اٹھا لیا تو نے نبھی دلاوری

تھے کئی اور نیک نام، کس سے ہوا مگر یہ کام
یہ ہے عزیمت اے امام تیری دلیل برتری

لشکری پژمردہ ہیں، کوفیوں کے گروہ میں
خود اموی شکوہ میں رعب سے تیرے تھرتھری

کیسے ٹھہرتے زشت خو جنگ میں تیرے روبرو
لختِ دل خلیل تو اور وہ بتان آزری

ہو گئے سب جفا پرست حشم جہاں میں خوار پست ‖ بہ تری ظاہری شکست اصل میں ہے مظفری

دیکھ کے جور اہل شر صبر بہت کیا مگر ‖ لے گئی قوت بشر رحلت اکبرؑ جری

اُف غم طفل بے زبان جس سے نہ رہ سکا نہاں ‖ وہ تیرے قلب کا دھواں وہ تیری چشم کی تری

طرہ آہ کا ترے عرش مجید شیفتہ ‖ گوہر اشک کا ترے رب جلیل جوہری

وہ ترا جسم نازنین اور سم خیل فوج کیں ‖ آہ نہ شق ہوئی زمیں دیکھ کے یہ ستم گری

ظلم کی حد بھی ہے کوئی کیوں نہ قیامت آگئی ‖ پھر رخ حسین کی تیرے یہ جلوہ گستری

ضد سے جلائے وہ خیام جن میں تھا آل کا قیام ‖ تھے یہ سیاہ دل تمام بانی کینہ پروری

بنت رسول دربدر بلوہ میں تھی برہنہ سر ‖ کرتی تھی گرد پر ہرگز مقنعی و چادری

امت احمد اور عرب، آل پہ جور بے سبب ‖ جیسے کہ تھے یہ بے ادب کاشغری و بربری

چشم کرم ہو اے حسین سبط رسول مشرقین ‖ لٹ گیا اب دلوں کا چین پڑ گئی صف ابتری

اب نہیں بہتری کے طور ہنستے ہیں ہم پہ اہل جور ‖ امت جد ہے آہ اور کینہ چرخ چنبری

دین رسول خوار ہے قوم کا حال زار ہے ‖ سر ہے کہ تن پہ بار ہے بڑھ گئی بیکسری

از رہ کینہ و عناد غیر ہیں برسر فساد ‖ ہو گیا اس پہ مستزاد اپنوں کا حسن کمتری

اصغر کا یہ مآل دیکھ جوش غم و ملال دیکھ ‖ خستہ دلوں کا حال دیکھ از رہ بندہ پروری

عرض کر اب نیاز سے خالق کارساز سے ‖ رحمت دل نواز سے دور ہے یہ بد اختری

عظیم المرتبت انسان

(نوشتہ جناب سید افتخار حسین صاحب ایم۔اے ماسٹر انجمن ہائی اسکول ناگپور)

عام طور سے عظیم المرتبت انسان صرف ان لوگوں کو سمجھا جاتا ہے جو کسی بڑے عہدہ پر فائز ہوں۔ کیوں کہ عوام کی نگاہیں ان کو معلوم کرنے میں زیادہ دقت محسوس نہیں کرتیں۔

آسمان کی بلندی کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ آفتاب، ماہتاب و سیارگان کا بلند بالا ہونا ہر کہہ ومہ آسانی سے بتا سکتا ہے۔ زمین کا پست ہونا کسے نہیں معلوم؟ لیکن ان کرہ ہائے ارض و سما کی پستی و بلندی کا راز نہ کھلا۔

آسمان کی بلندی شاید اس کی خاکساری کے باعث ہو باوجود بلندی کے زمین کی طرف مودبانہ طور پر جھکا ہوا نظر آتا ہے۔ آفتاب۔ ماہتاب و سیارگان کی بلندی کا شاید یہ راز ہو کہ نورانی ذرے اپنے ہم جنس خاکی ذروں پر لگاتار بہر کیف نظریں ڈالتے رہتے ہیں۔

آسمان پر بھی مخلوق رہتی ہے جس کی بزرگی مسلم الثبوت۔ لیکن چند ہستیاں ایسی بھی نکلیں جو اپنے دل میں تڑپ رکھتی تھیں ایک حساس اور دردمند دل لیے ہوئے تھیں۔ صرف بلندی سے نگراں رہنے پر تحمل نہ رہ سکیں۔ عالم ارواح ہی میں رضا کارانہ طریقہ پر خود کو آزمائش میں ڈال کر زمین پر آنا پسند کیا۔ اور انکساری کی حدیاں تک پہونچی کہ باوجود نور سے تخلیق ہونے کے جامہ گی سے ملبوس ہونا پسند کیا۔ خالق کو اپنی مخلوق کا عجز پسند آیا۔ دیگر مخلوقات سے مرتبہ دوبالا کیا۔ حتیٰ کہ باشندگانِ آسمان کو حیرت ہوئی کہ کوئی بندہ خاکی لباس میں ملبوس ہو کر آسمانی مخلوق سے بہتر اور اشرف المخلوقات کے خطاب سے بھی سرفراز ہو سکتا ہے! مگر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اسی پتلۂ خاکی کو قدرت کاملہ کی جانب سے عہدہ خاص تفویض ہوا۔ اور وہ زمین پر خدا کا نائب مقرر ہوا کبر و نخوت کی آنکھیں کھل [illegible] حسد و تکبر کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور معلم الملکوت نے خدا سے انحراف کیا۔ یہ تو ابتدائے آفرینش کی ایک [illegible]

زمانہ گزرتا گیا۔ مخلوقات عالم کی ہدایت کے لیے [illegible] نادر الوجود ہستیاں قدرت کی جانب سے روئے زمین پر [illegible] لیکن حرص و ہوا کے بندوں نے ہمیشہ انھیں نظر اشتباہ سے [illegible] معجزات کو دیکھ کر ایمان لانے کے بجائے جادوگری کا الزام [illegible] ہاں اللہ کے نیک بندوں نے سر تسلیم خم کیا۔ فرض شناس نظروں نے اپنے آقاؤں کو پہچانا۔ اور ان کے معرفت معرفت الٰہی حاصل [illegible]

انھیں نادر الوجود ہستیوں میں سے ایک عظیم المرتبت ہستی حسینؑ کی تھی۔ وہ حسینؑ جو بڑے ایثار و قربانی کا مادہ رکھتا تھا۔ وہ حسینؑ جو انسان کو اصول و معیاری زندگی کی بلند منزلوں پر فائز دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ حسینؑ جو دنیا والوں کو سیدھا سچا راستہ (صراط مستقیم) و سلامت روی (اسلام) کے بلند ترین اصولوں [illegible] استقلال کے ساتھ گامزن دیکھنا چاہتا تھا۔

جناب رسالتمآبؐ نے اسی راہ کی ہدایت و تلقین کر کے رحمۃ للعالمین کا خطاب حاصل کیا۔ اس مشن کے بانی تو [illegible] حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے لیکن ہر مشن کو استحکام دینے کے لیے وقت اور قربانی کی ضرورت در پیش ہوتی [illegible] چنانچہ اس بار عظیم سے وہی شخص عہدہ برآ ہو سکتا تھا جو [illegible] کی تمام خصوصیات کا حامل ہو۔

اسلام کی اشاعت و تبلیغ تو شروع ہو چکی تھی لیکن [illegible] پر حرص کا غلبہ چھایا ہوا تھا۔ اور یزید کا سا فاسق [illegible] اگر اپنے کو صرف دنیاوی بادشاہ منوانے پر اکتفا کرتا تو غنیمت ہوتا لیکن وہ تو دین اسلام کی پشت پناہی [illegible] کر رہا تھا جب کہ اسلام کی ہر بنیاد کو اپنی سیاہ کاریوں [illegible] متزلزل کر رہا تھا۔ اگر اپنی طاقت سے [illegible] رسولؐ کو مرعوب کر کے بیعت حاصل کر [illegible]

...ا۔ اس کے سبب عیوب اسلام کی رگ رگ میں شمار ہو گئے اور اس طرح اسلام کے بہترین اصولوں کی بیخ کنی ہوتی۔

یزید یہ خوب جانتا تھا کہ وہ باوجودیکہ اپنے باپ کی عیاری سے تخت کا مالک بن چکا تھا۔ لیکن حسینؑ کی شخصیت کے آگے اس کا وقار قائم ہونا محال تھا۔ لوگوں کے دلوں پر حسینؑ کی بے پناہ شخصیت حکمران تھی۔ اس لئے یزید یہ چاہتا تھا کہ حسینؑ اس کی بیعت کر لیں ورنہ عظمت و بزرگی کے مالک حسینؑ مختار رہیں گے اور تخت و تاج یزید کے وقار کو ذرہ بھر بھی نہ بڑھا سکے گا۔ یزید تاج کو پہن کر حسینؑ کی عظمت و وقار کے سامنے اپنی ذلت و رسوائی کو دیکھ کر اس قدر خائف و لرزہ براندام تھا کہ جب حسینؑ کی شخصی عظمت و شکوہ وقار کو اپنے جبر و ظلم سے بھی حاصل نہ کر سکا تو اپنے سبک پلہ کو گراں کرنے کے لئے حسینؑ کا سر منگوا بھیجا اور اپنے کبر و نخوت و حکومت کے نشہ میں سرشار رہ کر وہ ظلم کرائے کہ دنیائے انسانیت چیخ اٹھی۔

حسینؑ اور ان کے اعوان و انصار کے ذاتی جوہر، شرافت نسبی، شجاعت، سخاوت، علم، حلم، کرم، عفو، صبر و استقلال کو دیکھ کر انسانیت ایک جانب انگشت بدنداں تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ۔ اے تاجدار انسانیت تو نے اپنے صبر و شرافت کے وہ جوہر دکھلائے کہ حق و باطل کا امتیاز کرنے میں ذرا بھی دقت نہ رہی۔

بوڑھے بوڑھوں سے، جوان جوانوں سے اور صغیر بچے اپنے ہمجولیوں سے آج وہ سبق لے کر اٹھے کہ تا قیام قیامت صفحۂ دل سے محو نہیں ہو سکتے۔ مگر اے حسینؑ! ساتھ ہی ساتھ ہمارے [illegible] کا گرداب آج ایسا امنڈ آیا ہے کہ ہمارے آنسو [illegible] اب نہ تھمیں گے۔

گو آج بظاہر یزید فتح کے نقارے بجوا رہا ہے، اور سر حسینؑ [illegible] پایۂ تخت رکھ کر بے ادبی کے مظاہرے کر [illegible] آج ہی سے شکست خوردہ ہو چکا ہے کیونکہ تاریخ [illegible] میں لعنت کا طوق ڈالے گی اس کی سیاست اور اس کی شہرت آج ہی دفن ہو چکی۔ کل دنیا اس کا نام تک نہ لے گی۔

لیکن اے حسینؑ آپ کی بے پناہ عظمت، بے مثل شخصیت کو دنیائے انسانیت اپنے تاج کی زینت بنا کر رکھے گی اور اس کی شعاعوں کی برکت سے تاریکی و ظلمت دور ہوتی جائیگی۔ آپ کے صبر کا گوہر آبدار زیادہ چمکے گا۔ دنیا کی نظروں کو خیرہ کرے گا بلکہ اگر آپ کی شرافت و انسانیت کا عکس کسی تاج کے جواہر و لعل پر پڑ جاتے تو وہ تاج عالمگیر شخصیت کا حامل ہوگا اور حقیقی فتح کا سہرا بالآخر آپ ہی کے سر ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ کی قتل گاہ کے ذرے سجدہ گاہ انسانیت بن جائینگے اور اس قطعہ ارض پر جنت الفردوس رشک کرے گی۔ دنیا کے تاجدار اس کا طواف کریں گے اور ہر مشکل کے موقع پر دنیا کی نگاہیں اسی درسگاہ سے ہدایت کا سبق لینے پر مجبور ہوں گی۔

جب جنگ کے کالے بادل فضا پر چھا جائیں گے اور جنگی طیارے ایٹم بم سے بھی زیادہ مہلک و خوفناک آلات حرب لے کر سر پر چیل کی طرح منڈلا رہیں گے تو اس مسموم فضا کو راہ راست پر لانے کے لئے تیرا ہی نام لیا جائے گا اور دنیا عالم بیچارگی میں آپ کے صبر و استقلال کے جوہر کو اپنا مطمح نظر بنا کر "حسینیت زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے بلند کرے گی حتیٰ کہ دنیا کا گوشہ گوشہ حسینیت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے گا اور حسینیت کا آفتاب بلند ہو کر دنیا کو عدل و انصاف کی روشنی سے منور کر دے گا۔

دنیا پہ عشق [illegible] ہیں وہ دو نشاں
جو [illegible] میں بہا بہانے ہیں
اور [illegible] حضرت شبیر [illegible]
[illegible] نشان شہادت
([illegible])

سیدہؑ کا لال!

نوشتہ جناب مفتی سید طاہر آغا صاحب [illegible]
استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ

سرورِ کائنات کو مکہ چھوڑے چار سال گزر چکے ہیں۔ خدائی برکتوں والا نبیؐ کرم کی دولتیں مدینہ میں بانٹ رہا ہے۔ سیرت کاملہ اور حکم اسلامی کے جواہر پارے قول و عمل کی صداقت کے سانچوں میں ڈھل رہے ہیں۔۔۔ مسجدوں کی تعمیروں کے ساتھ قلوب کی پاکیزگی اور تطہیر کا کام بھی جاری ہے۔ ایک وقت اگر مصلّوں پر طاعت رب کے مرقعے دکھائی دیتے ہیں۔ تو دوسرے وقت صلۂ رحم، یتیم پروری اور برادر نوازی۔ (حقوق الناس) کے سبق سنائی دیتے ہیں۔

امتیازات اور ہر طرح کے تو قعات کو ختم کیا جا رہا ہے۔ نہ صاحبانِ جمال کی پرستاری ہے اور نہ دولت والوں کی خوشامد نہ خاندانی عزتوں کی وہ دیوار یں جو خط ناک "تخت" کو اپنے سایہ میں پناہ دیتی ہیں۔ ان کا استحکام ہے اور نہ "ملک و نسل" کی تفریق سے سروکار۔۔۔ بندۂ خاص رب محمد بن عبداللہ کو اگر کوئی جمال پسند ہو۔۔۔ تو وہی جو جمال الٰہی کا آئینہ دار ہو اور اگر کوئی دولتمند دوست ہو۔۔۔ تو وہی جو دولت ایمان سے مالا مال ہو اور رشتہ و نسل وہ ہی نظر میں وقیع ہے۔۔۔ جو عبدیت کو معبودیت سے قریب تر کر دے اور اخوت باہمی کو پائدار بنا دے۔

فرزندانِ آدمؑ کو تاجِ شرافت بخشنے والا نبیؐ ان ممیزات اور وجوہِ مفاخرت کو نہیں سراہنا چاہتا تھا جو اُلفت کے بجائے عداوت اور عقیدت کے بجائے نفرت پیدا کر دیں بلکہ ان صفاتِ حسنہ کا علمبردار تھا جن کو کمال پسند طبیعتیں دوست رکھیں اور جن سے روئے انسانیت دمک اٹھے جب ایک انسان دوسرے کو ان اوصاف میں اپنے سے بڑھا چڑھا دیکھے تو فطری طور پر وہ اس کو دوست رکھنے پر آمادہ ہو جائے۔

اگر دولتمندی کو معیار قرار دیا جاتا تو وہ تو رہم [illegible] رشک و حسد، قتل و غارت، نفرت و عداوت کو جنم دینے والا [illegible] قرابتوں کو فنا اور محبتوں کو ملیامیٹ کر دیتی۔۔۔ انسان کا [illegible] تاب لا سکتا ہے اگر باپ سے منتقل ہونے والی دولت بیٹے [illegible] بلکہ یہ سیم و زر کی تابندگی جہاں آنکھوں سے مروت ختم کر [illegible] دلوں کے صفحات سے لفظِ محبت بھی مٹا دیتی ہے اور فرزند [illegible] رشتہ دفعتاً "دینار کی تلوار" قطع کر دیتی جس کو خون کے [illegible] نے مضبوط بنایا تھا۔ بیٹا باپ کو دولت کے کارن اپنے [illegible] میں کانٹا سمجھنے لگتا ہے اور اس کے وجود کو خزانہ کا سانپ [illegible] کے وار سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا ہے۔

ایسی دولت پر خاک ہو! جو طبع انسانی کو قناعت [illegible] حرص و آز کا شکار کر دے، جس کی زیادتی "سرمایہ داری" اور [illegible] کی لفظوں سے گردنت میں آ جائیں۔ عوام نظریں پھیر لیں اور غریب بجائے بد دعا کرنے لگیں۔

یہ "دولت والا" اور ایسا "سرمایہ دار" جو صرف پیسہ کے [illegible] انسانی گردنوں کو اپنی زنجیر زر کا اسیر اور اپنے شہر سے [illegible] انبار پر گھمنڈ کر کے دوسروں کو ذلیل سمجھ بیٹھے نظر اسلام میں سب سے بڑا محتاج اور فقیر متصور کیا جاتا ہے، معلم عالم [illegible] امارت اور اس کے غنی و تونگری کے نشہ کو یہ کہہ کر کافور کر دیا۔ اللہ الغنی وانتم الفقراء بس اللہ غنی ہے اور تم سب کے سب [illegible] بیشک شکل و صورت حسن و جمال کتاب خلقت کے "دیباچہ" کا حسین نمونہ ہیں۔ لیکن! مصور کے قلم [illegible] لکیروں سے گھرا ہوا ڈھانچہ کوئی حق نہیں رکھتا کہ [illegible] کر سکے اور اپنے جمال کو [illegible]

مصور کے قلم کا فیض ہے جو رنگ و کیف ہو کر اس کے خطوط میں تنویر پا جاتا ہے۔ مصور کی تخلیق و تصویر سے پہلے اس کا سارا فن ایک عدم کے سیاہ پردے میں مستور اور پوشیدہ تھا جب جمال کامل کی پیشانی تخلیق سے چند قطرے اس ایک سیاہ چادر پر گرے تو تقدیر کے آسمان پر معدوم شکلیں ستاروں کی طرح چمک اٹھیں۔ زمانہ والے! ان کو ماہ و اختر، زہرہ و مشتری کہہ کے پکارنے لگے، اور اپنی قسمتوں کے بگڑنے، اور سنورنے کا بہانہ سمجھ بیٹھے"۔ ان کے حسن کو کمال اور پائندار خیال کر لیا کہ ستاروں کی چال سے، اور مہر و ماہ کی رفتار پر "سرمایۂ تقدیر" کا مدار کرنے لگے۔

لیکن وہ نظر والے! جن کے قدموں سے نجوم و افلاک کی تقدیریں وابستہ تھیں، اور جن کے وجود کو متاثر لقائے ارض و سماوات قرار دیا گیا تھا جنہوں نے آسمانوں کو بنتے اور فرش زمین کو بچھتے، پہاڑوں کو نصب ہوتے اور دریاؤں کو رواں پاتے دیکھا تھا۔ جنہوں نے لباس فلک پر چمکتے ہوئے تاروں کو اپنے قدموں سے روندا، اور فراز عرش کو اپنے شانۂ شرف سے عزت دی تھی کبھی بھی نہ حسینان فلک کو نظر میں لائے۔ اور نہ زمین پر بسنے۔ اے خوشجمال ان کو بھائے۔

فلک کے ستارے، ان کی نگاہ میں کیا آتے، جبکہ ان کا انجام پیش نظر تھا کہ ان کے لئے ایک دن وہ آنے والا ہے۔

اذا السماء انفطرت ٥ واذا	جب آسمان ترخ جائے گا، اور جب (یہ)
الكواكب انتثرت ٥ واذا البحار	تارے ٹوٹ (ٹوٹ) کر گر پڑیں گے اور جب
فجرت ٥ واذا القبور بعثرت ٥	دریا (ایک دوسرے سے) مل جائیں گے اور
علمت نفس ما قدمت واخرت	جب اہل قبور اٹھائے جائیں گے تب ہر شخص کو
(الانفطار)	معلوم ہو گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا
	(سورۃ الانفطار مکیۃ)

"جب خبر غیب اور انجام آخر کو قرآن کریم نے ہم تک پہنچایا، اس سے ہماری آنکھیں یقیناً کھل گئی ہوں گی، اور ہمیشہ حال کے آئینے میں مستقل حسن و جمال دیکھنے والوں کو شاید کیا بلکہ یقینی طور پر اس آئینہ میں تصویر حسن کے پیچھے موت و فنا کی بھیانک شکلیں بھی دکھائی دی ہوں گی۔ سر پر غرور کا انجام نشۂ حسن میں مستی کا اختتام، ایک ضربہ ممات اور آہ حسرت و حرمان پر تمام ہو جاتا ہے۔ جب قبرستانوں میں جائیے تو اور وادیوں میں پھریئے تو وہاں بلا امتیاز حسن و خوبصورتی سب ایک قبر میں ملے ملیں گی، جن کے سب اسیر و گدا

دیں گے، ٹھوکروں میں آنے والے سر زبان حال سے اپنی خود سری، اور خوشجمالی کی داستانیں سنائیں گے لیکن! اگر آپ کسی غریب اور بے جمال کے سر سے ان کا موازنہ کیجیے گا، تو کوئی امتیاز و تفریق کی صورت باہم نہ نکل سکے گی

علمائے دانش و آگاہی! لیس مرگ مجھ کو خبر تو دو
جسے تم سمجھتے تھے "جام جم" وہ یہی تو کاسۂ سر نہیں،

(آیۃ اللہ المفتی محمد علی)

تو بھلا! فخر موجودات نبیؐ اس مٹنے والی متاع حسن کو کیا معیار قرار دیتا؟ جبکہ اس کا انجام اور اس کی بے اعتباری پر چشم بینا پر روشن تھی، اس لئے نہ تو حسن کو خود مطمح نظر بنایا اور نہ امت کے لئے اس کو مقصود بنانا پسند کیا۔ تبلیغ حق، اور اعلائے کلمات رب کو، سر زبان سے روکنے کے لئے جب قریش وغیر قریش، عرب و حجاز کے امرا و سردار، در پے ہوئے تو اسی دولت و حسن کی بہتر سے بہتر پیشکشیں کی گئیں اور کہا گیا کہ "اے ابن عبداللہ! جتنی دولت کہو وہ حاضر کر دیں، اور جس قبیلہ و نسل کی خوشجمال لڑکی کہو، وہ تمہارے عقد میں دے دیں لیکن! "اپنی تحریک سے باز آ جاؤ"۔

جمال حق کو پیش نظر رکھنے والے حبیبؐ نے کیا جواب دیا؟ "اگر ایک ہاتھ میں آفتاب، اور دوسرے میں ماہتاب بھی دے دو! تب بھی میں اعلان حق سے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا"

جب آفتاب و ماہتاب نظر میں ہیچ ہیں تو آفتاب تمثال اور ماہتاب صورتیں کیا وقعت رکھتی ہیں!!

ملک و نسل کی تفریق ہیکل انسانی، اور نظام اجتماعی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے تیز دھار اوزار سے کم نہیں اور اگر ملک و نسل کے جغرافیائی خانوں کو عصبیت اور بیگانگی کے رنگوں میں ظاہر کیا جائے، تو ایک زمین اور ایک آسمان کے نیچے بسنے والے، آپس میں اتنی ہی دوری محسوس کرنے لگیں جتنی کرۂ ارض و مریخ کے باشندے۔ جو نظام ایسی تنگ نظری کو سراہے اور "تقسیم" کے ساتھ دلوں کو اور ملکوں کے ساتھ روحوں کو بھی بانٹ دے، وہ کیا حق رکھتا ہے کہ اپنے کو آفاقی اصلاح کا علمبردار کہہ سکے جس نظام کی بنیاد محدود افراد کو پیش نظر رکھ کر قائم کی گئی ہو وہ کبھی اپنے حدود اربعہ سے آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ قرآن کریم اور فرقان حکیم نے جرگہ بندی اور گروہ و قبائل، قوم و نسل کو اس سے زیادہ وقعت نہیں دی۔

انا جعلناکم شعوبا (کہ)۔ ہم نے تم کو قوم و قبیلے کے (دائروں) میں (صرف)

وقبائل لتعارفوا	اس لئے رکھا ہے کہ (وقت ضرورت پہچانے)
ان اکرمکم عند اللہ	جا سکو۔ (عزت تم میں سے اس کی)
اتقکم۔	ہے —— کہ جو عمل میں تم میں بہتر ہے۔

اگر عمل، دینداری اور احکام کی پاسداری ہے تو اہلیت اتنی بڑھ جائے گی —— کہ وہ فرد فارس سلمان محمدیؑ کہلایا جائے گا اور اس کے لئے "السلمان منا اہل البیت" کے اعزاز کا اعلان ہوگا اور بے عملی اور بے دینی، عناد و الحاد کے ہاتھوں وہ رشتے ختم ہو جائیں گے جو نسب کے اعتبار سے قائم ہوئے تھے۔ ابو جہل عم رسول ہوتے ہوئے، نظر رحمۃ للعالمین میں رحم و الفت کا مستحق نہ ہوگا۔ سرور کائناتؐ نے مکہ کو خیرباد کہہ کے جب مدینہ آباد کیا تو کچھ لوگوں نے "مہاجرین و انصار" کی اصطلاحیں اور تفریقیں قائم کیں۔ بیکن ختمی مرتبتؐ نے مقامی و غیر مقامی مدنی و مکی، قریشی و غیر قریشی، حجازی و عراقی، احمر و اسود، اعلیٰ و ادنیٰ، نادار اور متمول کسی تفریق کو گوارا نہیں فرمایا اور اپنے ابر رحمت اور کلمات وحی سے سب کو برابر سے سیراب کیا۔ نہ ذاتی طور پر مہاجر کو پست اور مقامی کو باعزت کیا اور نہ جغرافیائی تفریق کو پسند فرمایا بلکہ آثار اسلامی اتنے وسیع سے وسیع رکھے جن کے حدود سے کوئی ملک و نسل کا آدمی باہر نہ ہو سکے۔ ہاں! بس ایک لحاظ قائم فرمایا اور وہ یہ کہ "ایک اللہ، اور اس کے رسول، اور اس کے احکام کا ماننے والا ہو" پھر اس کی جان اس کے مال اس کی عزت کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ مشرق میں بسنے والا ہو، یا مغرب کا باشندہ۔ تربیت گاہ نبوی میں ہر سن و سال اور کیف و حال کے انسان ملیں گے، بلال حبشیؓ بھی اور عباسؓ قریشی بھی۔ حمزہؓ و جعفرؓ سے حجازی بھی۔ اور سلمان فارسیؓ بھی، نہ آزاد و غلام میں تفریق اور نہ امیر و غریب میں امتیاز نہ رنگ و نسل کی پوچھ۔ اور نہ ملک و قومیت کا سوال۔ جادۂ حق کے سب چلنے والے۔ اور سب خدا و رسول کا دم بھرنے والے۔

احکام کی بجا آوری اور جزا و سزا کے استحقاق میں نہ غلاموں پر شدت و زیادتی، اور نہ آقاؤں کے ساتھ امتیازی لطف و مدارا، آقاؤں کے پہلو بہ پہلو غلام، اور امیروں کے دوش بدوش نادار سے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

کہا! آج جاہلیت کے بت ... [illegible]

امیر و گدا، مال و دولت کے پجاری ... [illegible]

مساوات اور تعلیم انفاق ... [illegible]

عقیدہ ایک ہے اور سب کے خیالات ایک سانچے میں ڈھلے ... [illegible]

میں تفریق اور نہ الٰہی نعمتوں میں امتیاز۔

الھکم الہ واحد!	تم سب کا خدا ایک!
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین	اور محمدؐ بالتخصیص عالمین کے [illegible]
بعثت الی الاحمر	(میں) کالے اور گورے ہر ایک کی [illegible]
والاسود۔	(مساوی طور پر) مبعوث ہوا [illegible]
لا فخر للقرشی	(اور نہ) قریشی کو (اپنی شرافت [illegible])
علی غیر قرشی	غیر قریشی پر حق افتخار حاصل [illegible]

بس ایک خدا، اور اس کی خدائی میں تم مساوی طور پر [illegible] ایک نبیؐ، اور وہ تم سب کے لئے سرچشمۂ ہدایت۔ بس یہ کہ [illegible] اعتبار سے، اور امتیاز حاصل ہے تو خوش اعمالوں کو۔ اس کے [illegible] اور بشر طا نہیں!!

یہ ہے وہ دین حق! جس کو ہم نے قول و کردار نبیؐ سے [illegible] آئیے! ۶۱ھ ہجری میں محمدی علوم کے وارث دین حق کے [illegible] کے جانشین الٰہی حجتوں کے حامل، نازش ذبیح و خلیل [illegible] کے دلارے۔ زینبؑ و ام کلثومؑ کے سہارے "سیدہ" کے لال، جن کے کردار و اقوال میں ان تعلیمات کو ڈھونڈیں۔ اگر رسالت مآب اور اقوال ختمی مرتبتؐ کے چرچے یہاں ملیں تو آواز حق ہم [illegible] اور راہ دین پا لیں گے۔ اور نجات و ہدایت کا صورتیں ہم [illegible] نکل آئیں گی۔

اور ساتھ ہی حسینؑ ابن علیؑ کی معرفت نہ رکھنے والوں کو [illegible] کو سنبھالنے اور اپنے اعمال کو درست کرنے کا راستہ بھی [illegible] کہ وہ سمجھ سکیں، یزید اور یزید کا سلسلۂ خلافت [illegible] اور حسینؑ کا سلسلۂ امامت؟ اس طرح کھرا کھوٹا [illegible] اور آئندہ کے لئے ہمیں ایک کسوٹی ہاتھ آ جائے گی [illegible] سمجھا، اور جو اس سے گرے وہ کھوٹا۔

ذرا دیکھئے کہ یہ وہ [illegible]

...ہے؟ اور قلعہ اسلام کو اپنے کردار سے کتنا مضبوط بنایا ہے؟
... یا چھلکتے ہوئے جام؟ نظر میں جمالِ الٰہی ہے یا عکسِ بت گلفام؟
... عبادت پہ ہیں یا راہِ معصیت پر؟ بزم میں اللہ والے ہیں یا
... پینے والے؟ لب پر قرآن ہے یا گناہوں کے تذکرے، دل میں خوفِ خدا
... یا دل پہ مستیاں؟ اقامتِ صلوٰۃ ہے یا ناؤ نوش میں وقت گزاری؟
... رسول کی عزت ہے یا ان کے لئے تحقیر کردار؟ شعائر اللہ، مدینۂ نبی اور
... خدا کا احترام ہے یا ان کی حرمت کی بربادی؟ نبوت کا اقرار ہے یا
... کی رسالت سے انکار؟

... اس طویل فہرست فسق و فجور کو منطبق کرنے کے لئے اور یزیدی ذہنیت
... حلال محمد کو حرام اور حرام محمد کو حلال کے ثبوت جواز میں۔ یزید کے وہ
اشعار کافی ہیں جن میں اس نے فتح کے نشہ میں بے خبر ہو کے اپنے کفر کا
اعلان کر دیا ہے

...ھاشم بالملک فلا	تھا ہاشم نے (تو) ملک گیری کا ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ
خبر جاء ولا وحی نزل	کوئی (آسمانی) خبر آئی نہ وحی (الٰہی) نازل ہوئی۔

یہ ہے یزید جس نے اصول اسلام اور رسول اکرم کی جانفشانیوں کو یوں ملیامیٹ کر دیا اور یہ ہیں حسین ابن علی کہ جو سوال بیعت کے بعد حیاتِ اسلام اور مرگ علی اکبر میں موازنہ کرتے ہیں جو نشانِ دین کی بقا اور عباس ابن علی کے کٹے ہوئے ہاتھوں کو ایک نظر میں تولتے ہیں جو ناموس اسلام اور بے پردگی اہل حرم کا باہم تقابل کرتے ہیں!!

مرگ جوانان۔ قتل اصحاب۔ شہادت برادر۔ بے پردگی خواہر۔ غیرت و شجاعت والا وارث سب کچھ برداشت کر لیتا ہے لیکن شرابخوار۔ فسق و فجور۔ ... خدا و رسول کی بے حرمتی گوارہ نہیں ہوتی۔ بیعت یزید نہ کرنے میں جہاں قتل و غارت، بربادی و مصیبت کا سامنا تھا۔ وہاں بیعت یزید میں ... و آرام کی طویل فہرستیں بھی پنہاں تھیں لیکن جب حسین سے سوال ... ولید (حاکم مدینہ) نے یزید کے لئے کر لیا۔ تو ہمیشہ دنیا کو ہمیشہ ... ٹھکرا دیا اور فرما دیا۔

...اہل بیت النبوۃ ومعدن	ہم (ہی) اہلبیت نبوت ہیں اور معدن رسالت
... ومختلف الملائکۃ	ہیں، ہمارے گھر آمد و رفت ملائکہ ہے ہم ہی سے خدا نے ابتدا کی
... بنا فتح اللہ وبنا ختم اللہ	اور ہم ہی پر (نبوت و امامت) کو ختم فرمایا۔
...فاسق شارب الخمر	اور یزید فاسق و شرابخوار اور قاتل نفس محترمہ و علانیہ محرمات
قاتل النفس المحرمۃ معلن	کا مرتکب ہے۔ مجھ جیسا کبھی اس کی بیعت نہ کرے گا۔
بالفسق ومثلی لا یبایع مثلہ ولکن	لیکن صبح ہمارے لئے بھی ہے اور تمہارے لئے بھی (لہٰذا)
نصبح وتصبحون وننظر وتنظرون	ہم بھی غور کریں اور تم بھی کہ —
اینا احق بالبیعۃ والخلافۃ	ہم میں کون بیعت خلافت کا زیادہ حقدار ہے۔

ذرا دیکھو! شب کے سناٹے میں حسین ابن علی کہاں جا رہے ہیں۔ جمہور مدینہ کو اپنا ہمنوا بنانے نہیں بلکہ اپنے رسول کو گواہ بنانے! جس کی حضوری و غیبت حسین کی نظر میں یکساں ہے۔ اور ذرا سنو! کہ سبط نبی خدا اور رسول کے حضور میں کیا عرض کر رہا ہے!

اللّٰھم ھذا قبر نبیک محمد وانا	پروردگارا! یہ تیرے نبی محمد (صلعم) کی
ابن بنت نبیک وقد حضرنی من	قبر ہے اور میں تیرے پیغمبر کا فرزند ہوں میں
الامر ما قد علمت اللّٰھم انی احب	جس کشمکش میں ہوں اسکو تو جانتا ہے۔
المعروف وانکر المنکر وانا اسئلک	خداوندا! میں نیکی کو دوست رکھتا ہوں اور برائی
یا ذا الجلال والاکرام بحق القبر	کو دشمن! اے صاحب عزت جلال میں اس قبر
من فیہ الا اخترت لی ما ھو لک	اور جو اس میں ہے اس کے حق کا واسطہ دیکر تجھ سے
رضی ولرسولک رضی	عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس کے لئے موفق فرما جو تیری اور تیرے رسول کی مرضی ہو۔

نانا کے سینہ پر آرام کرنے والا نواسہ لوح قبر پر سر رکھ دیتا ہے اور عرض کرتا ہے۔

یا رسول اللہ بابی انت وامی	میرے ماں باپ آپ پر نثار۔ یا رسول اللہ
لقد خرجت من جوارک کرھا	نہایت مجبوری کے ساتھ آپ کے جوار سے
وفرق بینی وبینک واخذت	نکل رہا ہوں۔ میرے اور آپ کے درمیان
بالاذن قھرا ان ابایع یزید	جدائی ڈالی جا رہی ہے اور مجھے سخت
بن معاویۃ شارب الخمر و	پریشان کیا جا رہا ہے کہ میں معاویہ
راکب الفجور فان فعلت	کے بیٹے یزید شرابخوار اور گناہگار
کفرت وان ابیت قتلت	کی بیعت کر لوں۔ اگر میں نے ایسا کیا تو کفر
فھا انا خارج من جوارک	اختیار کر لیا۔ اور اگر انکار کر دیا تو
علی الکرہ فعلیک منی	قتل کیا گیا۔ تو اے رسول اللہ آپ پر میرا آخری
السلام یا رسول اللہ	سلام ہو، یہ سب ہو کر میں آپکے جوار سے نکل رہا ہوں

نانا کا مزار چھوڑا، ماں کی لحد کو بے چراغ کیا، بھائی کی قبر کو سونا کر دیا لیکن اسلام کی روشنی بجھنے نہ دی۔ امرائے مدینہ سے مدد لی۔ نہ دوستوں کو ساتھ لیا۔ کاروانِ حق کے مسافر بچے، تو تفرقات و امتیازات سے بچا کر

سرفروش ساتھ لئے، تو ایسے جن کی شہادت ہر قبیلہ، ہر طبقہ اور ہر سن و سال کے لئے نمونۂ عمل اور شمع راہ بن سکے، ہاشمی بھی اور مطلبی بھی، جعفری بھی اور علوی بھی، انصار بھی اور اعراب بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی، مرد بھی اور عورتیں بھی، غلام بھی اور آقا بھی۔ یہ مختلف الاحوال افراد حسینؑ ابن علی نے کیوں لئے؟ صرف اس لئے! کہ سرفروشی کی مثال ہر قید و لحاظ ہر سن و سال کے اعتبار سے پیش کر جاؤں۔ تاکہ اگر وقت پڑے، تو بوڑھے حبیبؓ و مسلمؓ کی پیری کا سہارا لیں، اور جوان علی اکبرؑ و قاسمؑ کا نام لیکر آمادہ پیکار ہو جائیں، عورتیں (اپنے حدود میں رہ کر) زینب و ام کلثوم کی لڑیاں ثابت ہوں اور پابند و مجبور افراد جونؓ غلام ابی ذر غفاریؓ کی سیرت سے ترقی و آزادی کا سبق سیکھیں۔

میدان جدال و قتال میں جبکہ تیر، موسلادھار بارش کی طرح برسیں اور خون سیل رواں کی طرح بہے، جان و تن کا ہوش سپاہیوں کو نہ ہو، اس وقت کس انسان میں یہ قوت باقی رہ سکتی ہو کہ آتے ہوئے تیروں سے نگاہیں موڑ لے اور اپنے سیرت و کردار کے دامن کو سوفار نہ ہونے دے؟ — کیسے اپنی جان کی حفاظت، یا اپنے مقتولوں کے ماتم سے مفر ہو کر جو دوسرے کی مدد کرے اور اس کے درد کا احساس اپنے دل میں باقی رکھ سکے؟ اور کیا نہیں بلکہ اپنا درد بھول جائے اور دوسروں کے لئے مرہم و درمان بنے؟ بیٹا دم توڑے اور باپ لاش فرزند سے اس کو بے پردہ دیکھ کر اٹھ کھڑا ہو؟ گود کے پالے سرکٹائے پڑے ہوں، اور یہ ماتم نہ کرنے اور دوسرے کے قلب پیسر مردہ کی خاطر میدان میں جائے اور اس کے فرزند کی لاش خود اٹھا کے لائے۔ ہاں! دنیا کے معرکے کہیں گے ایسا شہید ہم میں نہیں لیکن زمین کربلا پکارے گی کہ وہ سید الشہداء میرے دامن میں ہے۔ جب فاطمی ماہ پارے دم توڑ رہے تھے، شہیدوں کے لہو سے زمین نینوا رنگی جا رہی تھی اسوۂ حسینی اپنے حالی اور اپنے انداز پر تھا سب کے حال پر یکساں نظر تھی۔ اگر علی اکبر گھوڑے سے گرے اور حسین لاش فرزند اٹھا کے لائے، تو فرزند حر کی لاش بھی انہیں ہاتھوں پہ اٹھائی، اگر بھائیوں پر ماتم کیا تو دوستوں کو نہیں بھولے اگر جوان بیٹے کے سرہانے مرثیہ پڑھا۔

یا بنی! علی الدنیا بعدک العفا — اے میرے لال! تیرے بعد دنیا پر خاک،

الصفا فقد استوحشت منی — دنیا پر خاک [illegible]

کرب الدنیا و ہمہا و — کرب اور اس کے [illegible]

غمہا، و ترکت اباک — (دیکھو) اپنے ضعیف [illegible]

وحیدا فریدا بین الاعداء — اعداء میں یکہ و تنہا چھوڑ [illegible]

تو اعزاء و انصار پر بھی روئے بلکہ جب علی اکبرؑ سے [illegible] ایک طرح سے شکوہ کیا، کہ بیٹا باپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ اس کے سے کچھ اور نہ کہا، لیکن جب اصحاب و اعوان کو پکارا:

یا ابطال الصفا و فرسان — اے میدان وفا کے

الہیجا مالی اناد یکم فلا — کیا ہو گیا کہ میں تم کو

تجیبونی۔ — اور تم جواب نہیں دیتے

تو خود اصحاب کی روحوں کو تسکین بھی دیدی کہ میں جانتا ہوں

—— تم کو موت نے مجبور کر دیا ہو۔

ذرا دیکھو! دوپہر ڈھلتے اور دن ختم ہوتے ہوتے سیرت حسینؑ کے تمام جلوے اور اسلامی مساوات، یکسری و برابری۔ رنگ و تفریق کے خاتمے، آقاؤں کے دوش بدوش غلاموں کے نوازنے کی مٹنے والی مثالیں ابن الرسول زمین نینوا پر اپنے اور اصحاب کی تحریروں میں ہمارے لئے چھوڑ گیا۔

بلال حبشی عصر محمدی میں تھے تو، جون حبشی عہد حسینی میں کی تعظیم اور عزت و سرفرازی کا رنگ دونوں میں ہر موقع [illegible] بلکہ حرارت عمل اور اشتراک مقصد، فداکاری اور قربانی کی [illegible] سے نسلی اعتبار سے "کم مایہ خون" کو اس مرکز طہارت و [illegible] ہو۔ شرف عالم اسباب کے رشتوں میں کبھی کسی وقت میسر نہیں جونؓ غلام ابی ذر نے خدمت میں آ کر عباسؑ و علی اکبرؑ بدوش ذوق عمل اور شوق شہادت ظاہر کیا اور رخصت چاہی۔

فقال الحسین انت فی اذن — حسینؑ نے فرمایا [illegible]

منی فانما تبعتنا طلبا العافیۃ — ہمارے ساتھ [illegible]

فلا تبتل بطریقتنا۔ — راہ کربلا [illegible]

[illegible]

جون [illegible] اپنے [illegible]

...ہمیشہ فکر و تعقل کو سلب کر لیتی ... پہلے آدمی سے آزادیٔ تفکر چھین کر اسے ... افکار ہوتی ہو جکیتیں اور مصلحتیں اپنا دامن کھینچ ... کہ ایک غلام مخلوق بن جاتی ہو باتوں سے دانائی ... رخصت ہو جاتی ہو لیکن تعلیم اسلام اور کردار محمدؐ و آل محمدؐ کے ... غلاموں میں یہ چاکری و غلامی کسی انسان سے سرمایۂ عقل ... نہیں دیتے۔ اللہ کے غلاموں میں آزادیٔ تفکر اتنی ہی ہوتی ہو جتنی ... غلاموں میں غلامی جبری نہیں اختیاری ہو۔ دیکھو بندہ ہوتے ہوئے میں ... مجبور نہیں حسینؑ ابن علی خود حکم جہاد نہیں دیتے میں عرض اشتیاق جہاد ... پیش کر رہا ہوں۔ مولا نے تو ایک طرح اس سعادت والی مصیبت سے ... روک دیا تھا لیکن ذرا سنو کہ میں نے کیا عرض کیا۔

یا ابن رسول اللہ انا فی الراحۃ الحس قصاعکم و فی الشدۃ اخذلکم۔ ؟	اے فرزند رسول۔ میں نے ایام راحت میں تو کاسہ لیسی کی اور آج جب سختی کے دن آئے تو میں آپ کو چھوڑ دوں؟

اور اتنا عرض کرنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ حصول اذن کے لئے اس قانون محکم اور سیرت سرور عالم کا میں نے سہارا لیا جو رنگ و نسل کی تفریق کی مخالف تھی۔

واللہ ان ریحی لمنتن و ان حسبی للئیم و لونی لاسود فتنفس علی بالجنۃ لتطیب ریحی و یشرف حسبی و یبیض وجہی	بخدا میری بوئے بدن خوش گوار نہیں۔ اور بیشک میرا حسب پست ہو اور میرا رنگ سیاہ ہو۔ تو کیا آپ (اس) جنت کو مجھ سے عزیز رکھئے گا جہاں میری بدبو خوشبو سے بدل جائے اور میرا حسب سنور جائے اور میرا چہرہ روشن ہو جائے۔
لا واللہ لا افارقکم حتی یختلط ہذا الدم الاسود مع دمائکم	

خدا کی قسم اس وقت تک آپ کو نہ چھوڑوں گا، جبتک اس سیاہ خون کو آپ کے (طیب و طاہر) خون میں نہ ملا لوں۔

لو! مجھے میرے سید و سردار نے اجازت دیدی۔ اور میں نے قربان گاہ میں اولاد جعفر و عقیل کے دوش بدوش نذرانۂ سر و تن پیش کر دیا۔ ... سنو کہ غلام و آقا مساوات عمل دیکھ کر میرے رنگ و نسل کے ... طرح مٹا رہا ہے۔ سنو یہ حسینؑ ابن علیؑ خود دعا کر رہے ہیں ... قبولیت کی دعاؤں کی مقبولیت منجانب اللہ ہو۔

اللھم بیض وجہہ و طیب ریحہ واحشرہ مع الابرار و عرف بینہ و بین محمدؐ و آل محمدؐ — "	پروردگارا! اس کے چہرے کو نورانی کر دے اور اس کی بوئے بدن کو پاک و پاکیزہ بنا دے اور قیامت میں اس کو اچھوں کے ساتھ محشور فرما۔ اور اسکو محمدؐ و آل محمدؐ سے پہچنوا دے۔

دیکھنے والوں سے پوچھو! کہ میری لاش پر دس روز بعد بھی جب وہ آئے تو انھوں نے کیا دیکھا؟ اور میری لاش کو کیسا پایا۔ میرے چہرے کی سیاہی کس طرح بدل گئی۔ ہاں وہ میں ہی تھا جس کے چہرے سے دعائے حسینؑ نور بن کر ساطع تھی اور جس کے بدن سے مشک کی خوشبو نکل رہی تھی۔ اور یہی نہیں بلکہ میں نے خون فاطمی میں اپنا خون ملا لیا۔ اور اگر یقین نہ آئے تو ام سلمہؓ سے دریافت کرو کہ نبی اکرم کے دست مبارک میں جو شیشے تھے اس میں کیا تھا و سیدہ کے لال کے لہو کے ساتھ ہم جانثاروں کا خون تھا جو تا قیامت شہرگ انسانیت اور جسد اسلام میں دوڑتا رہیگا۔

آئیے! سیدہ کے لال کی جانفشانیوں سے قائم ہونے والے اصول اسلامی کے پابند ہم اور آپ اگر اب تک نہ تھے تو اب ہو جائیں اور تفریق رنگ و نسل، صوبہ واریت اور فرقہ پرستی۔ مٹنے والے حسن و جمال اور مٹانے والے مال و منال سے منھ موڑ لیں۔ اور دین میں محمدی اور عمل میں حسینی بن جائیں۔

اللھم وفقنا لذلک -

پیغام حسین علیہ السلام

(نتیجۂ فکر جناب مصطفےٰ حسین صاحب ناظر رام پوری)

ظلم کے آغاز پر خنداں ہو انجام حسینؑ	گونجتا ہو آج بھی دنیا میں پیغام حسینؑ
ایک مرکز پر سمٹ آئے ہیں لو لانے تمام	اللہ اللہ کسقدر دلکش ہو پیغام حسینؑ
بے نیاز از فکر رجا دور استبداد سے	ابتدائے درس آزادی ہے انجام حسینؑ
جا کے جھک جاتی ہیں سر جانب ستارہ کی نظر	کس بلندی کی ہیال ہو منظر بام حسینؑ
یاس کی ظلمت سے گھبرائی یقین کا آفتاب	مطلع نور سحر ہو پردۂ شام حسینؑ
رعشہ بر اندام کر دیتا ہو ذکر کربلا	اک جہاں ہو آشنائے عظمت نام حسینؑ
موت سے ڈرنے لگے ناظر مسلماں جب کبھی	سامنے ... ہیں تاریخ آلام حسینؑ

سلام بحضور سید الشہداء کربلا علیہ السلام

نتیجۂ فکر جناب معراج رسول صاحب معراج قادری وارثی لکھنوی

وہ علیؑ کا لال جو جنت کے سرداروں میں ہو
کل نبیؐ کی گود میں تھا آج تلواروں میں ہو

سائل کوثر نہ جنت کے طلبگاروں میں ہو
دل حسین ابن علیؑ کے کفش برداروں میں ہو

اللہ اللہ یہ وہی ہیں اہل بیت مصطفےٰ
ذکر جن کا آج تک قرآں کے سپاروں میں ہو

فاطمہ کے چاند پر چھائی ہیں غم کی بدلیاں
اک اداسی ہر طرف جنت کے گلزاروں میں ہو

کانپتا ہو آسماں تھرآتی ہو رن کی زمیں
اک مچا ہو بے زباں تیروں کی بوچھاروں میں ہو

لاتے ہیں اک تشنہ لب معصوم کو رن میں حسین
الاماں کا شور لشکر کے کمانداروں میں ہو

کہہ رہا ہے یہ زبان حال سے رنگ شفق
آسماں میری طرح شہ کے عزاداروں میں ہو

آہ جو سر کل نبیؐ کی زینت آغوش تھا
آج وہ جلوہ نما کوفے کے بازاروں میں ہو

اللہ اللہ وضع داری غم آل نبیؐ
شور ماتم اب بھی زنجیروں کی جھنکاروں میں ہو

حشر کا دن ہے نبی زادے ٹھہر جائیں تو لے
اک ترا معراج ابھی باقی گنہگاروں میں ہے

تیری ہر بات ہے قرآں کی تفسیر حسینؑ

(جناب نواب شبیر صاحب نقوی نواب نصیر آبادی)

تیرے غم میں ہے عجب طرح کی تاثیر حسینؑ!
کر لیا جس نے ہر اک قوم کو تسخیر حسینؑ!

مدتوں پہلے جو دیکھا تھا خلیل حق نے
موت تیری تھی اسی خواب کی تعبیر حسینؑ

تو نے نانا کی شریعت جو بدلتے دیکھی
نذر کر دی شہ لولاک کی تصویر حسینؑ

آئینہ راز حقیقت کا ہے ہر فعل ترا
تیری ہر بات ہے قرآں کی تفسیر حسینؑ

غازۂ رخ نہ ترا ہوتا جو خون اصغرؑ
موت رہ جاتی تری تشنۂ تاثیر حسینؑ

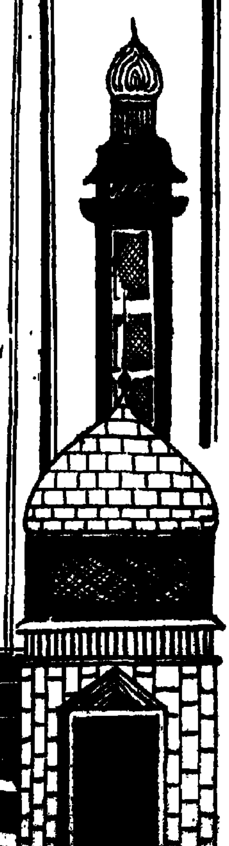
اپنی جاں دے کے حیات ابدی دین کو دی
تو نے کی مذہب اسلام کی تعمیر حسینؑ

بخشش امت مرحومۂ احمد کے لیے
سر برہنہ تری بہنیں ہوئیں [illegible]

بھولنے کی نہیں دنیا یہ مناظر غم کے
تیری گردن پہ چھری کا فوجوں میں تکبیر حسینؑ

کاش نواب کی بخشش کا سہارا بن جائے
ہے ترا غم جو ہمہ رنگ [illegible]

مجاہد اعظم



کفر کی کالی گھٹا مذہب پہ جب چھانے لگی
دین کے شانوں پہ زلفِ شرک لہرانے لگی
جب عبادت کو مسلماں سے حیا آنے لگی
چاندنی جب ملّتِ بیضا کی گہنانے لگی
نفس کی موجوں میں جب روحِ شریعت بہہ گئی
جب اذاں سکّوں کی جھنکاروں میں ہی بس رہ گئی

ایسے نازک دور میں اک مردِ حق حجرہ نشیں
محرمِ رمزِ شریعت، واقفِ اسرارِ دیں
جانِ خاتونِ قیامت روحِ ختم المرسلیں
جس کی عظمت کا تصوّر کوئی کر سکتا نہیں
گوشۂ عزلت سے باہر آ گیا مردانہ وار
لا فتیٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار

وہ حسینؑ ابنِ علیؑ رازِ ازل کا رازدار
جس کے تیور پہ نظامِ دو جہاں کا انحصار
پھیر دیں جس کی نگاہیں گردشِ لیل و نہار
جس کی ہر تشنہ نظر تسنیم و کوثر در کنار
ملّتِ اسلام کی عقدہ کشائی اس نے کی
بندگی کا نام تھا ورنہ خدائی اس نے کی

نور پھیلایا جہاں میں نور کی تنویر نے
اک نئی انگڑائی لی اسلام کی تقدیر نے
حوصلے دل کے بڑھائے نعرۂ تکبیر نے
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں شبیر نے
آشکارا کر دیا باطل ابھر سکتا نہیں
موت سے بھی زندۂ جاوید مر سکتا نہیں

السلام اے پاسبانِ قصرِ ایمانِ السلام
السلام اے رہنمائے راہِ عرفاں السلام
السلام اے مظہرِ انوارِ یزداں السلام
السلام اے پیکرِ تصویرِ قرآں السلام
السلام اے نازشِ محبوبِ [illegible]
السلام اے زینت افزائے [illegible]

اے امامِ دیں اے شہزادۂ کون و مکاں
اے نگہبانِ شریعت، ترجمانِ کن فکاں
اے سرِ مقتل نبوّت کے اکیلے پاسباں!
حشر تک گونجے گی تیرے خشک ہونٹوں کی اذاں
جان دے کر عشق کا نعرۂ تکبیر
رنگ گہرا کر دیا ایمان کی تصویر

خون سے تیرے بنائے شرع محکم ہو گئی
تیری قربانی سے تنظیمِ دو عالم ہو گئی
بزمِ باطل تیرا افسانہ سن کے برہم ہو گئی
تیری خونی آستیں ملّت کا پرچم ہو گئی
ظلم سے انسانیت مجروح ہو سکتی
جسم ہو سکتا ہے فانی روح ہو سکتی

تو نے سمجھایا کہ شانِ آمریت کچھ نہیں
قوتِ حق کے علاوہ کوئی قوت کچھ نہیں
دل غنی ہو تو یہ دولت یہ حکومت کچھ نہیں
زندگی اک خوشنما دھوکا ہے عشرت کچھ نہیں
جان دے کر [illegible]
رقص کرتا ہے مجاہد [illegible]

جناب حفیظ اللہ صاحب [illegible]

اسوۂ حسینؑ

از جناب مولانا
ابوالکلام آزاد
وزیر تعلیم حکومت ہند

سچ یہ ہے کہ جن مردہ دلوں کو زندگی کے لیے سوز و تپش کی ضرورت ہو جن ارباب درد کو روح کی راحت کے لیے جسم کے ماتم کی تلاش ہو جن کی زبانیں آہ و فغاں کو محبوب اور جن کی آنکھیں خوں نابہ فشانی کو اپنا مطلوب سمجھتی ہوں ان کی صحبت ماتم و الم کی رونق کے لیے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا افسانہ اتنا کچھ سامان غم اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر خون کے بڑے بڑے سمندر سطح ارض پر ابھر آئیں اور بے شمار لاشوں کی تڑپ سے زمین کے بڑے بڑے قطعات یکسر جنبش میں آجائیں جب بھی ان کی ندائے حال اس الہام سرائی سے قاصر رہے گی جو اس افسانے کے ایک ایک لفظ کے اندر سے توصیہ فرمائے عبرت و بصیرت ہو۔

لیکن آہ کتنے دل ہیں جنھوں نے اس واقعہ کو اس کے حقیقی بصائر و معارف کے اندر دیکھا ہے اور کتنی آنکھیں ہیں جو حسین ابن علی شہید پر گریہ و بکا کرتے ہوئے اس اسوۂ حسنہ کو بھی سامنے رکھتے ہیں جو اس حادثۂ عظمیٰ کے اندر موجود ہے؟

فی الحقیقت یہ حق و صداقت، آزادی حریت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی جو صرف اس لیے ہوئی تاکہ پیروان اسلام کے لیے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرے اور اس طرح جہاد حق و عدالت اور ثبات و استقامت کی ہمیشہ کے لیے ایک کامل ترین مثال قائم کر دے۔ پس جو بے خبر ہیں ان کو رونا چاہیے ہم ان بدبختوں کو افسوس کرنا۔ اور جو روتے ہیں اُن کو صرف رونے ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے بلکہ ان کے لیے سیدالشہداؑ نے اپنی قربانی کا ایک اسوۂ حسنہ پیش کر دیا ہے۔ اور کسی روح کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ محبت حسینی کی مدعی ہو جب تک اسوۂ حسینی کی متابعت کا اپنے [illegible] سے ثبوت نہ دے۔

اسوۂ حسینی ضرورت ہے کہ تفصیل کے ساتھ اس حادثۂ شہادت پر نظر ڈالی جائے۔ سب سے پہلے اس کی تاریخی حیثیت نمایاں کرکے اس کے تمام مواعظ و نتائج عظیمہ کو ایک ایک کرکے بیان کیا جائے جو اس ذبح عظیم کے اندر پوشیدہ ہیں اور جن کی لسان حیات آج بھی اسی طرح صدا دے رہی ہے جس طرح ساحل فرات کی ریتلی سرزمین پر اب سے بارہ سو برس پہلے زخم و خون کے اندر سے وعظ فرمائے حقیقت و صداقت تھی۔ دنیا میں ہر چیز مر جاتی ہے مگر خون شہادت کے ان قطروں کے لیے جو اپنے اندر حیات الٰہیہ کی روح رکھتے ہیں کبھی فنا نہیں۔

کشتگان خنجر تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

لیکن افسوس کہ شرح و بسط کے لیے وقت نہیں اس لیے یہاں صرف چند مجمل اشارات پر اکتفا کروں گا۔

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

(۱) سب سے پہلا نمونہ جو یہ حادثۂ عظمیٰ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے دعوت الی الحق اور حریت کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنا ہے۔

بنو امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی کوئی حکومت جس کی بنیاد جبر و شخصیت پر ہو کبھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے اسلام کی روح حریت و جمہوریت کو غارت اور مشورہ و اجماع امت کی جگہ محض غلبۂ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظام حکومت شریعت الٰہیہ پر مبنی نہ تھا بلکہ محض اغراض نفس و مقاصد سیاسیہ پر اس کی تمام تر بنیاد تھی۔ ایسی حالت میں ضروری تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا اور حضرت سیدالشہداءؑ نے اپنی قربانی کی مثال قائم کرکے مظالم بنی امیہ کے خلاف جہاد حق کی بنیاد رکھی اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت و وفاداری سے انکار کر دیا۔

پس یہ نمونہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ظالمانہ و جابرانہ حکومت کا اعلانیہ مقابلہ

لرداور کسی ایسی حکومت سے اطاعت و وفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشی ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارت گر ہو۔ اور جس کے احکام مستبدہ و جابرہ کی بنیاد صداقت و عدالت کی جگہ جبر و ظلم ہو۔

(۲) مقابلہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تمھارے پاس قوت و شوکت مادی کا وہ تمام ساز و سامان بھی موجود ہو جو ظالموں کے پاس ہے کیوں کہ حسینؑ بن علی کے ساتھ چند ضعفاء و مساکین کی جمعیتِ قلیلہ کے سوا اور کچھ نہ تھا حق و صداقت کی راہ نتائج کے فکر سے بے پروا ہے۔ نتائج کا مرتب کرنا تمھارا کام نہیں۔ یہ اس قوت قاہرہ عادلۂ الٰہیہ کا کام ہے۔ جو حق کو باوجود ضعف و فقدان انصار کے کامیاب و فتحمند کرتی ہے۔ وکم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔

ایسے موقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشوں کا خیال دامنگیر ہوتا ہے۔ جو اگرچہ بالنفسہ عقل و دانائی کا ایک فرشتہ ہے، لیکن کبھی کبھی شیطان الرجیم بھی اس کے بھیس میں آکر کام کرنے لگتا ہے۔ نفس خادع حیلہ تراشیاں کرتا ہو کہ صرف اپنے بن کٹوا دینے اور چند انسانوں کا خون بہا دینے سے کیا حاصل۔ توپ و تفنگ اور نت و سلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہو کہ ہم کریں؟

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں، تاریخ عالم کی صدہا امثال مقدسہ سے قطع نظر تمھارے سامنے خود شہید کربلا کی مثال موجود ہے۔ تم کہتے ہو کہ چند انسانوں نے حکومتوں کی قوتوں اور ساز و سامان کا مقابلہ کب کیا ہو کہ اب کیا جائے؟ کہتا ہوں کہ حسین ابن علی نے صرف ۷۲ یا ۷۲ بھوکے پیاسے انسانوں کے ساتھ اُس عظیم الشان حکومت قاہرہ و جابرہ کا مقابلہ کیا جس کے حدود سلطنت ملتان اور سرحد چین تک پھیلنے والے تھے اور گو یہ سچ ہے کہ امام نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپتے دیکھا اور پھر ایک ایک کرکے ان میں سے ہر وجودِ مقدس خاک و خون میں تڑپا اور جاں بحق تسلیم ہوا اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ دشمنوں سے نہ تو پینے کا پانی چھین سکے اور نہ زندہ رہنے کے لیے اپنی جگہ حاصل کر سکے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ بالآخر سر سے لے کر پیر تک زخموں سے چور رہے اور خلعت شہادت لالہ گوں سے آراستہ ہو کر تیار ہوئے تاکہ کرشمہ ساز عجائب کے حریم وصال میں پہنچیں۔ جو دوستوں کو خاک و خون میں تڑپاتا اور دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔

امید وصال و نوید قتل

تاہم فتح حسین ابن علی کی تھی اور فیروزمندی و کامرانی کا تاج صرف اس

زخم خوردہ سر پر رکھا جا چکا تھا وہ تڑپا اور خاک و خون میں ... ایک ایک قطرہ نے جو عالم اضطراب میں اس کے زخموں سے ... بہ بہا تھا۔ انقلاب و تغیرات کے وہ سیلاب ہائے آتشیں پیدا کر دیے ... نہ تو مسلم بن عقبہ کی خون آشامی روک سکی اور حجاج ثقفی کی بے امانی ... اور نہ عبدالملک کی تدبیر و سیاست ان فتنوں پر کوئی بند باندھ سکی ... اور پھیلتے ہی رہے۔ ظلم و جبر کا پانی تیل بن کر ان شعلوں کی پرورش کرتا ... اور حکومت و تسلط کا غرور ہوا بن کر ان کی ایک ایک چنگاری کو آتش کدہ سوزاں بنا تا رہا یہاں تک کہ آخری وقت آ گیا اور جو کچھ سنہ ۶۱ھ میں کربلا کے اندر ہوا تھا، وہ سب کچھ سنہ ۱۳۲ھ میں نہ صرف دمشق بلکہ تمام عالم اسلامی کے اندر ہوا۔ صاحبان تاج و تخت خاک و خون میں تڑپے ان کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کی گئیں فتح مندوں نے قبروں تک اکھاڑ ڈالیں اور مردوں کی ہڈیوں تک کو ذلت و حقارت سے محفوظ نہ چھوڑا۔ اور اس طرح وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون کا پورا پورا ظہور ہوا۔

پھر کیا یہ سب کچھ جو ہوا وہ محض ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ ریشہ دوانیوں ہی کا نتیجہ تھا؟ کیا یہ اسی خون کا اعجاز نہ تھا جو فرات کے کنارے بہایا گیا تھا؟ پھر یہ فتحمندی تو ظاہری ہے جس کے ظہور کے لیے ایک مدت کا انتظار کرنا پڑا۔ ورنہ فی الحقیقت مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے اسی وقت اپنی معنوی فتحمندی حاصل کر لیتا ہے۔

(۳) بہرحال یہ تو حق و صداقت کی قربانیوں کے نتائج ہیں جو کبھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے لیکن حضرت سید الشہدا کا اسوۂ حسنہ بتلاتا ہے کہ تم ان نتائج کی ذرا بھی پروا نہ کرو۔ اگر ظالم اور جابرانہ حکومت کا وجود ہے تو اس کے لیے حق کی قربانی ناگزیر ہے۔ اور اسے ہونا ہی چاہیے۔ تعداد کی قلت و کثرت یا سامان و وسائل کا فقدان اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اور ظلم کا صاحب شوکت و حشمت ہونا کوئی الٰہی سند نہیں ہے کہ اس وجہ سے اس کی اطاعت ہی کر لی جائے ظالم خواہ ضعیف ہو خواہ قوی ہر حال میں اس کا مقابلہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظالم ہے۔

(۴) حق و عدالت کی رفاقت کی آزمائشیں نہ ہو گداز اور ... قدم قدم پر حفظ جان و ناموس اور محبت فرزند و عیال کے ... ہیں۔ لیکن یہ اسوۂ حسنہ مومنین مخلصین کو درس دیتا ہے ... سے پہلے اپنا مطلب و بحث کی اچھی طرح آزمائش ...

... جذبۂ حق و صداقت و استقلال نیت
... جذبۂ حق و صداقت کے انصار کے پاس جو
... شعوری نہیں کہ سب کو معلوم ہو۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی
... متعدد جگہ بیان کیے ہیں۔

ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال
والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم
مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (۲-۱۵۵)

اللہ تمہیں آزمائشوں میں ڈالے گا۔ وہ حالت خوف و ہراس بھوک اور پیاس نقصان مال و جان اور ہلاکت اولاد و اقارب اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کر کے تمہارے صبر و استقامت کو آزمائے گا۔ پس اللہ کی طرف سے بشارت ان کے لیے جن کی ثبات و استقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے معاملات کو یہ کہہ کر اللہ کے سپرد کر دیتے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون
خوف و ہراس بھوک اور پیاس نقصان اموال و متاع۔ قتل نفس و اولاد یہ چیزیں انسان کے لیے اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں۔ اس لیے انہی چیزوں کو راہ الہیٰ کے لیے آزمائش قرار دیا گیا۔

شہید کربلا کے سامنے یہ تمام مرحلے ایک ایک کر کے موجود تھے اور وہ ان تمام مصائب سے ایک لمحہ کے اندر نجات پا کر آرام و راحت اور شوکت و عظمت حاصل کر سکتے تھے اگر حکومت ظالمہ کی وفاداری و اطاعت کا عہد کر لیتے اور حق و صداقت سے روگردانی کے لیے مصلحت وقت کی تاویل پر عمل کرتے لیکن آپ نے خدا کی مرضی کو اپنے نفس کی مرضی پر ترجیح دی اور حق کا عشق زندگی اور زندگی کی محبتوں پر غالب آ گیا اور آپ نے اپنا سر دے دیا کہ زبان بلکہ پاس حق کے لیے یہی ایک آخری متاع ہو اور اطاعت و اقرار وفاداری کا ہاتھ نہ بڑھا جو صرف حق و صداقت ہی کے آگے بڑھ سکتا تھا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔

(۵) اسوۂ حسنہ کے اس واقعۂ عظیمہ کی لسان حال اس کی ترجمانی کرتی ہے کہ راہ مصائب و جہاد حق میں بنیاد صبر و استقامت اور عزم و ثبات ہے۔
ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ دوسری جگہ کہا
فاستقم کما امرت۔

... اس شہادت عظیمہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہو

کہ اپنے تمام عزیز و اقارب اہل و عیال اور فرزند و احباب کے ساتھ دشت غربت و مصائب میں محصور اعداء ہونا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کو شدت عطش و جوع سے آہ و فغاں کرتے ہوئے دیکھنا پھر ان میں سے ایک ایک کی خون آلودہ لاش کو اپنے ہاتھوں سے اٹھانا حتیٰ کہ اپنے طفل شیرخوار کو بھی تیر ظلم و بربریت سے تڑپتا پانا مگر بایں ہمہ راہ عشق و صداقت میں جو پیمان صبر و استقامت باندھا تھا اس کا ایک لمحہ بلکہ ایک دقیقہ کے لیے بھی متزلزل نہ ہونا اور حق کی راہ میں جس قدر مصائب و اندوہ پیش آئیں سب کو شکر و منت کے ساتھ برداشت کرنا کہ رضینا بقضاء اللہ وصبرنا علیٰ بلائہ۔

پیکان تراجبان حسن بدار · من مرہم دیگر ان نخواہم

دوست کے ہاتھ سے جام زہر بھی ملتا ہے تو تشنہ کامان زلال محبت اسے غیروں کے جام شہد و شکر پر ترجیح دیتے ہیں۔

اے جفاہائے تو خوشتر ز وفائے دیگران

آج بھی اگر گوش حقیقت نیوش باز ہو تو خاک کربلا کا ایک ایک ذرہ توصیہ فرمائے صبر و استقامت ہے۔

شدیم خاک ولیکن ببوئے تربت ما · تواں شناخت کزیں خاک مرد خیزد

اگر اس صبر و استقامت کے اسوۂ حسنہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو خدارا تاریخ کی طرف توجہ کرو۔ صرف ایک روایت یہاں لکھوں گا تاکہ جو لوگ خاندان نبوت اور عترت حضرت رسالتؐ کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ ادعائے محبت بغیر متابعت بے کار ہے۔

حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام کہتے ہیں۔
جس رات کی صبح کو میدان شہادت گرم ہونے والا تھا میں اسی وقت کا واقعہ ہے کہ میں بیمار پڑا تھا میری پھوپی زینبؑ میری تیمارداری میں مصروف تھیں اتنے میں حضرت امام حسینؑ داخل ہوئے۔ وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے۔ جنھیں سن کر میں نے سمجھ لیا کہ ان کا ارادہ کیا ہے؟ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گیے اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہم پر ابتلائے الہیٰ نازل ہو گئی ہے اور اب اس سے چارہ نہیں مگر حضرت زینب ضبط نہ کر سکیں کیونکہ قدرتی طور پر عورتیں زیادہ رقیق القلب ہوتی ہیں وہ ماتم کناں چلا اٹھیں۔۔۔
واحسرتاہ! امصیبتا! الیوم ماتت فاطمہ و علی والحسین بن علی۔
لیکن جب حضرت امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

"بہن! یہ کیا بے صبری اور یہ کیسا جزع و فزع ہے؟ اللہ سے ڈرو کہ موت یقیناً آنے والی چیز ہے اور اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔"

لیکن حضرت زینب شدت غم و حزن سے مضطرب تھیں کہ آنے والی صبح کن واقعات خونیں کے ساتھ نازل ہوگی، فرط غم میں انھوں نے اپنا چہرہ پیٹ لیا۔ گریبان پھاڑ ڈالا، واویلا اور واحسرتا پکارتی ہوئی بیہوش ہو کر اپنے بھائی پر گر پڑیں۔ حضرت حسینؓ نے یہ حالت دیکھ کر اُن کے منہ پر پانی ڈالا اور جب ہوش میں آئیں تو فرمایا۔

اے بہن! یہ کیسا غم و حزن ہے جو تم کر رہی ہو! تمہیں چاہیئے کہ اللہ کے حکم و فرمان کے مطابق جو طریق عزا و حزن و غم ہے وہ اختیار کرو کیونکہ میرے لئے اور ہر ایک مسلم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ان کے اعمال و افعال اتباع اور پیروی کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

اللہ اکبر! خاندان نبوت کے اس مرتبہ رفیع اور اس درجہ عظیم کو دیکھو کہ رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ کس طرح ان کے سامنے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے حکم کے آگے انہوں نے اپنے جذبات اور خواہشوں کو قربان کر دیا تھا۔ [illegible] زہرہ گداز موقع پر بھی اپنی بہن کا جزع و فزع [illegible] اور بجائے عام الفاظ صبر و تشفی کہنے کے فرمایا تو یہ کہ [illegible] مسلم اسوۃ فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آج کون [illegible] محبت اہل بیت کرام ہیں جو اس اسوۂ حسنہ کے اتباع کا [illegible] سے ثبوت دے سکتے ہیں؟ (بشکریہ استانہ)

انفاس قدسی

امتیاز الشعراء جناب سید محمد جعفر صاحب

(قدسی جائسی مرحوم)

میدان کربلا میں اکیلا حسینؑ ہو
زخموں سے چور چور سراپا حسینؑ ہو
اے اُمت رسولؐ یہ کس پر جفائیں [illegible]
محبوب کردگار کا پیارا حسینؑ ہو
پالا ہے فاطمہؑ نے بڑے لاڈ پیار سے
شیر خدا کی آنکھ کا تارا حسینؑ ہو
چاہے تو رن میں خون کا دریا بہا [illegible]
ہر چند تین روز سے پیاسا حسینؑ [illegible]
حُر کی تمام فوج کو سیراب کر دیا
بخشش کا چشمہ فیض کا دریا [illegible]
اپنے عدو پہ بھی نظر لطف [illegible]
واللہ فضل حق کا نمونہ حسینؑ [illegible]
خاطر ہے اپنے عاشق جانباز [illegible]
اللہ بھی اُس کا [illegible]
قدسی [illegible]
اُمت کی [illegible]

بادشاہِ کربلا

(جناب سید ریاض حسین صاحب ریاض شوائی)

اے حسینؑ ابن علی اے بادشاہِ کربلا ناصرِ دینِ پیمبر فدیۂ راہِ خدا
افتخارِ نوح و آدم معدنِ صدق و صفا مظہرِ نورِ الٰہی تاجدارِ ہَل اَتیٰ
چشمۂ فیضِ دو عالم مالکِ کون و مکاں
رہبرِ انسانیت اے حُریت کے تن کی جاں

تیری ہستی مطلعِ انوارِ قدرت بن گئی تیری دنیا باعثِ صد فخر رحمت بن گئی
تیرے دم سے نوعِ انسانی کی زینت بن گئی تیرا گھر بگڑا مگر ایماں کی صورت بن گئی
بچ گیا اسلام ورنہ رہ گیا تھا نام کو
اپنے خوں سے خوب سینچا گلشنِ اسلام کو

خاک و خوں میں ہو کے غلطاں کام کیسا کر دیا سرنگوں باطل ہوا اسلام اونچا کر دیا
نقشِ حق کو خوں سے دھو کر آشکارا کر دیا طالبانِ حق کے دردوں کا مداوا کر دیا
پارہ پارہ رختِ ظلمت میرے مولا ہو گیا
اس شبِ تاریک میں بالکل اُجالا ہو گیا

تم نے مولا کر دیا اونچا نشانِ حُریت تم پہ مولا ہو گئی قربان شانِ حُریت
محوِ حیرت ہو گیا مولا جہانِ حُریت تم ہو اے مولا چراغِ دودمانِ حُریت
اے حسین ابن علیؑ اے نکتہ دانِ زندگی
کس غضب کا دے گئے تم امتحانِ زندگی

عزمِ ثابت وہ ترا اور وہ ترا عز و وقار مٹ گیا جس سے جہاں بانی کا جھوٹا اقتدار
تجھ سے اونچا ہو گیا حق کی حمیت کا عیار مرحبا صد مرحبا اے مخزنِ صبر و قرار
تیری ہر موجِ نفس مولا شعاعِ زندگی
تیرا ہر نقشِ قدم مولا پیامِ روشنی

کشتیٔ اُمت کو تم طوفاں میں کھینے کے لئے ظلم و استبداد سے ٹکر کے لینے کے لئے
کفر کی کھیتی میں تخمِ حق کو بونے کے لئے کربلا آئے لہو سے سینچ دینے کے لئے
خوں کے ہر قطرہ سے دنیا میں چراغاں کر گئے
کفر کی ظلمت میں نورِ حق کو تاباں کر گئے

[illegible] سائے میں مولا آخری تیری نماز فخر ہے جس پر نبی کو اور خدا کو جس پہ ناز
[illegible]ں کو شرف جس سے ہے وہ عجز و نیاز وجد میں خود جس سے قدرت آئے وہ سوز و گداز

صبر نے تیرے عجب کارِ نمایاں کر دیا
کام جو دشوار تر تھا اس کو آساں کر دیا

روزِ عاشورہ تری قربانیاں وہ بے مثال — تا قیامت جس پہ آ سکتی نہیں گردِ زوال
اس قدر ایثار پر بھی تھا نہ چہرہ پر ملال — تیرے در کی خاک کا ذرہ ہر اک ہے باکمال

آدمیت تیرے دم سے آدمیت بن گئی
یوں مکمل دینِ احمدؐ کی شریعت بن گئی

زندگی کا مقصدِ اعلیٰ دیا تم نے بتا — حق کے جینے کا سبق سب کو دیا تم نے سکھا
حقِ آزادی کا افسانہ دیا سب کو سنا — مقتلِ حقانیت پر رکھ دیا اپنا گلا

روحِ آزادی کے مولا آپ ہیں پروردگار
آپ پر ہیں طالبانِ درسِ آزادی نثار

ہے سبق آموزِ عالم آپ کی ہر داستاں — گلشنِ ایماں کے حق میں آپ ہیں آبِ رواں
درسِ حق لیتے رہیں گے ساکنِ کون و مکاں — حق ہے مولا آپ کا اور آپ حق کے رازداں

صبر سے ظلم و ستم کے گھر کو ویراں کر دیا
جس قدر حق تھا نمایاں اور تاباں کر دیا

ملتِ بیضا میں گزری ہیں بہت سی ہستیاں — بزمِ دنیا نے بہت دیکھی ہیں خوں افشانیاں
رہبرانِ دین نے کی ہیں بہت قربانیاں — ابنِ آدم کے لہو کی اب بھی ہیں ارزانیاں

تیرے جینے اور مرنے میں مگر اک شان تھی
جاودانی زندگی جس موت پر قربان تھی

آج بھی اقوامِ عالم گر ترے کردار سے — لیں سبق انسانیت کا جوہرِ افکار سے
بارشِ رحمت ہو پیہم ہر در و دیوار سے — باغِ عالم میں نمایاں گل ہوں نوکِ خار سے

انقلابِ عام ایسا ہو کہ دنیا دیکھ کے
دیدۂ حق بیں کو تیرے پائے اقدس سے ملے

وہ مکمل کر دیا ہے انتظامِ زندگی — کربلا کا ذرہ ذرہ ہے پیامِ زندگی
تیغ کی چھاؤں میں سب ہے اہتمامِ زندگی — ہر شہیدِ کربلا ہے اک نظامِ زندگی

موجزن ہے زندگی کا تم سے دھارا یا حسینؑ
زندہ قوموں کی ہو کشتی کا سہارا یا حسینؑ

السلام اے تاجِ عالم بادشاہِ دو جہاں — السلام اے محسنِ اسلام و شاہِ انس و جاں
السلام ابنِ رسولؐ اور نواسۂ امت کے نشاں — السلام اے دینِ حق کے جسم کی [illegible]

السلام اے زندۂ جاوید شاہِ کربلا
السلام اے رونقِ باغِ علیؑ و مصطفےٰؐ

تقاضائے محبت

(از اَمۃ الفاطمہ زکیہ بنت سید اظہر حسین صاحب جعفری۔ لکھنؤ)

قرآن مجید کے سورۂ شوریٰ میں حضرت رب العزت فرماتا ہے "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" یعنی اے رسول اپنی اُمت سے کہہ دو کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بھی اجر نہیں مانگتا اور نہ امر بمعروف و نہی از منکر کی تلقین کے صلہ میں کسی قسم کی توقع رکھتا ہوں۔ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر نے دعوت اسلام کے سلسلے اپنی اُمت سے کبھی مزد و معاوضہ نہیں طلب کیا۔

کشاف وغیرہ میں مذکور ہے کہ ایک دن انصار قریش کے مقابلہ میں اظہار افتخار کر رہے تھے۔ اتنے میں ابن عباس یا بروایت دیگر خود عباس بول اُٹھے۔ "ایسا نہیں۔ بلکہ ہم کو خود تم پر فضیلت و مزیت حاصل ہے"۔ جب جناب رسول خدا کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ بنفس نفیس اس مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا "اے گروہ انصار کیا تم ذلیل نہ تھے اور کیا خداوند عالم نے میرے واسطے سے تم کو عزیز اور سربلند نہیں کر دیا؟ انھوں نے عرض کیا "حضور کا ارشاد درست ہے"۔ پھر آپ نے فرمایا "کیا تم گمراہ نہ تھے اور کیا حق تعالیٰ نے میرے ہی سبب سے تم کو ہدایت نہیں عطا کی" عرض کیا "بالکل درست ہے"۔ آپ نے ارشاد فرمایا "آخر میرے ان احسانات کے مقابلہ میں تم بھی تو کچھ کہو" عرض کیا "رسول اللہ۔ آپ ہی فرمائیں کہ ہم کیا کہیں"۔ ارشاد ہوا "کہو۔ اے محمدؐ۔ کیا آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا نہیں اور ہم نے آپ کی تصدیق نہیں کی۔ اور کیا اہل مکہ نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ہم نے آپ کی نصرت و مدد نہیں کی؟ کیا آپ کی قوم نے آپ کو وطن مالوف سے نہیں نکالا اور ہم نے آپ کو اپنی پناہ میں نہیں لیا؟" لکھا ہے کہ اسی طرح رسول صلعم انصار کے صفات جمیلہ بیان فرماتے رہے۔ ان ارشادات کو سن کر وہ بادب عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ۔ ہماری جان۔ ہمارا تن۔ ہمارا مال سب آپ پر سے فدا ہے۔ جو کچھ بھی مال و دولت ہمارے پاس ہے وہ سب خدا اور رسول کے لئے حاضر ہے۔ اگر اجازت ہو تو اپنے مال و اسباب کو بطیب خاطر خادمان عتبۂ عالیہ کی خدمت میں حاضر کر کے اپنے مصرف میں لا کر خاطر عاطر کو اخراجات کی جانب سے فراغت حاصل ہو"۔ اس کے جواب میں درگاہ رب العزت سے مذکورۂ بالا آیت مودت نازل ہوئی۔

ثعلبی نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ کچھ مشرکین بیٹھے ہوئے آپس میں کہہ رہے تھے۔ "تم کو خبر ہے یا نہیں کہ محمدؐ تبلیغ رسالت کا معاوضہ طلب کرتے ہیں" بعد اس کے جواب میں مذکورہ بالا آیۃ مودت نازل ہوئی۔

حقیقت میں یہ مودت یا دوستی اجر رسالت نہیں ہے اس لئے کہ جب تک کسی کو کوئی تعلق ایسا نہیں جس کا رشتۂ قرابت آنحضرت پر منتہی نہ ہوتا ہو تو آنحضرت کی قرابت سے مودت ان کی قرابت کی مودت کی جانب راجع ہوگی۔

کشاف میں ذکر ہے کہ جب یہ آیت مودت نازل ہوئی تو صحابہ نے پیغمبر صلعم سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ من قرابتک الذین وجبت علینا مودتھم یعنی اے خدا کے رسول آپ کے وہ قرابت والے کون ہیں جن کی مودت کو حق تعالیٰ نے ہم پر فرض قرار دیا ہو؟ آپ نے فرمایا "وہ علی بن ابیطالبؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ ہیں"۔ ثعلبی نے جو علمائے اہل سنت سے ہیں ذکر کیا ہے کہ سید انبیا کے وہ اقارب جن کی مودت اور محبت کا لوگوں کو حکم ہوا ہے علیؑ ابن ابیطالب۔ فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

شہر بن حوشب نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن سید انبیا نے حضرت فاطمہؑ زہرا سے فرمایا کہ "اے میری نور چشم اپنے شوہر اور اپنے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ کو میرے پاس لے آؤ۔" چنانچہ جناب فاطمہؑ نے ارشاد رسول کی تعمیل کی۔ جب یہ سب حضرات آ گئے تو آپ نے ان کے سر پر ایک کمل ڈال لیا اور فرمایا "خداوندا یہی چاروں میرے اہلبیت ہیں۔ اپنے برکات و صلوات کو ان کے شامل حال فرما اور ان پر رحمت نازل کر"۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب میں نے یہ دعا آنحضرت کی زبان مبارک سے سنی تو میں نے کمل کا ایک کونا اُٹھایا اور چاہتی تھی کہ میں بھی اس کمل کے اندر داخل ہو جاؤں کہ آنحضرت نے چادر کا کونا ہاتھ سے

کھینچ کر دو مرتبہ فرمایا "اے ام سلمہ، تم بیشک نیکوکار خاتون ہو لیکن تمہارا یہ مرتبہ نہیں کہ میرے اہل بیت میں شامل ہو سکو۔" معلوم ہوا کہ جناب رسولِ خداؐ کے اور بھی عزیز و اقارب تھے لیکن ان کی محبت اُمت پر فرض قرار نہیں دی گئی۔ محبت و مودت کا وجوب صرف رشتہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ چونکہ یہ حضرات معیاری زندگی پیش کرتے تھے۔ جناب سیدہؑ خواتین عالم کے لئے، امیر المومنینؑ اور حسنین علیہما السلام مختلف سن و سال کے انسانوں کے لئے اپنی اعلیٰ زندگی سے ایک بلند مرتبہ اسوہ پیش کرتے تھے اس لئے امت ہی کے فائدہ کے لئے ان کی محبت لازم قرار دی گئی۔ محبت کا تقاضا اطاعت و پیروی محبوب اور ان کے افعال و اعمال کی اتباع ہے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو اہلبیتؑ کا وفادار ہوگا اُن سے محبت کرے گا اور آخر کار اعلیٰ انسانوں کی صف میں شامل ہو جائے گا اور اس کی زندگی بہترین عقائد اور اعمال سے پُر ہوگی۔

اہلبیتؑ رسولؐ نے مختلف ماحول میں زندگی بسر کی۔ اس سے ہم کو ہر دور اور ہر حالت میں ان کے نشان ہائے قدم ملتے ہیں۔ حضرت امیر المومنینؑ نے مختلف زندگیوں کے نمونے چھوڑے۔ مرد، دور، مفکر، مذہبی پیشوا۔ حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے دوسرے کی حکومت میں رہ کر زندگی گزارنے کے اصول بھی آپ نے چھوڑے۔ جائز و درست مسائل میں آپ نے حکومت وقت سے تعاون بھی فرمایا۔ اختلاف فکر کے موقع پر احتجاج بھی فرمایا۔ امام حسنؑ نے بھی زندگی کے مختلف رخ پیش فرمائے اور امام حسینؑ نے تو کربلا میں زندگی کا ایک ایسا نیا رخ پیش فرمایا جس سے ہمیشہ اور قوموں کی صلاح و فلاح وابستہ رہے گی۔ جنہیں کمزور کر دیا گیا ہے جن کے حقوق چھین لئے گئے ہیں۔ جنہیں اپنے غلط نظریات پر چلنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ امام حسینؑ نے ہر قدم پر صلح کا پیغام دیا۔ لیکن حق کے تحفظ کے ساتھ انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی دشمن کو یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ حضرت باطل پر کسی قسم کا بھی سمجھوتہ فرمائیں گے۔ عقبہ بن سمعان کہتے ہیں، "میں امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک برابر رہا۔ اور آخر وقت تک حضرت سے جدا نہیں ہوا۔ آپ نے مدینہ، مکہ، راستہ، عراق میں یا دشمن کی فوج سے جو بھی گفتگو کی اس کا ایک ایک لفظ میں نے سُنا تھا۔ بخدا امام حسینؑ کبھی اس بات پر آمادہ نہیں ہوئے کہ یزید کی بیعت کریں۔ بیشک آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں خدا کی اس وسیع فضا میں کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ پھر دیکھا جائے گا کہ مسلمانوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔" (مقتل الحسین [illegible] صفحہ ۴ مطبوعہ سرفراز پریس)

امام حسینؑ نے حق کی حمایت کے سلسلے میں [illegible] کئے۔ آپ کے احباب یکے بعد دیگرے جہاد کے لئے آتے اور [illegible] نوش فرماتے رہے۔ اعزاء اور اولاد میں بھی کوئی [illegible] کمسن بچہ بھی تیر جفا کا نشانہ بنا دیا گیا۔ آپ کا [illegible] میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرے گا۔ ایسے موقع پر [illegible] نہایت سکون کے ساتھ بچے کے گلے سے تیر نکالا اور اس کا [illegible] جسم پر ملتے ہوئے فرمایا "بخدا تم ناقۂ صالح سے [illegible]" الغرض حضرت نے اس بچہ کو بھی گنج شہیداں میں لٹا دیا۔ (مقتل الحسین یعقوبی۔ ص۳ مطبوعہ سرفراز پریس)

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں جناب رسول خداؐ کی ایک حدیث لکھی ہے کہ "بنی اُمیہ میں سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو میری اُمت کے نظام کو درہم و برہم کر دے گا۔ اُسے یزید کہیں گے" [illegible] اپنے مسند میں ابو داؤد نے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے "میں نے رسولخدا صلعم کو کہتے ہوئے سُنا ہے۔ فرماتے تھے پہلا وہ شخص میری سنت کو بدل دے گا وہ بنی اُمیہ سے ایک شخص ہوگا جسے یزید کہیں گے۔ (مقتل الحسین علامہ سیوطی مطبوعہ ادارہ معارف آلِ محمد۔ لاہور۔ صفحہ ۱)

کربلا کے واقعہ نے سارے عالم کے سامنے [illegible] امام حسینؑ کا کیرکٹر اور یزید کا کیرکٹر۔ امام حسینؑ نیکی کی نمائندگی کرتے تھے اور یزید بدی کا نمائندہ تھا۔

آج کروڑوں انسان امام حسینؑ سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور یزید سے نفرت کرتے ہیں۔ محبت و نفرت کا تقاضا یہ ہو کہ ہم حسینی اخلاق [illegible] ہوں، حسینی غیرت، حسینی حق پرستی، حسینی استقلال و ثبات سے [illegible] اُن رذیل صفات سے دور رہیں جن کا یزید حامل تھا۔

ہر سال واقعۂ کربلا کی یاد اسی لئے تازہ کی جاتی ہے [illegible] سامنے بہتر سے بہتر مثالی کربلا اور حق پرستی کی [illegible] بتایا جائے کہ ہر سلسلہ میں ان کی قوت [illegible] کو دنیا ظلم کے مقابلہ میں کیسے [illegible]

اگر واقعۂ کربلا نہ ہوتا

(نتیجۂ فکرِ بلند ترجمانِ فطرت جنابِ شہید صفی پوری)

ساز گارِ دینِ حق ہوتا نہ اسلامی شعار
تشنۂ تکمیل رہتا مقصدِ پروردگار

معنیٔ سربند بن جاتی کتابِ کبریا
بن نہ سکتی منزلِ عزم و عمل میں رہنما

کھل نہ سکتا جوہرِ عزمِ دلِ خیر البشر
ایک رُخ آتا نہ تصویرِ رسالت کا نظر

کارنامے حیدرِ صفدر کے رہ سکتے نہ یاد
صفحۂ مفہوم پر ملتے نہ آثارِ جہاد

مقصدِ صلحِ حسنؑ ہوتا نہ دنیا پر عیاں
مسلکِ اہلِ ستم رہتا نگاہوں سے نہاں

فطرتِ اہلِ تشدد ہو نہ سکتی بے نقاب
ذہنیت میں اہلِ باطل کی نہ آتا انقلاب

ذہنِ انسانی پہ چھا جاتے رسومِ اہلِ فسق
نوعِ انساں ہو نہ سکتی واقفِ آدابِ عشق

دین کے مختار ہوتے صاحبانِ اقتدار
خلق رہتی تا قیامت بے نیازِ کردگار

موردِ باطل بنا کر دین کی تعلیم کو
مسخ کر دیتے ستمگر جادۂ تسلیم کو

طاقتِ بیداد پر کرتے ستم ایجاد ناز
قوتِ حقانیت کا فاش ہو سکتا نہ راز

صبر کی تعلیم بن سکتی نہ سیرت کا وقار
نقطۂ اوجِ بنی آدم نہ ہوتا آشکار

کھل نہ سکتی رفعتِ گردوں اساسِ اہلبیت
اہلِ عالم ہو نہ سکتے روشناسِ اہلبیت

ہو نہ سکتی حشر تک تعیینِ راہِ آشتی
فطرتِ انساں کو مل سکتا نہ درسِ راستی

جرأتِ باطل نہ ہوتی عزمِ حق کوشی سے پست
آشکارا ہو نہ سکتے معنیٔ فتح و شکست

زیست کا ہے حق کی خاطر جان دینے پر مدار
کون کہہ سکتا خزاں بن کر بھی آتی ہے بہار

کس طرح معلوم ہوتا خلق کو وقتِ جہاد
نوجواں دنیا سے اٹھ جاتے ہیں کس

حق کی خاطر رانڈ ہو جاتی ہے اک شب کی دلہن
پیرہن دولہا کا بن جاتا ہے مقتل میں کفن

آ نہیں سکتا لبِ عصمت پہ خالق کا گلہ
شکرِ حق کرتے ہیں چھد جائے جو بچہ کا گلا

بے زبانی میں بھی پنہاں طاقتِ فریاد ہے
خنجرِ مظلومیت بھی قاطعِ بیداد ہے

اہلِ حق ہوتے نہیں خالق سے اپنے بے خبر
زیرِ خنجر سجدۂ خالق میں دے دیتے ہیں سر

بن کے معیارِ عمل دیتے ہیں کیونکر حق کا درس
صنفِ نازک میں ہے کتنا جذبۂ ایثارِ نفس

کس طرح ماؤں کی ہوتی ہے نظر انجام پر
گود کے بچے بھی ہوتے ہیں فدا اسلام پر

ہو کے بے پردہ باندازِ وقارِ راستی
لاج رہ جاتی ہے کیونکر جذبۂ اسلام کی

نشرِ حق کرتے ہیں کیونکر کوچہ و بازار میں
کس طرح تبلیغ ہوتی ہے بھرے دربار میں

کربلا ہی نے دکھایا جادۂ عشق و وفا
کربلا ہی نے بتایا مسلکِ صبر و رضا

کربلا میں ذبح ہو جاتا نہ گر جانِ نبیؐ
مختصر یہ ہے کہ مٹ جاتا مذاقِ راستی

حیات آفرینِ موت

موت پہ چھا گیا دنیا سے گزرنے والا
سینۂ وقت میں دل بن کے دھڑکنے والا
آج بھی نبضِ محبت میں تڑپتا ہی ہے
سے گیا ریتی پہ تڑپنے والا

اگر واقعۂ کربلا نہ ہوتا

(نوشتہ جناب سید علی حسین صاحب رضوی (بی اے فاضل لکھنؤ یونیورسٹی)

تاریخی نقطۂ نظر سے کسی گذری ہوئی بات کے متعلق یہ کہنا کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا ہوتا سخت دشواری اور بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ ایک نجومی مستقبل کے متعلق بہ آسانی پیشینگوئی کرسکتا ہے اور اس پر کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ فیصلہ کن وقت نہ آجائے جس کے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہے لیکن ایک تاریخ داں کو گذرے ہوئے واقعات کے ایسے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے جو سرے سے وجود ہی میں نہ آئے ہوں بڑے دشوار گذار راستوں سے گذرنا پڑتا ہے اور ان کے لئے ثبوت فراہم کرنے اور نتائج اخذ کرنے میں اسے کوہ بے ستون کا سینہ چیر کر جوئے شیر لانا پڑتی ہے۔

انسان عام طور پر غفلت شعار اور ہوس پرست واقع ہوا ہے وہ ماضی پر اتنی گہری نظریں نہیں رکھتا جتنی مستقبل پر پھر مشاہدہ کو ہمیشہ سنی سنائی باتوں پر فوقیت حاصل رہی اسلئے بھی کی بات میں زیادہ کشش ہوتی ہے وہ مستقبل قریب میں آنکھوں کے سامنے آکر حقیقت کو بے نقاب کر دیتی ہے۔ لیکن گذرے ہوئے واقعات کے غیر واضح یا تاریک پہلوؤں کو واضح کرنے کے لئے یا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اگر یہ واقعات عمل پذیر نہ ہوتے تو یہ ہوتا۔ وہی پرانے حالات حال یا مستقبلِ قریب میں پیدا کر کے عملی مثال قائم کرنا تو کسی تاریخ داں کے بس کی بات نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں مفروضہ باتوں کی اہمیت و وقعت نہیں ہوتی۔ یہ کہنا کہ "فرض کرو" یا "اگر ایسا ہوتا" تاریخی نقطۂ نگاہ سے تقریباً بے معنی ہے، تاریخ تو صرف گذرے ہوئے واقعات کا ریکارڈ ہے جو سینہ بہ سینہ اور کتاب بہ کتاب منتقل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا ہمارا کام صرف اُن سے مشعل راہ کا کام لے کر مستقبل کے لئے راستہ ہموار کرنا ہے ایسی حالت میں "اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا" کے عنوان سے صرف تاریخ کے بل بوتے پر کوئی مضمون سپردِ قلم کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ تاہم صاحبان عقل و ہوش جو چشم بینا اور عقل سلیم رکھتے ہیں کچھ واقعات کی نوعیت سے اور کچھ اُس زمانے کے اردگرد کے حالات سے اندازہ لگا ہی لیتے ہیں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ پاپڑ بیلنے پڑتے۔

جب ہم واقعۂ کربلا کے تفصیلی حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ایسی اہم اور ناقابل فراموش افتاد آن پڑی تھی جس کی بنا پر خاندان رسالت کے نونہالوں اور اسلام کے حقیقی مجاہدوں کو اتنی عظیم قربانی پیش کرنا پڑی جو نہ صرف اسلامی تاریخ میں بلکہ تاریخ عالم میں یادگار رہے۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ہنگامی یا جذباتی سیلاب نہ تھا جو وقتی طور پر آیا اور ختم ہو گیا بلکہ مکر و کینہ اور بغض و حسد کی آگ عرصہ سے دلوں میں موجود تھی کبھی باد مخالف کے جھونکے اُسے دبا دیتے تھے، کبھی زمانے کی ہوائیں سازگار ثابت ہوتی تھیں اور اشتعال دیتی تھیں۔ جب مخالفت اپنے شباب پر پہونچی اور بغض و حسد کے شعلے خرمن اسلام پر برق آتشیں کا کام کرنے لگے تو مجاہدین اسلام کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور واقعہ کربلا کا عمل میں آنا ناگزیر ہو گیا۔

اسلامی تاریخ کی سیر کرنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی ساری یک جہتی اور یکسوئی رسول خدا کی آخری سانس سے وابستہ تھی۔ شمع رسالت کے خاموش ہوتے ہی اسلامی دنیا میں انتشار پیدا ہو گیا۔ رسولخدا کی وفات حضرت علی کی گوشہ نشینی اور خلفاء راشدین کی تخت نشینی نے اسلام کو ڈگر دوہیں

کردیا۔ جو حضرت علی کو رسول خدا کا جانشین، دین کا محافظ اور اسلامی تخت و تاج کا وارث سمجھتے تھے۔ ان کے دلوں میں برسر اقتدار پارٹی کی طرف سے جذبۂ منافرت پیدا ہونا اتنا ہی فطری تھا جتنا حکومت وقت کا باوجود خاموشی کے حضرت علی کی طرف سے مشتبہ رہنا اور انھیں اپنا حریف سمجھنا۔ اسی طرح اسلام کو دہرا صدمہ پہونچا ایک تو آپس میں دلوں میں بغض و حسد کا بیج پڑگیا دوسرے عام دنیوی انسانوں کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور چلے جانے سے روحانیت کے بجائے مادیت کو زیادہ فروغ ہوا دوسرے لفظوں میں دینداری میں دنیا داری اور ظاہر پرستی زیادہ آگئی اور عموماً لوگوں کی زیادہ تر توجہ ملک پرستی کی طرف ہوگئی جب یہی چیز شباب پر پہونچی تو مذہب کے لئے جان لیوا بن گئی۔

زمانہ ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا دو خلافتیں گذر جانے کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور مٹھی بھر بڑی "باغیوں" نے خلیفۂ سوم کو تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد اہل عرب کی نظریں حضرت علی کی طرف پڑیں اور خلافت کا تخت و تاج آپ کو سونپا گیا۔ ایکمرتبہ پھر اسلام کے صحیح خط و خال دنیا کے سامنے آگئے۔ بیت المال غریبوں اور محتاجوں کے لئے وقف ہوگیا۔ دنیوی عیش و عشرت کو دینی امور پر قربان کردینے کی تعلیم عام ہوگئی۔ لیکن ہوس پرست دنیا کو یہ ایک آنکھ نہ بھایا بالآخر ایک دن خانۂ خدا میں ظلم کی شمشیر چمکی اور شمع امامت کو خاموش کردیا گیا۔ اب امام حسنؑ اور امیر معاویہ میں رسہ کشی شروع ہوئی۔ امیر معاویہ خلیفۂ ثالث ہی کے وقت سے حکومت پر دانت لگاتے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت علی کے آگے ان کا چراغ نہ جل سکا۔ اب خالی میدان پاکر خلافت کے دعویدار بن بیٹھے بالآخر امام حسنؑ سے صلح کرکے اور [illegible] تخت و تاج پر بظاہر قناعت کرکے دین کی باگ ڈور فرزند رسول حضرت امام حسنؑ کے حوالہ کردی۔ طاقت کے آگے سرمنبر بے جان ہوجاتی ہے۔ چنانچہ معاہدہ [illegible]

[illegible]

تک کہ امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کرنے میں معاویہ [illegible] پوری کامیابی ہوئی۔

اب خاندان رسالت کے تیسرے چشم و چراغ [illegible] کا زمانہ آتا ہے آپ اپنی طرف سے معاہدہ کی حرف [illegible] کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ [illegible] کی آخری سانس یزید کی تخت نشینی پر ٹوٹ جاتی [illegible] حسینی صبر و استقلال میں اب بھی فرق نہیں۔ آخرکار [illegible] امام حسین سے طالب بیعت ہوتا ہے۔ بس امام حسین [illegible] پیمانۂ صبر لبریز ہوجاتا ہے اور صاف صاف کہہ دیتے [illegible] کہ چاہے جو کچھ ہوجائے مگر بیعت تو نہ ہوگی اور یہی ہوا [illegible] سب کچھ ہوگیا مگر بیعت نہ ہوئی۔ اسجگہ پر کوئی نا عاقبت اندیش کہہ سکتا ہے کہ اگر امام حسین بیعت کرلیتے تو [illegible] کربلا نہ ہوتا۔ بے شک نہ ہوتا لیکن اسلام کا کیا حال ہوتا [illegible] وہی جو دور یزید کا میں تھا یعنے حرام و حلال کی تفریق [illegible] ہوجاتی، بدکاری اور زناکاری عام ہوجاتی [illegible] محفلیں گرم ہوتیں اور بادہ و ساغر کے [illegible] ٹوٹی پھوٹی مسجدوں سے اگر اذان کی صدائیں [illegible] تو رنگ برنگ کے باجوں کی آوازوں میں گم [illegible]

.... کے چہروں پر مرثیۂ اسلام [illegible] نظر آتا حرکات جداگانہ ہوتے، مسجدوں میں نمازیں [illegible] جاتیں مگر دل کہیں اور ہوتا، روزے رکھے جاتے [illegible] کچھ اور ہوتی، فریضۂ حج ادا ہوتا لیکن مطلب کچھ اور [illegible] کیا جاتا لیکن مقصد بدلا ہوتا یعنی صرف ملک گیری [illegible] اسلام کا نام ہی نام رہ جاتا اصول سب فنا ہوجاتے [illegible] کی بات ہوئی فرض کیجئے کوئی سفیر یا سیاح [illegible] ہوتا تو وہ کیا دیکھتا، وہی عالیشان عمارتیں [illegible] سرود کی محفلیں وہی مسجدوں کی [illegible] اسلامی کی خلاف [illegible]

واقعہ کربلا کا عمل میں آنا ناگزیر ہو گیا۔
عہد یزید واقعہ کربلا کے علل و اسباب جان لینے کے بعد ہی کہا جا سکتا ہے کہ کس قسم کی فضا پیدا کی جاتی کہ یہ سانحہ سرزمین عرب پر رونما نہ ہوتا۔ اسی سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہی کہی جا سکتی ہے کہ اگر تمام مسلمان احکامات الٰہی اور تعلیمات محمدی پر ہمیشہ صدق دل سے عمل پیرا رہتے تو کسی قسم کے آپس میں تصادم کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ پھر اگر بعد وفات رسول تمام مسلمان حضرت علی کو خلیفہ بلافصل تسلیم کر لیتے تو آپس میں اتنی جلدی نفاق نہ پیدا ہوتا۔ اور فی الحال واقعہ کربلا کی ضرورت پیش نہ آتی اگر یہ نہ ہو سکا تھا تو صلح حسن کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہوتی ایسی حالت میں بھی بظاہر اسباب اس واقعہ کی کوئی ضرورت نہ محسوس ہوتی عہد نامہ کی خلاف ورزیاں کر کے اگر یزید تخت خلافت پر آیا بھی تو اگر وہ اسلامی اصولوں کو پامال نہ کرتا تو بھی کربلا کی جنگ نہ ہوتی۔ اگر وہ سب کچھ کرتا مگر امام حسین سے طالب بیعت نہ ہوتا تو بھی اتنی جلدی اور شاید اس شکل وصورت میں یہ خونی معرکہ نہ پیش آتا لیکن جب یہ کچھ بھی نہ ہوا یعنی رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی امیر معاویہ نے امام حسن سے سولہ آنے دغا کی۔ یزید نے امام حسین سے بیعت بھی طلب کی تو ایسے حالات کے پیش نظر اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا تو ظاہر ہے رسول کی رسالت، حضرت علی کی امامت وخلافت اور اسلام کی بقا و شہرت سب پر پانی پھر جاتا ہے اور اُس اسلام کو جس کو رسول خدا نے اپنے خون جگر سے سینچ کر پروان چڑھایا تھا اور عہد یزیدی کے مسخ شدہ اسلام میں صرف نام کا تعلق رہ جاتا اصل اصول مسدود و نابود ہو جاتے بس امام حسین نے اپنے ہرے بھرے گھر کو کربلا کے ویرانے میں لٹا کر اور تین دن کی بھوک پیاس برداشت کر کے اسلام کی مسخ شدہ شکل کو اپنے خون اطہر سے دھو کے ایک مرتبہ پھر دنیا کے سامنے اسلام کو اس کے صحیح خط و خال میں اس طرح پیش کر دیا کہ اب باد مخالف کے جھونکے اثر پذیر نہ ہو سکیں۔ مذہب اسلام کو نئی اور دائمی حیات بخشنے میں بہتر شہیدوں کا خون شامل ہے اگر یہ خونچکاں اور فیصلہ کن معرکہ دشت کربلا میں پیش نہ آتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام دنیا میں کس شکل میں ہوتا؟ اور ہم کس غار مذلت میں ہوتے؟

آگ سینوں میں لگا دی ماتم شبیرؑ نے
ایک شمع کشتہ نے دنیا کو روشن کر دیا

نوحہ

(مولانا صفی مرحوم)

سن سن کے استغاثہ سلطان کربلا
بے سر تڑپ رہے تھے شہیدانِ کربلا
بے آب و دانہ قتل کیا اشقیا نے آہ
کی خوب میزبانی مہمانِ کربلا
زخمی ہوا تھا گھر کے اکیلا لب فرات
بازوئے شاہ شیرِ نیستانِ کربلا
سایہ کیے ہوئے تھے پرِ دل کا طیور دشت
تھی دھوپ میں جو نعش سلیمانِ کربلا
ماتم میں آج تک ہے شہِ تشنہ کام کے
نہر فرات چاک گریبانِ کربلا
وہ چاک چاک پیکر نازک حسینؑ کا
وہ گرم گرم ریگ بیابانِ کربلا
تھی روضۂ رسولؐ کی جس سے صفی بہار
بسنا اُنھیں گلوں سے تھا دامانِ کربلا

حسینی فتح کا نرالا معیار

(نتیجۂ فکرِ بلند جناب سید صاحب علی صاحب [illegible] صفی پوری)

لبِ فرات جو پُر ہول سانحہ گزرا مثال اس کی سلے گی نہ دوسرا [illegible]
زباں بیان کرے اس کو یہ کہاں یارا یہ معرکہ تھا حقیقت میں باطل و حق کا
مظاہرہ تھا شقاوت کا خود نمائی تھی
خدا کے نور پہ ظلمات کی چڑھائی تھی

ہوئے حسینؑ پہ کیا کیا یزیدیوں کے ستم ہٹایا آپ نے ہرگز نہ راستی سے قدم
اُٹھا کے دل پہ ہزاروں طرح کے دُرد و الم نکالا آپ نے باطل کا سارا پیچ و خم
ذرا بتاؤ تو انصاف سے برائے خدا
شکست کس کو ہوئی کون کامیاب ہوا

ملے زمانہ میں شاید ہی ایسا کوئی بشر کہ جس کی ظاہری حالت پہ صرف جائے نظر
کہے یزید کو حاصل ہوئی ہے فتح و ظفر قصور فہم و خرد کا ہے اس کی سرتاسر
یزید ہو گیا مردود و خاسر و ناکام
ہوئے مقاصدِ اعلیٰ میں کامیاب امام

جہاں میں پاتا ہے تشکیل کوئی خاص جو کام تو ایک عرصہ میں ہوتا ہے وہ بخیر تمام
مشاہدہ میں یہ آتا ہے روز صبح و شام کسی کو ہو نہیں سکتا ہے اس میں کچھ بھی کلام
یہ نفس امر ہے یہ واقعی حقیقت ہے
بنا ہوا یہ قدیمی اُصولِ فطرت ہے

[illegible]ں میں تخم کوئی جبکہ بویا جاتا ہے | وجود اپنے کو ظاہر میں وہ مٹاتا ہے
[illegible] چند روز میں جب برگ و شاخ لاتا ہے | جگہ پھر اپنے لیے خاص اک بناتا ہے

ثمر سے سایہ سے پاتے ہیں اس کے فیض انساں
درخت بنتا ہے آخر میں وہ عظیم الشاں

یہ خاص آپ کا حصّہ تھا اے امام ہدیٰ | ہزار جانِ گرامی بنامِ پاک فدا
جو سنگلاخ پڑی تھی زمینِ جور و جفا | اُسی پہ حق و صداقت کا تخم کاشت کیا

ستم کی آب و ہوا سے وہ پرورش پاکر
بنا عظیم و تنومند حرّیت کا شجر

اسی درخت سے حاصل ہوے ہیں یہ اثمار | ہر ایک جا ہیں غلامانِ اہلبیتِ طہار
غمِ امام میں ہر چشم رہتی ہے خونبار | کوئی بھی لیتا ہے نامِ یزیدِ بدکردار

اسی کو کہتے ہیں حقانیت کی فتح و ظفر
جو تیرہ بخت ہیں اُن کی کہاں ہے اتنی نظر

کہاں یزید کہاں اس کی وہ حکومت ہے | کہاں وہ ظلم، کہاں اس کی وہ شقاوت ہے
کہاں ہے طنطنہ اس کا کہاں وہ سطوت ہے | کہاں غرور ہے اُس کا کہاں وہ نخوت ہے

جہاں سے ہوگیا کم بخت اس طرح معدوم
کسی کو قبر کا اُس کی نشاں نہیں معلوم

مگر حسینؑ کے موجود ہر جگہ ہیں غلام | جو صدقِ دل سے لیا کرتے ہیں امام کا نام
بنایا بیتِ شرفِ حق نے کربلا کا مقام | رہے گا مشہدِ اقدس ہمیشہ مرجعِ عام

یہاں پہ مضطر و غمگیں جو کوئی آتا ہے
سکونِ قلب کے سامان سارے پاتا ہے

یزیدیوں کو مسرت ہوئی تھی جو حاصل | رہی وہ کتنے دنوں ان کے حال کی
خدا کا قہر ہوا اُن پہ یک بیک نازل | شقی تھے جتنے ہوئے نار میں وہ سب داخل

خیالِ خام میں دولت کے کھو دیا ایماں
ملا نتیجہ میں دنیا و دین کا خسراں

کیا حسینؑ نے دنیا میں جو نمایاں کار | نظیر اس کی ملے گی نہ حشر تک زنہار
اُٹھا کے دل پہ ہزاروں مصائبِ آزار | کیا وہ صبر کہ ظالم بھی ہو گئے ناچار

مٹایا دہر سے باطل کا جور و استبداد
ہلا دی جبر و تشدد کے قصر کی بنیاد

چھپا ہے نورِ ہدایت کہیں ضلالت سے | دبا ہے حق کہیں باطل کے رعب و ہیبت سے
وہ فتح فتح نہیں ہے ملے جو طاقت سے | ظفر ہے وہ جو ملے صبر و استقامت سے

یہی ہے مقصدِ اعلیٰ یہی ہے نیک انجام
اسی پہ نازاں ہے دنیا میں معشرِ اسلام

شامِ غریباں

غالب خزاں تھی رونقِ صبحِ بہار پر
تھی شامِ غم محیط جہانِ قرار پر
چھائی جہاں میں شامِ غریباں کی تیرگی
خورشیدِ دیں جھک اُٹھا نصف النہار پر

ثانی زہرا

وہ وقتِ عصر ثانیِ زہرا کا پیچ و تاب
چھایا ہوا وہ عالمِ امکاں پہ اضطراب
اللہ رے صبرِ حضرتِ زینبؑ کی منزلت
نکلیں نہ وقتِ عصر بھی خیمے سے [illegible]

حسینؑ اور انقلاب

(از جناب سید آفتاب اختر صاحب تلہری)

جوشؔ ملیح آبادی ہندوستان کے مشہور بلند خیال و نادرگفتا شاعر ہیں۔ وہ رند مشرب اور خراباتی ہیں، لیکن اُن کی فطرت میں کچھ ایسے صالح عناصر بھی موجود ہیں جنھوں نے حسینؑ کی ذات کا انھیں گرویدہ بنا دیا ہے۔ وہ فکر و نظر کی کسی فضا میں بھی سانس لے رہے ہوں لیکن حسینؑ سے اُن کی شیفتگی کا جذبہ ہلکا نہیں پڑتا حسینؑ کی اعلیٰ شخصیت کے خط و خال اُن کے لیے وہی کشش رکھتے ہیں۔ اپنی زندگی کے جس دور میں وہ نہ صرف اوہام کو قدم قدم پر ٹھکراتے تھے بلکہ ادیان سے ہر گام پر ٹکراتے تھے۔ حسینؑ سے اُن کے والہانہ عشق و محبت میں کمی نہیں ہوئی۔ خود کہتے ہیں۔

اوہام کو ہر قدم پہ ٹھکراتے ہیں ✦ ادیان سے ہر گام پہ ٹکراتے ہیں
لیکن جس وقت کوئی کہتا ہے حسین ✦ ہم اہلِ خرابات بھی جھک جاتے ہیں

آج بھی جوشؔ کی حریتِ فکر و عمل کی بے اعتدالیوں کا یہی عالم ہے لیکن جوشؔ کی حسینؑ سے عقیدت و شیفتگی اور شعر و شاعری کی دنیا میں اس عقیدت و شیفتگی کے غیر معمولی سبق بخش اور دلکش مظاہر کا رنگ وہی ہے۔

اُن کے اس قسم کے اشعار:۔

اُس آرزو سے میرے لہو میں ہے جزر و مد
وحشتِ بلا میں تھی جو بہتّر کی آرزو
ہاں عمرِ جاوداں کی ہمیں بھی نوید دے
اے موت! اے جوانیِ اکبر کی آرزو

... آگے صولتِ دنیا کا ذکر اور ابنِ سعد
کھیلتی ہے جن کی ٹھوکر تاجِ سلطانی کے ساتھ
... کی ہر سانس کو اے مدعی

ہاں ملا کر دیکھ لے آیاتِ قرآنی کے ساتھ

اربابِ مذہب کے نزدیک اُخروی ثواب حاصل کرنے کے نقطۂ نظر سے کسی وزن کے مستحق ہیں یا نہیں اس کے متعلق کوئی فیصلہ دینا میرا منصب نہیں ہے لیکن اتنا بہر حال کہہ سکتا ہوں کہ حسینؑ سے تعلق رکھنے والی جوشؔ کی شاعری اپنے حکیمانہ اندازِ نظر، اپنے جوشِ بیان، اپنے خلوص، اپنی فراوانیِ عقیدت کی بنا پر بے نظیر و بے مثال ہے اسے پڑھ کر ایمان میں تازگی، روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، دل میں عزم و استقامت کے ولولے اور باطل کی مقاومت کے حوصلے انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔ مذہبی نقطۂ نظر سے جوشؔ کے الحادی نظریے کچھ سہی لیکن اُس کی شاعری سے مومن کے قلب میں "ادخالِ سرور" کا مقصد بدرجۂ اتم حاصل ہوتا ہے۔ افادی نقطۂ نظر سے یہ چیز بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ کٹر سے کٹر مذہبی حلقے اُس کی اس قسم کی شاعری کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

اس صحبت میں جوشؔ کے اس قسم کے ایک ولولہ انگیز ایمان افروز مسدس "انقلاب اور حسینؑ" کے متعلق کچھ باتیں کر کے ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ جوشؔ کو خود اس سے کوئی ثواب ہو یا نہ ہو۔

اس لاجواب مسدس کا آغاز اس عنوان سے ہوا ہے۔

ہمراز یہ فسانۂ آہ و فغاں نہ پوچھ
دوراں کی زندگی کا غمِ این و آں نہ پوچھ
کیا کیا حیاتِ ارض کی ہیں تلخیاں نہ پوچھ
کس درجہ ہولناک ہے یہ داستاں نہ پوچھ
تفصیل سے کہوں تو فلک کانپنے لگے
دوزخ بھی فرطِ شرم سے منہ ڈھانپنے لگے

دنیا کی ہر خوشی ہے غم دور سے دوچار
ہر قہقہے کی گونج میں ہے چشم اشکبار
کیا خار و خس کہ وہ تو ہیں معتوب روزگار
نسرین و نسترن میں بھی پنہاں ہے نوکِ خار

نغمے ہیں جنبشِ دلِ مضطر لیے ہوئے
گل برگ تک ہے برشِ خنجر لیے ہوئے

دنیا کی مسرتیں غم و الم سے ہمیشہ ہمکنار رہتی ہیں اس نظریہ کو شاعرِ انقلاب نے اسی قسم کی مختلف پُرجوش و پُراثر و پُرلطف تمثیلوں کے ذریعہ سے واضح کرنے کے بعد اعلانِ امرِ حق پر پرانے رسم و رواج اور جہالتوں کے سائے میں پلنے والے اوہام کے ہاتھوں جو قیامتیں نازل ہوتی ہیں اُن کی داستان سُنائی ہے اور اس راستے میں حق کے حامی کو جو مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔ اُن کا ذکر کیا ہے۔

اس سلسلے کے دو آخری بند سنیے:—

ہوتا ہے جو سماج میں جویائے انقلاب
ملتا ہے اُس کو مرتد و زندیق کا خطاب
پہلے تو اُس کو آنکھ دکھاتے ہیں شیخ و شاب
اس پر بھی وہ نہ چپ ہو تو پھر قوم کا عتاب

بڑھتا ہے ظلم و جور کے تیور لیے ہوئے
تشنیع و طعن و دشنہ و خنجر لیے ہوئے

اٹھتا ہے غلغلہ کہ یہ زندیق نامراد
کج فکر و کج نگاہ و کج اخلاق و کج نہاد
پھیلا رہا ہے عالمِ اخلاق میں فساد
اے صاحبانِ جذبۂ دیرینۂ جہاد

ہاں جلد اُٹھو تباہیِ باطل کے واسطے
جنت ہے ایسے شخص کے قاتل کے واسطے

اعلانِ امرِ حق کی دشواریوں کی تصویر کھینچنے کے بعد حسینؑ کی اعلیٰ سیرت و کردار کا یہ پرستار سیدھا کربلا کے میدان میں پہنچ جاتا ہے کیونکہ اعلانِ امرِ حق کا مظاہرہ باطل کے تمام حملہ آوران، طمطراق اور ظلم و تشدد کے غیر معمولی ساز و یراق کے باوجود اسی یادگار میدان میں جس مردانہ جرأت سے کیا گیا ہے اور اپنے پاکیزہ مقصد کے حاصل کرنے کے لیے جس عزم [illegible] مثالیہ ([illegible]) پیش کیا گیا ہے اُس سے [illegible] کا ثبوت ملتا ہے۔ دل لگا کر ذرا یہ بند پڑھیے۔

وہ کربلا کی رات وہ منزل ڈراونی
وہ مرگِ بے پناہ کے سائے میں [illegible]
خیموں کے گرد و پیش وہ پُرہول خامشی
خاموشیوں میں دُور سے وہ چاپ [illegible]

تھی پشتِ وقت بارِ الم سے جھکی ہوئی
ارض و سما کی سانس تھی گویا رُکی ہوئی

وہ اہلِ حق کی تشنہ دہاں مختصر سپاہ
باطل کا وہ ہجوم کہ اللہ کی پناہ
وہ ظلمتوں کے دام میں زہرا کے مہر و ماہ
تارے وہ فرطِ غم سے جھکائے ہوئے [illegible]

وہ دل بجھے ہوئے وہ ہوائیں تھمی ہوئی
وہ اک بہن کی بھائی پہ نظریں جمی ہوئی

وہ رات، وہ فرات وہ موجوں کا خلفشار
عابد کی کروٹوں پہ وہ زینب کا [illegible]
وہ زلزلوں کی زد پہ خواتین کا وقار
اصغر کا پیچ و تاب وہ جھولے [illegible]

اصغر میں پیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا
وہ دل دھڑک رہا تھا رسالتمآب کا

شبِ عاشور کا ذکر آنے کے بعد کیونکر ممکن تھا کہ [illegible] نظر شبِ شہادت کے اُس یادگار واقعہ پر نہ جاتی کہ [illegible] ہوا اور رفقا سمیت دشمنوں کے حصار میں ہیں [illegible] کی نزاکت کا پورا احساس ہے لیکن وہ نہایت [illegible] دل سے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ [illegible] جان سے مطلب ہے تم لوگ چلے جاؤ۔ میں اپنی [illegible] آزاد کرتا ہوں۔ لیکن حسینؑ کے یہ جاں نثار [illegible] جن کی اُن سے توقع تھی [illegible] وہ اُن کی زبان سے سنیے [illegible]

اے جذبہ شہادت و صادق و یار الو باصفا
[illegible] کو اور ہر [illegible]

اب سامنا ہے موت کا اور صرف موت کا
آسنہ بھی پھر بلائیں ہیں اب تحت و فوق سے
جانا جو چاہتا ہے چلا جائے شوق سے

[illegible] یہ بات بصد کرب و اضطراب
شبیرؑ کر دیا تھا یہ انصار نے جواب
[illegible] ہم یہ خواب بھی اے ابو تراب
واللہ فرطِ شرم سے ہو جائیں آب آب
قرباں نہ ہو جو آپ سے والا صفات پر
لعنت اُس امن و عیش پہ تف اس حیات پر

[illegible] آپ کا خیال ہے یہ شاہ ذی حشم
ہم ہیں اسیر سود و زیاں صید کیف و کم
خود دیکھ لیجیے گا کہ گاڑیں گے جب قدم
ہٹنا تو کیا ہلیں گے نہ دشتِ دغا سے ہم
تپلے ہیں ہم حدید کے پیکر ہیں سنگ کے
انسان نہیں پہاڑ ہیں میدان جنگ کے

جس رات میں جسارت اور حوصلہ کی بھرپور جوانی کو چونکا دینے والا یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اُس رات کی عظمتوں کے آستانے پر شریف انسانوں کے ماتھے کیوں نہ جھک جائیں۔

جوشؔ اُس رات کی غیر معمولی عظمت سے متأثر ہو کر جھوم اٹھتے ہیں اور اُن کی نوکِ زباں سے یہ نغمے ٹپکنے لگتے ہیں۔

ہاں وہ رات دہشت و بیم و رجا کی رات
افسونِ جانکنی و طلسمِ قضا کی رات
[illegible] و ذریتِ مصطفیٰؐ کی رات
جو حشر سے عظیم تھی وہ کربلا کی رات
شبیرؑ نے حیات کا عنوان بنا دیا
اُس رات کو بھی صبحِ درخشاں بنا دیا

[illegible] آواز دم بدم

دہشت ثبات و عزم ہے وحشت بلا و غم
صبرِ مسیحؑ و جرأتِ سقراط کی قسم
اس راہ میں ہے صرف اک انسان کا قدم
جس کی رگوں میں آتشِ بدر و حنین ہے
جس سورما کا اسمِ گرامی حسینؑ ہے

حسینؑ کا نام زبان پر آتے ہی جوشؔ کا نطق اُن کی زبان کے بوسے لینے لگتا ہے اور وہ اس کی روحانی عظمتوں کا تحلیل و تجزیہ نہایت عقیدت کے ساتھ شاعرانہ لہجہ میں شروع کر دیتے ہیں اور اس لطیف عنوان سے شروع کر دیتے ہیں جس پر ندرتیں بے اختیار نثار ہونے لگتی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

جو صاحبِ مزاجِ نبوت تھا وہ حسینؑ
جو وارثِ ضمیرِ رسالت تھا وہ حسینؑ
جو خلوتِ مشیتِ قدرت تھا وہ حسینؑ
جس کا وجود فخرِ مشیت تھا وہ حسینؑ
سانچے میں ڈھالنے کے لیے کائنات کو
جو تولتا تھا نوکِ مژہ پر حیات کو
جو اک نشانِ تشنہ دہانی تھا وہ حسینؑ
گیتی پہ عرش کی جو نشانی تھا وہ حسینؑ
جو خلد کا امیرِ جوانی تھا وہ حسینؑ
جو اک سنِ جدید کا بانی تھا وہ حسینؑ
جس کا لہو تلاطمِ پنہاں لیے ہوئے
ہر بوند میں تھا نوحؑ کا طوفاں لیے ہوئے
ہاں اب بھی جو منارۂ عظمت ہے وہ حسینؑ
اب بھی جو محورِ درسِ محبت ہے وہ حسینؑ
جس کی نگاہ مرگِ عداوت ہے وہ حسینؑ
آدم کی جو دلیلِ شرافت ہے وہ حسینؑ
واحد جو اک نمونہ ہے ذبحِ عظیم کا
اللہ رے انتخاب خدائے کریم کا

حسینؑ کی ان روحانی عظمتوں کے تذکرے کے ساتھ ہی جوشؔ کی نگاہ ایک خاص نکتہ کی طرف مڑ جاتی ہے اور ضیا کا

دلائلِ عقلی سے قائل نہ ہونے والے جوش کو اُس کے وجود کی طرف رہنمائی کرنے والا ایک نشان مل جاتا ہے جسے وہ ان لفظوں میں ظاہر کرتا ہے۔

ہاں وہ حسینؑ جس کا ابد آشنا ثبات
کہتا ہے گاہ گاہ حکیموں سے بھی یہ بات
یعنی درونِ پردۂ صد رنگِ کائنات
اک کارساز ذات ہے اک ذی شعور ذات
سجدوں سے کھینچتا ہے جو مسجود کی طرف
تنہا جو اک اشارہ ہے معبود کی طرف

کاش کہ یہ نکتہ جوشؔ کے دماغ میں پورے طور سے جڑ پکڑ لے اور اُن کی موجودہ لامذہبیت میں اسی راستے سے مذہبیت کی جوئے خوش خرام بہنے لگے۔ حسینؑ کی شہادت کے بعض انقلاب آفریں پہلوؤں کا ذکر کرنے کے بعد جوشؔ کی زبان پر یہ شعر آجاتے ہیں۔

پانی سے تین روز ہوئے جس کے لب نہ تر
تیغ و تبر کو سونپ دیا جس نے گھر کا گھر
جو مر گیا ضمیر کی عزت کے نام پر
ذلت کے آستاں پہ جھکایا مگر نہ سر
لی جس نے سانس رشتۂ شاہی کو توڑ کر
جس نے کلائی موت کی رکھ دی مروڑ کر

جس کی جبیں پہ کج ہے خود اپنے لہو کا تاج
جو مرگ و زندگی کا ہے اک طرفہ امتزاج
سر دے دیا مگر نہ دیا ظلم کو خراج
جس کے لہو نے رکھ لی تمام انبیاء کی لاج
سُنتا نہ کوئی دہر میں صدق و صفا کی بات
جس مردِ سرفروش نے رکھ لی خدا کی بات

ہر چند اہلِ جور نے چاہا یہ بار ہا
ہو جائے محو یادِ شہیدانِ کربلا
باقی رہے نہ نام زمیں پر حسینؑ کا
لیکن کسی کا زور چلا ہے نہ چل سکا
عباسِ نامور کے لہو سے دُھلا ہوا
اب پرچم حسینیت کا ہے اب تک کھلا ہوا

اس کے بعد کے بندوں میں جوشؔ نے حسینؑ کے صبر و استقلال کا ذکر کیا ہے اور اپنی پیشانی کمال ادب سے سلام کے لیے جھکا دی ہے۔

ہاں وہ حسینؑ خستہ و مجروح و ناتواں
ساکت کھڑا ہوا تھا جو لاشوں کے درمیاں
سنتا رہا سکوت سے جو بیرِ نیم جاں
اکبر سے ماہرو کی جوانی کی ہچکیاں
سہے ہے کی آرہی تھی صدا کائنات سے
پھر بھی قدم ہٹائے نہ راہِ ثبات سے

سلام کے ساتھ ہی ایک مرتبہ وہ حسینؑ کی عظمتوں کے سامنے سجدے میں گر جاتا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اُس کے مخصوص فضائل کا ذکر چھیڑ دیتا ہے

تجھ سا شہید کون ہے عالم میں اے حسینؑ
تو ہے ہر ایک دیدۂ پُرنم میں اے حسینؑ
زہاد ہی نہیں ہیں ترے غم میں اے حسینؑ
ہم رند بھی ہیں حلقۂ ماتم میں اے حسینؑ
آزاد جو خیال میں ہیں اور کلام میں
وہ بھی اسیر ہیں تری زلفوں کے دام میں

اس باغِ دہر میں پئے تفسیرِ رنگ و بو
یوں تو ہے ہر روش پہ اک انبارِ گفتگو
لیکن برائے گوشِ حکیمانِ راز جو
عالم میں صرف ایک سخن گفتنی ہے تو
مردانگی کے طور کا تنہا کلیم ہے
تو سینۂ حیات کا قلبِ سلیم ہے

اے رہبرِ خجستہ و اسے ہادیٔ خجستہ
تو حافظہ کا تازیانہ [illegible]

[...]نسان قدم سے ہے وہ سرور
لوحِ جبینِ وقت پہ غلطاں ہے موجِ نور
تو ہے وہ مہرِ دفترِ عزم و ثبات پر
اب تک دمک رہی ہے جو پشتِ حیات پر

ہاں اے حسین ابن علیؑ رہبرِ انام
اے منبرِ خودی کے حیات آفریں پیام
اے نطقِ زندگی کے مقدس ترین نام
اے چرخِ انقلاب کے ابرِ جواں خرام
غازہ ہے تیرا خون رُخِ کائنات پر
ہر قطرہ کرہ نور ہے تاجِ حیات پر

جس بحرِ ظلم و جور کے گرداب میں تھا تو
نازل پہاڑ پر ہو تو بن جائے آب جو
سینے میں ابر کے نہ رہے روحِ رنگ و بو
آہن کے جوہروں سے ٹپکنے لگے لہو
یخ تک برنگِ آتشِ دوزخ دہک پڑے
ماتھے سے آگ کے بھی پسینہ ٹپک پڑے

حسینؑ کی مدح کے یہ گہر ہائے آبدار نظم کے رشتے میں پرونے کے بعد شاعر کی نظر موجودہ دنیا کی خراب و خستہ حالت پر جاتی ہے اور اُسے سرمایہ داروں کے ظلم و استبداد کی زہر آلودہ تلواریں چاروں طرف لٹکتی نظر آتی ہیں اور اُسے اُن سے نجات کی صورت یہی دکھائی پڑتی ہے کہ وہ اپنے شہید امام کا دامن تھام کر ان سے عزم و استقامت اور باطل کی مقاومت کے کچھ شرارے مستعار مانگے اور اپنے ساتھیوں کو اسی راستے پر چلنے کی دعوت دے۔

چنانچہ عصرِ حاضر کی ظالمانہ دست درازیوں کا ذکر کرنے کے بعد وہ بےساختہ پکار اٹھتا ہے۔

اے دجلہ و فرات کے پانی کا واسطہ
آلِ نبی کی تشنہ دہانی کا واسطہ
شبیر کے لہو کی روانی کا واسطہ
اکبر کی ناتمام جوانی کا واسطہ
بڑھتی ہوئی جوان امنگوں سے کام لو
ہاں تھام لو حسینؑ کے دامن کو تھام لو

اسی عقیدہ تمندانہ جوش و خروش سے بھرے ہوئے چند بند اور، اور مسدس ختم۔

میں نے جوشؔ کے اس اعلیٰ مسدس کو کئی مرتبہ پڑھا اور ہر مرتبہ اُس سے تازہ لطف اور حوصلہ حاصل کیا۔ مجھے یقین ہے کہ اس قسم کی پُرجوش و پرعظمت مدح اُس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی تھی جب تک کہ شاعر کو ممدوح سے غیر معمولی خلوص اور والہانہ شغف نہ ہو۔ یہ ضرور ہے کہ اس مسدس میں کہیں کہیں اکہیاتی نقطۂ نظر سے اعتدال کے حدود سے تجاوز نظر آتا ہے اور جوشؔ نے جو اردو کو حسینی شہادت کے سلسلے میں بعض نئی نادر ترکیبیں دی ہیں انھیں خالص "مؤحدانہ" مذاق میں پسند نہیں کیا جا سکتا لیکن جوشؔ ان حدود کے قائل ہی کب ہیں۔ اگر یہی صورت ہوتی تو پھر کہنا ہی کیا تھا۔

لیکن ان کوتاہیوں کے باوجود جوشؔ کا یہ مسدس عقیدتمندانہ شاعری کا بہت ہی بلند پایہ شاہکار ہے اور اس پر بہت سے شائع شدہ مدحیہ اور نعتیہ منظومے قربان کیے جا سکتے ہیں۔

رُباعی (صفیؔ مرحوم)

تقریرِ شبابِ عمرِ فانی کیا تھی
یہ بھی نہ یاد وہ کہانی کیا تھی
غفلت سے کھلی آنکھ تو معلوم ہوا
اک نیند کا جھونکا تھا جوانی کیا تھی

قاتلانِ امام حسین علیہ السلام کون تھے

(نوشتہ جناب سید سعید اختر صاحب رضوی گوپالپوری - فخر الافاضل و فاضل مشرقیات - پرنسپل بیرِ ۔ باقر گنج - ضلع سارن)

سوادِ اعظم کی طرف سے شیعوں پر وقتاً فوقتاً یہ اعتراض عائد کیا جاتا ہے کہ قاتلانِ حسین شیعہ تھے۔ اگرچہ اس اعتراض کے ایک سے زیادہ بار مدلل جوابات دیئے جاچکے ہیں لیکن پھر بھی گاہے گاہے یہ آواز کانوں میں آہی جاتی ہے حتی کہ اس الزام کی صدائے بازگشت اب تو دیہات تک میں گونجنے لگی ہے۔ میں اس فیصلے کے لئے ایک ایسا معیار پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے کھرے کھوٹے کا پتہ چل جائے اور کسی غیر جانبدار منصف مزاج کو حق و باطل کے امتیاز میں دشواری نہ ہو۔ اگر ہم ان تین مسائل پر غور کرلیں، تو فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

(۱) شہید کربلا کی ذات مقدس اور ان کے طرزِ عمل سے کس فرقہ کو کامل اتفاق ہے اور کون سا طبقہ اختلاف رکھتا ہے۔

(۲) یزید کو کون سا فرقہ واجب اللعن سمجھتا ہے اور کس فرقہ کے نزدیک وہ واجب الطاعت خلیفہ ہے جس پر لعنت نہ کرنی چاہیئے۔

(۳) مشہور سپہ سالاران فوج یزید اور لشکر کا ہے قتل حسین کر کون سا فرقہ بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور کون سا طبقہ ان کو مذہبی معاملات میں مستند سمجھتے ہوئے ان سے روایات اخذ کرتا ہے اور ان کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہے۔

ان تین مسائل کی تنقیح کے بعد بہ آسانی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ قاتلانِ حسین اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں گے جو آج تک اسے مردود و ملعون سمجھتا ہے یا اس فرقہ سے جس کے افراد انھیں اپنا ممدوح اور سردار خیال کرتا ہے اور رحل قتل حسین یزید کو اپنا مفترض الطاعت خلیفہ۔

مسئلہ اوّل

اب ہم پہلے مسئلہ پر غور کرتے ہیں کہ شہید کربلا کی ذات مقدس اور ان کے طرز عمل سے کس فرقہ کو کامل اتفاق ہے اور کون سا طبقہ اختلاف رکھتا ہے۔

شیعوں کے متعلق یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو بہ حکم خدا امام مفترض الطاعۃ منصوص من اللہ اور حقیقی جانشین رسول سمجھتے ہیں وہ انکے ہر قول و فعل کو مرضی الٰہی کا تابع، ان کی صلح و جنگ کو بہترین حکمتوں کا آئینہ دار اور ان کے قیام و قعود کو مشیت ربانی کا پرتو سمجھتے ہیں۔ شیعوں کے نزدیک حسین نور محمدی کا ایک ٹکڑا تھے۔ ان کا گوشت خون رسول کا گوشت و خون تھا۔ نمک تمھی وہ ہر کہ دمی ان کی محبت فرض [illegible] اطاعت تکمیل ایمان کا ذریعہ تھی اور وہ ہر ولغزش اور [illegible] منزہ تھے۔ ان کی محبت اجر رسالت ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ ان کی ذات ہر جسمانی و روحانی رجس و ناپاکی سے پاک ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

جانِ وفا

از ——— اولاد اصغر ماہلی

چراغِ عشق و وفا کا جلا دیا تو نے
غموں کو موجِ تبسم بنا دیا تو نے
کہا یہ جاتا تھا مفقود ہے زمانے میں
وفا کو زیست بنا کر دکھا دیا تو نے

[illegible] الناس ابناءنا وابناءکم وہ رسول کے [illegible] ہیں ہمارے [illegible]۔ وہ رسول سے ہیں اور رسول ان سے ہیں حسین منی وانا من الحسین ان کی امامت نہ قیام بالسیف پر موقوف ہے نہ لوگوں کی بیعت پر۔ هما امامان قاما او قعدا۔ وہ ابتدائے عمر سے آخر زندگی تک معصوم تھے۔ انبیاء واولیاء کی عصمت شیعوں کا مخصوص عقیدہ ہے جس میں اہل سنت کا کوئی فرقہ شریک نہیں ہے۔

اس کے برخلاف سواد اعظم یزید کو خلیفہ برحق سمجھنے کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کو، معاذاللہ، برسر خطا سمجھتے ہیں۔ جائز القتل مانتے ہیں۔ چنانچہ ان کے علامہ ابن عربی ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

وما قتل الحسین الا	نہیں قتل کئے گئے حسین مگر اپنے
بسیف جدہ لان	نانا کی تلوار سے (یعنی حسب حکم
بیعۃ یزید قد سبقت	شریعت) کیونکہ یزید کی بیعت
والحسین باغ علیہ	پہلے ہو چکی تھی (اور وہ خلیفہ برحق
(حسب نقل ابن الحجر در	ہو چکا تھا) اور حسین نے اس پر
شرح قصیدۂ ہمزیہ)	بغاوت کی تھی۔

یہ علامہ ابن عربی کوئی معمولی عالم نہیں ہیں "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کے لئے جو القاب لکھے ہیں وہ بہت ہی گراں قدر ہیں:۔

الحافظ العلامۃ القاضی الفقیہ ممن بلغ رتبۃ الاجتہاد

"حافظ[*]، علامہ، قاضی، فقیہ اور درجہ اجتہاد پر فائز"

ان کا انتقال ۵۴۳ھ میں ہوا، اس لئے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ شاید محض بنی امیہ کے دور میں جبر حکومت کی وجہ سے یہ اعتقاد رائج تھا کیونکہ بنی امیہ کا دور ۱۳۲ھ میں ختم ہو چکا تھا اور یزید اور اس کے اہل خاندان کی ہڈیاں تک خاکستر ہو چکی تھیں اس وقت یزید کی حمایت میں کلمۂ باطل زبان قلم پر جاری ہوا۔

امام غزالی ان علماء میں ہیں جن کی مدح وثنا کرتے سواد اعظم کے علماء اب بھی نہیں تھکتے ان کو دین کا محسن اور مذہب کی بنیاد کو مستحکم کرنے والا کہا جاتا ہے۔ اور وہ "امام" کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ان کا فتویٰ ہے:۔

یحرم علی الواعظ	واعظ پر حرام ہے ذکر کرنا حسین
ذکر الحسین واصحابہ	اور ان کے اصحاب کا۔ کیونکہ
لانہ یہیج علی	یہ ذکر بغض صحابہ کو ہیجان میں
بغض الصحابۃ۔	لاتا ہے۔

اگر امام غزالی حسین کے اقدام کو برحق سمجھتے ہوتے تو شہادت حسین کے ذکر کو حرام نہ کہتے۔ اس فتویٰ میں کئی لطائف اور بھی پوشیدہ ہیں جن کو آئندہ کسی مضمون میں ذکر کر دوں گا۔ یہاں ایک امر کی طرف اور اشارہ کر دوں اور وہ یہ کہ ان حضرات علماء کے نزدیک امام حسین کی، فرزند رسول ہونے کے باوجود، اتنی وقعت بھی نہیں ہے جتنی رسول کے پاس آکر بیٹھ جانے والوں کی ہے۔ خواہ ان کی ہمنشینی طمع دنیا سے ہو یا خوف جان سے یا کسی اور مصلحت سے ہو ورنہ ان صحابہ کے بغض کو اتنی اہمیت نہ دی جاتی کہ اس سے محفوظ رہنے کے لئے ذکر حسین ہی کو حرام کہہ دیا جائے۔

اہلسنت کے اصول خلافت (یعنی اجماع، استخلاف، شوریٰ، اور قہر و غلبہ) کے لحاظ سے بھی امام حسین کے اقدام کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں پیش کی جا سکتی ان اصول کے مطابق خلیفہ برحق یزید ہی تھا اور اس کی بیعت پہلے ہو چکی تھی لہذا امام حسین کی جنگ اہلسنت کے خلیفہ برحق کے خلاف تھی اس لئے ان کے قتل کر دینے میں کوئی اصولی قباحت اہل سنت کے نزدیک نہیں تھی۔ اسی امر کی طرف ان کے علامہ ابن عربی نے اپنے مندرجہ بالا قول میں اشارہ کیا ہے۔

ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی کہنا پڑتا ہے کہ اصولی طور پر امام حسین علیہ السلام کے لئے اہل سنت کے مذہب میں کوئی عزت و وقار نہیں ہے۔ اور کم از کم ان کا بیعت یزید سے انکار کرنا تو اتنی بڑی غلطی تھی کہ اب بھی اہل سنت کے اہل قلم یہ لکھ جاتے ہیں کہ امام حسین میں، معاذاللہ، ضد کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب "شہید اعظم" میں بھی دکھانے کی کوشش کی ہے کہ

---

[*] حافظ "علم رجال کی اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جسکو کم از کم [illegible] احادیث اسناد کے یاد ہوں"

یزید جائز و برحق اور تسلیم شدہ خلیفۂ رسول تھا۔ امام حسین نے بغیر کسی حق اور صحیح عذر کے محض اپنی شاہت کے لالچ میں اس سے بغاوت کی جس پر حضرت آپ کے عزیزوں نے آپ کو سمجھایا مگر آپ پر خاکم بدہن، حکومت کی طمع کا نشہ ایسا سوار تھا کہ کسی کی صلاح نہ مانی، آخر یزید کے گورنر ابن زیاد نے آپ کو فتنہ و فساد سے باز رکھنے کی پوری جد و جہد کر لینے اور ہر تدبیر سے مایوس ہو جانے کے بعد انتہائی مجبوری کے عالم میں امن و امان قائم رکھنے کی غرض سے قتل کرا دیا۔

غرض شروع سے آج تک اہل سنت کے علماء حسب مصلحت وقت ڈھکے چھپے لفظوں میں یا علی الاعلان یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ امام حسین کا اقدام برحق نہ تھا

مسئلہ دوم

اب دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں جو پہلے مسئلہ کا عکس ہے کہ یزید کے بارے میں کس فرقہ کا رویہ کیا ہے۔ پہلے مسئلہ کے صاف ہو جانے کے بعد اب اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں پھر بھی مزید تشریح کی غرض سے کچھ اور تحریر کرنا چاہتا ہوں۔

شیعہ اس ملعون کے نام کو داخل دشنام سمجھتے ہیں اور ان کا بچہ بچہ نہ صرف یزید بلکہ یزید کے ماں باپ، یزید کے خاندان اور یزید کے شجرۂ بنی امیہ کو شجرہ ملعونہ سمجھتا ہے۔ ان کی تفسیریں بتاتی ہیں کہ اس منحوس خاندان کے بارے میں رسول نے یہ خواب دیکھا کہ وہ منبر پر بندروں کی طرح اچک رہے ہیں تو آپ کو انتہائی حزن واندوہ اور حد سے زیادہ رنج و قلق ہوا تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

وما ادینا الرویا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن ونخوفھم فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا

سورۂ بنی اسرائیل

اور جو خواب ہم نے تم کو دکھایا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لئے ہے اور وہ شجرہ بھی آزمائش کے لئے ہے، جو قرآن میں ملعون ہے۔ ہم ان کو خوف دلاتے ہیں۔ پس اس ڈرانے سے صرف ان کی بہت بڑی سرکشی ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ان تفسیروں کی بنا پر خاندان بنی امیہ [illegible] اور اس کی سلطنت خلاف رضائے خدا و رسول [illegible] صافی ارشاد فرماتے ہیں کہ "فی قولہ سبحانہ فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا الطافۃ لا تخفیٰ" یعنی خدا کے قول فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا میں ایسی لطافت ہے جو صاحب فہم سے پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ بنی امیہ کے سرکش ترین فرد کے نام (یزید) کا اشارہ اس میں موجود ہے اور اگر اسے اسم مان لیا جائے تو یہ ترجمہ ہو جائے گا کہ "نہیں ہے بنی امیہ میں کا یزید مگر عظیم سرکشی"، گویا یزید کو خدا نے مجسمۂ سرکشی کہہ دیا ہے۔

اس کے برخلاف حضرات علمائے اہل سنت، جیسا کہ اوپر گذر چکا، یزید کو خلیفہ سمجھنے کی وجہ سے اس کو لعنت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ کبھی فتویٰ دیا جاتا ہے کہ "یزید مسلمان تھا۔ اور لعن المسلم غیر جائز" مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے۔ کبھی قتل حسین کی ذمہ داری از اول تا آخر ابن زیاد پر ڈال دی جاتی تاکہ یزید بچ جائے۔ کبھی یہ عذر بارد پیش کیا جاتا ہے کہ "ہو سکتا ہے کہ اس نے توبہ کر لی ہو"، کبھی یہ روایت گھڑی جاتی ہے کہ امام حسین یزید کو روز محشر بخش دیں گے۔ غرض ہزاروں تاویلیں ڈھونڈی جاتی ہیں کہ یزید لعنت کا نشانہ نہ بننے پائے وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ایسے ہی عقیدہ کے جواب میں ایک شاعر نے کہا ہے کہ

اے کہ گفتی بر یزید و آل او لعنت مکن ۔ زانکہ شاید حق تعالیٰ کردہ باشد عفو
آنچہ با آل نبی او کرد گر بخشد خدا ۔ ہم ببخشاید ترا گر کردہ باشی لعن

ان حالات کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ یزید سے نفرت کلی رکھتے ہیں جبکہ سواد اعظم اس پر لعنت کرنے یا برا بھلا کہنے سے نہ صرف خود اجتناب کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو [illegible] رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسئلہ سوم

یزید اور دوسرے قاتلان حسین کے بارے میں [illegible] رویہ دیکھ لینے کے بعد اب ہمیں سواد اعظم کے [illegible] لینا ہے۔

[illegible] کے بالکل برعکس ہے قتل [illegible] افراد جنہیں شیعہ قابل لعن خیال کرتے [illegible] کے نزدیک بالعموم ممدوح ہیں۔ ان میں سے بعض [illegible] کے درجہ پہنچا دیے گئے، بعض صدوق اور ثقہ کے [illegible] یاد کیے گئے اور اکثر افراد صحاح ستہ جیسی کتابوں کے سلسلۂ روات میں داخل ہیں اور ان کی روایتوں پر احکام شرعیہ مرتب کیے جاتے ہیں۔[*]

اب میں نام بہ نام ان افراد کے متعلق اہل سنت کے علماء کے خیالات درج کرتا ہوں:۔

(۱) **عمر بن سعد بن ابی وقاص** یہ لشکر یزید کا سپہ سالار تھا ان تمام مظالم کی ذمہ داری یزید و ابن زیاد کے بعد براہ راست اسی پر ہے۔ اسی نے اپنے لشکریوں سے کہا تھا کہ گواہ رہو کہ پہلا تیر جو لشکر حسین کی طرف جا رہا ہے وہ میرا ہے۔ اب ایسے شخص کے متعلق صاحب تہذیب التہذیب تحریر فرماتے ہیں:۔

روی عن ابیہ وابی سعید	اس نے اپنے باپ اور ابوسعید
الخدری وعنہ ابنہ	خدری دو صحابیوں سے حدیث روایت
ابراھیم وابن ابنہ ابوبکر	کی ہے اور اس سے سنکر اس کے
بن حفص بن عمر وابو اسحاق	بیٹے ابراہیم اور پوتے ابوبکر بن
السبیعی وابن حریث ویزید	حفص بن عمر اور ابو اسحاق سبیعی
بن ابی مریم وقتادہ والزھری	اور ابن حریث اور یزید بن ابی مریم
ویزید بن ابی حبیب	اور قتادہ اور زہری اور یزید بن
وغیرھم	ابی حبیب اور ان کے علاوہ بہتیروں
قال العجلی کان یروی	نے روایت کی ہے۔ عجلی نے کہا
عن ابیہ احادیث وروی	ہے کہ وہ اپنے باپ سے حدیثیں روایت
الناس عنہ وھو تابعی	کرتا تھا اور اس سے سن کر بہت سے
ثقۃ وھو الذی	لوگوں نے روایت کی ہے اور وہ
قتل الحسین	تابعی اور ثقہ ہے اور وہی ہے
(تہذیب التہذیب)	جس نے حسین کو قتل کیا

تقریب التہذیب میں اس بارے میں مرقوم ہے۔

عمر بن سعد بن ابی	عمر بن سعد بن ابی وقاص مدنی مقیم
وقاص المدنی نزیل	کوفہ صدوق (بہت بڑا سچا) تھا
الکوفۃ صدوق لکن	لیکن لوگ اس سے متنفر ہوگئے صرف
مقتہ الناس لکونہ	اس بنا پر کہ وہ حسین کو قتل کرنے
کان امیرا علی الجیش	والے لشکر کا سپہ سالار تھا یہ راویوں
الذین قتلوا الحسین	کے دوسرے طبقہ میں سے ہے یعنی تابعی
بن علی۔ من الثانیۃ	ہے اس کی روایتیں نسائی، ابن ماجہ
س۔ ق۔ ت	اور ترمذی بخاری میں درج ہیں۔
(تقریب التہذیب)	واضح رہے کہ یہ قول اہل سنت کے

شیخ الاسلام ابن حجر کا ہے۔

عمر و سعد سے روایت کرنے والوں کی مذکورہ فہرست میں (۱) ابو اسحاق سبیعی (۲) قتادہ اور (۳) امام زہری یہ تینوں حضرات ہیں جن پر اہل سنت کے فن حدیث کا دارومدار ہے۔ اور یہ لوگ استاذ الاساتذہ اور فن حدیث کے ستون سمجھے جاتے ہیں۔ ان سب کا عمر و سعد سے روایتیں قبول کرنا اس کی صداقت اور وثاقت کو واضح طریقے سے ثابت کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ امام نسائی (۲) ابن ماجہ

[*] یہاں ایک امر کا واضح کر دینا ضروری ہے کہ صرف واقعات شہادت کے سلسلہ میں ان ملاعین کے اقوال کو نقل کرنا شیعوں میں بھی رائج [illegible] لیکن وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم ان کو صدوق یا قابل اعتماد سمجھتے ہیں بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اقرار العقلاء علی انفسہم شہادۃ (عاقلوں [illegible] کے خلاف اقرار کرنا معتبر گواہی کے ہم پلہ ہے) یعنی چونکہ ان میں ان مظالم کا اقرار ہوتا ہے جو انھوں نے امام علیہ السلام پر کیے لہذا [illegible] کے طور پر ان کا کلام نقل کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اہل سنت مذہبی امور میں اور احکام شرعیہ میں ان کی روایتیں [illegible] جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان کو مذہبی اعتبار سے اپنا پیشوا اور قابل اعتماد مانتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اور (۳) امام بخاری کا اپنی کتابوں میں اس کی روایتیں لکھنا یہ بھی مزید ثبوت ہے۔

ایسی حالت میں عام لوگوں کا اس سے بیزار رہنا یا ابن معین کا یہ کہنا کہ :-

کیف یکون من قتل الحسین ثقة .	حسین کو قتل کرنے والا ثقہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

بالکل لائق توجہ نہیں ہے کیونکہ مشکوٰۃ کی شرح لکھنے والے ملا علی القاری نے جن کو جرح و تعدیل کے ائمہ میں شمار کیا جاتا ہے اس کی توجیہ اور تاویل یوں فرمائی ہے کہ :-

ان عمر ولم یباشر قتله ولعل حضوره مع العسکر کان بالرای والاجتهاد وربما حسن حاله و طاب مآله ومن الذی سلم من صدور معصیته منه وظهور زلته منه فلو فتح هذا الباب اشکل الامر علی ذوی الالباب۔ (شرح مشکوٰۃ)	عمر بن سعد نے خود حسین کو قتل نہیں کیا اور ممکن ہے کہ لشکر میں اسکی شرکت اپنی رائے اور اجتہاد کی بنا پر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں اس کا حال اچھا اور انجام بخیر ہوا ہو اور بھلا کون ایسا آدمی ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو یا کوئی لغزش نہ ہوئی ہو۔ پس اگر اس بنا پر جرح اور عدم اعتماد کا دروازہ کھول دیا جائے تو صاحبان بصیرت احادیث کے متعلق بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے۔

میزان الاعتدال میں یہ لکھنے کے باوجود کہ انه باشر قتال الحسین (یہ حسین سے جنگ کرنے میں شریک اور اس کا مہتمم تھا) یہ لکھتے ہیں کہ :-

انه غیر متهم روی شعبه باسناده شیوخه عنه روی عند الناس۔	اس کا نفس غیر متہم ہے شعبہ نے اپنے شیوخ کی سند سے اس سے روایت لی ہے اور لوگوں نے بھی اس سے روایت لی ہے۔

شمر بن ذی الجوشن | یہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل تھا ابن زیاد نے اس کو چار ہزار لشکر کا سردار بنا کر اور یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ اگر عمر و سعد حسین سے لڑنے میں تامل کرے تو اس کو عہدہ سے معزول کر کے خود سپہ سالار بن جانا - یہ بھی اہل سنت کا شیخ الروایت ہے۔

تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے کہ :-

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغة الضبابی عن ابیه وعنه ابو اسحاق السبیعی۔	شمر بن ذی الجوشن ابو السابغہ ضبابی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور خود شمر سے ابو اسحاق سبیعی نے روایت لی ہے۔

یہی باتیں میزان الاعتدال اور استیعاب میں بھی ہیں تہذیب التہذیب میں مزید یہ ہے کہ :-

وعنه الاعمش و شعبه والثوری واسرائیل وابو الاحوص وابو بکر بن عیاش وسفیان بن عیینه	شمر سے اعمش، شعبہ، ثوری، اسرائیل، ابو الاحوص، ابو بکر بن عیاش اور سفیان بن عیینہ یہ سب لوگ فن حدیث کے امام ہیں۔ اور شمر ان سب کا شیخ الروایۃ ہے

ابو اسحاق سبیعی کا بیان ہے جس میں اطنب نے شمر کا رنگ پیش کیا ہے حسب ذیل ہے۔

قال کان شمر یصلی معنا ثم یقول اللهم انك	شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا پھر کہتا تھا کہ خداوند تو جانتا ہے

ص۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل سنت کے تمام راوی ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور اگر ایسی حدیثوں (شمر وغیرہ) پر گرفت کی جائے تو کوئی نہ بچ سکے گا اور روایتوں کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ اہل بیت رسول کا [illegible] کا بھی اہتمام ہے۔ آخر اس جملے کے بعد ان کے کس راوی پاکستان [illegible]

[illegible] تغفر لي	میں شریف ہوں یں مجھے بخش
[illegible] يغفر الله لك	دے۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ
[illegible] اعنت على قتل	میں نے کہا کہ خدا تجھے کیونکر بخشے
ابن رسول الله (صلى	گا حالانکہ تو نے فرزند رسول
الله عليه وآله وسلم)	صلعم کے قتل میں اعانت کی
قال ويحك فكيف	ہے۔ شمر نے کہا کہ تجھ پر وائے
نصنع۔ ان امراءنا	ہو۔ آخر ہم کیا کرتے۔ ہمارے
هؤلاء امرونا بامر فلم	ان امیروں نے ہمیں اس کام کا
نخالفهم ولو خالفناهم	حکم دیا اور ہم نے اُن کی
كنا شرا من هذه	مخالفت نہ کی اگر ہم ان کی مخالفت
(ميزان الاعتدال۔ تهذيب	کرتے تو ہمارا انجام قتل حسینؑ کے
التهذيب)	انجام سے بدتر ہوتا۔

(۳)

حصین بن نمیر | یہ ملعون بھی کربلا میں چار ہزار سپاہیوں کا سالار تھا۔ ابن زیاد نے بعد شہادت حضرت مسلم حدود کوفہ کی ناکہ بندی اسی کے سپرد کی تھی تاکہ امام حسین علیہ السلام آئیں تو ان کو اسیر کر لیا جائے۔ حضرت حر اسی کے ماتحت تھے۔ بعد واقعۂ کربلا محاصرۂ مدینہ اور واقعہ حرہ میں عملاً یہی سالار لشکر تھا کیونکہ مسلم بن عقبہ (سالار لشکر) بیمار تھا اور مدینہ کی بربادی کے بعد مسلم بن عقبہ مر گیا تو یہ باضابطہ سالار لشکر بنا اور مکہ کا محاصرہ اسی نے کیا۔ یہ بھی صحاح کا راوی ہے۔ اس کے بارے میں تقریب التہذیب میں ہے:-

احد امراء يزيد بن	مدینہ کے محاصرہ میں یزید بن معویہ
معاوية فى محاصرة	کے امیروں میں سے ایک امیر۔
المدينة ثم ابن الزبير	پھر ابن زبیر کے محاصرہ میں
مشهور۔	لشکر یزید کا امیر مشہور شخص ہے۔

میزان الاعتدال میں ہے کہ:-

قل ما روى	اس نے کم روایتیں بیان کی ہیں

"لیکن کوئی اس کی جرح اس بنا پر نہیں کرتا کہ یہ قاتلین حسین [illegible] (۱) بخاری (۲) ابوداؤد (۳) ترمذی اور (۴) نسائی یہ چاروں محدثین اس کی روایتیں اپنی ان کتابوں میں بہ اطمینان نقل کرتے ہیں جنھیں "صحاح ستہ" میں داخل سمجھا جاتا ہے اور جن میں مندرج تمام حدیثیں ہر اعتبار سے صحیح سمجھی جاتی ہیں۔

(۴)

محمد بن اشعث بن قیس | یہ حضرت ابوبکر کا حقیقی بھانجا اور اشعث بن قیس مشہور منافق کا لڑکا اور جعدہ بنت اشعث قاتلۂ امام حسنؑ کا حقیقی بھائی تھا۔ حضرت مسلم سے لڑنے کے لئے ابن زیاد نے اسی کو بھیجا تھا۔ اور کربلا میں اس کے ساتھ بھی چار ہزار فوج تھی۔ یہ بھی اہلسنت کا بہت "مقبول" راوی ہے۔ اس کے بارے میں تہذیب التہذیب میں ہے کہ:-

محمد بن اشعث بن	محمد بن اشعث بن قیس کندی، ابو
قيس الكندى ابو	القاسم کنیت۔ کوفہ کا باشندہ۔
القاسم الكوفى،	اس کی ماں ابوبکر الصدیق کی بہن
امه اخت ابى بكر	ہے۔ ابن اشعث نے اپنے باپ
الصديق۔ روى عن	اور عمر اور عثمان اور ابن مسعود
ابيه وعمر وعثمان و	اور عائشہ سے روایت کی ہے
ابن مسعود و عائشة	اور خود اس سے سنکر اس کے بیٹے
روى عنه ابنه قيس	قیس اور شعبی اور مجاہد اور زہری
والشعبى ومجاهد والزهرى	وغیرہ (جیسے ائمہ فن حدیث)
وغيرهم۔ وذكره ابن	نے روایت کی ہے۔ اور ابن حبان
حبان فى الثقات۔ له	نے اس کو ثقہ لوگوں میں شمار کیا
عند (د) حديث	ہے سنن ابی داؤد میں اس کی
فى عبد الرحمان بن	ایک روایت عبد الرحمٰن بن قیس
قيس وعند (س) آخر	کے بارے میں اور نسائی کی کتاب
يتعلق بالصائم وذكر	میں دوسری روزہ دار کے احکام
ابو زكريا الرازى	کے متعلق مندرج ہے ابو زکریا
ان ابن الزبير ولاه	رازی نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ
الموصل۔	بن زبیر نے اس کو موصل کا گورنر
	بنایا تھا۔

تقریب التہذیب میں اس کے بارے میں ہے کہ:۔

محمد بن اشعث بن قیس الکندی ابوالقاسم الکوفی۔ مقبول۔ من الثانیہ	محمد بن اشعث بن قیس کندی ابوالقاسم کوفی۔ مقبول راوی ہے۔ دوسرے طبقہ میں سے ہے یعنی تابعی ہے۔

اس نے بعد میں دعوائے خلافت کیا اور علمائے اہلسنت کہتے ہیں کہ:۔

وممن اجمع علی خلافتہ الامۃ۔	وہ ان لوگوں میں ہے جن کی خلافت پر امت نے اجماع کرلیا

یہاں تک کہ انس بن مالک مشہور صحابی رسول نے بھی اس کی بیعت کرلی اور اس کی اطاعت اختیار کرلی۔

(۵) **شبث بن ربعی** یہ ملعون بھی قاتلین امام حسین میں تھا۔ اس کے ساتھ توزج تھی۔ تقریب التہذیب میں بتایا گیا ہے کہ یہ بھی صحاح کا راوی ہے اور اس کی روایتیں ابوداؤد اور امام نسائی کی کتابوں میں جگہ پائے ہوئی ہیں۔

(۶) **سمرہ بن جندب** یہ سرداران لشکر یزید میں تھا۔ یہ صحابی رسول تھا اور رسول اللہ صلعم نے اسکے جہنمی ہونے کی خبر دی تھی، چنانچہ شرح ابن ابی الحدید، معارف ابن قتیبہ اور استیعاب میں اس کے بارے میں ہے:۔

وقال رسول اللہ صلعم لہ ولابی ھریرۃ ولحذیفۃ بن الیمان "آخرکم موتا فی النار" قال ابوھریرۃ فسبقنا حذیفۃ وانا الآن اتمنی ان اسبقہ فبقی سمرۃ بن جندب حتی شھد مقتل الحسین وکان سمرۃ ایام مسیر الحسین علی شرطۃ عبید اللہ بن زیاد وکان یحرض الناس علی الخروج الی الحسین۔	رسول اللہ صلعم نے سمرہ اور ابوہریرۃ اور حذیفہ بن یمان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ "تم میں جو سب کے آخر میں مریگا وہ جہنم میں مرے گا۔ ابوہریرہ کہا کرتے تھے کہ حذیفہ تو ہم لوگوں کے پہلے مرگئے۔ اب میری تمنا یہ ہے کہ میں سمرہ کے پہلے مرجاؤں۔ چنانچہ سمرہ بن جندب آخر میں باقی رہ گیا یہاں تک کہ معرکہ کربلا میں شریک ہوا۔ جس زمانہ میں امام حسین نے عراق کا قصد کیا سمرہ ابن زیاد کے سپاہیوں [illegible] اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ میں حصہ لینے پر ابھارتا تھا۔

شرح ابی الحدید جلد اول ص۱۹۸

ان سب باتوں کے لکھنے کے باوجود محض صحابی ہونے کی بنا [illegible] اس کا شمار طبقہ اول کے راویوں میں ہے اور اس کی روایت [illegible] بہت سی حدیثیں صحاح کی زینت ہیں۔

استیعاب میں لکھا ہے:۔

صحابی من الحفاظ المکثرین عن رسول اللہ (استیعاب ص۵۷۶)	صحابی ہے۔ اور ان لوگوں میں ہے جنھوں نے بہت زیادہ روایتیں رسول سے سنکر یاد رکھیں اور کثرت سے ان کو بیان کیا۔

ان کچھ سرداران لشکر یزید کے بعد اب میں کچھ ایسے افراد ذکر کرتا ہوں جن کی دشمنی اہلبیت سے عموماً اور امام حسین علیہ السلام سے خصوصاً آشکارا ہے۔ ان میں پہلا نام

مروان بن الحکم کا ہے۔ اس کے باپ حکم کو رسول اللہ نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا۔ اور اس کو [illegible] بن وزغ (چھپکلی کا بچہ چھپکلی) کہا تھا (استیعاب میں ہے)

قالت عائشۃ انت یا مروان فاشھد ان رسول اللہ لعن اباک وانت فی صلبہ	عائشہ نے کہا کہ اے مروان گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ نے تیرے باپ پر لعنت کی جبکہ تو اس کی صلب میں تھا تو بھی اس لعنت میں شریک ہے۔

یہ امام حسن علیہ السلام کی موجودگی میں امیرالمومنین [illegible] کو برا بھلا کہا کرتا تھا اور اسی نے امام حسن علیہ السلام کے جنازے کو [illegible] رسول میں دفن نہ ہونے دیا۔ امام حسین علیہ السلام کو [illegible] نے بلایا اور بیعت یزید کا مسئلہ پیش کیا [illegible] نے اس امر کو دوسرے دن کے لئے ٹال دیا [illegible]

... اس وقت تیرے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر تو ... نہ پکڑ سکے گا۔ اسلئے ان کو یہیں اور اسیوقت قتل کر دے" ... حسین کو مدینہ سے نکلوا دیا اور جس کا لقب ہی طرید رسول (رسول کا نکالا ہوا) اور "وزغ بن وزغ" ہو اور جو حاکم مدینہ کو قتل حسین کی ترغیب دے اس کی عزت افزائی ملاحظہ ہو کہ اس کو خلیفہ بنا لیا گیا اور اسے "غیر متہم فی الحدیث" کہا گیا۔

سروان بن الحکم ولی الخلافۃ فی آخر سنۃ اربع وستین۔

مروان بن الحکم ۶۴ھ کے آخر میں خلافت پر متمکن ہوا۔

(تقریب التہذیب)

مروان بن الحکم۔ روی عن النبیؐ ولا یصلح لہ منہ سماع وروی ایضاً عن عثمان وعلی وزید بن ثابتؓ وابی ھریرۃ وبسرۃ بنت صفوان وعبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث۔ روی عنہ ابنہ عبد الملک وسھل بن سعد الساعدی وھو اکبر منہ وسعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر وابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث وعبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ومجاھد وابو سفیان مولی ابن ابی احمد۔ کتب لعثمان ... امرۃ المدینۃ ایام معاویۃ وبویع لہ بالخلافۃ ... بعد موت معاویۃ بن یزید ...

مروان بن الحکم۔ اس نے نبی سے روایت کی ہے حالانکہ اس کا نبی سے براہ راست حدیث سننا ثابت نہیں ہے۔ اور عثمان علی، زید بن ثابت، ابو ہریرہ بسرہ بنت صفوان، اور عبد الرحمٰن بن اسود بن یغوث سے بھی روایت کی ہے۔ اور خود اس سے اسکے بیٹے عبد الملک، سہل بن سعد ساعدی (جو سن میں مروان سے زیادہ تھے)، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، مجاہد اور ابو سفیان مولائے بن ابی احمد نے روایت لی ہے۔ یہ عثمان کا کاتب تھا اور معاویہ کے زمانہ میں مدینہ کا گورنر بنا اور معاویہ بن یزید بن معاویہ کے مرنے کے بعد اس کی خلافت کے لئے بیعت کی گئی۔

قول عروۃ بن الزبیر۔ کان مروان لا یتھم فی الحدیث۔

عروۃ بن زبیر کا قول ہے۔ کہ مروان حدیث میں متہم نہیں تھا (یعنی قابل اعتماد تھا)

(تہذیب التہذیب)

اس سے روایت کرنے والوں کی اس طویل فہرست کے بعد اب یہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ اس کی روایتیں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد جیسی صحیح کتابوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

ایک اور دشمن سید الشہداء عبد اللہ بن ہانی ازدی تھا یہ حجاج بن یوسف کا مصاحب تھا یہ کہتا تھا کہ میرے لئے ایسے مناقب ہیں جو کسی کے لئے نہیں۔ ایک یہ کہ ہم نے کبھی عبد الملک بن مروان خلیفہ کو برا نہیں کہا۔ دوسرے یہ کہ ہماری عورتوں نے نذر کی تھی۔ کہ حسین بن علی قتل ہوں گے تو ہر ایک عورت دس دس ناقہ طویل راہ خدا میں دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ تیسرے یہ کہ ہم میں سے کوئی مرد ایسا نہیں کہ اس سے ابو تراب کو دشنام دینے کو کہا گیا ہو اور اس نے دشنام نہ کہا ہو اور اس دشنام میں فاطمہ اور حسن اور حسین کو شامل نہ کر لیا ہو (شرح ابن ابی الحدید جلد اول جزو دہم ص۱۹۵) اور ایسے دشمن اہل بیت و معاند سید الشہداء کی توثیق کی جاتی ہے

چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے کہ:-

عبد اللہ بن ھانی من بنی الازد ندیم الحجاج بن یوسف الثقفی وثقہ العجلی۔

عبد اللہ بن ہانی ازدی ندیم حجاج بن یوسف الثقفی۔ عجلی نے اس کو ثقہ کہا ہے (یعنی قابل اعتماد)

اس کے علاوہ ضحاک بن قیس اور زیاد بن سمیہ وغیرہ بڑے خاص لگاؤ رکھنے والے اور بہتیرے افراد ہیں جن کی روایتیں اہلسنت میں مستند اول ہیں اور ان کو موثق مانا جاتا ہے۔

یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ جس شخص نے ان قاتلین سید الشہداء کو انتہائی جوش ولائے اہلبیت میں چن چن کر تہ تیغ کیا اس کی انتہائی برائی اور مذمت کی جاتی ہے

چنانچہ مختار بن ابو عبید ثقفی رحمۃ اللہ کے بارے میں ان کے زبان قلم کی تراوشیں ملاحظہ ہوں:۔

لسان المیزان میں ان کے متعلق لکھا ہے:۔

مختار بن ابی عبید الثقفی الکذاب۔ لا ینبغی ان یروی عنہ شئی لانہ ضال مضل۔ زعم ان جبرئیل علیہ السلام ینزل علیہ وھو شر من الحجاج او مثلہ ویقال انہ الکذاب الذی اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقولہ یخرج من ثقیف کذاب و مبیر والحدیث فی صحیح مسلم۔

مختار بن ابو عبیدہ ثقفی۔ انتہائی جھوٹا۔ نہیں مناسب ہے کہ اس سے کوئی روایت لی جائے کیونکہ وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ اس نے گمان کیا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام اس پر نازل ہوتے تھے۔ اور مختار حجاج سے بھی بدتر ہے یا اس کے مثل ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ کذاب ہے جس کی طرف نبی صلعم نے اپنی اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ "قبیلہ ثقیف سے ایک کذاب اور ہلاک کنندہ ظاہر ہوگا" یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے:۔

اس عبارت کو پڑھ کر ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ واقعی مختار میں یہ عیوب رہے ہوں گے اسی بنا پر ان علمار رجال نے ان پر طعن کیا ہوگا اس لئے علامہ ابن عبد البر کی عبارت استیعاب سے نقل کرتا ہوں جس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس تمام زہر افشانی کا سبب صرف یہ ہے کہ مختار نے قاتلین حسین کو برباد کر دیا تھا اور اسو جہ سے وہ لوگ جن کو یہ امر ناگوار گذرا ان کی برائی پر کمربستہ ہوگئے علامہ موصوف لکھتے ہیں:۔

وادعی انہ رسول محمد بن الحنفیہ فی طلب دم الحسین رض فاستعان بابراھیم بن الاشتر فطلب قتلۃ الحسین واباد ھم وقتل اللہ علی یدیہ اکثرھم وکان ھلاک عبید اللہ بن زیاد بسببہ علی یدی ابراھیم بن الاشتر فاحبہ لذالک اکثر المسلمین وطعن علیہ من لم یوافقہ مذھبہ۔

مختار نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ خون حسین کا انتقام لینے کے معاملہ میں محمد بن حنفیہ کے قاصد ہیں۔ پس ابراہیم بن مالک اشتر سے مدد طلب کی اور قاتلین حسین کو ڈھونڈھا اور ان کو ہلاک کیا اور خدا نے ان کے ہاتھ سے اکثر قاتلین حسین کو قتل کرایا۔ اور عبید اللہ بن زیاد کی ہلاکت مختار ہی کے سبب سے ابراہیم کے ہاتھوں ہوئی پس اسو جہ سے اکثر مسلمان ان کو محبوب رکھنے لگے اور جن کو ان کا مذہب پسند نہ آیا انھوں نے ان پر طعن (اور ان کی قدح) کیا۔ (یعنی یوں کہئے کہ قاتلین حسین کے ہمنوا اور ہم مشرب ان کو برا کہنے لگے)

میں سمجھتا ہوں کہ اتنے حوالے میرے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہیں کہ حضرات اہلسنت قاتلین حسین کی انتہائی تعظیم کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک سردار کی روایتیں صحاح کی زینت ہیں۔ اکثر ثقہ، صدوق اور مقبول کہے جاتے ہیں ایک باوجود قاتل حسین ہونے کے اور دوسرا قتل حسین کا مشورہ دینے اور طریدِ رسول ہونے کے خلیفہ بنا دیا گیا جبکہ ان قاتلوں سے بدلہ لینے والا منافق مختار کذاب حجاج سے بدتر اور خدا معلوم کیا کیا بنا دیا گیا۔

نتیجۂ کلام

میرے اس مضمون سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرات اہل سنت کے قول مطابق امام حسین علیہ السلام کو [illegible] سمجھتے [illegible] اکثر ان کو یزید کی مخالفت کی وجہ سے جائز القتل مانتے ہیں اور یزید کی خلافت کو برحق [illegible]

[illegible] قتل کی وجہ سے برا بھی نہیں سمجھتے بلکہ ان کی
[illegible] احادیث پر اپنے مذہب کی اساس قائم کرتے ہیں
[illegible] وقت ہیں۔ شرکت قتل کے باوجود ان کی
[illegible] پر اجماع امت ہو جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ
اگر ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت کی جائے تو کیونکر کام
چلے گا۔ اور احادیث کی روایت مشکل ہو جائے گی۔ قتل حسین
پر راضی رہنے والوں کو موثق اور معتبر سمجھا جاتا ہے اور اس
حسین کا حق کا بدلہ لینے والے کو انتہائی بدترین الفاظ سے یاد کیا
جاتا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ قاتلین
حسین کس فرقہ کے سرگروہ اور دینی پیشوا تھے؟ جبکہ اہلسنت
کا ایک بڑا گروہ امام غزالی کے فتوے کے مطابق آج بھی
ذکر حسین اور عزائے حسین کو روکنے میں دن رات سرگرم ہے
تاکہ اپنے اسلاف کے عیوب پر پردہ ڈال سکے۔

علی کا پھول

از ــــــ اولاد اصغر ــــــ ماہلی

قدم سے گرم ہے جس کے وفا کا ہے بازار
علم سے جس کے ہے تازہ نبی کے دیں کی بہار
دعائے فاطمہؑ، ام البنین کا راحت جاں
علی کا پھول ہے شبیر کے گلے کا ہار

[illegible] حسین چودھری ایم اے پرنٹر پبلشر نے سرفراز قومی پریس بادان محل روڈ
[illegible] چھپوا کر دفتر سرفراز قومی گھر لکھنؤ سے شائع کیا۔

سلام

(جناب تپش ماہری کھنڈوہ)

جب ظالموں نے ظلم کا دریا بنا دیا
صبر و رضا کا شہ نے سفینہ بنا دیا

شبیر تم نے امتِ نانا کے واسطے
آسان پل صراط کا رستہ بنا دیا

دیں تھپکیاں اجل نے جو اصغر کو نیند کی
شہپر کا جبرئیل نے جھولا بنا دیا

چاروں طرف ہے موت لعینوں کے سامنے
عباس نے وہ جنگ کا نقشہ بنا دیا

کیا حشر ہو گا اس کا خدا جانے حشر میں
معصوم کو بھی جس نے نشانہ بنا دیا

سرور نے خون سے سینے کے دامانِ کربلا
صحرا تھا جس کو خلد کا نقشہ بنا دیا

دنیا میں نام و دولتِ ایماں بھی کی عطا
تم نے حسین تپش کو کیا کیا بنا دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعرۂ کربلا

نتیجۂ فکر از جناب سید محمد محسن صاحب صفوی الکاظمی
المتخلص بہ آغا دو رکن شرکت مشن بیج بارہ بنکی

جب کبھی دیں پر وقت آکر پڑا | اور مصیبت میں مسلم ہوئے مبتلا
اہلِ مذہب نے سوچا کہ بیچارہ ہو گیا | آسماں سے یہ ہاتف کی آئی ندا
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

کام کر کے دکھایا ہے شبیرؑ نے | راستہ یہ بتایا ہے شبیرؑ نے
اور سبق یہ پڑھایا ہے شبیرؑ نے | استقامت سے حق پر تو پڑھا کیجئے
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

اہلِ باطل اگر حق پہ نرغہ کریں | قید خانوں کو وہ مومنوں سے بھریں
تیغ اور نیزہ سے اہلِ ایماں مریں | اُن سے کہہ دیں یہ انکا ہر اک رہنما
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

منتشر ہو نہ اسلام کی انجمن | ساتھ ہی ساتھ گو سب سے چھوٹے وطن
جبکہ ذبح و اسیری تو کیسا چمن | ہمصفیروں کی لب پر رہے یہ صدا
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

جب ہو چاروں طرف سے پریشانیاں | اور ستائیں غریبی کی حیرانیاں
دینی پڑتی ہیں مومن کو قربانیاں | ایک سے ہو اور وہ ہو سید کا کھلا
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

فکر گر عورتوں اور بچوں کی ہو | اُنکی خاطر سے ہرگز نہ بزدل بنو
جادۂ حق میں اُنکو بھی تم ساتھ لو | منزلِ حق کی جانب قدم دو بڑھا
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

اپنے اونچے مقاموں سے گر جاؤ گے | اسلحہ اور لشکر میں گھر جاؤ گے
ایسی حالت میں زہرؑ کے جو یاد آئے گر | دینِ حق کا اشارہ تو ہے یہ ملا
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

کوئی کچھ بھی کہے تم نہ پروا کرو | ظلم دشمن کرے تم نہ پروا کرو
کوئی ساتھی مرے تم نہ پروا کرو | فکر کیا جب خدا پہ بھروسہ کیا
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

کچھ بھی ہو پست ہمت نہ ہرگز بنو | تم قدم سوئے منزل بڑھاتے رہو
نام حق لب پہ ہو ہاتھ میں تیغ ہو | تم نے پایا ہے شبیر سا مقتدا
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

سخت بدنام ہو اُن کا یہ یزید | زندگی ہی میں اترا تھا یہ [illegible]
مٹ گیا مٹ گیا اقتدارِ یزید | کربلا کا یہ آخر نتیجہ [illegible]
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

دیکھ لو خود سے انتظامِ حسینؑ | ہو زمانہ میں تابندہ پیامِ حسینؑ
اور دنیا کی لب پر ہو نامِ حسینؑ | کربلا کا جہاں میں ہو شور [illegible]
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

ناؤ کاغذ کی دریا میں چلتی نہیں | ظلم کی شاخ [illegible]
اور ظالم کی حالت سنبھلتی نہیں | [illegible]
کربلا! کربلا!! کربلا!!! کربلا!!!!

میرزا ذاکر حسین یاس لکھنوی

پیدائش قریب سنہ ۱۸۳۸ء

نوشتہ جناب حسن نقی صاحب جذب وکیل - لکھنؤ

وفات سنہ ۱۹۰۸ء

شہرہ نہیں عالم میں کہاں میرا ہے
ہوں ذاکر و مداحِ حسینؑ و عباسؑ
مداح ہر اک پیر و جواں میرا ہے
یہ نام ہے میرا وہ نشاں میرا ہے
یاسؔ

لکھنؤ ایک زمانے سے شعر و ادب کا مرکز رہا ہے اور مرثیہ تو خصوصیت سے اسی خاکِ پاک سے وابستہ ہے دنیائے اردو میں کون حضرتِ انیسؔ اور حضرتِ دبیرؔ کے اسمائے گرامی سے بے بہرہ ہے۔ اقلیمِ شعر و سخن کے تاجدار میر انیسؔ کے ایک بھائی میر مونسؔ تھے جن کے کلام پر اکثر انیسؔ صاحب کے کلام کا دھوکا ہوتا ہے۔ انہیں میر مونسؔ صاحب کے ایک شاگرد، علامہ آرزوؔ کے والد میرزا ذاکر حسین یاسؔ لکھنؤ کے ایک مشہور مرثیہ گو تھے۔

شجرہ اور ابتدائی حالات

میرزا ذاکر حسین یاسؔ کے جدِ اعلیٰ میر شہامت علی خاں صاحب مع اپنے صاحبزادے نواب تہور خاں صاحب کے ہرات سے شہنشاہ اورنگزیب کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے۔ نواب تہور خاں نے پہلے دہلی کا رُخ کیا اور صوبہ دار مقرر ہوگئے۔ ان کے بعد نواب میرزا اکل بیگ نے لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی۔ میر محمد علی یہیں پیدا ہوئے اور اُنہوں نے پیاری بیگم سے شادی کی۔ جن سے میرزا ذاکر حسین یاسؔ پیدا ہوئے۔ معتبر ترین ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ میر صاحب اور رئیسِ اعظم [illegible] صاحب میں خاندانی تعلقات چلے آتے تھے۔

یاسؔ ابھی چھ برس کے تھے کہ ماں کا سایہ سر سے [illegible] نواب آغا ابو صاحب کی پھوپی جعفری بیگم صاحبہ نے یاسؔ کی پرورش کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ یاسؔ کا بچپنا بڑی عیش و عشرت سے گزرا۔ یہاں تک کہ جوانی کی بہار بھی دیکھی اور جعفری بیگم صاحبہ نے ان کی شادی بھی خود کی۔ یاسؔ کے گھر میں ان کی بیگم کا کچھ ہی سال بعد دماغ خراب ہو گیا اور یہ سلسلہ زندگی بھر رہا۔

یاسؔ کے پانچ اولادیں ہوئیں جن میں سید علی بہادر قیاسؔ شاگردِ علامہ جلالؔ اور علامہ آرزوؔ کے نام ذکر کے قابل ہیں۔

یاسؔ کا خرچ پہلے تو جعفری بیگم صاحبہ پورا کرتی رہیں اور اُن کے انتقال کے بعد نواب آغا ابو صاحب نے بطور قدردانی ان کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح جوں توں کر کے یاسؔ اپنا پیٹ پالتے رہے۔ مگر وہ دل آرام کی شاندار بارہ دری جہاں یاسؔ پیدا بھی ہوئے تھے چھوڑنا پڑی اور اب ایلچی خاں کے میدان میں کھپنی والے مکان میں رہنے لگے۔

اخلاق و عادات

حلیہ یاسؔ پستہ قد تھے رنگ سانولا تھا مگر چہرے پر شرافت برستی تھی۔ وہی پرانے لکھنؤ کی وضع تھی، سر پر پٹے، بدن پر انگرکھا، کاندھے پر شال کا رومال اور سر پر پنج گوشیہ ٹوپی جو ایک اچھے مرثیہ خوان کی شان تھی۔

شوق یاسؔ پان کے بڑے شوقین تھے۔ ہر پان بڑے اہتمام سے سانے پر کر بنایا جاتا تھا اور پان بھی لپٹی ہوتے تھے۔ خاصکر رمضان کے زمانے میں پاندان سجا جاتا تھا ورنہ تنگ دستی کی وجہ سے پاندان تک بے قلعی رہتا تھا۔

عبادت یاسؔ بڑے عابد شب زندہ دار تھے۔ پانچوں وقت کی واجب نمازوں کے علاوہ دعائیں اور وظیفے بھی پڑھتے تھے۔ ہر وقت "تحفۂ احمدیہ" ان کی بغل میں دبی رہتی تھی۔ نماز با جماعت کاظمین میں جاکر پڑھتے تھے مجتہد العصر ناصر الملت مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ مرحوم کی تقلید میں تھے۔ شب قدر کو رات بھر اعمال کرتے تھے۔

تعلیم تعلیم پرانے چلن کے مطابق ہوئی تھی۔ پورا قرآن شریف دوہرا تہرا چکے تھے۔ فارسی کی بھی اعلےٰ تعلیم پائی تھی اور خاص کر عربی میں بڑے شوق و محنت سے تکمیل تعلیم کی تھی اور دینیات کی بھی تعلیم مدرسہ میں پائی تھی۔

قناعت یاسؔ بڑے شریف خاندان اور قانع تھے۔ نواب جعفری بیگم صاحبہ نے زر و جواہرات کی کنجیاں انہیں کو دے رکھی تھیں۔ اور وہ رہتے بھی ان ہی کے ساتھ دل آرام کی بارہ دری میں تھے مگر کبھی ناجائز ایک پیسہ نہ چھوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جعفری بیگم کے انتقال کے بعد سے زندگی بہت مفلسی اور مصیبتوں میں گذری۔ خود فرماتے ہیں۔

بندہ ترا اے قادر قیوم ہوں میں
گذرے ہیں کئی سال کہ مغموم ہوں میں
گردوں کرتا ہے ظلم اور میں چپ ہوں
مظلوم کا ہوں غلام مظلوم ہوں میں
یاسؔ

یاسؔ کا یہ طرۂ امتیاز رہا کہ کبھی کسی رئیس کی چوکھٹ کو نظر بھر کر تک نہیں دیکھا۔ نہ کبھی کسی نواب کے یہاں مجلس کے علاوہ دربارداری کی۔

انجمن امامیہ انیسویں صدی کے آخر میں بین المسلمین و بلا فصل کا زبردست جھگڑا ہوا جس میں شکست و ریخت ہوا شیعوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک انجمن امامیہ لکھنؤ ۱۸۸۶ء میں قائم ہوئی۔ اس کا ایک بلند پایہ اخبار "المومنین" نکلتا تھا۔ یاسؔ اس اخبار کے نگراں رہے اور بقول خان بہادر مولوی محمد باقر حسن خاں یاسؔ اس انجمن کے سکریٹری بھی رہے۔ وہ بڑے جوشیلے اور مذہبی آدمی تھے اور بیاسوں مقدمات وغیرہ میں شیعوں کی طرف سے پیروی کی۔ اس طرح ساری زندگی مذہب و قوم شیعہ کی خدمت میں گزار دی۔

بچوں کی شادیاں یاسؔ نے سب سے پہلے اپنی اکلوتی صاحبزادی جو زندہ بچی تھیں انکی شادی کی اور پھر تقریباً ۱۹۰۴ء میں اپنے دونوں بیٹوں قیاسؔ اور آرزوؔ کی چند مہینوں کے فرق سے شادیاں کیں۔

روزانہ زندگی یاسؔ کا زیادہ وقت گھر کے باہر مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ کے یہاں صرف ہوتا تھا۔ گھر میں بیوی کے سڑی پن سے کم رہتے تھے۔ رات میں بھی ۱۲ بجے کے قریب گھر واپس آتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ علم و ادب کی خدمت میں گذارا۔ یاسؔ مرثیے زیادہ تر رمضان میں کہتے تھے۔ ایک الگ کوٹھری میں رہتے تھے اور رمضان میں رات رات بھر جاگ کر مرثیے کہا کرتے تھے۔ آخر زندگی پریشانی میں گذری مگر تندرست اتنے تھے کہ پورے دانت لے کے مرے۔

انتقال یاسؔ کی بیوی نے تقریباً ۱۹۰۷ء میں دنیائے فانی سے کوچ کیا اور ان کے مرنے کے ایک ہی سال بعد یاسؔ اپنے کسی شاگرد کے پاس کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آنے پر تین چار ماہ کے بعد جگر اور ہاتھ پیروں پر ورم آگیا۔ تین ماہ تک بیمار رہے اور اسی بیماری میں ۱۹۰۸ء میں انتقال فرمایا۔ لکھنؤ صرف مرنے کے لئے آئے تھے۔ افسوس! کہ [illegible] سے مجھ سے لکھنؤ کا ایک بے مثل یادگار [illegible]

[illegible] یاسؔ کی [illegible]

...رہتا تھا اور ان کے تشریف آوری کی ہر بزم
...میں سب کے آخر میں پڑھنے کا شرف حضرت یاسؔ ہی کو
حاصل تھا۔ آئمہ کی شان میں قصائد زیادہ تر مولانا ہی کے یہاں
مجلسوں میں پڑھتے تھے۔ مولانا سے اتنی قربت تھی کہ برابر خطوں
کا آمد و رفت تھی اور جب یاسؔ مرض الموت میں گرفتار تھے
تب جناب قبلہ و کعبہ بہ نفس نفیس دو مرتبہ عیادت کے لئے ان کے
گھر تشریف لے گئے۔

یاسؔ کی ملاقات خان بہادر مولوی مہدی حسن صاحب
کے والد بزرگوار سے بھی تھی۔ کیونکہ کچھ عرصہ تک یاسؔ فرنگی محل
کی کرپی پر بھی رہے تھے۔

دوستی مگر یاسؔ کے چار جگری دوست تھے جہاں کافی
بیٹھک اور تفریح رہتی تھی۔ ایک شہنشاہ حسین
صاحب رکیں۔ دوسرے محمد میرزا صاحب۔ تیسرے نقی مرزا
صاحب اور چوتھے تحسین صاحب
مندرجہ بالا چار آدمی اور یاسؔ سب آپس میں ایک دوسرے
کے بھائی بنے ہوئے تھے۔

شاگرد معتبر ترین ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یاسؔ کے
تقریباً نو شاگرد ہندوستان بھر میں تھے۔ ان کا
ثبوت یہ ہے کہ یاسؔ کا کچھ کلام ایک مرتبہ چھپا تھا تو انہوں نے
تقریباً نو شاگردوں کی فہرست بنا کر ان کو وہ کتاب بھیجی تھی
مگر نام صرف ایک کا معلوم ہو سکا ہے اور وہ بھی آرزو کے ایک
خط از میرٹھ ۱۹۵۰ء سے جس میں وہ یاسؔ کے ایک شاگرد افسر
صاحب کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ وہ ادبی دنیا میں بہت ممتاز
تھے۔

یاسؔ کا کلام

رباعی یاسؔ کی رباعیوں میں میر انیسؔ کا رنگ اور جوش
کا تموج نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر چند رباعیات

(۱)

کیوں چرخ کو ہے رشک حشم سے میرے
زندہ ہے سخن جہاں میں دم سے میرے
لکھتا ہوں ثنائے آلِ پاکِ احمدؐ
اعجاز ٹپکتا ہے قلم سے میرے

(۲)

انجام میں جب موت کا آغاز ہوا
ہر طائرِ روح رو بہ پرواز ہوا
جس وقت کھدی قبر کسی کی اے یاسؔ
گویا کہ درِ ملکِ عدم باز ہوا

(۳)

اک آن میں پژمردہ چمن ہوتے ہیں
رہتے ہی خموش اہلِ سخن ہوتے ہیں
دنیا میں ہر ایک ملک ہے اپنا وطن
جاتے ہیں عدم کو بے وطن ہوتے ہیں

(۴)

ہیں رنج و الم شام و سحر دنیا میں
باقی نہ رہے اہلِ ہنر دنیا میں
اندھیر ہے مر گئے انیسؔ اور دبیرؔ
افسوس نہیں شمس و قمر دنیا میں

(۵)

گرمی عاشور کی جو یاد آتی ہے
سینے پہ ہر ایک کو تڑپاتی ہے
اللہ رے تشنگی شہ کی تاثیر
پڑھنے میں زباں خشک ہوئی جاتی ہے

(۶)

مداحِ حسینؑ یاسؔ دل خستہ ہے
اس غم سے دلِ ملول وابستہ ہے
وہ گل ہے یہ سرو وہ سمن یہ سنبل
مجلس ہے کہ فردوس کا گلدستہ ہے

(۷)

مضمون کو شمعِ انجمن کہتے ہیں
رنگینیٔ نظم کو چمن کہتے ہیں

ہوتے ہیں رباعیوں میں مصرعے جو چار
ہم انکو عناصرِ سخن کہتے ہیں

(۸)

بلقیس کا کب جاہ و حشم ایسا ہے
مریم کا نہ یہ اوج نہ یہ رتبہ ہے

رہتا ہے جو اک نور جبیں سے ساطع
اس وجہ سے زہرا کا لقب زہرا ہے

(۹)

دنیا میں ہوا نبیؐ کا پیارا پیدا
یا عرشِ الٰہی کا ستارا پیدا

اے یاسؔ یہ شبیرؑ کا مولود نہیں
نور ہو گیا بخشش کا سہارا پیدا

نوحے یاسؔ نے شاعری کی ابتدا نوحوں اور سلاموں سے کی۔ نوحے سب پرانے طرز کے۔ تیر کی لمبی بحروں میں کہے ہیں۔ کلام اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ہے۔ مگر یہاں صرف اردو نوحوں کے چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔ ورنہ یاسؔ کے نوحوں کی تعداد سینکڑوں ہے۔ اگر یاسؔ کے نوحے چھپ گئے تو لوگ ذاکر اور تمنا کو بھول جائیں گے۔ کیونکہ ان کے پڑھنے سے دل پھٹتا ہے۔ نمونۂ کلام دیکھئے۔ ــ

ماں یہ کہتی تھی شانہ ہلا کر صبح ہوتی ہے جاگو سکینہ
خواب سے چونکو اے میری دلبر صبح ہونی ہو جاگو سکینہ

بھائی کڑیل جواں بھی مرے گا نیزہ خونِ جگر سے بھرے گا
تیر کھائے گا ہاتھوں پہ اصغر صبح ہوتی ہے جاگو سکینہ

صبحِ عاشور زہرا پکاری صبحِ قتلِ حسین آئی لوگو
اب لٹے گی کمائی ہماری صبحِ قتلِ حسین آئی لوگو

یاسؔ ہوتا تھا اک حشر برپا کر رہے تھے حرم [illegible]
کہتی تھی جب سکینہ تڑپ کر ہائے بابا میرے [illegible]

یوں لاشہ پہ بانو پہ شہ کہتے تھے رو رو کر اے میرے [illegible]
مرنے سے ترے ٹوٹی کمر میری برادر اے میرے [illegible]

رن میں زینبؑ یہی کہتی آئی میرے ماں جائے مظلوم بھائی
ذبح کی تم نے ایذا اٹھائی میرے ماں جائے مظلوم بھائی

سلام لکھنؤ کے شعراء کا یہ عام رویہ ہے کہ محرم [illegible] زمانہ میں غزل کہنا ترک کر دیتے ہیں اور [illegible] سے مشابہ آئمہ کی شان میں سلام کہتے ہیں۔ یاسؔ کے [illegible] کی تعداد بھی بہت کافی ہے اور سب مونس کے رنگ میں ہیں [illegible] اس میں سے زیادہ تر وہ محافل میں پڑھتے تھے جن میں سے مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ کی محافل قابلِ ذکر ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مرتبہ مدحِ علیؑ کا آشکارا ہو گیا
بخت اپنا اس قدر چمکا کہ تارا ہو گیا

(قطعہ) علیؑ کی تیغ نے اسلام پھیلایا زمانے میں
جھکا دے سجدۂ معبود میں خم ہو تو ایسا ہو

بہادر کانپتے ہیں نام سے عباسِ غازی کے
رہے تا حشر جس کی دھاک رستم ہو تو ایسا ہو

معراجِ رسولؐ کا بیاں ہے گویا یہ [illegible]

ذاکرِ بزمِ شہِ شاہِ شہیداں [illegible]
چمنِ فاطمہ کا بلبل [illegible]
بگڑے گھر سے یہ [illegible]
آ پہنچے [illegible]

[illegible] ساقی کا مجھ کو ساغر مل گیا
[illegible] زندگی میں جامِ کوثر مل گیا

[illegible] فوجِ حسینی کے جواں جیسے سجے
ہوں گے ایسے نہ حسیں مصر کے بازاروں میں
[illegible] اشکِ غمِ شبیرؑ ہے وہ بیش بہا
جو خدائے دو جہاں حبس کے خریداروں میں

شاید کہ ہے دلِ حبیپ جگہ ملکِ عدم بھی
احباب چلے جاتے ہیں جو پھیر کر آنکھیں
کیا رُعب تھا شمشیرِ دو پیکر کا دمِ جنگ
کرتی تھی نہ چار اُس سے کسی کی سپر آنکھیں

واہ رے صبر و تحمل کہ یہ کہتے تھے حسینؑ
میرے آگے ستم کربلا کچھ بھی نہیں

انساں کی زیست بحرِ جہاں میں حباب ہے
کیا اس کا اعتبار کہ یہ نقش آب ہے

یاد اُدھر ساقیٔ کوثر کی دلا آتی ہے
کہ برستی ہوئی مغرب سے گھٹا آتی ہے
رن میں شبیرؑ آتے ہیں یا آتی ہے گلشن میں بہار
فرس آتا ہے کہ شمیم ختم کے ہوا آتی ہے

چل کے رُک جاتا جو تھا قاتل کا خنجر بار بار
کہتے تھے شہ نعرۂ اللہ اکبر بار بار

[illegible] سکے جو مجلس میں ملک روتے ہیں
[illegible] زباں یاسؔ کی وہ دھوتے ہیں

یہ خوب راہ خطا و صواب سمجھے ہیں
پلک جھپکنے کو بھی انقلاب سمجھے ہیں

قصیدہ و غزل گوئی یاسؔ اچھے غزل گو بھی تھے اور حضرت جلالؔ کے شاگرد تھے مگر اس جگہ ان کی غزل گوئی کا ذکر چونکہ بے محل ہے۔ اس لئے اسے ترک کرتا ہوں۔ قصیدے دستیاب نہیں ہو سکے۔

مرثیہ گوئی اور شاگردی مرثیہ گوئی میں یاسؔ میر انیس اعلی اللہ مقامہٗ کے اسکول سے وابستہ ہیں۔ شروع میں اُنہوں نے اپنے کلام پر میر مونسؔ سے اصلاح لی جس کا وہ خود مونسؔ کے انتقال کے وقت یوں اقرار کرتے ہیں ؎

تنہا نہیں اُستاد کو ہم روتے ہیں
ساتھ اپنے ملائک بھی بہم روتے ہیں
اے یاسؔ وہ تھے علیؑ کے اعلیٰ مداح
مونسؔ کے لئے لوح و قلم روتے ہیں

اس کی تحریری شہادت یاسؔ کے منجھلے بیٹے علامہ آرزو دیتے ہیں۔ حضرت جلالؔ پر اپنے مقالے میں فرماتے ہیں کہ انکے والد میر ذاکر حسین یاسؔ پہلے میر نواب صاحب مونسؔ کے شاگرد ہوئے۔ مگر جب ایک مرتبہ یاسؔ نے میر صاحب سے علمِ عروض کی تعلیم کی خواہش کی تو اُنہوں نے حضرتِ جلالؔ سے رجوع کرنے کو فرمایا۔ اور اُس دن سے یاسؔ نے ہمیشہ کے لئے جلالؔ کے آگے زانوئے شاگردی تہہ کر دیئے۔

ذاکری یاسؔ مرثیہ گو ہونے کے ساتھ ساتھ مرثیہ خوان بھی تھے اور اِس فن میں وہ ہندوستان بھر میں مشہور تھے۔ اپنے ذاکر ہونے پر وہ خود فخر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ہے نقدِ سخن فقط زر و مال مرا
شبیرؑ کا ذاکر ہوں خوشحال مرا
منبر پہ جو بیٹھا ہوں فلک پر ہے دماغ
یاسؔ آج ہے کس اوج پہ اقبال مرا

یاسؔ کا یہ نرالا انداز تھا کہ وہ مرثیہ پڑھنے کے قبل فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔ واقعتاً یاسؔ مختلف شہروں میں عشرے پڑھا کرتے تھے۔ جن میں سے خاصکر دکن حیدرآباد اور پیپاداں میں نواب صاحب کے یہاں اور فیض آباد میں نواب آغا ابو صاحب کے موروثی امام باڑہ کی قابل ذکر مجالس ہیں۔ اس کے علاوہ نواب آغا ابو صاحب کے کاموں سے یاسؔ کلکتہ بھی جاتے تھے وہاں بھی ان کی مجالس یادگار ہیں۔

لکھنؤ میں یاسؔ درگاہِ حضرتِ عباسؑ کے قریب ہمایوں مرزا صاحب کے یہاں برابر مجالس پڑھتے تھے۔ کاظمین میں مرزا محمد عباس کے یہاں برابر مجالس پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ ٹاپے والی گلی اور چوپٹیوں پر بھی اکثر مجالس پڑھا کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ حسینیت یاسؔ کا اصل مذہب تھا۔ نمونہ کے لئے ان کے ایک مرثیہ کے چند بند ملاحظہ ہوں۔ اگر زمانہ نے ساتھ دیا اور قوم نے قدر کی تو آئندہ یاسؔ کی مکمل زندگی اور ان کے کلام کا انتخاب آپ کی نذر کروں گا۔

افسوس! کہ ایسے قادر الکلام قومی شاعر کا کلام جو نوحے سلام، قصیدے اور لاجواب مرثیوں پر مشتمل ہے اب تک زمانے کی ناقدری کے باعث نہ چھپ سکا۔ یاسؔ کا کلام راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ مرثیہ کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

مندرجہ ذیل مرثیہ میں حضرت امام حسینؑ کے علمبردارِ فوج جناب عباسؑ کا حال ہے۔ پہلے تین بندوں میں اس شیر کی آمد اور فوجِ یزیدی میں ان کے آنے سے دہشت اور تلاطم کس صفائی سے بیان کی گئی ہے۔ زبانِ شاعر تلوار کی طرح رواں ہے۔ مثلاً۔

(۱)

علیؑ کے شیر کی دہشت نمایاں دیکھ — وفا شعار کی اہلِ وفا میں دیکھ
جری کا معرکۂ کربلا میں آمد ہے — اور دشمنت کی فوجِ جفا میں دیکھ
دلیر جتنے ہیں جی اُن کے چھوٹے جاتے ہیں
یہ جو شمر نے باندھے ہیں ٹوٹے جاتے ہیں

(۲)

[illegible] شجاعت کا غل تھا — [illegible]

بھگا رہے ہیں سوار اپنی توسن بھاگا کے — [illegible]
نہیں دلیر کی آمد قیامت آئی ہے
یہ شور ہے کہ زمیں آسماں کو جاتی ہے

(۳)

احد میں تھا یہ تلاطم نہ جنگِ بدر میں تھا — یہ حال غزوۂ خیبر کا بھی [illegible]
کسی کا قلب بھی آرام سے نہ صدر میں تھا — یہ عکس یہ عباسِ عرش قدر [illegible]
نہ آئی جنگ کی نوبت دلیر بھاگ گئے
دبک دبک کے نیستاں سے شیر بھاگ گئے

مندرجہ ذیل اشعار میں حضرتِ عباسؑ کی اس وقت کی تصویر کھینچی ہے جب وہ جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے تھے۔ ذرا آمد، تشبیہ کی شان اور تشبیہ استعارات کی خوبصورتی ملاحظہ ہو۔

جنابِ حضرتِ عباسؑ کی یہ صورت ہو — حسنؑ کا حسن ہو شیرِ خدا کی صولت ہو
غضب میں چہرۂ انور کی سرخ رنگت ہے — علم جو ہاتھ میں ہو اور بھی قیامت ہو
یہ شور ہے کہ وہ ابنِ ابوتراب آیا
پناہ مانگو کہ نیزے پر آفتاب آیا

(۵)

علیؑ کے بعد علمدار اور کون ہوا — خدا کی فوج کا سردار اور کون ہوا
ہوئے یہ جیسے نمودار اور کون ہوا — پھر ان سا قاتلِ کفار اور کون ہوا
خدا کی راہ میں حیدرؑ کے نورِ عین لڑے
لڑے یہ پیاس میں دو دن کی یا حسینؑ لڑے

(۶)

چمکتے رخ کی کہ خورشید جس سے شرما جائے — کہاں سے چودھویں کا چاند [illegible]
جبھی تو چودھویں شب وہ سامنے آ گئے — مجال کیا جو چودھویں [illegible]
انہیں کے واسطے رتبہ ہر اک تمام ہوا
جبھی تو ماہِ بنی ہاشم ان کا نام ہوا

(۷)

زمیں نہیں یہ سلیماں کا تخت ہے گویا — کمر میں تیغ [illegible]
سپہر دوش پہ پرچم کا دور دورہ [illegible] — [illegible]
[illegible]
[illegible]

شیدہ سو گیا تو بہ ہوا   چبا کے ہونٹ کو قبضہ پہ ہاتھ لا کے
کہا شیدہ کر کے دکھا دے   زباں پہ اک یہ جو یہ کلام آنے لگے
علیؑ کے شیر کو میدان میں تو روک لے کوئی
یہ پانی پینے کو جاتا ہے اب روک لے کوئی
کہاں ہو ساقی بھر دو پیالہ شراب کا   دکھا دے جلوہ مینا و آفتاب مجھے
شراب عشق سے رہتا ہوا جو آب بقا   وہ جام دے جو دکھا دے رہ ثواب مجھے
مے ولائے جناب امیر چاہتا ہوں
سرور بادۂ خم غدیر چاہتا ہوں
جلال آگیا غازی کو ہوئی سبقت   کچھ انتظار نہیں ہمہ تن ہو گئی حجت
وہ ہاتھ پڑ گیا قبضے پر آ گئی آفت   تڑپ کے تیغ نکل آئی برق کی صورت
سروں پہ مار سیہ بن کے پیچ کھانے لگے
گھٹائیں ڈھال کی چھا کر چمک دکھانے لگے
جلال میں اسد اللہ کا جو مظہر تھا   تمام جمع کفار زیر و برہم تھا
حواس باختہ میدان میں ہر اک ظالم تھا   سپاہ بھاگی تھی ہر سمت ہو کا عالم تھا
قیامت آئی تھی جس سمت تیغ مڑتی تھی
سموں سے گھوڑوں کے میدان میں خاک اڑتی تھی
ہر ایک ضرب علمدار کی تھی قہر خدا   جدھر کو چل گئی رستے پہ تھا کٹے کا پڑا
صفیں الٹ گئیں وہ ایک کا تو ذکر ہی کیا   علیؑ کے بعد نہ ایسا جری ہوا پیدا
نہ جاں نثار شہنشاہ مشرقین کے تھے
نبیؐ کے تھے وہ مددگار یہ حسینؑ کے تھے
چمک وہ تیغ کی اور وہ علم کی جلوہ گری   ہلال عید یہ تھے وہ ستارۂ سحری
سمند کے تھے وہ کاوے کہ دونہ قمری   کہ جس کے ساتھ تھے آفتاب سا سفری
ہزار مرتبہ دن میں یہ اس مکان میں جائے
جہاد و شام کو پہنچے یہ ایک آن میں جائے
وہ جو بجلی جیسا تلوار تھی   سناں کی طرح کنوتی وہ کنیں گرتی تھی
جھٹکنے سے سانس اکھڑتی تھی   زمین ہلتی تھی جب اس کی ٹاپ پڑتی تھی
صفیں الٹنے کا جب بلیں دلولہ آیا
جدھر وہ آگیا گویا کہ زلزلہ آیا
سیاہ و تار تھی ایسی شریر کی رنگت   کہ جس کے سامنے تھی مات رات کی ظلمت
تھی وہ اسکی ہیبت   مہیب گی نہ ایسی تو دیو کی صورت

جو شکل دیکھ لے اسکی تو عقل کھو جائے
جنوں کو خوف تھا سایہ نہ اسکا ہو جائے
کسی کا ہاتھ قلم تھا کسی کے پاؤں قلم   چلی جو سر پہ کسی کے وہ ہو گیا بے دم
قریب آتا تو کوئی پڑ سکتا تھا علم   اجل رسیدہ جو پاس آ گیا کوئی اظلم
جری کے ساتھ میں تلوار دست حیدر کا
پڑا طمانچہ کہ منہ پھر گیا ستمگر کا
خلش کی بی بی بیٹیں معصوم رہ گئی افسوس   سکینہ پانی سے محروم رہ گئی افسوس!
ہزار حیف وہ محروم رہ گئی افسوس   کہ تشنہ کام وہ معصوم رہ گئی افسوس!
بھگا کے فوج کو مشکیزہ بھر دیا میں نے
خدا گواہ ہے پانی نہیں پیا میں نے
کہا حسینؑ نے رو کر گزر گئے بھائی   ہمیں جہاں میں برباد کر گئے بھائی
کہاں تلاش کو جائیں کدھر گئے بھائی   تمہارے سامنے ہم یوں نہ مر گئے بھائی
اجل حیات ہے جب تم سا باوفا نہ رہا
تمہارے مرنے سے جینے کا کچھ مزا نہ رہا
زمیں پہ گر کے تڑپنے لگا وہ غیرت ماہ   فقط یہ شہ کو صدا دی کہ دوڑیے یا شاہ
صدا یہ سنتے ہی جھپٹے حسینؑ عالی جاہ   ادھر تو لاش پہ پہنچے ادھر وہ مر گیا آہ
یہ درد و رنج شہ مشرقین سے پوچھو
جو کچھ حسینؑ پہ گزری حسینؑ سے پوچھو
بتاؤ اہل عزا ہو تمہیں خدا کی قسم   سوا حسینؑ کے کس پر پڑے ہیں ایسے ستم
کہ قتل کرتے تھے اطفال کو بھی وہ اظلم   کسی چمن کے بھی پودے ہوئے ہیں ایسے قلم
نہ کوئی گل ہے نہ پتا ہے اور نہ بوٹا ہے
علیؑ کے باغ کو کیا باغیوں نے لوٹا ہے
خروش یاس کہ ہو بزم غم میں شیون و شین   بکا کا جوش ہو اک مومنین کے مابین
ہر اک ہاتھ ہو سینے پہ قلب ہیں بے چین   لبوں پہ سب کے ہو نوحہ یہی حسینؑ حسینؑ
یوں ہی رہے گا شہ مشرقین کا ماتم
علم کے نیچے بپا ہے حسینؑ کا ماتم

یہ تھے حضرت یاس مرحوم اور یہ ہے ان کی شاعرانہ ... تھی
شاعر کی زبانی زمانے کی قدردانی سے

یہ امر فقط میری زبانی ہی نہیں   اپنی ہر میل ب مرتبہ دانی ہی نہیں
کب کسے نے کچھ کوئی کہے کسکو سنائے   دنیا میں یاس قدردانی ہی نہیں

چو ماتری بہد کو بھائے دو ما زن

از : جناب جگدیش سہائے سکسینہ اکمل شاہ جہاں پور

جناب جگدیش سہائے سکسینہ اردو کے نہایت ہی نغز گو شاعر ہیں مختلف موضوعات پر آپ کی نظمیں آپ کے گہرے غور و فکر اور ذوق سلیم کا نشان دہی کرتی ہیں مسدس کے مندرجہ ذیل بند آپ کی حسین شاعری کا خوش ذائقہ ثمر ہیں۔ ایڈیٹر

آتش کدہ تھا دھوپ کی تیزی سے ریگ زار   دونوں طرف سے نہر کو گھیرے تھے نابکار
چھوٹا سا قافلہ تھا ادھر خستہ و نگار   ہر شخص اس میں پیاس کی شدت سے تھا نزار
سب سے برا مگر علی اصغر کا حال تھا
ہونٹوں پہ بھی زبان پھرانا محال تھا

بانو کے روئے زرد پہ بکھرے ہوئے تھے بال   اپنی ذرا نہ فکر تھی بچوں کا تھا خیال
ہر بار پوچھتی تھیں سکینہ سے ان کا حال   اصغر کو دیکھ دیکھ کے کہتی تھیں میرے لال
کیا دشمنوں کو ہو گیا۔ آنکھیں تو کھول دے
کیسا ہے جی۔ خدا کے لئے منھ سے بول دے

روتے تھے چپکے چپکے شہنشاہ بحر و بر   صورت کوئی نجات کی آتی نہ تھی نظر
آنکھیں تھیں آہ زینب و کلثوم کی بھی تر   مایوسیوں نے گھیر لیا آ کے دل کا گھر
کنگنا تھا گر نہ جاؤ تمام کرامات
[illegible]

کفار کہہ رہے ہیں کہ اے شاہ دیں پناہ   دل سے نکال دیجئے آلِ عبا کی چاہ
وہ وقت ہے قریب کہ ہو گھر کا گھر تباہ   لیکن کھلی ہوئی ہے ابھی آشتی کی راہ

بہتر زندگی ہے آپ کی ہر روز عید ہے
کہہ دیجئے زباں سے خلیفہ یزید ہے

جو مکر اور فریب کے میداں کا مرد ہو   بے زنگ دزنا وعنا میں جو فرد ہو
دل میں نہ جس کے ملت بیضا کا درد ہو   کیونکر خلاف اس کے نہ عزم نبرد ہو

شیدا وطن کا موت سے ڈرتا نہیں کبھی
قربان ہو کے قوم پہ مرتا نہیں کبھی

بدکاریوں نے اسکی اُٹھایا ارادہ بیٹی کو   ایذا تھی تشنگی کی گوارا حسینؑ کو
گو اہلِ بیت کا تھا سہارا حسینؑ کو   جز فرض تھا نہ کوئی بھی پیارا حسینؑ کو

عباسؑ کی تھی فکر نہ اکبرؑ کی چاہ تھی
ہاں جان سے عزیز صداقت کی راہ تھی

اے شاہ تیری ہمت و جرأت کو آفریں   ہے سُرخ کربلا کی ترے خون سے زمیں
کٹنا ترا یہ دیکھ کے اولاد کو حسینؑ   پائے ثبات کو مرے لغزش نہ ہو کہیں

سر اس طرح کسی سے کٹایا نہ جائیگا
گھربار راہِ حق میں لٹایا نہ جائیگا

روشن ترے قدم سے ہوئی رہگذارِ حق   تو نے دیا زمانہ کو ایثار کا سبق
منت پذیرِ خونِ شہیداں ہوئی شفق   رنگ آج تک ہے چہرۂ ظلم و ستم کا فق

آنسو بہائے غم میں ترے خاص عام نے
چوما تری لحد کو بقائے دوام نے

رباعیات انیس کا فارسی ترجمہ

جناب مولانا مرتضیٰ حسین صاحب فاضل [illegible]

ہندوستان و پاکستان نے فارسی ادبیات میں جس دلچسپی سے کام کیا ہے اس کا اعتراف خود ایران کو بھی ہے نہ معلوم کتنے بڑے بڑے شاعر اس سرزمین نے پیدا کئے اور نہ معلوم کتنے صاحبان طرز نثر نگار ایران کے بڑے بڑے شاعروں کی زندگی جاوید بھی یہیں کے مسلمانوں کی رہین منت ہے۔

فردوسی کا شاہ نامہ سب سے پہلے اودھ کے بادشاہ نصیر الدین حیدر بہادر نے شائع کرایا، خاقانی، نظامی و نہ معلوم کتنے شاعروں کے دیوان و مجموعے اچھے سے اچھے پیمانے پر چھپوائے۔ خیام کی طرح خیام پر بھی اہل ہند و پاکستان نے جیسی ازبیش کام کیا جو یقیناً ایرانیوں کے کام سے زیادہ ہے۔ بڑی بڑی تحقیقی کتابیں لکھیں۔ عمدہ سے عمدہ ترجمے کئے آخری ترجمہ اردو کے مایۂ ناز شاعر مولانا صفی مرحوم نے بڑی جگر کاوی اور تلاش کے ساتھ کئی سو رباعیوں کو جمع کر کے کیا۔

اس سلسلے میں ایران سے شکایت ہے کہ وہاں اردو کی طرف توجہ نہیں کی گئی اب حال میں بعض حضرات ہمارے شعرا سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ چنانچہ اقبال پر تعارفی و تنقیدی مضامین و کتب لکھی گئی ہیں اور ان کے اردو اشعار کا منظوم ترجمہ بھی تیار ہو رہا ہے۔ اسی طرح "دانش" طہران کے نئے مجلّے میں کیمبرج یونیورسٹی کے فارسی پروفیسر امیر حسن عابدی کا ایک مقالہ "انیس بزرگ ترین مرثیہ گو" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے اہل ایران سے انیس اور ان کے فن کا تعارف کرایا ہے اس سلسلے میں میر صاحب کے چند بند اور اس سے زیادہ محنت سے سولہ رباعیوں کا ترجمہ کیا ہے۔ جو مجلّہ مذکور سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین ہے کاش اہل ایران ہمارے ان بلند پایہ شاعروں پر ہماری طرح توجہ کر کے فارسی اور اردو کے تعلقات کو اور زیادہ پائندہ بنا لیں۔

مترجم موصوف نے انیس کی ہر رباعی کے بارے میں اپنی رائے بھی لکھی ہے اور اس پر مختصر سا شاعرانہ تبصرہ بھی کیا ہے لیکن یہاں اصل رباعی اور اس کا منظوم ترجمہ ہی اختصار کے خیال سے پیش کیا جا رہا ہے۔

اصل رباعی

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہو تو
آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگ جاں سے ہو اس پر یہ بُعد
اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں
یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

آنکھیں کھولیں۔ مگر یہ پردہ نہ کھلا
سب ہم پہ کھلا یہ حال دنیا نہ کھلا
دریائے تفکر میں رہو برسوں غرق
مانند حباب یہ معما نہ کھلا

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفاں ہو
مانند حباب ہستی انساں ہے
لنگر ہے جو دل ہر نفس باد مراد
سینہ کشتی ہو ناخدا ایماں ہو

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے
ہستی کو حباب آب دیکھا ہم نے
جب بند ہوئی آنکھ تو عقدہ یہ کھلا
جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

لالہ سے عیاں بہار سرجوشی ہے
نرگس کو جو دیکھئے تو مدہوشی ہے
کہتا یہ کو منکا ہے اسے رب کریم
بلبل کو سخن ہے گل کو خاموشی ہے

ترجمہ

چوں مردم دیدہ از نظر پنہانی
آن نور کہ دیدہ جویدش خود آنی
نزدیک تری از رگ جان و ہنوز
دور آن قدری کہ خود فقط میدانی

در ہر چہ نظر کنم خدا می بینم
در جنگل و کوہ و در ہوا می بینم
اینجا و آنجا و ہر کجا می بینم
ماتم! بہ دو چشم من چہا می بینم

چشم شد باز و پردہ باز نہ شد
عمر بگذشت و کشف راز نہ شد
راز دنیاست ہم چو بستہ حباب
ہیچ محاسنہ شنیدہ باز نشد

دنیا دریا و این ہوس طوفان است
مانند حباب ہستی انسان است
دل لنگر و ہر نفس بود باد مراد
کشتی تو سینہ ناخدا ایمان است

ما کودکی و شباب دیدیم و گذشت
ہستی چو حباب آب دیدیم و گذشت
تا چشم نہ بستیم معما نہ کشود
یک عمر تمام خواب دیدیم و گذشت

ہر لالہ بباین چو جام می در جوش است
نرگس بنگر ست و چہ خوش مدہوش است
این راز بگو مگو چہ باشد در باغ
بلبل بہ غزل خوانی و گل خاموش است

اصل رباعی

ہر برگ سے قدرت احد پیدا ہے
ہر پھول سے صنعت صمد پیدا ہے
سینہ ہے بشر کا وہ محیط ذخّار
ہر ایک نفس میں جزر و مد پیدا ہے

چل جلد اگر قصد سفر رکھتا ہے
تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا میں کس نے پائی ہے نہیں
جو سر رکھتا ہے دردسر رکھتا ہے۔

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے
وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی مغز ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

ہموار ہے گر تو کچھ تجھے باک نہیں
سرکش ہے اگر تو عقل و ادراک نہیں
پاتا نہیں تند خو کدورت کے سوا
دامن میں ہوا کے کچھ بجز خاک نہیں

حیدر نے دم نزع نہ کیا کیا سمجھا
قطرے کے طلب گار کو دریا سمجھا
اللہ رے مروت علیؑ وقت اخیر
قاتل کو بھی شربت کا [illegible]

منظوم ترجمہ

ہر برگ نشان قدرت آن یکتا است
ہر گل اثرے ز شان بے ہمتا است
این سینۂ ما آدمیان دریا ئیست
ہر یک نفسے جزر و مد آن دریا ست

اگر قصد سفر داری روان شو
ترا ہیچ از مآل خود خبر ہست
درین دنیا کسے راحت نیابد
برائے صاحب آن دردسر ہست

آن را کہ خدا مقام و جاہے بخشود
بہ اوست کہ خاکی و فروتن باشد
آن مغز تہی است کہ ستاید خود را
چون طبل کہ در دست دہل زن باشد

باد سحر آشفتہ ترا می جوید
بلبل بہ چمن وصف ترا می گوید
ہر رنگ کہ ہست جلوۂ قدرت تست
ہر کس کہ گلے چید ترا می بوید

گر خوئے تو نیک است ترا باکے نیست
سرکش گری بہرہ ز ادراکے نیست
جز غم نبود نصیب آتش خو را
در دامن گرد باد جز خاکے نیست

حیدر بہ گہ [illegible]
بہ قطرہ طلب [illegible]
آن شاہ [illegible]
[illegible]

اصل رباعی

ہر ایک قدم لغزشِ مستانہ ہے
فردوس بہشت اپنا ہے خانہ ہے
سرمست ہیں حبِ ساقیِ کوثر سے امیں
آنکھیں شیشہ ہیں قلب پیمانہ ہے

ترجمہ

ہر یک قدمے لغزشِ مستانۂ ماست
فردوسِ بریں گوشۂ میخانۂ ماست
از بادۂ بے دُردِ علیؑ سرمستیم
جام است دو چشم قلب پیمانۂ ماست

سلام

نتیجۂ فکر جناب سید محمد مہدی صاحب نبیرۂ جناب حسین مرحوم

بوقتِ جنگ تھی یہ اکبرِ دلگیر کی صورت
کھنچے جاتے تھے ابرو غیظ میں شمشیر کی صورت

گری بجلی دلِ مومن پہ بادلِ غم کے گھر آئے
نظر آیا ہلالِ غم جو ہی شمشیر کی صورت

عجب سکتے کا عالم ہے نہیں قابو میں دل اسکا
کھڑا ہے سامنے سرور کے حر تصویر کی صورت

نہیں معلوم کیا کیا آ رہا ہے یاد حضرت کو
شہ دیں دیکھتے ہیں پاس سے شبیر کی صورت

مسلسل ہو رہے ہیں جو غم سجاد بیکس میں
وہ آنسو بن رہے ہیں حلقۂ زنجیر کی صورت

گئے تھی چادرِ تطہیر پردہ آل احمد کا
عدو کیا دیکھ سکتے زینبِ دلگیر کی صورت

دلِ مضطر [illegible] فرما ہے ذرہ وہی غم سے
[illegible] شبیر کی صورت

سلام

موجد سرسوی

زباں پر مدحِ شاہِ انس و جاں ہے
مری تسخیر میں سارا جہاں ہے

میں بلبل ہوں ریاضِ پنجتن کا
لبِ کوثر گلوں میں آشیاں ہے

مقابل ہو مرے دشمن علی کا
حضور اس میں یہ دل گردہ کہاں ہے

کہا قاسم نے ازرق کے پسر سے
فراری ہو کے اب جاتا کہاں ہے

کہا یہ لاشۂ اکبر پہ ماں نے
دکھا دو زخم سینہ میں کہاں ہے

نہ گھبرا حشر کی سختی سے موجد
ترا مولا شفیعِ دو جہاں ہے

کربلا کے شایانِ شان لٹریچر کی ضرورت

(نوشتۂ جناب سید اطہر حسین صاحب جعفری ۔ لکھنؤ)

امام حسینؑ کا فلسفہ مردہ قوموں کی رگِ حیات میں تازہ خون دوڑاتا ہے۔ آپ عالمگیر و آفاقی اخلاق و معاشرت کی طرف ذہن کو متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔ "سچائی عزت ہے جھوٹ عاجزی ہے ، بھید امانت ہے ، ہمسائیگی قرابت ہے ، دستگیری دوستی ہے ، اچھا خلق عبادت ہے ، خاموشی انسان کی آرائش ہے ، بخل فقیری ہے ، سخاوت دانشمندی ہے۔"
(مقتل الحسین لیعقوبی ۔ مطبوعۂ سرفراز پریس)

اگر ان فقرات کی تشریح کی جائے تو زندگی کے اکثر اہم مسائل کی صحیح راہ بے نقاب ہو جائے۔ آپ کے ایسے اصول بکثرت ہیں۔ آپ کے خطبے، آپ کے مراسلات ، آپ کے مقولے زندگی کی موڑ پر شمع راہ ہیں لیکن بڑا ہی افسوس ہے کہ آپ کے کارنامے کے شایانِ شان لٹریچر کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔

عوامی لٹریچر زیادہ جمع ہو گیا ہے جس سے تعلیم یافتہ دماغ صحیح طور پر واقعہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ جاتے اور اُن کی تشنگی دُور نہیں ہوتی۔ ضرورت تھی کہ متقدمین کی کتابیں اس موضوع پر شایع کی جاتیں ، اُن پر ناقدانہ نظر ڈالی جاتی اور اُن کی روشنی میں نئی نئی کتابیں تالیف ہوتیں۔ ذاکرین ، شاعر ، ادیب اور اہلِ فکر سب ہی اُن سے مستفید ہوتے۔ اس وقت ہم بجائے تاریخی کے تخیلی دور میں ہیں۔ ہمارے ذاکرین و خطیب و شعراء اپنے خیالات کی تعمیر اپنے تصورات پر کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے مقاتل کی اشاعت کی تحریک چل رہی ہے لیکن اُس کی رفتار بہت سست ہے۔ چنانچہ مقتل الحسین عقد [illegible]
[illegible]

غلام جناب رباب نے کربلا کے چشم دید واقعات بیان کیے [illegible] مقتل ضحاک مشرقی بھی ایک قدیم ترین سند ہے۔ مقتل الحسین ابن واضح یعقوبی یعقوب بن جعفر بن وہب جو تیسری صدی کا [illegible] مؤرخ اور جغرافیہ نویس مصنف ہے۔ اس کا مقتل [illegible] ہو گیا ہے۔ مقتل الحسینؑ علامہ سیوطی شافعی م ۹۱۱ھ [illegible] معارف آلِ محمد لاہور نے شایع کیا ہے۔ ضرورت تھی [illegible] کہ مقتل ابو مخنف ۱۵۷ھ کو دوبارہ ایڈٹ کیا جائے۔ مختلف نسخوں سے ایک معتبر نسخہ تیار کیا جائے اور اس پر مقدمات لکھے جائیں۔ مقتل ابو حنیفہ دینوری م ۲۸۱ھ۔ مقتل ابن قتیبہ دینوری م ۲۱۳ھ مقتل ابوالفرج اصفہانی م ۳۵۶ھ مقتل ابن جریر م ۳۱۰ھ۔ مقتل شیخ مفید م ۴۱۳ھ مقتل مسعودی [illegible] مقتل ابن شہر آشوب ۵۸۸ھ۔ مقتل ابن عساکر م ۵۷۱ھ۔ مقتل ابوالفرج بن جوزی م ۵۹۷ھ۔ مقتل بن طلحہ شافعی م [illegible] مقتل ابوالحدید معتزلی م ۶۵۵ھ۔ مقتل بن کثیر دمشقی مقتل ابن کثیر جزری وغیرہم اگر تبصرہ و نقد کے ساتھ شایع ہوں تو اہلِ قلم کو بڑی آسانی میسر ہو جائے۔

کتاب کربلا مطبوعۂ سرفراز پریس لکھنؤ اور مقتل [illegible] سیوطی مطبوعۂ معارف آلِ محمد لاہور نے ان [illegible] ایک فہرست دی ہے جسے جلد سے جلد پریس میں [illegible] غالب پر اچھی اچھی کتابیں موجود [illegible] موجود ہیں جن کو سرے [illegible] مشہور انسان [illegible]
[illegible]

[illegible] کرنے میں قابلِ افسوس کوتاہی سے کام لیا جا رہا ہے۔ واقعاتِ کربلا پر اعلیٰ درجہ کی کتابیں شایع کرنے کے لیے کسی باضابطہ اداره نے کوئی وقت بھی نہیں قائم کیا۔ امام باڑوں اور مجالس کے لیے تو اوقاف ہیں لیکن کربلا کے متعلق لٹریچر کے لیے کوئی خاص ادارہ نہیں ہے۔

قوم سے میں صمیمِ قلب سے التماس کروں گا کہ وہ اپنی پہلی توجہ واقعۂ کربلا کے متعلق قدیم ترین بلکہ ہر عہد کے لٹریچر کے فراہم کرنے میں صرف کرے۔

قوم کے جمود کو دیکھتے ہوئے اس خواب کے جامۂ تعبیر پہننے کی امید کے پورے ہونے کے لیے تو مدت درکار ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اامیہ مشن جو سالہا سال سے ایک اہم دینی خدمت انجام دے رہا ہے اگر اس جانب توجہ فرمائے تو یہ کمی رفتہ رفتہ پوری ہو سکتی ہے۔ اگر سال میں کم سے کم دو مقاتل بھی نقد و تبصرہ کے ساتھ مشنِ مذکور شایع کر دیا کرے تو اس کے لیے زیادہ دشواری نہیں ہے۔ ساتھ ہی اس کے میں ڈاکٹر مجتبیٰ حسن صاحب کا مونپوری سے بھی درخواست کروں گا کہ چونکہ فطری طور پر آپ کو ایسے کاموں سے کافی لگاؤ ہے اور آپ کو اس کے لیے وقت بھی مل سکتا ہے آپ مشن کو مقاتل کے ترجمے اپنے نوٹ کے ساتھ مہیا کرتے رہیں تو یقیناً ایک اہم کام کسی نہ کسی مدت میں انجام پا جائے۔ واللہ الموفق۔

خولی کی بیوی اور امام کا سر مبارک

(نوشتۂ محترمہ ایس۔ بی وارثیہ صاحبہ۔ بارہ بنکی)

امام والا مقام شہید ہو چکے۔ سرِ مبارک کربلا سے جانب دمشق روانہ ہو چکا۔ خولی راستہ میں امامِ عالی مقام کا سر لیے ہوئے اپنے مکان میں جو کوفہ سے قریب ہے جا کر ٹھہرا اور بیوی سے جو کہ قبیلۂ انصار سے تھی چھپا کر امام کا سرِ مبارک تنور میں رکھ دیا۔ بیوی نے پوچھا کہ کہاں سے اتنے عرصہ کے بعد آنا ہو رہا ہے۔ خولی نے جواب دیا [illegible] شخص نے یزید سے بغاوت کی تھی اُس کے مقابلہ کو گیا تھا، کامیاب ہو کر آ رہا ہوں۔

[illegible] رات کے دو بج چکے تھے، خولی ایمان سے بالکل خالی [illegible] تھا زہر مار کر کے سو رہا ہے۔ سعیدہ (خولی کی زوجہ) [illegible] آنکھ کھلتی ہے دیکھتی ہے کہ میرے مکان کے [illegible] روشنی کے بقعے بلند ہو رہے ہیں۔ بڑی حیرت ہوئی کہ آج تو میں نے تنور روشن بھی نہیں کیا ہے یہ روشنی کیسی! ابھی اس تحیر میں تھی کہ دیکھا کہ چار عورتیں نورانی پیکر آسمان سے اُتریں اور تنور کے پاس گئیں۔ ایک نے تنور سے سر نکالا، بوسہ دیا اور کلیجہ سے لگا کر بڑی درد بھری آواز سے کہا:۔

"ہائے میرے فرزند! میں نے بڑی مصیبتوں سے تجھے چکی پیس پیس کر پالا تھا۔ آہ اے میرے لختِ جگر نورِ بصر، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت میری داد دے گا اور تیرے قاتلوں سے بدلہ لے گا"

اسی طرح دوسری عورتوں نے بھی سرِ مبارک کو بوسے دیے اور اشکِ حسرت آنکھوں سے بہائے بعدہٗ اُس سر کو تنور میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔

سعیدہ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر تنور کے پاس گئی اور

سرِ مبارک امام عالی مقام کو نکال کر دیکھا، فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہ [illegible]
کا بوسہ لیتے تھے۔ اس نوری گردن کو چومتے تھے اور پیار کرتے تھے۔ یہ [illegible]
اسی حالت میں ایک آواز سُنی کہ اے سعیدہ تو نہ گھبرا، خولی کا عمل تجھ [illegible]
عداوت اُس کے ساتھ۔

سعیدہ نے پوچھا کہ وہ عورتیں کون تھیں جنھوں نے میرے گھر قدم رنجہ فر[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم دوسری حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تیسری مادرِ عیسیٰؑ اور چو[illegible] کو نکالا۔ مشک و گلاب سے غسل دیا، کافور سے معطر کیا، موئے مبارک میں شانہ کیا اور مقامِ طاہر میں، ادب سے رکھ کر [illegible] جگایا اور اس سے کہا کہ یہ سر کس کا ہے۔ یہ سر فرزندِ رسول کا ہے اُٹھ اور ذرا دیکھ زمین سے تا آسمان ایک شور [illegible] ہے، گروہ کے گروہ ملائکہ کے آ رہے ہیں اور درود و سلام پڑھ رہے ہیں اور تجھ پر لعنت بھیج رہے ہیں لہٰذا میں تجھ سے [illegible] اس جہان میں بھی اور اُس جہان میں بھی۔ یہ کہہ کر چادر اوڑھی اور گھر سے ایسی غائب ہوئی کہ پھر اُس کا پتہ نہ چلا۔

(مجلسِ شہادت جلد ۱۰)

سچ ہے ایمان و محبت کسی کی خاص ملک نہیں ہے جس کو رب کردگار عطا فرمائے۔ آج بھی ہم اکثر گھروں میں دیکھتے ہیں کہ [illegible] یزیدی مولویوں کی صحبت میں اُن کے شمری بیانات سُن کر اُن کے تبلیغی جرگوں میں شریک ہو کر امام عالی مقام کی نذر و نیاز [illegible] درود و مجلس سب کو خیر باد کہہ کر سنتِ یزیدی پر عمل کر رہے ہیں مگر اُن کی عورتیں ہر ممکن طریقہ سے امام عالی مقام [illegible] رشتۂ محبت قائم کیے ہیں اور تا بہ امکان نذر و نیاز وغیرہ کے سلسلہ کو جاری کیے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا [illegible] اور دامن پاک اہلِ بیتِ اطہار کا سایہ اُن کے اور سب ایمان والوں اور ایمان والیوں کے سروں پہ قائم رکھے۔

(رسالہ سنّی، لکھنؤ)

ہنرؔ ماہِ بنی ہاشم سے دنیائے وفا چمکی

(نتیجۂ فکرِ بلند جناب ڈاکٹر سید لائق علی صاحب ہنرؔ لکھنوی)

جمالِ ہم جمالِ مصطفےٰ سے کربلا چمکی — شجر چمکے حجر چمکے، ہوا چمکی [illegible]
ہوا صلِّ علیٰ کا غل نبوت کی ضیا چمکی — نقابِ الٹا علی اکبرؑ نے ارض [illegible]
کہاں تھا اور کہاں پہنچا پھر سے دن مل گئی جنت — شبِ عاشور کی ظلمت میں قسمت [illegible]
حبیب ابنِ مظاہر نصرتِ حق میں لڑے ایسا — کہ آئینہ میں چہرہ کے جو [illegible]
جہاں میں ہو گئی روشن حقیقت زندگانی کی — جب آغوشِ خدا میں [illegible]
پھر اس انداز سے حملہ کیا عون و محمد نے — [illegible] شکل [illegible]
[illegible] — [illegible]

کربلا کا کمسن دولھا

(نوشتہ جناب سید قمر رضا صاحب بارہ بنکوی۔ ہائیکورٹ۔ الٰہ آباد)

(۱)

عروسِ کربلا نے اپنی آنکھوں سے کیسے کیسے حسین اور خوبصورت شہید دیکھے جنھوں نے اپنے سرخ اور مقدس خون سے ارضِ نینوا کو لالہ زار بنا دیا لیکن حسنؑ کی یادگار کا جو حسن چودھویں کا چاند بن کر کربلا نگری کے گھٹا ٹوپ فضا پر چمکا اُسنے دشمنوں کو بھی حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔ اُس کی کشادہ چمکتی ہوئی پیشانی چودھویں کے چاند کی شفافیت، اور اُس کی لمبی لمبی کالی زلفیں جاڑے کی راتوں کی تاریکی اور اُس کی سیاہ بڑی بڑی آنکھیں ہرن کی مقناطیسیت لیے ہوئے تھیں۔ اُس کے رُخساروں میں خون تاب اس طرح جھلک رہا تھا جس طرح چاند کے سیمیں سینہ میں طوفان بدوش آبشار کی موجیں اچھل رہی ہوں۔

کربلا کا یہ کمسن دولھا اپنے کالے کالے چمکتے ہوئے بالوں کو سمیٹتے ہوئے ایک پُرجوش انگڑائی لے کر اُٹھا۔

تو معلوم ہوا رات نے اپنی ردائے سیاہ سمیٹ لی ہے، پھر اپنی لانبی لانبی سیاہ پلکیں اور اُن پلکوں کی آغوش میں ہر لمحہ مسکرا دینے والی آنکھوں کو چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے ملتے ہوئے مادرِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیوہ ماں نے بڑھ کر اس چاند کے ٹکڑے کی بلائیں لیں اور اپنے جوان کو گلے لگانے کے لیے ماں کے بازو پھیلے چاہا کہ اپنے لال کو کلیجہ سے لگا لے، لیکن آنکھوں میں آنسوؤں کے ننھے ننھے قطرے اُس کے رنگین عذاروں کو تر کر دینے کے لیے بے چین تھے۔ ماں کا دل دھڑکنے لگا۔ "میرے بچے! یہ تیری آنکھیں کس غم میں بھیگ گئیں؟"۔ اور شہزادے کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ مادرِ گرامی! میرا قصور؟ میری خطا بتا دیجیے! قاسم نے سوالیہ انداز میں اپنی جھکی ہوئی نظروں کو ماں کے قدموں پر ڈال دیا۔

ماں سمجھ گئی میرا لال جنگ کے لیے تڑپ رہا ہے لیکن پھر بھی انجان بن کر پوچھا۔

"میرے چھوٹے شہزادے تم رنجیدہ کیوں ہو، کیا جعفر و عقیل کی اولادوں کو امامِ عالی مقام نے اجازت دے دی؟"

قاسم نے اپنی برستی ہوئی آنکھوں کو اُٹھا کر کہا بلکہ عون و محمد تک قربان ہو گئے مگر شفیق چچا مجھے اپنے سے جدا نہیں کرتے، میں بے چین ہوں ماں میری مدد کیجیے۔ مجھے چل کر اجازت دلائیے۔

ماں یہ سُن کر خاموش ہو گئی، اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں، آہ آنسوؤں کے وہ شفاف قطرے، اُس کی سیاہ پلکوں پر اس طرح نظر آ رہے تھے جس طرح شام کی تاریکی میں ملفوف درختوں کے اوپر سفید بادل منڈلا رہے ہوں۔ "نہیں بیٹا! تم کو اجازت مل کر رہے گی" "تم ضرور قربان ہوگے۔ میرے ننھے دولہا تم عروسِ کربلا سے ہمکنار ہو کر رہوگے" اور یہ کہتے ہوئے قاسم کے بازو پر بندھے ہوئے تعویذ کی طرف اشارہ بھی ماں نے کر دیا۔

پھر گیا تھا۔ قاسم کے حسین و جمیل چہرے پر زندگی کی رعنائیاں دوڑ گئیں، اُس کے کھلائے ہوئے پھول سے چہرے پر شادابی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی، اُسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے سوکھے ہوئے دھانوں پر پانی پڑ جائے یا تپتے ہوئے صحرا میں ایک دم ٹھنڈی ہوا چلنے لگے، خوش خوش دولھا اپنی خوبصورت آنکھوں کو مل کر رہ گیا۔ آرزوئے شہادت میں بے قرار تمنا اور انتظار کی گھڑیوں کو لیے ہوئے قاسم بیتابانہ خوش خوش اپنی مادرِ گرامی کے سینے سے لگ گیا۔

(۲)

"آقا! حسنِ مجتبیٰ کا آخری پیغام"۔ ایک کمزور دردناک نسوانی آواز نے امام عالی مرتبت کو چونکا دیا۔ بیوہ حسنؑ کو نیچی نظروں کے ساتھ مؤدبانہ کھڑے ہوئے پایا جو اپنے ہاتھوں پر اُس مقدس اور یادگار وصیت کو لیے تھیں دوسری طرف اپنی جان سے زیادہ عزیز بھتیجے مرحوم بھائی کی تنہا نشانی کو متبسم انداز میں پایا، گویا کہہ رہا ہو کہ مجھ پر جان چھڑکنے والے شفیق چچا آپ کی محبت کو میں فتح کر لوں گا۔

حسین علیہ السلام نے اپنی حسرت بھری نظروں سے وصیت کو پڑھا، پھر بھتیجے کے الفاظ سنے "اب تو چچا جان اجازت مرحمت فرمائیے"۔ اور بھاوج کی سفارش کانوں سے ٹکرائی "مولا یہ آخری ہدیہ نہ ٹھکرائیے۔"

"آہ میرے قاسم تم کو کس دل سے اجازت دوں، تم میرے بھائی کی نشانی ہو، تم ایک شب کے دولھا ہو، تم سے ایک جوان زندگی وابستہ ہے۔ مگر نہیں نہیں بیٹا فرض کی قربان گاہ پر سب کچھ نثار، جاؤ میرے کمسن دولھا تم بھی سدھارو، دشمن تم پر ظلم و تعدی نہ کر سکیں گے، تمھارے معصوم اور چاند سے چہرے کو دیکھ کر انھیں بھی رحم آ جائے گا"۔ یہ فرما کر آخری بار اپنے خوبصورت بھتیجے کو خوب سا پیار کیا، سر [illegible] اُس کے دونوں گوشوں کو سینہ پر [illegible] بصورت کفن چاک کر دیا، گھوڑے پر [illegible] اور اشکبار آنکھوں سے چاند سے دولھا کو رخصت کر دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے کربلا کے کمسن دولھا کی چھوٹی سی تلوار میان سے باہر نکل کر بجلی کی طرح چمکنے لگی اور عرب کے [illegible] بہادر افواج یزیدی کے جفا کار اور سنگدل پہلوان کٹ کٹ کر گرنے لگے، تلوار پر تلوار پڑ رہی تھی، میدان گونج رہا تھا، دیکھنے والوں نے دیکھا اور پہچاننے والوں نے پہچانا کہ ہاشمی خون ان چھوٹی چھوٹی کلائیوں میں کس طرح موجزن ہے، دولھا پُرجوش رجز پڑھ رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منھ سے پھول جھڑ رہے ہیں:۔

"اگر تم مجھے نہیں جانتے ہو تو اب معلوم کر لو کہ
میں حسنؑ کا فرزند ہوں اور پیغمبر کی اولاد ہوں
کیا غضب کی بات ہے کہ یہ حسینؑ تمھارے درمیان
مثل قیدی کے محصور ہو گئے ہیں، خدا کرے
ابرِ باراں کبھی اس جماعت کو سیراب نہ کرے۔"

کربلا کے دولھا کی کوہ شکن جانفشانی اور معرکہ آرائی جنگ نے میدان کارزار میں ایک ہلچل مچا دی اور پھر دشمن کی فوج کا وہ پیل تن پہلوان بڑھا جو ازرق کے نام سے پکارا جاتا تھا، کبر و نخوت سے بھرا ہوا تھا، خونخوار درندہ اپنی بہادری کے سامنے اس کمسن مجاہد کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا مگر ابھی تھوڑی دیر پہلے اس ننھے مجاہد کی جگر شگاف [illegible] اُس کے چار بیٹوں کو یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ [illegible] چکی تھی، سالار لشکر کا حکم ایک طرف دوسری طرف [illegible] کی موت کا غم اس نے بلبلا کر اسے اور غصہ میں [illegible] کر دیا تھا۔

لیکن جس وقت شہزادے نے [illegible]
ہماری طرف سے کچھ [illegible]

...اس کے جسم میں آگ لگا دی۔ اور پھر لپک کر ہاتھ ... شجاعت کے اس کمسن بہادر پر وار کیا۔

... اس وقت تشنگی اور حسینی سپاہ کے سالار لشکر کے ... ہوئے سپاہی کے سامنے اُس کی بہادری شمشیر ... تھی، اس نوعمر سپاہی نے حسنؑ کی گود میں آنکھ کھولی ... ہاشمی خون رگ و پے میں سرایت کیے ہوا تھا۔ وہ ... دن کا بھوکا پیاسا سہی لیکن خون یداللّٰہی کی تڑپ اُس ... رگ رگ میں نمایاں ہوتی تھی، آخر کار نوعمر شہزادے ... برق رفتار تلوار نے دیکھتے ہی دیکھتے ارزق کے دو ٹکڑے ... دیے۔

(٣)

اس انوکھے اور کمسن مجاہد کی کامیاب جنگ نے حسینؑ ... بے پناہ مسرت دے دی اور عباس کو لاتعداد خوشیاں ... گئیں۔ پھر یہ نوید مسرت جس وقت اندرونِ خیمہ پہنچی ... تو بکھرائے ہوئے بالوں والی سیدانیاں جن کے ہاتھ قاسم ... کی سلامتی کی دعا کے لیے بلند تھے۔ اُن کے دل جوشِ مسرت ... سے اچھلنے لگے، خیال تو یہ کہتا ہے کہ بیوہ حسنؑ کو فتح و ظفر ... کی مبارک بادیاں دی جانے لگی ہوں گی اور ایک الگ تھلگ ... خیمے میں بیٹھی ہوئی عروسِ نو جو شرم و حیا کی مجسمہ اور ... صدق و وفا کی پیکر ہو گی اُس کا سہاگ ہر ایک کا سر و پیکر ... ہو کر فرطِ انبساط سے جھوم اُٹھا ہو گا۔

لیکن یہ خوش آیند تصورات تھے، کربلا کے نوشتہ کو ... تو بنتا تھا، اُس کے لیے سامان بھی مہیا تھے۔ حضرت ... قدری نے ٹھیک ہی تو کہا ہے ؎

قاسم جسے کہتے ہیں میدان کا دولھا ہے
دولھا کو ہے کیا نسبت میدان کے دولھا سے

... تھوڑی ہی دیر میں یاعماہ ادرکنی کی دلدوز صدا ... کربلا میں گونج کر ختم ہوگئی اور حسینؑ کا دل رنج ... سے لد گیا۔ وہ قدم جو اصحاب و اعزاء کی ... لاشوں پر تیزی سے اُٹھتے رہے اس وقت

وہ بے پناہ غم کے ہجوم سے اُٹھ نہیں رہے تھے، اس وقت جو مضطربانہ کیفیت تھی اور جتنی رقت حسین علیہ السلام پر طاری ہوئی وہ شاید ہی کسی کی مدت پر ہوئی ہو۔

"پیارے بھتیجے تمھاری جُدائی چچا پر بے حد شاق ہے لیکن خدا کی مرضی یہی ہے، مقصدِ الٰہی کی عظمت کے سامنے میرے لیے یہ بھی آسان ہے۔"

حسین علیہ السلام اسی حالتِ زار میں گرتے پڑتے اپنے پیارے بھتیجے کی لاش تک پہنچ گئے۔ یہ کس قدر رقت خیز منظر تھا۔ میدانِ کربلا پر ایک سوگوارانہ فضا چھا گئی تھی، ہوائیں امامت کی اس حسین نوشگفتہ کلی پر جو کھلنے سے پہلے مرجھا گئی تھی ماتم کر رہی تھیں اور حسینؑ کی آہ و زاریاں اپنے یتیم بھتیجے کا نوحہ پڑھ رہی تھیں۔

"تیرے چچا پر بڑا ناگوار ہے یہ امر کہ تو اُسے پکارے اور وہ تیری خبر نہ لے سکے یا تیری آواز پر آئے مگر تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔"

اور پھر آپ اُسی لالہ زار زمین پر بیٹھ گئے جو قاسم کے سُرخ سرخ خون سے رنگین ہو گئی تھی، حسینؑ کی آنکھوں نے آج سے دس بارہ سال قبل اپنے بھائی کے جگر کے بہتّر ٹکڑے خون میں لتھڑے ہوئے دیکھے تھے لیکن آج اس بھائی کی اس حسین یادگار کے جسم کے اتنے ٹکڑے ہو چکے تھے جس کی ایک گٹھری بن گئی تھی۔ جسے آپ آہستہ آہستہ خیمہ میں لے آئے اور بیبیوں کے سامنے رکھ دی۔

"لو قاسم کی شادی ہو گئی۔"

تصوراتی دنیا میں یہ بھی ایک منظر ہے کہ شاید کمسن سکینہ اپنے پیارے بھائی کی سلامتی کے ساتھ آمد کی خبر سُن کر آگئی ہو اور ایک دردناک چیخ کے ساتھ کہا ہو۔

"بابا جان یہ سرخ اور رنگین گٹھری میرے بھائی کے بیاہ کے کپڑوں کی ہے کیا؟"

اور حسینؑ نے جواب دیا ؎

"قاسم ہیں قتل گاہ میں دولھا بنے ہوئے۔"

اُس وقت ستم نصیب بیبیوں پر کیا گزری ہوگی ؟ قاسم کی ماں کا کیا حال ہوا ہوگا، سکینہ کے دل کو کیا گزری ہوگی، کے درد بھرے نالے آسمان و زمین سے ٹکرا رہے ہوں گے ۔ جوانی سر پیٹ رہی ہوگی ۔ حسن و حسرت کا ماتم ہو رہا ہوگا اور کلک حقیقت نگار نے خون کے آنسو صفحۂ کاغذ پر بکھیر دیے ہوں گے ۔ اُن خونی آنسوؤں کے الفاظ یہی ہوں گے :

"آہ قاسم دولہا تھے ، ننھے دولہا تھے ، پیارے اور معصوم شہزادے تھے ، جام شہادت نوش کرنے کے بعد [illegible] عمامۂ مبارک کے پیچ کٹ کٹ کر سنہری لڑیوں میں بٹ گئے تھے اور نورانی چہرے پر بکھر کر سہرے کا کام دے رہے تھے ۔ [illegible] اپنے ہی خون سے رنگین تھے ، وہی چھوٹے چھوٹے اور خوبصورت ہاتھ جن سے تھوڑی دیر قبل تلوار پکڑی تھی ۔ آہ اب اُن میں مہندی رچی ہوئی تھی ۔ بہت سُرخ سُرخ ۔ بہت تیز سُرخ گویا قدرت کا ملہ نے خود اپنے ہاتھ سے اُن کے ہاتھوں میں مہندی لگائی ہو ۔" یہ حسین و جمیل قاسم کربلا کا کمسن دولہا نہ تھا تو کیا تھا ؟

نوحہ فارسی

(از مولانا صفی مرحوم)

فریاد کہ کشتند غریب الوطنے را
داد ند نہ آبے شہ تشنہ دہنے را

بر پیکر شاہ شہدا فوج ستمگر
اے وائے کہ نگذاشتہ رخت کہنے را

کرد آنکہ بہ طفلی بہ برش حلۂ جنت
صد حیف کہ محتاج بباشد کفنے را

خشک آہ نہ شد دست یزید ستم آرا
کز بید کشودہ لب شاہ زمنے را

زنجیر پے عابد بیمار نہادند
پابند چہ سازند اسیر محنے را

بر دست شہ است اصغر بے شیر و بن بعد
آخر طلبد بہر چہ ناوک فگنے را

از مادر قاسم شہ مظلوم چہ گفت آہ
آور دسوئے خیمہ چو صد پارہ تنے را

بے تاب دل عقدہ کشا زیر لحد شد
بستند چو بر بازوئے زینب رسنے را

غیر از غم شبیر صفی کار ندارند
بنشستہ ام آراستہ [illegible]

گونڈہ کا مقبول اور مشہور امام باڑہ

جناب مرزا عابد حسین صاحب رضوی غزنوی

گونڈہ چھوٹے وقوع کے لحاظ سے تو بڑی جگہ نہیں ہے کیونکہ میں
دیکھتا ہوں اودھ میں ہے کسی زمانہ میں شیعوں کی آبادی بھی یہاں رہی ہو جیسا
کہ آثار قدیمہ سے ظاہر بھی ہے کہ یہاں کی کیا کسی زمانہ میں شیعوں کی اور انھیں
کے قبضہ میں تھی اسی طرح چار مسجدیں بھی شیعوں کی تعمیر کردہ بتائی جاتی
ہیں جو سب کی سب اسوقت مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اور کربلا
تو اسوقت ایک صاحب کی ذاتی ملکیت ہو رہی ہے اسی طرح پورا ایک محلہ
یہاں امام باڑہ کے نام سے موسوم ہے اور بھی بعض جاگیریں عزاداری سے
متعلق تھیں۔ بلکہ ایک عمارت تو بارہ دری کے نام سے اب بھی دو حصوں میں
ایسی موجود ہے کہ اگر وہ دونوں ملا دی جائیں اور بیچ کی دیوار الگ کر دی جائے
تو ہو بہو سوداگر کا امام باڑہ ہو جائے۔ مگر اب وہ دو مکان ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب نواب آصف الدولہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ
نے گورکھپور تک کا دورہ کیا ہے تو ہر قوم وملت کے مذہبی امور کے لئے جاگیریں
جائدادیں مرحمت فرمائی تھیں تو شیعہ کیسے محروم رہتے۔ انھیں بھی بہت
کچھ ملا مگر چونکہ وہ باقاعدہ وقف کی نوعیت نہ تھی اس لئے خود غرض افراد
نے رفتہ رفتہ اسے ذاتی معافی قرار دے لیا۔ اور پھر کم از کم گونڈہ سے
شیعیت بھی ختم ہو گئی۔ چنانچہ جب ۱۹۲۳ء میں میں ایٹہ سے تبدیل ہو کر
یہاں آیا تو خاص گونڈہ کے رہنے والے صرف دو گھر تھے ایک مرزا امداد حسین
خاں صاحب ریٹائرڈ ہیڈ کلرک انکم ٹیکس دوسرے سید غضنفر حسین
صاحب عرف نبی صاحب ملازم پولیس لیکن ان دونوں کے مکانات بھی
یہاں آبائی نہ تھے بلکہ کہیں اور سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب نے
خود اور غضنفر حسین کے والد نے مکانات بنوائے اور رہیں رہ پڑے
تو گونڈہ کے ضلع کسگو اور حوالی اترولہ میں قرابتیں ہونے لگیں مگر باہر
کے مومنین بسلسلۂ ملازمت کچھ نہ کچھ ہمیشہ یہاں رہا کئے۔ ہاں حوالی گونڈ
میں چار میل کے فاصلہ پر اکبرپور وغیرہ اور ——————
چھوٹے چھوٹے ریاستیں ہیں جن میں تھوڑی بہت شیعوں کی آبادی ہے۔
... سب اصل اپنے وطن چلا گیا۔ مگر محرم کی ایک روز

تعطیل میں میں نے دریافت کیا کہ کوئی مجلس یا جلوس وغیرہ نکلتا ہے۔ تو
معلوم ہوا کہ نہیں۔ عوام کا جلوس شام کے قریب نکلتا ہے۔ حالانکہ اسوقت بھی
ملازمت والے شیعہ ضرور تھے۔ یہ سنکر انتہائی رنج و افسوس ہوا اور
بھر کمرے میں پڑا رہا۔

تقریباً ایک سال کے بعد مجھے ایک شکستہ احاطہ میں ٹیوشن کے
دو چار روز بیٹھنا پڑا جس میں ایک بغیر چھت کا حجرہ بہت سے طاقوں
تھا اور اس کے شاندار دیوار کا ایک حصہ قائم رہکر اپنی اولو العزمی
کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اسی احاطہ میں ایک بہت پرانا املی کا درخت تھا
مجھے بار بار خیال ہوا کیا کہ یہ کوئی مذہبی عمارت ہے چند دنوں کے بعد
کلب عسکری صاحب مرحوم نے اسی زمین پر شیعوں کے لئے تعمیر کی
تحریک کی جو نا کام رہی۔ ۱۹۲۹ء میں بعض اعاظم مومنین جیسے سید ...
صاحب مرحوم جج سید التجا حسین صاحب مرحوم وغیرہ کی تحریک سے ایک انجمن
موسوم بہ اتحاد المومنین قائم ہو کر اسکے زیر اہتمام ولادت ووفات وغیرہ
کی مجلسیں ہونے لگیں تا اینکہ ۱۹۳۰ء میں ۱۱ ذیقعدہ یوم ولادت
ضامن ثامنؑ کی محفل جناب سید علی رضا صاحب محمود آبادی کے دو
پر منعقد ہو رہی تھی کہ میر مصاحب علی صاحب ایک حنفی بزرگ نے آکر
لوگوں سے ظاہر کیا کہ امام باڑہ شاہی زمانہ کا ہے اسکے متعلق ایک گاؤں
موسومہ مرزا جوت ہے۔ ایسا بیان ہوا کہ مرزا الطاف حسین صاحب شیخ پورہ
موقوفہ کے اکثر بیٹے ہوئے ہیں۔ املی کا درخت ان لوگوں نے ساٹھ
میں بیچ لیا ہے جو رقم کو چاروں بھائی تقسیم کرنا چاہتے ہیں مگر میں نے روک کر
وہ روپے حافظ محمد سعید صاحب کے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ
تھوڑی اعانت کر دیں تو اس کا احاطہ گھیر دیا جائے کیونکہ احاطہ خالی
میگیرد ہر شخص چاروں طرف سے قبضہ کرتا آرہا ہے۔ اسی وقت ایک ...
ہو کر احاطہ کی تجویز پاس ہو گئی۔ مگر دو ہی روز کے بعد مومنین نے سوچا کہ
انجمن کی مجلسوں اور محفلوں کے لئے کوئی مستقل جگہ نہیں ہے مرزا امداد
خاں صاحب کا امام باڑہ ذاتی ہے جو ہمیشہ اوقات خالی نہیں رہتا ...

ادھر مجلس یہ ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے کوشش یہ ہوئی کہ مرزا اظفار حسین صاحب مرحوم سے کہ کہ اس امام باڑہ کو حاصل کر لیا جائے اور نئے سرے سے اس کی تعمیر کی جائے چنانچہ سید علی رضا صاحب مرحوم نے اس میں بڑی سعی فرمائی اور حق یہ ہے کہ اپنا ذاتی نقصان برداشت کیا اور مرزا اظفار حسین مرحوم نے ایک عام تحریر کے ذریعہ انجمن کے حق میں ہبہ نامہ بھی کر دیا مگر چند دنوں کے بعد لالچ اور خود غرضی کے سبب سے بذریعہ رجسٹری نوٹس اس ہبہ نامہ کو منسوخ کر دیا اور پھر اس امام باڑہ کو باوجود کہ ہم لوگ قیمت دینے کو بھی تیار تھے۔ اسکے جائز حقدار شرکا کو محروم کر کے ایک غیر شخص کے ہاتھ دو سو روپیہ میں فروخت کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اس سے متعلقہ کاغذ ... مرزا جن کو بابو جگدیش بہادر وکیل کے ہاتھ فروخت کیا۔

سنا جاتا ہے کہ امام باڑہ بہت قدیم ہے اس میں کسی جگہ جناب سید نعمت اللہ حسین صاحب وکیل مرحوم کے والد ماجد سید کرامت حسین صاحب مرحوم کی قبر بھی تھی جس کا اب کوئی نشان نہیں۔

بہرحال کوشش شروع کی گئی کہ اسے حاصل کیا جائے۔ محروم شرکا کو ذریعہ بنایا گیا اور خیال ہوا کہ مقدمہ دائر کیا جائے مگر گونڈہ کے تمام مسلمان وکلاء نے مشتری کی مروت کی وجہ سے اس مقدمہ کو لینے سے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ ۱۳۰۱ھ میں احقر کو سفر عتبات عالیات و مشہد مقدس پیش آیا میں مقدمہ دائر کرنے کے لئے کاغذات اور روپیہ ایک صاحب کے سپرد کر گیا تھا اور راستہ میں انتظار کرتا رہا۔ مگر مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسوقت احقر نے بصمیم قلب روضۂ مقدسۂ حضرت امام حسینؑ کی تعمیر کے لئے دعا کی جیسے امام ضامنؑ کی ضریح اقدس کو پکڑ کر دعا کی کہ مولا اپنے جد کی یادگار کو قائم کرا دیجئے گنہگاری کے سبب سے چاہے میری کوئی اور دعا قبول نہ ہوئی ہو مگر بلا تکلف کہہ سکتا ہوں کہ یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ دیکھنے والے اور شرکا کا دیکھ کر متحیر ہیں۔ میں واپس ہوا اور انھیں مرزا صاحبان کی برادری میں ایک مجلس ہوئی اور جس میں سے مرزا صاحبان کا بیکاٹ کرا دیا۔ جس کے نتیجے میں یہ لوگ جھکے اور مشتری سے کچھ حصہ بذریعہ رجسٹری حاصل کیا گیا اور مگر بقیہ حصہ بصورت رقم بکثیر مشتری سے انجمن اتحاد المومنین نے خرید لیا ہبہ نامہ جن میں مرحوم ... بھی شریک کئے گئے ایک معظم سرکار تاجر املت علی [illegible] کے دو لکھ ... [illegible]

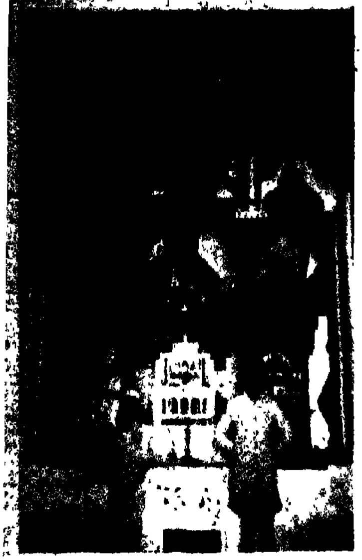
ہبہ نامہ لکھوا کر روانہ فرمایا۔ دوسری مخالفت بیرا ... [illegible] ہو گیا۔ اس طرح انجمن اس زمین کی مکمل مالک ... [illegible] گونڈہ کی طرف سے ایک مشترکہ بلیٹ فارم تیار رہا (اتفاق سے [illegible] اسپرٹ بہت کم ہے اور گونڈہ میں اس کا موقع بھی نہیں ... [illegible] جو شائع ہوا معاہدہ کیا رہ اعاظم اہلسنت اور رہنمایان شیعہ کے دستخط تھے جس کا مقصد تھا کہ ایک مشترکہ پلیٹ فارم تیار رہے ... ایک مسجد ایک امام باڑہ ایک مکتب اور ایک مکان ہوگا۔ مگر فوراً ... دوسری طرف سے شدت کے ساتھ مخالفت شروع ہو گئی کہ ... سے ملی ہوئی اجازت کے بعد بھی عمارت کی تعمیر کا حکم مسٹر ہیلوز ... رد کر دی گئی۔ مگر مسٹر ہیلوز منصف مزاج ڈپٹی کمشنر تھے انہوں نے موقع کا معائنہ کیا اور دیکھا کہ تمام کاغذات میں امام باڑہ پختہ و خام لکھا ہوا ہے صرف ایک کاغذ ایسا ملتا ہے جس میں نظاہر مرزا صاحبوں نے اپنا نام خانۂ ملکیت میں لکھوا لیا ہے۔ لہذا میں امام باڑہ کی اجازت دیتا ہوں مگر مسجد کو شیعہ بھی نہیں تسلیم کرتے ہیں اور اہلسنت کہتے ہیں کہ ان کی مسجد ... سے ہماری پہلی تین خلافتیں باطل ہو جائیں گی یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس لئے میں مشورہ دیتا ہوں کہ کوئی دوسری زمین ... کریں تعمیر مسجد کے لئے ہم فیصلہ دیتے ہیں۔ تمام لگان ... فیصلہ کی شہرت ہوتے ہی چند طاز مستانِ شیعوں میں ایک ... گئی۔ مگر مسجد کے ساتھ مکتب بھی ساقط کرنا پڑا ... اور اس کے ساتھ اس کی بقا کے لئے کچھ مکانات تعمیر ... بنا یہ جدوجہد شروع کیا گیا اور یہ واقعہ ہے کہ اسوقت کے ... تمام شیعوں نے اس کی مدد کی اور بہت جد و جہد ... مرزا صاحبان اور ان کے اعزہ اور بعض دوسرے شیعہ ... ہر قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔ نہ کبھی رکاوٹ ہوئی نہ جھگڑا ... پڑا اور بحمدہ پوری عمارت تیار ہو گئی۔ یہ ... مستحکم عمارت کی تیاری میں بڑی تخصیص ... [illegible] دو سو روپے اختر حسین صاحب مرحوم ... [illegible] [illegible]

... اور اخیر میں حاجی الحاج فخر الحاج چودھری ارشاد حسین صاحب
... نے تین سو روپیہ بعد تعمیر اور اس کے بعد بھی اکثر
... چھ ایک ایک سو روپیہ اور ستر روپیہ سے کئی سال تک دیکر
... اللہ عالی اس بزرگ ہستی کو رہتی دنیا تک قائم و برقرار رکھے کہ
... جنتی اور شیعوں کے لئے مایۂ ناز وجود ہے اس طرح ... اسکا
... نامہ بھی خان بہادر مولوی کلب عباس صاحب کے مشورہ سے مرتب کر
انجمن کی طرف سے رجسٹری کر دیا گیا اور یہ ایک باقاعدہ وقف قرار پا گیا۔
طے پایا تھا کہ جن مومنین نے پچاس روپیہ یا اس سے زیادہ کی اعانت
کی ہے یا خاص خدمات انجام دیئے ہوں ان کے اسمائے گرامی تحریر
کندہ کرا کے کسی نمایاں جگہ پر لگا دیئے جائیں جسپر بعض مجبوریوں سے
آج تک عمل نہ ہو سکا۔ مگر انشاء اللہ جلد ہی اسپر عمل کیا جائیگا۔
اس امامباڑہ کے تعمیر کے بعد شیعوں کے سال میں چھ جلوس عزا مستقل
طور سے نکلنے لگے کہ ان میں ہر قسم کے تار ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف اور بجلی وغیرہ
کاٹ دیئے جاتے تھے چنانچہ بجلی کے نیچی تار تو جلوس کے راستوں پر اسی وجہ
سے انڈر گراؤنڈ رکھے گئے تھے اور سرد میں تار کاٹ دیئے جاتے تھے مگر اب
ادھر دو سال سے بجلی کمپنی والوں نے خلاف معاہدہ انڈر گراؤنڈ کرا دیا
گراؤنڈ کر دیا اور بلا معاوضہ تار رکھنے سے انکار کر دیا جسکی وجہ سے تمام جلوس
عزا اصلی وزن کے رکے ہوئے ہیں، جبکہ ڈائرکٹر جنرل آف پوسٹ نے ہماری
استدعا کو منظور کر لیا ہے۔ خدا کرے حکام بالا دست جلد توجہ کر کے اس
مخالفت کو ختم کریں اور عزاداروں کے حقوق کا لحاظ کریں۔
بہرحال یہ امام باڑہ موسومہ بحسین امام باڑہ سید الشہدا کی ایک مقبول یادگار
ہے جس کی مثال اسکی نوعیت کے لحاظ سے ملنی مشکل ہے۔ ولادت و وفات
... معصومینؑ اور دوسرے مواقع پر مجالس و محافل منعقد ہوتی رہتی ہیں۔
... محرم میں ۲۵ ذی الحجہ سے ۱۲ محرم تک اور پھر ۱۱ صفر سے ۲۰ صفر تک
... عزاداری ہوتی ہے اس کی مجالس میں مشاہیر علمائے اہلسنت
... تشریف لا کر ذاکری فرماتے ہیں۔ امامباڑہ میں بجلی کی روشنی اور
... ہر فرد اسلام کو حق حاصل ہے کہ جب اور جس وقت چاہے اس میں مجلس یا محفل
... صرف چند پیسوں میں روشنی اور پنکھا حاصل ہوتا ہے۔ اس کے کل کمرے
... ہوئے ہوں تو تقریباً پچاس روپیہ ماہوار کی آمدنی
... ایک ... ڈاکٹر ... اگر دو طرف

کے دروازے بند کر دیئے جائیں تو ایک محفوظ قلعہ ہے جس میں ہر قسم کے سامان حفاظت موجود
اندرونی حصے بھی دیدہ زیب ہیں۔ اسکے مختلف فوٹو آپ کے پیش نظر ہیں۔ میں نے
اس کی مقبولیت کا لحاظ کرتے ہوئے جس کا مجھے اعتقاد کلی ہے۔ یہ خیال کر کے کہ شائد
مرنے کے بعد کربلائے معلی نہ پہونچ سکوں اس امامباڑہ میں اپنا حق محفوظ کر لیا ہے
یعنی کارکن کمیٹی اور حکام وقت سے اسکی منظوری حاصل کر لی ہے کہ جب میں مروں تو
اسی حسینیہ میں دفن کیا جاؤں چنانچہ میں نے اپنی اہلیہ مرحومہ کو کہ اس نے بڑی کا اور گرانقدر
خدمات اس حسینیہ کی انجام دی تھیں اس حسینیہ میں دفن کیا ہے۔
میں تو اسپر راسخ ہوں کہ اس کی تعمیر صرف امام رضا کے روضہ اقدس پر دعا کرنے
اور گڑگڑانے کے سبب سے ہوئی ہے ورنہ مجھ جیسا بے دست و پا کیا تعمیر
کرا سکتا تھا۔ جسکا خود شرکائے کار اور بعض مخصوص احباب بھی مایوس تھے ان کا
خیال تھا کہ یہ بالو کی تعمیر ہے جو کبھی قائم نہیں ہو سکتی مگر دشمن اور مخالف بھی انگشت
بدنداں رہے کہ ان کی انتہائی مخالفتوں کا جواب صبر و ضبط میرے سکوت نے دیا اور میں
ان کے مقابلہ میں پورے طور سے کامیاب رہا۔ اب بھی بعض حضرات اس مقبول
حسینیہ کے کھلے ہوئے مخالف ہیں وہ نہ اس کے جلوسوں میں شریک ہوتے ہیں نہ اس
حسینیہ کی نماز عید وغیرہ کی جماعت میں آتے ہیں نہ اس کو محدود تصور سمجھتے ہیں۔
بلکہ حتی الامکان نقصان ہی پہونچانے پر تلے رہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا خمیازہ وہ
خود بھگتے ہیں مگر نافہمی اور کج عقلی انھیں سمجھنے نہیں دیتی۔ خدا انھیں راہ راست
پر لائے اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ اس حسینیہ کی مخالفت ہمارے معصومینؑ بلکہ
خود خداوند عالم کی مخالفت ہے جس سے ہر انسان کو بچنا چاہئے۔
بہرحال یہی وہ مقبول موقوفہ امامباڑہ گوندلہ کا ہے جسکی شہرت آج ہی نہیں
بلکہ قبل از تقسیم اسوقت کے سارے ہندوستان میں تھی اور تھوڑی بہت
اقطاع ہند کے ہر حصہ سے اس کی مدد ہوئی ہے اور جسکی اعانت کیلئے
بالاتفاق تمام علمائے اعلام نے فتاوے عطا فرمائے تھے اور جو اپنوں
اور پرایوں کے انتہائی مخالفت کے باوجود بھی صرف روضۂ
مقدسہ کی دعا کے برکت سے بنتا ہی گیا تا اینکہ مکمل ہو کر اس نے گوندلہ
میں شیعوں کی ایک تاریخ قائم کر دی اور جس کے لئے کہا جا سکتا ہے
کہ سوائے معدودے چند کے وہ صرف غربا کے پیسوں سے تعمیر ہوا ہے۔
فللہ الحمد والشکر علی ما اولانا۔



صدر دروازہ حسینیہ موقوفہ مقبولہ گونڈہ
موسومہ بہ صدر امام باڑہ



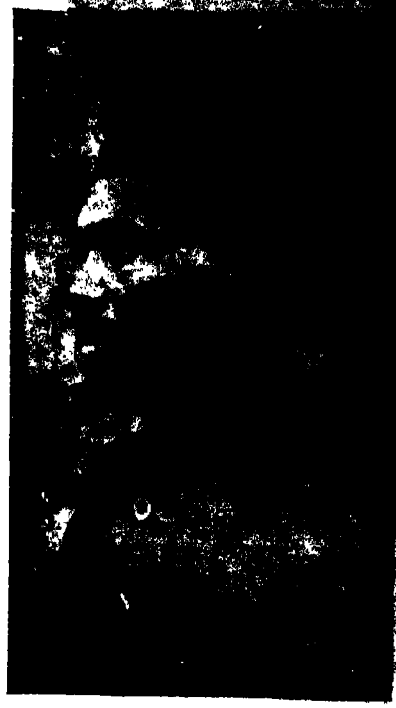
ضریح مبارک حسینیہ موقوفہ و مقبولہ
گونڈہ



بیرونی حصہ حسینیہ موقوفہ مقبولہ گونڈہ



جناب مولانا سید محمد [illegible]
عشرہ [illegible]



جناب حکیم سید عزیز احمد عزیز



جناب سید محمد ہادی رضوی
چھولس





کرامت لکھنوی

نذرِ عقیدت

جناب کرامت حسن خاں صاحب کرامت لکھنوی

اسلام اے شاہِ دیں خونی کفن
اسلام اے شاہ دیں تشنہ دہن

ہے ترے غم میں دلِ کونین چاک
تیرے ماتم میں دو عالم سینہ زن

ڈالدے چادر غبارِ کربلا
بھائی کے لاشے پہ آتی ہے بہن

تیر سے شعبہ ترا اے حرملہ
اور حلقِ اصغرِ غنچہ دہن

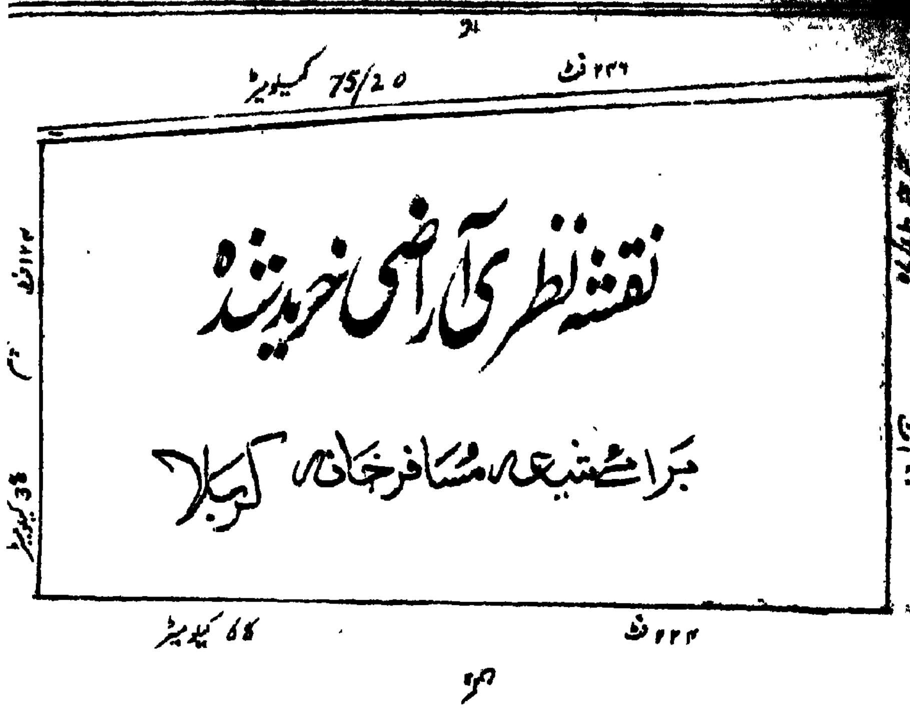
بانیٔ اسلام کا ہنگام عصر
کربلا میں لٹ گیا سارا چمن

شام کے دربار میں ہے ہمکلام
بنتِ زہرا سے یزیدِ پُرفتن

بازوں میں زینب و کلثوم کے
بعدِ شہ اعدا نے باندھی ہے رسن

کربلا میں شہ کو مجبوری کے ساتھ
چھوڑ کر آنا پڑا اپنا وطن

اے کرامت انہیں دو لخ کا ڈر
میں ہوں اک ادنیٰ غلام پنجتن



روضۂ امام حسینؑ کی زیارت

اور شیعہ مسافر خانہ

از جناب شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری

... محرم کا تذکرہ تھا جب امام حسینؑ کا قافلہ کربلا میں اترا ... افسوس ... آگے نہ بڑھ سکا ... یہاں تک کہ کوئی بھی نہ پہنچ سکا ... عاشور محرم ...
... کون کون اس قافلے میں تھا ... وقت کون کون ... تھا۔
... ہوئے ... سوچئے کہ ... کا پہرہ
... کام ہوئے ... انسانیت کی تاریخ
... ان کی گرد ... ہو گئی ... سامنے کربلا
... امام حسینؑ اکیلے ... نصرت ...

... بن گیا۔ قبر حسینؑ مٹانے کے لئے نہر لائی گئی مگر پانی ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ... کر نشان مزار برباد کرنے کا بڑا انتظام کیا گیا مگر ... نے پاؤں سمیٹ لئے۔ ان تاریخی واقعات کی ... سرفراز کے گزشتہ نمبروں میں ... چکی ہیں۔

زیارت مزار کرلی ... پر ... ہو گئے ... زیارت ... کے ... زیارت کر گئے۔ زائروں کے ... پہنچا ... زیارت کا ... روضہ ... گاہ ... تعمیر ... کر ... آ گئے۔

خوشی ہے پہروں نے اپنی اپنی قوم کے زائرین کے لئے کیسے
مسافرخانے کربلا میں بنوا دیے جوان کی قومی غیرت اور ہمت کی یادگار
ہیں ایک نہیں ہے تو شیعہ اثنا عشری غریب زائروں کے ٹھہرنے کے لئے
کوئی مسافرخانہ نہیں۔ خدا اموں کے قبضے میں کچھ مکانات ہیں جن میں
زوار ٹھہرتے ہیں۔ یہ ہیں اور رہینگے۔ مسافرخانہ بن جانے پر بھی یہ مکان
گرائے نہ جائینگے۔ صاحبان دولت آتے اور ٹھہرتے رہیں گے جو دقت
اور سخت پریشانی ہے وہ متوسط اور مفلوک الحال شیعہ غریب طبقہ کے
زوار وں کے لئے ہے جن سے اتنے پیسے ٹھہرانے والوں کو ملتے ہیں
کہ امرا کو چھوڑ کر ان کو آرام پہونچایا جاسکے نہ ان کے قیام کے
لئے کوئی جگہ وہاں ہے۔ کسی کا کوئی نقصان نہیں۔ امرا کا فرض ہے
کہ کربلا میں کوئی مسافرخانہ اگر نہیں بن سکا تو اب بنوائیں۔ خدا اولیا
کو چاہیئے کہ وہ غریب زواروں کے مسافرخانے کی راہ میں روڑے
نہ اٹکائیں اور مدد دیں۔ اب کربلا امام حسین کے زمانے والی کربلا
نہیں رہی۔ تمدن نے ترقی کی، عمارتیں بن گئیں سڑکیں نکل گئیں
ریلوے اسٹیشن بن گیا۔ فرات کا دریا زمانے کے دھارے کے ساتھ
بدل گیا۔ دور سے روضۂ امام حسین کے منیار نظر آتے ہیں جس کے لئے
اثر لکھنوی کا نے کتنی اچھی نفسیاتی مصوری یوں فرمائی ہے جس کا ذکر میں نے
اپنی کتاب خون شہیداں میں تفصیل سے کیا ہے

میں اب سجدے کروں دل کو سنبھالوں یا بڑھوں آگے
نظر آتا ہے کوسوں سے کسی کا آستاں مجھکو

فیض آباد کے بوڑھے مجاہد نے مسافرخانے کے لئے پانچ پانچ پیسے
مانگ کر پھر اہل ہمت نے بہت کچھ سرمایہ اکٹھا کیا اور آپ سن کر مسرور ہونگے
کہ خدا خدا کرکے اثنا عشریہ مسافرخانہ کے لئے ایک زمین خرید کر لی گئی جس کا
نظری نقشہ اسی مضمون کے ساتھ ہے اور زمین جو خریدی گئی اس کی دستاویز کے
فوٹو کا بلاک بھی آپ کے اطمینان اور ملاحظہ کے لئے بھیجتی ہے۔

کیونکہ ... ...
بنیاد پڑ چکی ہے کہ ... ...
محمد مرزا محمد مصطفیٰ صاحب محمود آباد مقیم کربلا ...
دکن کے ایک ڈاکٹر سید جعفر حسین صاحب مقیم کربلا میں ...
چودہ چودہ کر اکٹھا کیا ہوا تقریباً ۲۵ ہزار روپیہ سرمایہ اسی مسافرخانہ ...
دیدیا ہے۔

دستاویز کی مسافرخانہ کی نقل میرے پاس آگئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

سلام

جناب عتیق ماہری دکنشعہ

بہت ہی کام کی نکلی سلامی جیز دی اپنی
غم آل نبی میں کٹ رہی ہو زندگی اپنی
زمانہ اس حقیقت کو نہ بھولا ہو نہ بھولے گا
بہتر نے خوشی سے وقف کر دی زندگی اپنی
کبھی ہم نے یہ سوچا ہی، کبھی ہم نے یہ سمجھا ہو
رکی ہے کون سے دھارے پہ آکر زندگی اپنی
کیا قربان حق پر بھائیوں، بیٹوں بھتیجوں کو
دکھا دی حضرت شبیر نے دریا دلی اپنی
یہ سنتے ہی ستمگاروں پہ حیرت ہوگئی طاری
کہا جب حر نے صدقے شاہ دیں پر زندگی اپنی
سوال آب کیا شاہ [illegible]
کہ ایسی شان [illegible] لئے ہے
نبی کی آل کے لطف و کرم [illegible]
زمین کربلا [illegible]

[illegible] سوسائٹی، سوسائٹیز کے قانون بابت ۱۹۲۲ء [illegible] ہے اس کا نام حسین آباد امدادی سوسائٹی [illegible] ہے اس کی درخواست دینے والے اور اراکین پانچ [illegible] ہیں۔

(۱) راجہ محمد امیر احمد خاں
(۲) لیمن عبائی جٹیا عبائی گوکل
(۳) ڈاکٹر سید جعفر حسین صاحب
(۴) سید فضل عباس صاحب
(۵) سید وارث حسین صاحب

(۲) اس سوسائٹی کے اغراض و مقاصد محض امدادی ہیں اور اس کا کام مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے آنے والے مسلمان زائرین کے آرام و آسائش

احمد کے گھرانے والے سب اسلام بچانے آئے ہیں

جناب رضا انصاری (شکارپوری)

عاشور کا دن ہے عالم پر اک کفر کے بادل چھائے ہیں
احمد کے گھرانے والے سب اسلام بچانے آئے ہیں

کہتے ہیں نماز شکر پڑھی زینب نے کسی نے جب یہ کہا
دو کمسن لاشے مقتل سے شبیر اٹھا کر لائے ہیں

ہاں شیر خدا کے شیر بھی ہو قبضہ ہے تمہارا دریا پر
معلوم نہیں ہے کس کو بھلا دریا پہ علم لہرائے ہیں

[illegible] میں جو پہنچی لاش جواں، شبیر بہن سے یوں بولے
[illegible] ہے تمہارے اکبر کو ہم دولہا بنا کر لائے ہیں

[illegible] قتل شاہ رضا اس سمت دھواں کیوں اٹھتا ہے
[illegible] جلتے ہیں یہ کس کے حرم گھبرائے ہیں

کا انتظام کرنا اور نادار زائرین کو بلا معاوضہ قیام کی سہولت بہم پہنچانا اور اگر ممکن ہو تو ان کے طعام کا بھی انتظام کرنا اور انہیں سوسائٹی کے خرچ پر ان کے وطن واپس کرنا۔

(۳) سوسائٹی تین کمیٹیوں پر مشتمل ہوگی

(الف) تاسیس کرنے والوں کی کمیٹی یہ کمیٹی پانچ اراکین مذکورہ بالا کی ہے جن کی درخواست کی بنا پر وزارت داخلہ نے اس سوسائٹی کے قیام کی اجازت دی ہے۔

(ب) انتظامی کمیٹی ــــــ یہ ان افراد پر مشتمل ہوگی جو سالانہ انتخاب کے ذریعہ اس کام پر فائز ہوں گے۔

(ج) عمومی کمیٹی ــــ یہ ان تمام افراد پر مشتمل ہوگی جو سوسائٹی کی تشکیل میں حصہ لیں گے۔

تاسیس کرنے والی کمیٹی جملہ انتظامی کاموں کو خود ہی انجام دے گی جب تک انتظامی کمیٹی نہ بن جائے گی۔

مالیات

سوسائٹی کا مالیہ حسب ذیل ذرائع پر مشتمل ہوگا

(۱) مؤسس کے عطیے (۲) عمومی ارکان کے چندے (۳) مسلمان زائرین کے عطیے ــــ سوسائٹی کے مالیہ پر پورا اختیار انتظامیہ کمیٹی کو حاصل ہوگا مگر دو دستخط منتظم اعلیٰ اور محاسب دونوں کی دستخطوں کے بغیر نہیں کی جائے گی۔

شاخہائے انجمن

سوسائٹی اپنی شاخیں نجف۔ سامرہ۔ کاظمین۔ بصرہ وغیرہ میں قائم کرے گی جب کہ وزارت داخلہ سے منظوری مل جائے۔

اس قدر تو ضروری خلاصہ دستور العمل کا عوام کی اطلاع اور اطمینان کے لئے کر دیا گیا۔ راقم مضمون ہذا کا تعلق کسی کمیٹی سے نہیں نہ ان اطلاعات سے زیادہ کوئی اطلاع اور مل سکی ہے جو شائع کی جا سکے۔ سید اکبر حسین صاحب زیدی مرچنٹ لکھنوی مقیم بمبئی ممبر مرکزی کمیٹی شیعہ کانفرنس و معتمد رکن انجمن اثنا عشری بمبئی سے مجھے معلوم ہوا کہ زمین خرید کر لی گئی۔ چند ہزار روپے کربلا کمیٹی کے پاس زیر نگرانی جناب راجہ صاحب محمود آباد مقیم کربلا و بغداد کی تحویل میں محفوظ ہیں۔ تقریباً بارہ ہزار جو محبوب حسین خاں صاحب مرحوم فیض آبادی کے وساطت سے جمع ہوئے

تھے۔ اور فیض آباد محلہ مغل پورہ میں رہنے والے ایک انسپکٹر صاحب مرحوم کی تحویل تھے وہ روپیہ انسپکٹر صاحب مرحوم کے داماد ڈاکٹر ابوالحسن صاحب بتقیہ اسپتال مولیشیاں گولہ گنج لکھنؤ سے معلوم ہوا کہ مولانا سعادت حسین صاحب قبلہ مجتہد بالفعل مقیم لکھنؤ کی تحویل میں ہے۔

مجھے نہ کوئی اختیار کسی قسم کی اپیل کا ہے نہ کسی انتظامی معاملہ سے سروکار ہے صرف اس نظر سے کہ اس مسافر خانہ اور زیارت عتبات عالیات کا تعلق ہر مشتاق زیارت سے ہے چاہے وہ جس حصہ دنیا میں آباد ہو اس لئے سرفراز کے محرم نمبر کا اسے میں نے دے دیا - جتنے مختلف ادارے، انجمنیں، کانفرنسیں، ماتمی دستے یا اسی طرح کی سوسائٹیاں شیعوں میں قائم ہیں وہ اپنی اپنی جگہ پر ابھی سے تیار ہو جائیں کہ ان کو اپنے مسافر خانے کے لئے کچھ اپنے اپنے طور پر اپنی جگہ پہ کام کرنا اور ذمہ دار انتظامی کمیٹی جس حصہ کے سپرد یہ کام کر دے اس کو دیانت اور امانت سے کرنا ہے۔ اس سلسلے میں جو اہل فنون تعمیرات ہیں ان کی دلچسپی کے لئے زمین مسافر خانہ کا نظری نقشہ اس لئے پیش ہے کہ اپنے اپنے مشورہ کے طور پر کچھ نقشے، کچھ مشورے، راجہ صاحب محمود آباد کی خدمت میں یا جسے کمیٹی مامور کرے اس کی خدمت میں بھیج دیں۔

سنہ ۱۹۳۲ء میں مجھے کربلائے معلیٰ و مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور اس دیار میں گزر ہو چکا ہے اس لئے وہاں کی گرمی سردی کا علم ہے - میری ذاتی رائے یہ ہے کہ عراق کی گرمی کا لحاظ کر کے تہ خانہ بھی ہو تو بہتر ہے - دکھن اور اتر کی طرف سڑک ہے اگر کچھ دکانیں نکل سکیں تو اس کی کرایہ کی آمدنی سے مسافر خانہ کی مدد بھی ہوتی رہے اور مسافروں کی ضروریات کی چیزیں، کھانے، ہوٹل کے لئے بھی شاندار موقع نکل آئے اگر کوئی ہال یا کامن روم نکل آئے کیا کہنا ہے۔ ایسی بنیاد اور گنجائش رکھی جائے کہ عمارت دو منزل کی ہو - معلوم ہوا ہے کہ پورب کی طرف یا پچھم طرف کوئی زمین ایسی ہے جو خرید کر کے مسافر خانہ کی وسعت میں اضافے کا سبب ہو سکتی ہے۔

میں نے طبع آزمائی کے لئے یہ اطلاع لیکر مصرع طرح پیش کی خدا کرے یہ مسافر خانہ جلد بن جائے اور تمام دنیا کے شیعوں کی توجہ کا مرکز جس طرح مقامات مقدسہ ہیں اسی طرح دائرے در سے کھنچے تھے قدسے یہ مسافر خانہ بھی استقلال کے ساتھ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بن جائے اور محرم نمبر کی اشاعت میں بڑی کامیابی سمجھوں اگر ہر

ہر شیعہ جو دو ہرے سے ...... اپنے ...... سوچے کہ اس کی خدمت کے لئے اس کا ...... معلوم کرنا ہو اس کے لئے یہ پتہ کافی ہے۔

دفتر جمعیت خیریہ حسین آباد

کربلا - عراق

تار کا پتہ :- حسین آباد - کربلا



رباعی

خباب موجد سرسوی

آئینہ دل کی جو صفائی ......
دربار میں مولا کے رسائی ......
پڑ جائے اگر ایک نگاہ ......
تسخیر میں بندہ کے خدائی ......

امامیہ مشن کے تبلیغی خدمات

محترم برادران ایمانی - سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا یہ دینی وتبلیغی ادارہ ملت جعفریہ کے جن اہم خدمات کے انجام دینے میں مشغول ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں - اس وقت تک تقریبا ڈیڑھ سو کتب و رسائل نہایت اہم موضوعات پر مختلف زبانوں میں شائع کئے جا چکے ہیں - جن کی ایک معقول تعداد غیر اقوام کے ہاتھوں تک باقاعدہ پہونچتی رہتی ہے - ایک پوسٹ کارڈ ارسال فرما کر فہرست رسائل طلب فرمالیجئے تاکہ ان کتب و رسائل کے تفاصیل آپ کی نظر سے گزر سکیں۔

۱۳۷۳ھ میں مشن نے بائیس ۲۲ رسائل مختلف زبانوں میں شائع کئے جن میں سے مختصر انگریزی سوانح حیات چہاردہ معصومین علیہم السلام کا شائع اس سال کے خصوصیات میں سے ہے - اس انگریزی لٹریچر کی کثیر تعداد غیر اقوام کے ہاتھوں تک دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچا کر ان کو اسلام حقیقی سے روشناس کرایا گیا - اس لٹریچر سے جس دلچسپی کا مظاہرہ برادران وطن یا یورپ کی مادی دنیا میں بسنے والوں کی طرف سے ہو رہا ہے اس کا اندازہ آپ کو ان تبصروں سے ہوگا جو عنقریب آپ کی نظر سے گزریں گے۔

مشن کے اس دور جدید کو تیرا سال گزشتہ ہم نے اس عالم میں کہ جیب میں ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کے لئے نہ تھا - یہ سب اس کارساز حقیقی کی تائید ونصرت اور آپ حضرات کی توجہ اور مالی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ ہم اتنا ذخیرہ نصرت مذہب میں شائع کر سکے۔

اب ۱۳۷۴ھ شروع ہو گیا ہے - امسال ایک وسیع خاکہ کام کا پیش نظر ہے جس کا تحمل آپ حضرات کی توجہ پر منحصر ہے - اصول دین کے بقیہ دو رسائل ... اور عقائد ... کے لئے کوشش تو یہی تھی کہ گزشتہ سال ہی ... شائع ہو جاتا - بہرحال اب یہ دو رسائل اور ... میں مکمل کر کے ان کے انگریزی اور ہندی تراجم

شائع کرتے ہیں۔ سوانح چہاردہ معصومینؑ کے ہندی تراجم کی اشاعت کرتا ہے اور کوشش وتمنا یہ ہے کہ اس سال کم از کم بنگالی اور گجراتی تراجم بھی ان کے شائع ہو جاویں اور اسی طرح مختلف زبانوں میں ان کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے تاکہ تمام اقوام وملل تک ان ذوات مقدسہ اور انوار الٰہی کے حالات زندگی کو پہونچا کر ان کو اسلام حقیقی سے روشناس کرایا جا سکے۔

امسال ایک اور سلسلہ رسائل شروع ہونے والا ہے جو حالات بنی ہاشم، ازواج و اصحاب معصومین علیہم السلام پر مشتمل ہوگا - اس اہم دینی خدمت کو ہماری استدعا پر جناب اسدالعلماء مولانا السید اسد علی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ نے اپنے متعلق فرمالیا ہے اور ممدوح برابر اس خدمت میں مشغول ہیں - اس سلسلہ کا پہلا رسالہ "حیات عبدالمطلبؑ" تیار ہے اس کے بعد "حیات ابوطالبؑ" اسی طرح جناب خدیجہ - جناب ام سلمہ - جناب محمد حنفیہ - جناب سلمان فارسی - ابوذر غفاری - مقداد - عمار یاسر - میثم تمار - مالک اشتر وغیرہم (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حالات زندگی پر انشاء اللہ ایک ایک رسالہ شائع ہوتا رہے گا - ان رسائل کے ہی اردو میں اشاعت کے بعد انگریزی و ہندی تراجم شائع ہوں گے۔

برادران ایمانی! آپ غور فرما سکتے ہیں کہ ان رسائل کی اشاعت کے لئے کس قدر سرمایہ کی ضرورت ہوگی اور ابھی ہم کو انگریزی سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام کی اشاعت کے سلسلے میں تقریبا چار سو روپے پریس کو ادا کرنا ہے۔

یہ سب کام بہ آسانی انجام پا سکتے ہیں اگر آپ حضرات تھوڑی سی توجہ فرما دیں - خود اپنے اس تبلیغی ادارے کی ممبری قبول فرمائیے اور اپنے حلقۂ اثر سے ہر ہر فرد ملت کو ممبر بنائیے، خود بھی مشن کے رسائل خرید فرمائیے اور دوسرے برادران ایمانی کو بھی توجہ دلائیے کہ وہ بھی اس امر خیر میں حصہ لیکر ماجور ہوں - اگر ہر ہر فرد ملت صرف ایک ایک روپیہ سالانہ بہ چندہ ممبری مشن کو دے اور رسائل ...

صرف ایک ایک روپیہ کے رسائل خرید فرما کر تقسیم کر دے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام حقیقی کی آواز پھر گونج اٹھے گی، ظلمت کو فنا کر کے روحانیت کا چراغ روشن کر دیتی ہے یا نہیں۔

برادران ملت! دہریت و لامذہبیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ خدا اور رسول کے تذکرے دماغوں سے محو ہو رہے ہیں۔ اب صرف دنیا اور اس کے پرفریب مناظر انسانوں کے پیش نظر ہیں۔ یہ وقت ہے کہ آپ پیغام الٰہی کو ان کے سامنے پیش کر کے اپنے فریضہ کو ادا کیجئے۔ آپ کا امامؑ (عجل اللہ فرجہ) جو پردہ غیبت میں ہے اُس کی نظریں آپ کے اعمال کی طرف لگی ہوئی ہیں خدارا اس دینی فریضہ کی طرف بھی توجہ کا موقع نکالئے اور اپنے امامؑ کو خوش کر کے رضائے الٰہی کا شرف حاصل کیجئے۔ یقین رکھئے کہ آپ کا ایک روپیہ جو کام کرے گا وہ دوسرے مذاہب کے ایک لاکھ روپئے بھی نہیں کر سکتے۔ بس آپ کی توجہ شرط ہے۔

مشن نے زمانۂ عزا کے لئے تین رسالے اُردو، انگریزی اور ہندی میں شائع کئے ہیں ان کو زیادہ سے زیادہ تعداد خرید فرما کر حسینؑ مظلوم روحی لہ الفدا کے خون ناحق کی نشر و اشاعت میں حصہ لیجئے اور اس طرح حسینی مشن کو کامیاب بنائیے اس لئے کہ اسی میں اسلام کی بقا کا راز مضمر ہے۔

جلد سے جلد اپنا زر چندہ ارسال فرما کر مشن کی رکنیت قبول فرمایئے۔ فہرست رسائل و فارم ممبری وغیرہ طلب فرمانے پر فوراً ارسال خدمت ہوں گے۔

مستقل ممبران مشن جن کی میعاد ممبری ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ میں ختم ہو چکی ہے وہ اپنا زر چندہ بابت ۱۳۷۱ھ جلد از جلد مرحمت فرما کر ماجور ہوں۔

نوٹ:۔ مومنین پاکستان اپنا زر چندہ وغیرہ مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر رسید منی آرڈر دفتر مشن کو تھانہ لکھنؤ کے پتہ پر ارسال فرما دیں۔ وہاں سے تعمیل ہوتی رہے گی۔

پتہ ارسال زر: علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان
بیرون شاد باغ۔ لاہور الداعی الی الخیر
سید ابن حسن نقوی عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن تھانہ لکھنؤ

امامیہ مشن کی ممبری قبول فرما کر نصرت اہلبیتؑ کا فرض ادا کیجئے

تفصیل چندہ ممبری

۱۔ چندہ لائف ممبران۔ کم از کم پچاس روپیہ یکمشت یا بقسط ایک سال کے اندر۔

۲۔ ممبران خصوصی۔ کم از کم پانچ روپیہ سالانہ۔

۳۔ ممبران عمومی۔ کم از کم ایک روپیہ سالانہ۔ ممبران دوامی کو شرف ممبری کے بعد شائع ہونے والے تمام رسائل بلا طلب بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں اور قبل کے رسائل اگر خریدنا چاہیں تو صرف نصف قیمت لی جاتی ہے۔

ممبران خصوصی کی خدمت میں بھی ممبری کے بعد شائع ہونے والے رسائل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں مگر قبل کے رسائل کی پوری قیمت لی جاتی ہے۔

ممبران عمومی کو ممبری کے بعد شائع ہونے والے تمام رسائل بطور تحفہ صرف نصف قیمت پر دیئے جاتے ہیں اور سابقہ رسائل اگر خریدنا چاہیں پوری قیمت چارج کی جاتی ہے۔

فارم ممبری اور فہرست رسائل طلب فرمانے پر فوراً ارسال خدمت
الداعی الی الخیر آنریری سکریٹری امامیہ مشن تھانہ۔ لکھنؤ۔ (انڈیا)

امامیہ مشن کا حسینی لٹریچر

امامیہ مشن نے محرم کے لئے اُردو، ہندی اور انگریزی میں رسالے شائع کئے ہیں۔ افراد ملت کو کثیر تعداد میں خرید فرما کر [illegible] عند اللہ ماجور ہونا چاہیئے۔

۱۔ شجاعت کے خالق کا [illegible] قیمت ۲/ [illegible]

۲۔ حسین اور ہندوستان (ہندی) [illegible] ۳/

۳۔ محرم (انگریزی) [illegible]

الداعی الی الخیر۔ سکریٹری [illegible]

...کیلئے بڑی کدوکاوش سے مراثی سوزخوانی اکٹھا کئے گئے ہیں

آج آرڈر روانہ فرمایئے

	قیمت
[illegible] دید شام میں جب سر امام کا	۴ر
جب آل شام کی بستی میں ننگے سر زینبؑ	۲ر
[illegible] آئے زندان میں حرم روتے ہیں	۲ر
[illegible] خدائے پاک ہے قدرت حسینؑ کی	۴ر
[illegible] کے حبیب کا پیارا حسینؑ ہے	۳ر
[illegible] کو جب حسینؑ نظر آئے خواب میں	۳ر
[illegible] جب تازہ غلام شہ ابرار آیا	۴ر
[illegible] حق محمد وآلہ پہ جو ایکبار ہوا	۳ر
[illegible] کلال آئے بڑی آن بان سے	۴ر
[illegible] زہیر ابن قین آتے ہیں	۴ر
[illegible] جب صغرٰے بے شیر کو سرحدوں میں	۴ر
[illegible] آرہی ہے سواری حسینؑ کی	۳ر
[illegible] کو روح جان پیمبر حسینؑ ہے	۳ر
[illegible] کا گوہر نایاب ہے حسینؑ	۴ر
[illegible] دو جہان کا مالک وہ مولا حسینؑ ہے	۳ر
[illegible] نگیں خاتم پیغمبراں گرا	ار
[illegible] کا آرہے کہ رن کانپ رہا ہے	۲ر
[illegible] کر تیرے [illegible]	۲ر
[illegible] قید میں جب دختر زہرا آئی	ار
[illegible]	ار
[illegible]	ار
[illegible] عالم بچھڑ گئے	ار
[illegible]	ار
[illegible]	ار

	قیمت
عباسؑ کے حصے میں وفا حق نے عطا کی	ار
جہلم جو کربلا میں بشر کا ہو چکا	ار
جب ذوالجناح خیمے میں آیا لہو بھرا	ار
اے سر سنو حسینؑ سے مقتل قریب ہے	ار
آج مقتل میں عجب بے سر و سامان ہیں حرم	ار
جب کٹ گئے دریا پہ علمدار کے بازو	ار
سجادؑ کو فرصت جو ملی دفن پدر سے	ار
مالک سلطنت کو فرجو مختار ہوئے	ار
جب قصد کیا شاہ نے کوفے سے وطن کا	ار

	قیمت
لکھا ہے چھوٹ کے یثرب سے جب حرم آئے	ار
بلا کے بن میں جو صغرا کا نامہ بر آیا	ار
قید خانہ میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے	۶/ار
شبریں کو جب حسینؑ نے آزاد کر دیا	۶/ار
دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہو	۶/ار
جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہ شبیرؑ	۶/ار
قریب کوفہ جو رانڈوں کا کارواں آیا	۶/ار
جب حرم قلعہ شیریں کے برابر آئے	۶/ار
آمادہ نبرد جو فوج خدا ہوئی	۶/ار

ملنے کا پتہ :- مینیجر سرفراز قومی بک ڈپو ناداں محل روڈ لکھنؤ

ساحل اور سمندر

امریکہ اور یورپ کا سفرنامہ

پروفیسر احتشام حسین جو دورِ جدید کے اہم ترین نقادوں میں شمار کئے جاتے ہیں اس صنفِ ادب کی جانب بھی متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ اُن کے ساتھ امریکہ اور یورپ کی علمی، ادبی، سیاسی، معاشرتی زندگی کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ بیان ایسا دلکش ہے کہ آپ کو محسوس ہوگا آپ خود سفر میں ہیں اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ سائز $\frac{20\times30}{16}$ صفحات ۳۴۰ مجلد قیمت للعہ

ملنے کا پتہ :- سیّد وجاہت حسین۔ اردو خانہ۔ لکھنؤ

اسوۂ حسینی

نوشتہ جناب ابو النعیم مولانا سید اکبر حسینی صاحب آرزو حیدرآبادی

نوٹ: حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے جاں گداز تفصیلی واقعات سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے اسلئے اعنیں خاص پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن سے نصیحت اور ہدایت حاصل ہو سکے کیونکہ اس ایثار عظیم کا یہی مقصد اعلیٰ تھا۔
آرزو حیدرآبادی

شاہ است حسین بادشاہ است حسین ۔ دیں است حسین دیں پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دست یزید ۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

یہ دنیا عجیب متضاد کیفیتوں کی آماجگاہ ہے کہ کبھی ایک حال پر قائم نہیں رہتی، کبھی تاریک ہے تو کبھی روشن کبھی عیش وعشرت ہے تو کبھی رنج ومصیبت۔ مادہ پرستوں کی سطحی نظر اس کی حقیقت تک نہ پہونچ سکی تو قیاس ہی نہیں بلکہ یقین کر لیا کہ زمین گردش کرتی ہے۔ حالانکہ اہل البصیرت کے لئے یہ قدرت کی کرشمہ سازیاں عبرت اندوز ہونے کے لئے ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۔ یعنی بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے رد و بدل میں سمجھدار لوگوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔

عروج وزوال اور قتل وخونریزی کی ہزاروں داستانیں زبان زد خاص وعام ہیں۔ نبرد آزمائیوں اور معرکہ آرائیوں کے سیکڑوں واقعات ہیں جن کی ابتداء ہابیل وقابیل سے ہوئی قیامت تک وقوع پذیر ہوتے رہیں گے۔ لیکن میدان کربلا میں جو دل ہلا دینے والے حالات اور [illegible] مشکلات جو اہلبیت کرام کو پیش آئے وہ نہایت [illegible] آپ [illegible] [illegible] [illegible]

ہے۔ مگر یہ دل آزار وستیزہ کار کون تھے۔ کافر ومشرک نہ [illegible] یہود ونصاریٰ نہیں بلکہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے رسول [illegible] علیہ التحیۃ والتسلیم کی شفاعت وعنایت کے اُمیدوار [illegible] کیوں؟

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ ۔ یعنی دنیا [illegible] محبت تمام برائیوں کی سرتاج ہے۔ جس طرح دلدل میں [illegible] ہوا آدمی اگر نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے تو اور زیادہ [illegible] جاتا ہے اسی طرح دنیا کی دل فریبیوں پر وارفتہ ہونے وا[illegible] حرص وہوس کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں تو اس سے نکل[illegible] کوشش بے نتیجہ ہوتی ہے۔

یزید نے جب خلافت کا جائزہ حاصل کیا تو تمام اکابر [illegible] نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعض جلیل القدر صحابہ نے بھی [illegible] شر کے خیال سے پس وپیش نہیں کیا لیکن صرف پانچ حضر[illegible] ایسے تھے کہ جو اس کے فسق وفجور اور احکام شریعت سے روگ[illegible] کی وجہ سے بیعت قبول کرنے یا اس کو خلیفۃ المسلمین تسلیم [illegible] راضی نہ ہوسکے۔

ان اصحاب میں حضرت سید الشہداء امام ہمام علیہ [illegible]

[illegible]

یزید نے جو طرح طرح سے دنیا پرستوں کو مال ومنصب اور [illegible]

سبز باغ دکھا کر مسخر کر لیا تھا۔ اسی طرح اپنے قاصد کے ذریعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی زر و جواہر اور عظمت و حکومت کے دام زر میں اسیر کرنے کی کوشش کی مگر جن کی نظر میں زر و جواہر سنگ و خزف سے زیادہ وقعت نہ رکھتے ہوں وہ کب اس لالچ میں آنے والے تھے۔

صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے جد امجد اور سلف صالحین کا صحیح جانشین وہی ہو سکتا ہے جس نے ان کے اخلاق و اوصاف بھی ورثہ میں پائے ہوں۔ اگر ایک پیکر معصیت اور مخالف شریعت کو نائب رسول اللہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کے مصداق اسلام بھی اور ادیان کی طرح مسخ شدہ صورت میں باقی رہ جائے گا۔

لہذا جب تک رگ و پے میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے میں اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

یزید اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت حسین علیہ السلام کی عظمت و مرتبت کیا ہے۔ حسین علیہ السلام کس کے لخت جگر، کس کے دلبند اور کس کے نور بصر ہیں۔ لیکن جاہ و حشم اور دولت و حکومت کے نشہ نے ایسا بیخود بنا دیا تھا کہ اس کو عاقبت بینی اور نتیجہ انجام پر غور کرنے کا بھی ہوش نہ رہا۔

آنحضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سن چکا تھا کہ مَنْ آذَى الْحُسَيْنَ فَقَدْ آذَانِي یعنی جس نے حسینؑ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

کربلا کا یہ عظیم الم افزا سانحہ جس کی یاد سے دل پر ٹھیس لگتی ہے کیا صرف اس لئے اہم ہے کہ گلزار فاطمیؑ کو پامال کیا گیا اور ادب و احترام ملحوظ نہ رکھتے ہوئے تختہ مشق جفا بنایا گیا نہیں اس سانحہ حسرت آیات کی عظمت کا راز کلام ربانی کی اس آیت میں مضمر ہے وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ یعنی آفت اور مصیبت کی پر خطر وادیوں کو صبر و شکر کے ساتھ طے کرنے والوں کو فائز المرامی کی خوشخبری

سنا دو کہ یہ جان و مال و اولاد و دولت [illegible] ہر چیز کو امانت الہی سمجھتے ہیں [illegible] پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں کہ امانت میں [illegible] واپسی کی نوبت آتی ہے تو خندہ پیشانی کے ساتھ [illegible] ہیں۔

حادثہ کربلا کو غیر معمولی اہمیت اس لئے بھی حاصل [illegible] میں نہ صرف صبر و استقامت کا امتحان تھا بلکہ منزل [illegible] طے کرنے کے لئے عزیز ترین جانوں کی قربانی بھی پیش کی گئی [illegible] از جب شہدائے کربلا کے خون کو اس وجہ سے امتیاز نہیں [illegible] اطہار یار فقائے سید ابرار کا خون تھا بلکہ اسلئے کہ اس خون کے ہر ذرہ میں حق و صداقت کی آب و تاب تھی اور [illegible] خلوص کا دریا موجزن تھا۔ اور یہ خون کلام ربانی کی [illegible] تنویر کا آئینہ تھا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا [illegible] لیا گیا لیکن ذبح عظیم کے موقعہ پر صرف حضرت ابراہیم [illegible] اسماعیل علیہما السلام کی ذات والاصفات تھی اور سبط [illegible] علیہ التحیۃ والتسلیم کے ساتھ صرف چند جانیں تھیں جنہیں [illegible] تھے۔ جوان بھی، عورتیں بھی، انصار بھی۔ لیکن [illegible] مبارک ہستیاں جو طوفان حوادث میں ثابت قدم رہیں [illegible] کے سامنے کشتوں کے پشتے لگے۔ خون کے فوارے پھوٹے۔ [illegible] ندیاں بہیں۔ مگر کسی کے پائے استقلال میں ذرا لغزش [illegible] غرض اس صورت سے ان کشتگان خنجر تسلیم [illegible] اللہ کے محبوب بندے اس کی خوشنودی [illegible] جان مال اولاد سب کچھ قربان کر نا عین سعادت سمجھتے ہیں۔

چنانچہ امام ہمام سیدنا حسین علیہ السلام [illegible] میں نہ صرف بھوکے پیاسے رفقاء کو [illegible] بلکہ اپنے جگر پاروں، آنکھ کے تاروں اور [illegible] زندگی کے خاک و خون میں [illegible] کیا مگر شکوہ بر لب [illegible] ورد زبان بھی تھا [illegible]

...پینی ہو جاتا ہے، بھوک اور پیاس کی
...نکلتا ہے آخر گر پڑتے ہیں مگر اپنی ہمشیرہ زینب کو
...دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں لہذا صبر و شکر کی
...ہوتے ہیں۔

اس امتحان وفا اور ابتلائے حسین علیہ السلام سے ہم کو کیا سبق
...کرنا چاہئے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ملك المملوك ملك المالك آقا صرف
غلام کا مالک ہے بلکہ غلام کی ساری جائداد کا بھی مالک ہوتا ہے
اس لحاظ سے جب ہم اور ہمارا سب کچھ مالک حقیقی کی ملک ہے تو اسکی
خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے سب کچھ قربان کر دینا عین سعادت ہے

۲۔ حق پرستوں اور صداقت شعاروں کو باطل کے
شیدائی اور نفس کے پرستاروں کا مقابلہ کرنا پڑے تو ہر حالت
میں اظہار حق کرنا چاہئے اور حق کی حمایت میں دریغ نہ کرنا
چاہئے۔

۳۔ بیعت کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو
فسق و فجور سے دور اور احکام شریعت کا پابند ہو۔

۴۔ دنیوی عزت۔ جاہ و حشم اور دولت کے عوض
ایمان فروخت کرنا سراسر کوتاہ اندیشی اور سخت خسارہ
ہے۔

۵۔ سب سے اہم اور ضروری سبق حضرت کے عملی اقدام سے
حاصل ہوتا ہے یہ ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام دشمنوں
میں محصور تھے بھوکے پیاسے اور سخت اضطراب و اضطرار کے
عالم میں تھے مگر جام شہادت نوش فرمانے تک کوئی ناز تھا
...

یہ سچ ہے جب تک کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
...سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے
...آب و گیاہ میں حضرت کے ہمراہ علاقی بھائی
...فرزند بھی تھے اور دوست بھی مگر وقت
...بھی فکر یہی تھا کہ ہم حسین کے ہیں اور
...حسین ہمارے... رشتہ داروں سے
...ہوتا ہے۔

سرفراز لکھنؤ محرم نمبر

جلد (۳۲) ۲ ستمبر سنہ ۱۹۵۴ء نمبر (۱)

محرم نمبر

ادارۂ سرفراز امسال بھی اپنی اس قدیم روایت کو پورا کرنے میں کامیاب ہوا ہے جو وہ گذشتہ ۳۲ سال سے محرم نمبر کی شکل میں ادا کرتا آیا ہے۔ محرم نمبر نکالنے کی ایجاد و ابتدا اسی نے کی ہے اور اسی کی بنائی شاہراہ پر اب تک دوسرے اخبارات چل رہے ہیں۔ پہل کا سہرا سرفراز ہی کے سر ہے۔ اس حدیث کے مطابق کہ جو شخص کوئی اچھی رسم ایجاد کرے گا اس پر قیامت تک ہونے والے عمل کے ثواب میں رسم کا موجد بھی شریک رہے گا اسی طرح جو شخص کسی بری رسم کی داغ بیل ڈالے گا اس پر چلنے والوں کے عذاب و عقاب میں اس رسم بد کی ابتدا کرنے والا بھی حصہ دار ہوگا۔ اس اعتبار سے اس وقت تک جتنے محرم نمبر نکلے ہیں یا آئندہ شائع ہوتے رہیں گے ان پر جو ثواب مرتب ہوگا اس میں ادارہ سرفراز بھی برابر کا شریک و سہیم رہے گا۔

سرفراز کی مالی حالت خواہ کتنی ہی سقیم ہو یہ حسینؑ مظلوم کا اعجاز ہے کہ سرفراز محرم نمبر کا انتظام ہر سال ہر حالت میں ہو جاتا ہے اور اس کے تمام غیر معمولی اخراجات کچھ اس طرح پورے ہو جاتے ہیں کہ کچھ خود حیرت ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں تو اس کا سبب صرف ادارہ اور ارکان ادارہ کا

ضروری گزارش

محرم نمبر بڑی احتیاط اور پوری جانچ پڑتال کے بعد حوالۂ ڈاک کیا جا رہا ہے ہر ہر پتہ کو ہم نے خود اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ ایک ایک پرچہ شمار کر کے پوسٹ آفس بھیجا گیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر یہ نمبر کسی صاحب تک اتفاق سے نہ پہنچے تو وہ دوبارہ ایک ہفتہ کے اندر ۲ کا ٹکٹ بھیج کر یا بیرنگ منگا سکتے ہیں۔ بعد میں موجودہ شرح ٹکٹ پر اخبار نہیں جا سکتا۔

(منیجر)

جذبۂ عقیدت اور خلوص نیت ہے [illegible] کی تیاری کو اپنا مذہبی فرض [illegible] مخاطب ہ مجبور ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ [illegible] پوری طرح حسن نظر آتا ہے اور ہر شخص اپنے [illegible] انہماک سے کرتا ہے۔ لازمی کو [illegible] غیر معمولی اخراجات کی وجہ سے ہمارے تنخواہ [illegible] نہ ملنے کی صورت میں ہم اپنے گھر کو [illegible] یہی فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح ادھر ادھر سے [illegible] تمام اخراجات میں کتر بیونت کر کے [illegible] دیا جائے تاکہ یہ مبارک نمبر اپنے تمام خصوصیات کے [illegible]

تو شاید پریس والے اتنی محنت نہ کر سکتے [illegible] کہ انھوں نے سرفراز محرم نمبر کی طباعت کا [illegible] نہ کثرت کار کی وجہ سے ان کی [illegible] ان طاقت کمائی دیا اور دن [illegible]

ہم نے اس مبارک نمبر کو [illegible] بنانے کی کوشش تو کی ہے [illegible] فیصلہ ہمارے قارئین کرام [illegible] اس نمبر کو [illegible] [illegible]

[illegible] میں تقسیت کا گوہر [illegible] جا کر اس نمبر کے
[illegible] دخل کر دیا ہے کہ صرف انتظار اس نمبر پر [illegible]
[illegible] کلام [illegible] دل تو یہی چاہتا تھا کہ
[illegible] صرف [illegible] اور مقلیس کے باعث
[illegible] کے متعلق اس نمبر [illegible] نہ کر سکے۔
[illegible] کر دیکھا کہ کم ہے جوش عشق دل میں
[illegible] کی کمی نہیں ہے رعایت قلت گنجائش ہے

کاش ہمارے قارئین کرام بھی محرم نمبر کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرتے [illegible] کے تغافل کا یہ عالم ہے کہ محرم نمبر کے لئے کسی سے کسی عطیہ کا [illegible] مدرسہ خریدار حضرات نے بھی یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ [illegible] چندہ اس موقع پر ادا فرما دیں۔ اس طرح وہ ایک بار [illegible] جلتے اور ضرورت کے وقت ہمیں بھی سہارا مل جاتا لیکن [illegible] اس وقت ہوتا ہے دلی احساس اور [illegible] ہوتا اچھے [illegible] قوم [illegible] نام ونمود اور شہرت کے [illegible] کے ذمہ سالہا سال سے سترہ روپیہ لگا یا چلا [illegible] ہے۔ وہ نہ ہمارے خطوط اور یاد دہانیوں پر توجہ کرتے ہیں۔ نہ ادائیگی کے متعلق کوئی وعدہ ہی فرماتے ہیں اور نہ ایک کارڈ لکھ کر ہمیں اطلاع دیتے ہیں کہ اب ہمارا پرچہ بند کر دیا جائے۔ لیکن ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یہی مناسب سمجھ رہے ہیں کہ جب تک [illegible] اخبار آتا رہے "آزیری مطالعہ" کئے جاؤ بعد میں [illegible] آخر تو وہ اخبار بھیجنا بند کر دیں گے۔ کیا اچھا ہو کہ ہمارے [illegible] کرم فرما اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے اور ہمیں اس مالی نقصان سے بچا لیتے اس طرح ان کے غلط [illegible] ہے۔

[illegible] نمبر کو حتی الامکان سے بھی معیاری بنانے کی کوشش [illegible] کہ ہم اپنے ادارہ میں حسب دل خواہ کامیاب [illegible] افراد قوم کے لئے لٹریچر بہم پہنچانا ہے [illegible] کو کامیاب [illegible] کرام کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے [illegible] حضرات سے استفادہ [illegible] کر سکتا ہے [illegible] حضرات کا کام ہے۔ لکھنے والے

ہیں جیسا معیاری لٹریچر بھیجیں گے ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں وہی پیش بھی کریں گے۔ محرم نمبر کے لئے شعرائے کرام اپنا کلام کافی مقدار میں بھیجتے ہیں لیکن ان میں معیاری کلام بہت کم ہوتا ہے۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کلام کی طباعت کے شوق میں یا بغرض حصول ثواب کچھ نظم کر کے بھیج دیتے ہیں۔ جو کچھ آتا ہے اس میں سے بہت کم اشاعت کے قابل ہوتا ہے۔ پھر بھی ہم نے اس کی کوشش کی ہے کہ ہر بھیجنے والے کے زیادہ نہ سہی چند اشعار ہی محرم نمبر میں چھپ جائیں تاکہ ان کی ہمت افزائی ہو سکے اور وہ داخل حسنات بھی ہو جائیں۔

ہم ان حضرات کے دل سے شکر گزار ہیں جنہوں نے از خود یا ہماری اپیل یا تحریر پر ہمیں اپنا مقالہ یا کلام عنایت فرمایا۔ لیکن ان حضرات سے شکایت بھی ہے جنہوں نے ہماری تحریری استدعاؤں پر بھی توجہ نہیں کی اور محرم نمبر کے سلسلہ میں ہم سے تعاون کو ضروری نہیں سمجھا خصوصاً حضرات علمائے کرام سے ہمیں بہت زیادہ شکوہ ہے جن سے ہم نے نہ صرف اخبار کے ذریعہ بلکہ نجی طور پر خطوط لکھ کر بھی اس مبارک نمبر کے لئے مضامین کی خواہش کی تھی مگر صرف چند بزرگ ہستیوں کے علاوہ باقی علمائے عظام نے سکوت ہی کو مناسب خیال فرمایا جیسے کہ حضرت امام حسینؑ کے متعلق لٹریچر فراہم کرنا بھی ہم غیر علماء اور دنیا داروں ہی کا کام ہے اور اس فرض کفائی میں علمائے کرام کو شرکت کرنا ضروری نہیں ہے۔

اس مبارک نمبر کی تیاری میں میری ذاتی پریشانیاں بھی برابر سد راہ بنی رہیں عجیب اتفاق ہے گزشتہ سال بھی محرم نمبر کی تیاری کے زمانہ میں میں پریشانیوں کا شکار بنا ہوا تھا اور امسال بھی یہی ہوا۔ اگلے سال میں خود ٹائی فائڈ میں مبتلا ہوا اور میرے پورے متعلقین بھی ساتھ ہی ساتھ شدید طور پر علیل ہو گئے۔ انہیں پریشانیوں کے عالم میں ۲ اگست کو میری اہلیہ کا انتقال بھی ہو گیا مگر کسی نہ کسی طرح میں نے اس نمبر کو محرم نمبر شائع کر دیا۔ امسال بھی کچھ ایسے ہی حالات پیش آئے ابھی میری لڑکی سخت علیل ہوئی اور ۲۰ جولائی کو اس کا بڑا خطرناک اپریشن ہوا۔ جس میں جانبری کی کوئی امید نہ تھی اپریشن کامیاب رہا لیکن بعد کو پیچیدگیوں کی وجہ سے [illegible] ایسی نوبت آ گئی جب کہ امید زیست [illegible]

ڈاکٹر بھی گھبرا اٹھے تھے۔ جیسا کہ میں دن کے بعد [illegible] اسے مکان لایا گیا اور یہاں شہر کے مشہور و قابل طبیب حکیم سید محمد کاظم صاحب مرحوم کا علاج شروع کیا گیا جو آج تک جاری ہے۔ حکیم صاحب ممدوح نے جس توجہ و شفقت سے علاج کیا اس کی وجہ سے مجھے یہ موقع ملا کہ میں مریضہ کی طرف سے مطمئن ہو کر محرم نمبر کی تیاری میں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت دے سکا اس طرح بالواسطہ طور پر اس محرم نمبر کی تیاری میں حکیم صاحب موصوف کو بھی شریک سمجھنا چاہیے۔ جس کے لیے انشاء اللہ وہ ماجور ہوں گے۔ اگر ممدوح کی توجہ میرے شامل حال نہ ہوتی اور ان کی حذاقت و قابلیت میری پریشانیوں اور فکروں میں آگے بڑھ کر مجھے سہارا نہ دیتی تو میرا دل و دماغ ہرگز اس قابل نہ رہا تھا کہ میں اتنا گراں بار نمبر تیار کر سکتا۔

میں توہم پرست تو نہیں ہوں لیکن سالہا سال سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ جولائی اور اگست کے مہینے میرے اوپر بڑے سخت گزرتے ہیں۔ اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ میری زندگی کے اہم موڑ انہیں دو مہینوں میں آئے ہیں اور ایسے واقعات و سانحات پیش آتے رہے ہیں جنھوں نے میری زندگی پر بڑا زبردست اثر ڈالا ہے۔ اب تو عالم یہ ہو گیا ہے کہ جولائی کا مہینہ شروع بھی نہیں ہوتا کہ مجھ پر ہول سوار ہونے لگتا ہے کہ دیکھیے اب کی یہ دو مہینے کیا رنگ لاتے ہیں۔ غرض کہ ان دو مہینوں میں مجھے ہر سال صحت اور روپیہ کا زبردست خسارہ اٹھانا اور گوناگوں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بہر حال ہماری دعا ہے کہ ادارہ سرفراز کا یہ پیش محرم نمبر کی شکل میں جو [illegible] کے ساتھ [illegible] ہدیۂ نذر کیا ہے شرف قبولیت حاصل کرے۔

[illegible]

پڑتے ہیں۔ وہاں کی بجلی [illegible] راستے کے تاروں کو [illegible] ہٹانے لگی اور ان کے [illegible] کی جن کا تخمینہ دو ہزار [illegible]

شہر گونڈہ میں بجلی [illegible]

بجلی کمپنی اور ڈپٹی کمشنر کے درمیان [illegible] ہر سال تعزیے اور علم کے جلوسوں کے راستے [illegible] کے تار ہٹایا کرے گی اور جب جلوس گزر جائے تو تاروں کو وہ پھر ان کی جگہ پر [illegible] تار ہٹانے اور پھر درست کرنے کے [illegible] ذمہ ہوں گے۔

اس سمجھوتہ پر کئی سال تک عمل درآمد ہوتا [illegible] یہاں تک کہ ۱۹۵۱ء میں [illegible] کے جلوس گزر رہا کرتے تھے بجلی کے تار کی [illegible] قائم کی گئی۔ اس کے [illegible] بجلی کمپنی نے اس تار کو کھولنے سے انکار کر دیا [illegible] تعزیے کے جلوس رکے پڑے رہے۔ [illegible] تار کھولا گیا اور جلوس آگے بڑھ سکا۔

سنہ ۱۹۵۲ء میں کمپنی نے تار [illegible] انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تعزیہ [illegible] تار کھولے جا سکتے ہیں۔ [illegible] دیکھا [illegible] ڈاک و تار [illegible] ٹیلیفون [illegible] کے لیے [illegible] کہ جو تعزیہ دار [illegible] [illegible]

[illegible] آگیا ہے [illegible]
مجلس کمیٹی کا سخت [illegible] میں کوئی [illegible] کا امکان ہے
کہ نہیں اور اگر بھی وہ عمل [illegible] موسوں کو [illegible] کا موقع دیتی
ہے کہ نہیں۔ ہم معقولیت پسندی کی [illegible] کمیٹی سے اپیل کرتے ہیں
کہ وہ [illegible] کام لے [illegible] نہ ہو
[illegible] جذبات کو [illegible] کرتے ہوئے [illegible]
[illegible] کرنے کی اجازت دے۔

سید عشرت حسین کی کنا ڈا روانگی

جناب [illegible] کنیڈا [illegible] فزکس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔

آپ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
بہترین ذاکر بھی [illegible]

[illegible] عشرت صاحب کو [illegible]
[illegible]
[illegible]
کے لیے [illegible]

[illegible]
[illegible] ۹۹۲

ایامِ عزا کے لئے مخصوص لٹریچر

جو سرفراز قومی بک ڈپو نے بڑی کاوشوں سے اکٹھا کی ہیں

نام کتاب	نام مصنف	قیمت	نام کتاب	نام مصنف	قیمت	نام کتاب	نام مصنف	قیمت
ت	مولانا سید محمد عادل صاحب	۴ر	تبادرہ حسینی	ساحر مچھی	۸ر	حسین بیتی	تحفہ	صہر
ں مناظر	سیدہ اقبال بانو صاحبہ	۴ر	تعبیلِ درد	ابو سید بہیری	۸ر	چراغ وحدت	لکھنؤ کی شعوار لکھنؤ کے	۴ر
زہرا	سید الطاف حسین صاحب	۱ر	ماتم کدہ	زائر سیتاپوری	۶ر	خاکِ شفا	" " "	۸ر
عابدیہ	سید ہاشم رضا صاحب	عہ	حسینی سفار	"	۴ر	مجالس خاتون حصہ اول	مولانا علی حیدر صاحب مجتہد	سہ
عزا	سید زین العابدین صاحب	۱۰ر	حقائق غم	"	۴ر	" " " دوم	" " "	للعہ
رت	فضل صاحب	۱۲ر	تنویر کربلا	شارب لکھنوی	۸ر	مصباح المجالس	شمس العلماء مولانا ظہور حسین صاحب	۸ر
مرات	"	۱۲ر	کرب و بلا	"	۶ر	مجالس خواتین	" " "	سے
معرفت	"	۹ر	نورانی آنسو	قرار لکھنوی	۸ر	زینت المجالس	جناب مولانا محمد مجتبیٰ صاحب	صہر
بلا	حضرت واحد مرحوم	۸ر	بہتے آنسو	"	۱۰ر	ذاکری کے جدید مسودے		صہ
غم	سید رضی حسن صاحب عابد و گوالوالی دار	۱۰ر	معرکہ فرات	"	۹ر	قرآن مجید	مولانا فرمان علی جدید	عسہ
کربلا	بزم ملت سید حسن صاحب عابدی	۱۰ر	قتیل فرات	قتیل لکھنوی مرحوم	۴ر	حمائل شریف	"	سہ
بلا		۱ر	شہید کربلا	حضرت ن۔ اے	۴ر	قرآن مجید ۲		۱۰ر
ح	رضا عارف صاحب	۳ر	یاقوت الماس	اطہر حسن صاحب اعظمی	۸ر	" ربانی		للعہ
	یاور بخاری	۱	صراط کربلا		۶ر	" چار پوہا / " نو گلہ		للعہ
ریاں	قرار لکھنوی	۴	تنایات غم تصویرِ دل	نجم آفندی	عہ	حمائل شریف مصری		۱۲ر
ب کربلا	صدر جہنادی	۴ر	" دوم / " سوم	"	عہ	تحفۃ العوام		سے
لغات	سید محمد امام صاحب رضوی گوپالپوری	۷ر	آیات ماتم	"	۸ر	حضرت علی اکبر کا اٹھارہواں سال		عہ
حسین	زائر نقوی الہ آبادی	۸	بہتر تابوت	صدر جہنادی	۴ر	تشنیر اسلام		۱۲ر
د	ملک الناطقین مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ	۸	کربل نگری	نجم آفندی	۴ر	جہاد اسلام		۱۲ر
ل آنسو	سالک لکھنوی	۸ر	مرقع بیکسی	تسمت بی اے	۸ر	تبلیغ وفا		۱۲ر
ماتم	رزم ردولوی	۸ر	مجمع البکا		۶ر	مجموعہ مہندی		۴ر
درد	"	۱۰	فریاد حرم		۶ر	تصویر درد		
غم	"	۱۲	حسینی پرچم	حنیف		مرثیہ حضرت حر	آل رضا صاحب ایڈووکیٹ	۸ر
						وقار انیس (حصہ دوم)		صہ

ملنے کا پتہ: منیجر سرفراز قومی بک ڈپو ناداں محل روڈ لکھنؤ